فرشتے کی ایف آئی آر

جلد دوم

کیا ہم ایک قوم ہیں یا غول ہیں؟
سنجے اور راجیو کا باپ کون تھا؟
کیا گاندھی ایک.....تھا؟

ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب

Scanned with CamScanner

(اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے)

Scanned with CamScanner

مصنف کی دیگر تصانیف

فرشتے کی ایف آئی آر (حصہ اول)	(سال اشاعت 2011ء)
مشرق کا موتی حوروں کا مسکن	(سال اشاعت 2021ء)
قومِ قوسِ قزح	(سال اشاعت اپریل 2022ء)
فرشتے کی ایف آئی آر (جلد دوم)	اس وقت آپ کی زیرِ نظر

مصنف کی زیرِ تصنیف کتب:

1۔ جوہرِ حیات سے پرورشِ حیات تک
مالک و خالق و رازق کی عطا کردہ نعمتوں کا مجموعہ

2۔ فراڈیے، فسادیے اور لٹیرے
گھن اور دیمک کی طرح ملک کو چاٹنے والے عوامی خیر خواہ

3۔ افسروں میں انسان، انسانوں میں افسر
(فرشتہ صفت انسانوں اور چھوٹے موٹے فرعونوں میں موازنہ)

4۔ حسینائیں
(قدرت کا انعامِ عظیم)

5۔ Angel in Hell

Scanned with CamScanner

فرشتے کی ایف آئی آر

(جلد دوم)

تصنیف وتالیف

ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب

E-mail: eenets@yahoo.com

Whats-app: +92-300-8800265

نستعلیق مطبوعات

الفیروز سنٹر غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور

0300-4489310/0331-4489310

E-mail: nastalique786@gmail.com

Scanned with CamScanner

اس کتاب کا کوئی بھی حوالہ یا حصہ، مصنف کی اجازت کے بغیر
الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا میں شائع نہیں کیا جا سکتا

قانونی مشیران:

جمشید احمد فیض
(سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان)

محمد طاہر سعید رامے
(ایم اے، ایل ایل بی، ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب : فرشتے کی ایف آئی آر (جلد دوم)
تصنیف و تالیف: ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب
کمپوزنگ : زرناب کمپوزنگ سنٹر، لاہور
ٹائٹل ڈیزائن: عمران شناور
پروف ریڈنگ: سعد عباس عاجزؔ (اوّل)، سعید احمد سلطانؔ (دوئم)
خاص شکریہ: محمد سالار الٰہی اور اہلیہ محترمہ بلقیس حمید
اشاعت : فروری 2023ء
تزئین و اہتمام: حسن محمود عباسی
مطبع : حاجی منیر پرنٹرز، لاہور
تعداد : 1000
قیمت : Rs. 2000 /-
بیرون ملک: 60 USD

نستعلیق مطبوعات: F-3 فیروز سنٹر غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
0300-4489310 / 0331-4489310
E-mail: nastalique786@gmail.com

Scanned with CamScanner

انتساب

اپنے تمام

ہم وطنوں

کے نام

کہ

وہ غول نہ بنیں قوم بنیں

صرف صرف اور صرف مادرِ وطن کا سوچیں

کیونکہ

فکر و دانش پر حملہ زر کی عظمت کا بھی ہے

جبکہ

ایک جیسے ہیں ترے عہد میں دونوں پیارے

میں کسی جھوٹ، کسی سچ کا خریدار نہیں

گوہر

Scanned with CamScanner

میں تو خاک تھا میں دُھول تھا
مجھے کچھ نہ اپنا شعور تھا
میرے رب نے کتنا کرم کیا
کہ مجھے درود پڑھنا سکھا دیا
محمد محسن مجاہدی

Scanned with CamScanner

حُسنِ ترتیب

✧	عرضِ مصنف		9
✧	تبصرہ: جریدہ ''روزن'' گجرات	احسان رانا	12
✧	یادوں کے دیپ لیے	پروفیسر ڈاکٹر محمد شہزاد رانا	14
✧	قومِ قوسِ قزح کے دھنگ رنگ	پروفیسر محمد اکبر خاں اکبر	17
✧	نصیب کی فسوں کاری	پروفیسر شازیہ نصیب سومرو	19
✧	خیالِ اکبر	پروفیسر محمد اکبر خاں اکبر	21
✧	حرفِ محرمانہ	سعید احمد سلطان	24
✧	فرہنگ ندیم	پروفیسر ڈاکٹر آصف ندیم	25
✧	خیالِ راشد	انعام الحق راشد	27
✧	عطائے ملک	نعمان ملک	29
✧	درویش منش انسان.....ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب	غفران نذیر بی	30
①	سچ یا جھوٹ		32
②	فتح شکست اور والد صاحب کی رحلت		73
③	کچھ مزید میرے شہرِ عظیم بہاول پور کے بارے میں		95
④	ککے زئی بطور قوم قبیلہ اور اس کے اسلاف		123
⑤	جنات کی اصلیت اور حقیقت		142
⑥	غلام آقا کے دربار میں		151
⑦	انجمن ستائشِ باہمی پاکستان		228
⑧	عظمتِ بنتِ حوا، محبت اور ٹھرک		323

Scanned with CamScanner

⑨	کلکی اوتار	340
⑩	غریب الوطن کی کتھا	402
⑪	Catamite Vs Sodomite(فاعل بنام مفعول)	410
⑫	نہرو، پنڈت وجے لکشمی اور اندرا گاندھی	413
⑬	تقریب ہائے رونمائی و پذیرائی	421
⑭	بڑھاپا اور لاشعوری موت	434
⑮	کالا باغ ڈیم	442
⑯	پاکستان کی سابق ملکہ وفات پا گئیں	452

بقول شاعر:

تم مت کھولنا میری ماضی کی کتابوں کو
جو تھا وہ رہا نہیں، جو ہوں کسی کو پتہ نہیں

Scanned with CamScanner

عرضِ مصنف

حسبِ اعلان ''فرشتے کی ایف آئی آر'' (جلد دوئم) آپ کی زیرِ نظر ہے۔ میری تمام تر کاوش نوجوان نسل کے لیے اس اُمید کے ساتھ ہے کہ وہ انجمن ستائش باہمی پاکستان کو جانیں گے، پہچانیں گے اور ملک عزیز کے حق میں بہتر سے بہتر اقدام کریں گے۔ مجھے الفاظ کی خوبصورت اور لچھے دار موتیوں کی مالائیں نہیں پرونی۔ جو کچھ میں نے لکھا وہ ملک کے درد اور دُکھ میں لکھا۔ اب یہ آپ کی سمجھ بوجھ پر ہے کہ آپ ملک کے لیے اچھا کرنے والوں کو پہچانیں اور ان کا ساتھ دیں۔

افلاطون کا قول ہے کہ ''حُسن کو حُسن کا احساس زائل کر دیتا ہے'' جب حُسن اپنے ہی حُسن کی شدت تلے دبنے لگے تو ایک روز دباؤ اس کا دم نکال دیتا ہے۔ انسانی حسن وہ واحد اپسرا ہے جس کی حیات بہت محدود ہوتی ہے لیکن اگر انسانی حُسن کو تخلیقی و ذہنی حُسن سے مشروط کر دیا جائے تو لازوال اور لافانی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

درحقیقت ظاہری حُسن تو ایک کڑی آزمائش ہے۔ قلوپطرہ مصر کی ملکہ رہی ہے۔ اپنے حسن و جمال کی وجہ سے اسے ملک کی بادشاہ بننا تھا لیکن اپنی جوانی میں ہی وہ عبرت ناک موت مر گئی جس کا اقتدار ایک فریب ہو وہ ملک کے لیے اور خود اس کے لیے بھی ایک لعنت بن جاتا ہے۔ سقراط کے بقول:

''Beauty is short lived tyranny''

بیرونی حُسن جب عیاں ہونے لگتا ہے تو وہ زوال کی جانب سفر شروع کر دیتا ہے۔ اندرونی حُسن جب آشکار ہوتا ہے تو وہ معراج کی منزل کی طرف سفر شروع کرتا ہے۔ جبکہ فریب زدہ حُسن ایک لعنت بن جاتا ہے۔ انسانی حسن کو جاوداں رکھنے کے لیے اس میں خلوص اور ایمانداری کا ہونا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ ایمانداری اور خلوص وطن کی محبت عوام کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد خیال کرنا اور اس کا مداوا کرنا سکھاتے ہیں۔ بدقسمتی اور بہت بڑی بدقسمتی ہے کہ ماسوائے ایک انٹرنیشنل لیڈر کے پاکستان میں دوسرا کوئی ایسا خان نہیں ہے جو عوام کی اُمنگوں پر پورا اُتر سکے۔ حُسن کی پہچان اگر ظاہری آنکھ سے کی جائے تو وہ حُسن کو چار چاند لگا دیتی ہے۔ اگر دل کی آنکھ سے کی جائے تو چاند کو بھی ابدی روشنی عطا ہو جاتی ہے۔ اس لیے ظاہری حُسن سے محبت کرنے والے گھاٹے میں رہتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

کیونکہ ظاہری حُسن کی معیاد قدرت نے بہت کم رکھی ہے۔جبکہ اندرونی حُسن امر ہے''شکریہ عمارہ ربانی راؤ''

فرشتے کی ایف آئی آر (جلد اوّل) عرصہ 11 سال پہلے چھپ چکی ہے۔اس کے چھپنے کے بعد خاندان میں اس کے اثرات اور میری صحت کے مسائل آڑے آئے اور فرشتے کی ایف آئی آر (جلد دوئم) عرصہ 11 سال بعد اشاعت پذیر ہو سکی لیکن ان گیارہ سالوں میں میری دو کتابیں ''مشرق کا موتی حوروں کا مسکن'' اور ''قومِ قوسِ قزح'' چھپ کر آپ صاحبان کا دل جیت چکی ہیں۔متذکرہ بالا کتابوں کی رسم رونمائی کا اہتمام اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور کی طرف سے بہت تزک و احتشام کے ساتھ مولانا غلام محمد گھوٹوی ہال میں کیا گیا۔جس کی تفصیل باب نمبر 12 میں موجود ہے۔ایک اچھی کتاب کی کیا حیثیت ہے؟ دانشوروں کے فرمودات ملاحظہ فرمائیں:

ایک چینی کہاوت ہے کہ ''جب آدمی 10 کتابیں پڑھتا ہے تو وہ 10 ہزار میل کا سفر کر لیتا ہے۔''

گورچ فوک کتاب کے بارے میں کہتے ہیں ''اچھی کتابیں وہ نہیں جو ہماری بھوک کو ختم کر دیں بلکہ اچھی کتابیں وہ ہیں جو ہماری بھوک بڑھائیں۔ زندگی کو جاننے کی بھوک''

''اوُلس گیلیوس کہتے ہیں ''کتابیں خاموش اُستاد ہیں''

فرانز کافکا:''ایک کمرہ بغیر کتاب کے ایسا ہی ہے جیسے ایک جسم بغیر روح کے۔''

گوئٹے:''بہت سے لوگوں کو یہ بات نہیں معلوم کہ مطالعہ سیکھنا کتنا مشکل اور وقت طلب کام ہے، میں نے اپنے 80 سال لگا دیے لیکن پھر بھی یہ نہیں کہہ سکتا ہوں کہ میں صحیح سمت کی جانب ہوں۔''

تھومس فون کیمپن:''جب میں عبادت کرتا ہوں تو میں خدا سے باتیں کرتا ہوں، لیکن جب میں کوئی کتاب پڑھتا ہوں تو خدا مجھ سے باتیں کرتا ہے۔''

جین پاول:''کتابیں ایک طویل ترین خط ہے جو ایک دوست کے نام لکھا گیا ہو۔''

گٹھولڈ لیسنگ:''دنیا اکیلے کسی کو مکمل انسان نہیں بنا سکتی، اگر مکمل انسان بننا ہے تو پھر اچھے مصنفین کی تصانیف پڑھنا ہوں گی۔''

نووالیس:''کتابوں سے بھری ہوئی لائبریری ہی ایک ایسی جگہ ہے جہاں ہم ماضی اور حال کے دیوتاؤں سے آزادی کے ساتھ گفتگو کر سکتے ہیں۔''

اور آخر میں کتابوں کے بارے میں دو جرمن محاورے:

''کتابیں پیالے کی مانند ہیں جن سے پانی پینا تمہیں خود سیکھنا ہوگا۔''

جرمن زبان میں گدھے کو ایزل کہتے ہیں جب اس لفظ کو الٹا پڑھا جائے تو یہ لیزے بنتا ہے۔اس لیے یہ کوئی

Scanned with CamScanner

عجوبہ نہیں ہے اگر یہ کہا جائے کہ کچھ معلومات حاصل کرنے کے لیے تمہیں گدھے کی طرح محنت کرنا ہوگی۔''

کتابوں کے حوالے سے کہ ایک تجزیہ کے مطابق پاکستان میں لوگ سالانہ صرف 6 پیسے ایک کتاب کے لیے خرچ کرتے ہیں اور وہ بھی بعد میں ردی میں بیچ کر اس کا پتیسہ کھا لیتے ہیں''

ایک بار درود شریف پڑھ لیجیے:

جَزَی اللّٰهُ عَنَّا مُحَمَّدًا مَّا هُوَ اَهْلُه'

میں اپنے قابل احترام قارئین کو بتانا چاہوں گا کہ میں صدفی صد غیر سیاسی مزاج رکھتا ہوں۔ کبھی کسی بھی سیاسی آدمی کے پاس آج تک چل کر نہیں گیا اور نہ ہی کبھی ووٹ ڈالنے گیا ہوں لیکن موجودہ ملکی حالات کے پیش نظر نہ تو میں نیوٹرل رہ سکا، نہ خاموش رہ سکا اور نہ ہی متاثر ہوئے بغیر رہ سکا۔ یوٹیوب پر جنرل حمید گل مرحوم کا ایک انٹرویو دیکھا اور سن رہا تھا وہ فرما رہے تھے کہ "Neutrality is a Rascality"

پھر میں نے جو دیکھا، جو پڑھا، جو سنا اور جو میرے ضمیر نے برداشت کیا وہ میں نے انجمن ستائش باہمی کی شکل وصورت میں ڈھال دیا اور آپ پڑھنے والے سب سے بڑے منصف ہیں۔

نہرو، پنڈت وجے لکشمی، اندرا گاندھی اور موہن داس کرم چند گاندھی کی جو حقیقت میں نے واضح کرنے کی کوشش کی ہے وہ ایک حقیقت سے بھی زیادہ ایک امر ہے جو اس کے اپنے لوگوں نے لکھا ہے۔ میں نے تو صرف تاریخ کے اوراق سے مٹی جھاڑ کر ایک گلدستہ بنا کر آپ کے حضور پیش کیا ہے۔ میں نہ تو ادیب ہوں اور نہ ہی کسی بھی قسم کا لکھاری ہوں۔ بس جو گزرتی ہے کاغذ پر منتقل کر کے آپ کے حضور پیش کر دیتا ہوں۔ اُمید ہے کہ اُردو دان میری غلطیوں اور میری قلم پھٹ تحریر کو اپنی قوتِ برداشت سے باہر نہیں محسوس کریں گے۔ شکریہ!!

بقول حیدر علی آتش:

نہ گورِ سکندر نہ ہے قبرِ دارا
مٹے ناموں کے نشاں کیسے کیسے

ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب
eenets@yahoo.com
whatsapp: 0300-8800265

Scanned with CamScanner

تبصرہ: جریدہ ''روزن'' گجرات

آپ کی دونوں کتابیں تبصرہ کے لیے دے دی ہیں۔آپ کی حسب خواہش آپ کی کتاب قوس قزح کے مطالعاتی تاثرات کے پیش نظر مختلف زاویہ اظہار کچھ یوں بھی سہی گر قبول افتد

اور تو اور پرندے بھی گھروں سے نکلے
گھر کو آباد مری ماں کی دعا نے رکھا

.....

چلتے ہی میرے پاؤں پہ دستار گر گئی
ملنے چلا تھا میں کس عزت مآب سے

.....

میں نے یہ سوچ کے دیوار پہ رکھا ہے چراغ
روشنی تھوڑی سی ہمسائے کے گھر بھی جائے

.....

اے دوست میں تو دشت تمنا کا پھول ہوں
گرنے کا مجھ کو ڈر نہیں تیری کتاب سے

ڈاکٹر ادریس احمد کا سفر بھی حسن نظر کی بدولت حسین وجمیل رہا اور کوئی فصیل اسے لذت بینی سے روک نہ سکی۔ لذت گریہ سے آنکھیں جل تھل نہ ہوئیں۔تحریر میں وہ تاثرات طلوع ہوئے جو الفاظ میں معانی کے جزیرے آباد کرتے ہوئے نکلے:

لکھتا ہے فصیلوں پہ چراغوں کا دھواں کچھ
بجتے ہیں ستاروں میں رباب اور طرح کے

.....

رستہ ہی نہیں جو ترے قدموں کو نہ چومے
منزل ہی نہیں جو تری ٹھوکر میں نہیں ہے

ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب نے اپنے تجربات ومشاہدات صداقت کی روشنائی سے تحریر کیے ہیں اس لیے سچائی

Scanned with CamScanner

کے کڑوے کسیلے ذائقوں پر وہ خود بھی سوچتے رہے لیکن ان کی حیرت کبھی خموشی میں کہیں نہ ڈھلی:

جانے کس بات کی احسان کمی تھی ہم میں
ہم سے ناراض رہے چاہنے والے اکثر

سفر و حضر میں کبھی کبھی شب کی سیاہی میں بجلی بھی لقمہ ابر سے چمکتی ہے اور دل شکستگی کو اڑ کھولتی ہے لیکن ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب قوس قزح میں گنگناتا رہا، کہتے ہوئے:

کیا کیا ستم تلاش حقائق نے ڈھائے ہیں
پامال ہو گئی مری مٹی کھنڈر کے ساتھ

یا پھر یوں کہئے:

حالات کی دھمکی نے زمیں بوس کیا ہے
ہم لوگ تو تھے خانہ خراب اور طرح کے

بہر حال قوس قزح کے اوراق میں وہ فطری شگفتگی بھی تازہ دم رکھتی ہے جو غزل، نوحہ یا مرثیہ میں خط امتیاز کھینچتی ہے۔ اپنی معروضات سے ایک ایک شعر ان کی نذر کرتے ہوئے آنکھ دیکھتی رہی جیسے عمر خیام کا جام جم لبریز ہے:

چپ رہیں گے تو وقت بولے گا
کچھ کہیں گے تو یہ فغاں ہو گی

چلتے چلتے قوس قزح کے انداز تحریر کا ذکر بھی ہو جائے کہ قوس قزح ساری توجہ اپنی طرف مبذول رکھتی ہے اور کوئی آواز یا ہنگامہ لذت مطالعہ کو ڈسٹرب نہیں کرتا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس خوبی تحریر کو میں اتنا ضرور کہتا:

تازہ ہوا کی چاہ میں کھولی تھیں کھڑکیاں
باہر کا جتنا شور تھا کمرے میں آ گیا

نوٹ: سارے اشعار احسان رانا کی شاعری میں ادریس احمد آفتاب کو داد دیتے رہیں گے۔ والسلام و آداب

احسان رانا
شاعر، محقق، مصنف
گوجرانوالہ

Scanned with CamScanner

یادوں کے دیپ لیے

جس طرح ہر لکھنے والے کا ایک اپنا اپنا انداز، اپنا مزاج یا اسلوب ہوتا ہے۔ بعینہٖ ادریس احمد آفتاب بھی لکھتے وقت اپنے مختلف ذہنی، قلبی یا تجرباتی میدان کے حصار کے تابع نظر آتے ہیں۔ وہ عظمت حوا کی مناسبت سے اپنا مدعا بیان کرتے وقت تاریخی جھروکوں سے جھانکتے ہوئے چند ایک ان عظیم خواتین کی مثالیں ضبط تحریر میں لاتے ہیں جنہیں کئی حوالوں سے ممتاز مقام حاصل رہا ہے۔ پھر وہیں ان کی نظریں بی بی سی اردو ڈاٹ کام کی رپورٹ سے دو چار ہوتی ہیں تو وہ اس رپورٹ کو من وعن شامل کر کے پڑھنے والوں کو ان احساسات وخیالات سے روشناس کراتے ہیں جن سے وہ خود گزر رہے ہوتے ہیں۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا کہ انسان کا تجربہ، مشاہدہ اور ماحول اس کی تحریر کی نفسیاتی بُنت میں بخوبی محسوس کیا جاسکتا ہے۔ ایسی ہی بہت سی وارداتیں ذہنی و دماغی یا قلبی ان پہ بھی اثر پذیر دکھائی دیتی ہیں۔ ایک باب کے حصہ میں آپ محبت کے مختلف مدارج کا ذکر کرتے ہوئے اس سے متاثر افراد کی درجہ بندی کے ساتھ ساتھ انہیں علاج معالجہ کی ضرورت کی تجویز دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ کام بظاہر معمولی سہی لیکن اس کی چھلنی سے گزرنا یا فلٹریشن کرنا ہر ایک کے بس کا روگ نہیں۔ سچ تو یہ کہے کہ کبھی کبھار مجھ ایسے تجزیہ نگار کو یہ کہنا پڑ جاتا ہے کہ اس قدر باریک بینی سے معاشرہ میں ہونے والی اونچ نیچ پہ نظر رکھنے والا تخلیق کار اس سے بھی کہیں زیادہ جزئیات نگاری کے بعض پہلوؤں کی تہہ تلک پہنچتا ہے۔ جبکہ کئی صورتوں میں اچھے بھلے واقعات سے پہلو تہی کرتا بھی دکھائی دیتا ہے۔

تاہم اس قسم کی باریک اور موٹی چھلنی یا معاملات کی اس انداز سے فلٹریشن کرنا ایک زیرک لکھاری کی بڑی کامیابی ہوا کرتی ہے اور یہ سب کچھ اسی صورت میں ممکن ہوتا ہے کہ جب بندہ خود ان کیفیات سے لطف اندوز ہونے کے وسیع تجربے کا حامل ہو۔ یہ بات اس لیے بھی قرینِ قیاس ہے کہ جس عمل سے انسان خود نہ گزرا ہو، اس عمل کی تفسیر میں جاذبیت کا عنصر عنقا ہو جاتا ہے۔ میرے نزدیک ادریس احمد آفتاب کے اس کتاب میں پیش کردہ مضامین کا عمومی تاثر یہ بنتا ہے کہ جیسے انہوں نے اپنی زندگی میں رونما ہونے والے قریب قریب تمام تلخ وشیریں واقعات میں سے نچڑتے احساسات کو الفاظ کا روپ دے دیا ہو۔ ان کے نزدیک جذباتی استقامت کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ رومانوی فلسفہ ہے۔ آپ سمجھتے ہیں کہ ذرائع ابلاغِ عامہ اور رومانوی ادب اس فلسفہ کو سب سے زیادہ ہوا دینے والے فیکٹرز ہیں۔ جس کے سبب انسانی دماغ کا وہ حصہ خاص طور پر زیادہ متاثر ہوتا ہے کہ جہاں منطق اور سوچنے کے خلیات پنپ کر روبہ عمل ہوتے ہیں۔ وہ اس نوع کے فلسفہ کو اس لیے بھی رد کرتے دکھائی

Scanned with CamScanner

دیتے ہیں کیونکہ ایسی صورت میں انسان بہت خودغرض(Self Centered) یا تصوراتی اور مصنوعی دنیا(Self Created) میں ہی کھویا رہتا ہے۔ نتیجتاً اس کی حقیقی دنیا کا رنگ دھندلا سا جاتا ہے۔ اس حقیقی اور خودساختہ کائنات کی آنکھ مچولی کے ضمن میں وہ ایک تحقیقی رپورٹ سے استفادہ کے بعد رپورٹ مرتب کرنے والی شخصیت کا شکریہ ادا کرتے نظر آتے ہیں۔ اس سے ہم ادریس آفتاب کے ان خواص کو سراہ سکتے ہیں جن میں وہ خیالی باتوں پر اکتفا کرنا پسند کرتے ہیں اور نہ ہی مانگے تانگے کے مضامین کا چربہ پیش کرنے کی روش اختیار کرتے ہیں۔ اس کے برعکس وہ تحقیقی اور عملی زندگی کے قائل ہیں۔ اپنی اس سوچ کے حق میں اپنی تحریر کو ٹھوس حوالوں سے آراستہ و پیراستہ بھی کرتے ہیں، جس سے نفسِ مضمون کو سمجھنے میں کماحقہ قاری کو آسانی میسر آتی ہے اور اس سے حقیقت پسندی کے بہت سے در بھی وا ہوتے چلے جاتے ہیں۔

ایک اور بات بھی محسوس ہوتی ہے کہ ادریس آفتاب اپنے مضامین یا تحریر پیش کرنے کے معاملے میں خود اپنے منصف کا کردار بھی ادا کر رہے ہوتے ہیں۔ وہ ایک چابک ریفری کی طرح وسل اُٹھا کے معاشرے میں ہونے والے فاؤلز پر زوردار سیٹی بجا کر متنبہ ہی تو کر سکتے ہیں اور ان کی تحریریں اس بات کی غماض ہیں اور کبھی کبھار وہ اپنے پیش کردہ خیالات، نظریات، احساسات اور اعتقادات المختصر تخلیقات کی تکمیل پر خود ہی اپنا (Open Defense) مجلسی دفاع کرتے بھائی دیتے ہیں۔

آئی اے آفتاب عمومی زندگی اور تصنیفی لمحات میں ہر چند دونوں صورتوں میں سوالات اُٹھانے کی دعوتِ عام دیتے نظر آتے ہیں۔ بلکہ وہ سوال کو پیش نہ کرنے کی صورت کو بھلا نہیں گردانتے۔ شاید وہ یہ جانچنے کی کوشش کرتے ہوں کہ ان کے تخلیقی مواد کو اہداف نے کس طرح جانا یا پہچانا۔ وہ ''جارج آرویل کے ابلاغی ماڈل'' کے آخری حصہ فیڈ بیک کو موثر ابلاغ کا جزو لاینفک سمجھتے ہیں۔ ایک باب میں ادریس احمد آفتاب اپنے بڑے بھائی ڈاکٹر قدیر کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے خاصے غصہ میں دکھائی دیتے ہیں۔ چونکہ آپ کی پہلی تصنیف ''فرشتے کی ایف آئی آر'' جو خودنوشت یا آپ بیتی پر مشتمل ہے، اس سے آپ کی اپنے بھائی سے مخاصمت کا ان ہی کے منہ زبانی علم ہوتا ہے۔ جبکہ زیرِ نظر حصہ دوم کے ایک باب میں آپ پھر سے اپنے بھائی کے خلاف بھڑک اُٹھتے ہیں اور یہاں بھی اپنے بڑے بھائی کے ان پر ڈھائے جانے والے مبینہ ظلم و استبداد کے تناظر میں ایک معقول جماعت کو بھی خوب رگیدتے نظر آتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ برے کی ہر ادا ہی بری لگتی ہے۔ شاید اسی سبب انہیں بھی اپنے برادر کلاں سے وابستہ یا ان سے جڑی ہر شے زہر دکھائی دیتی رہی ہے۔ اسی عمل کو انسان کے تجربات میدان کا نفسیاتی دائرہ کار کہا جاتا ہے۔ مثلاً اگر مسجد میں سے جوتی غائب ہو جائے تو اس کا مطلب ہرگز ہرگز یہ نہیں ہوگا کہ نمازی چور ہیں۔ بلکہ اس کا معنی یوں بنتا ہے کہ چور مسجد میں گھس آیا تھا۔

Scanned with CamScanner

زیرِ نظر تصنیف دراصل ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب کی یادداشتوں کے حصے کی دوسری قسط ہے۔ یہ ایک ایسی روئیداد ہے کہ جس میں بہاول پور کے دور دراز علاقوں اور اس میں موجود بعض حوالوں کی تاریخی اعتبار سے بعض بڑے مزے کی معلومات ملتی ہیں۔ چونکہ بعض واقعات کے ہم سب چشم دید گواہ تو ہوتے ہیں لیکن بوجوہ اسے ضبط تحریر میں لانے کا اہتمام نہیں کر پاتے۔ جب کہ ادریس احمد آفتاب اپنے فرسٹ ہینڈ نالج یا Information کے روپ اور چند ایک جگہوں پر سیکنڈ ہینڈ معلومات کے سروپ کا نقارہ بجاتے دکھائی دیتے ہیں۔

اس کتاب میں جا بجا واقعات نگاری، ڈرامائی یا افسانوی اندازِ تحریر قاری کی توجہ اپنی جانب مبذول کرانے کا باعث بنتا ہے۔ متنوع موضوعات بھی کتب بینی کے عمومی فروغ جبکہ اس تصنیف کو خاص طور پر پڑھنے کے رجحان کا باعث بن رہے ہیں۔

سرورق سے لے کر ورق ورق گردانی کے لیے جن معیارات کی ضرورت ملحوظ رکھی گئی ہے، وہ اس کتاب کی صورت میں ایک بھرپور گفٹ پیکیج محسوس ہو رہا ہے۔ جہاں کہیں سولہ سنگھار ہیں تو کہیں یہ خوشبودار لذیذ پکوانوں کے بیچوں بیچ چٹ پٹا ہٹ، شیرینی اور کہیں مرچیلے پن کے ذائقوں سے منہ میں پانی بھر آنے کے لیے کافی وشافی ہے۔ اس تحریر سے قاری کا ہر بات سے متفق ہونا بنتا ہے یا نہیں اس بات سے قطع نظر ادریس احمد آفتاب نے جیسا محسوس کیا یا اپنی زندگی کی اونچ نیچ کے تجربات سے جو کچھ کشید کیا، اسے پوری جرات کے ساتھ ہمارے سامنے لا کے رکھ دیا ہے۔ 16 ابواب پر مشتمل یہ داستان شوخی، سنجیدگی، خوشی، غمی، ہنسی، مذاق اور شب و روز کی کارگزاری پر ہی منتج نہیں ہو جاتی بلکہ کم وبیش پون صدی پہ مشتمل آنکھوں دیکھے احوال کا ایسا قصہ ہے کہ جس میں ''تاریخیت'' جھوم جھوم کر اپنا رقص ہمارے سامنے کرتی ہے تو اس رقص میں ہم سب کو کہیں نہ کہیں اپنا عکس تلاش کرنے کا موقع مل ہی جاتا ہے۔

یوں یہ یادداشت ہم سب کے پہلو بہ پہلو چمکتی، مہکتی، گنگناتی، بل کھاتی، ندی معلوم ہوتی ہے۔ یہی اس تحریر کی کمال خوبی اور حُسن ہے جہاں آ کر ہمارا دل لکھاری کا ماتھا چومنے کو مچلتا ہے۔ کیونکہ وہ ہمیں بھولا ہوا سبق پھر سے یاد کروا رہے ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ ہم سب کا ناسٹلجیک پوائنٹ آف ویو ایک ہی نکتہ پر آ کے مرکوز ہوتا ہے۔ یہی نکتہ آفرینی اور آپس میں سوچوں کے ملاپ کی انتہا کہی جا سکتی ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد شہزاد رانا
پروفیسر آف میڈیا اینڈ کمیونیکیشن سٹڈیز
ڈائریکٹر کمیونٹی براڈ کاسٹنگ ریڈیو ٹی وی اینڈ فلم
دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور

Scanned with CamScanner

قومِ قوسِ قزح کے دھنک رنگ

ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب دنیائے ادب میں ایک منفرد شناخت کے حامل ہیں۔ان کی پہلی کتاب نے جس طرح قارئین کے دل میں جگہ بنائی، وہ انتہائی قابل رشک ہے۔وہ ان خوش نصیب مصنفین میں شمار ہوتے ہیں جو نہایت ہی کم عرصے میں ملک کے ادبی افق پر پوری تابناکی سے جگمگانے لگے ہیں۔ان کی ہر کتاب نے اپنے جدید اسلوب اور ندرت خیال سے قارئین کے دلوں میں جو جگہ بنائی ہے وہ ہر کسی کو نصیب نہیں ہوا کرتی۔

''فرشتے کی ایف آئی آر'' حصہ اول اور ''مشرق کا موتی، حوروں کا مسکن'' کے بعد ان کی تیسری کتاب ''قومِ قوسِ قزح'' منظر عام پر آئی ہے اور مصنف کے عمدہ و پر اثر انداز تحریر کے باعث قارئین کو متوجہ کرنے میں کامیاب رہی ہے۔

ان کا یہ ادبی فن پارہ افریقہ کے اسفار پر مبنی ہے جس میں انہوں نے وہاں اپنی تجارتی سرگرمیوں اور سیر وسیاحت کو موضوع بنایا ہے۔ڈاکٹر صاحب کی یہ کتاب جنوبی افریقہ کے ملک بوٹسوانا، جنوبی افریقہ، کینیا ٹوگو، زمبابوے اور موریشیس میں ان کی سیاحت کا احاطہ کرتی ہے۔

ان کی تحریر میں حسن، توازن اور سچائی ہے جو ان کے منفرد اور ایک جدا اسلوب سے قارئین کو آشنا کرتی ہے۔ ان کی یہ کتاب ہماری معاشرتی زندگی کے بہت سے حقائق کا ایک آئینہ ہے۔انہیں جہاں پر خلوص، بے لوث اور ایثار و قربانی کی پیکر شخصیات سے ملنا نصیب ہوا وہیں انہیں بہروپیوں اور موقع پرستوں سے بھی پالا پڑا۔ان کے ساتھ جو بھی معاملات رہے، ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب نے انہیں اپنی کتاب میں بلا کم و کاست سمو کر محفوظ کر دیا ہے۔ وہ جہاں بھی گئے، اپنی مخصوص وضع داری، خودداری اور دیانت داری کا دامن سنبھالے رکھا اور اپنی اعلیٰ ظرفی سے اپنے حریفوں کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔

ان کی نثر میں سلیقہ مندی اور خوبصورتی کا جو گہرا تاثر ملتا ہے، فی زمانہ وہ خال خال ہی دکھائی دیتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان کی تخلیقات فکری اور معنوی بلندی سے لبریز ہوا کرتی ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کا جمالیاتی ذوق اپنی انتہاء کو پہنچا ہوا ہے۔جس کا ادراک ان کی سراپا نگاری سے بخوبی ہو جاتا ہے۔ان کی کتاب کا مطالعہ ہمیں کئی رنگوں سے آشنا کرواتا ہے۔ان کے لہجے کی ملائمت، مختلف النوع کیفیات کی لطافت اور جذبوں کی صداقت پڑھنے والوں کو ایک خاص انداز سے روشناس کرواتی ہے۔

Scanned with CamScanner

ماضی کی یادیں ہر شخص کی زندگی کا اثاثہ ہوا کرتی ہیں۔ ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب نے انہی قیمتی اثاثوں، خوابوں، نازوں اور ارادوں سے اپنی تحریر کے نگارخانہ کو خوب آراستہ کیا ہے۔

انہوں نے اپنی زندگی کے وہ لمحات جو افریقہ میں گزرے، نہایت ہی دلچسپ پیرائے میں قلمبند فرمائے ہیں۔ ان کی کتاب گزرے ایام انبساط انگیز یادوں اور درپیش تلخیوں کا ایک مجموعہ ہے۔

ان کی تحریر تصنع، بناوٹ سے پاک حقیقی اور چشم دید واقعات کا مرقع ہے جس کے ہر لفظ سے بے انتہا خلوص ٹپکتا ہے۔

چونکہ وہ راہ حق کے مسافر ہیں اس لیے وہ باطل سے مغلوب ہونے کے بجائے اس سے ٹکرانے کو ترجیح دیتے ہیں اور اس راہ میں پڑنے والی رکاوٹیں انہیں اپنی منزل سے ذرہ برابر بھی دور نہیں کر سکتیں اور وہ کامیاب و کامران ہو کر سامنے آتے ہیں۔

ان کے ہاں خود آگاہی بھی ہے، انسانی عظمت کا قوی ادراک بھی اور محبت والفت کے جملہ لوازمات بھی۔ میں ان کی صحت وسلامتی کے لیے دعا گو ہوں۔

پروفیسر محمد اکبر خاں اکبر
کیڈٹ کالج قلعہ سیف اللہ
کوئٹہ

Scanned with CamScanner

نصیب کی فسوں کاری

تلخابۂ حیات

بوئے گل، نالۂ دل، دُودِ چراغِ محفل
جو تیری بزم سے نکلا، سو پریشاں نکلا

کتاب لفظ و معنی کا خزانہ تو ہے ہی مگر کتاب، اگر ذات کی کہانی ہو تو راز کی گتھیاں کھولتی ہے۔ کتاب اگر ذات کے دریچوں سے جھانکتے روز و شب کا احوال ہو تو تجسس اور کشش کا باعث بن جاتی ہے۔ کتاب اگر حقیقی واقعات کا مرقع ہو تو کئی لوگوں کی شخصیت کا سحر اور تاثر بناتی اور بگاڑتی ہے۔ یہی بوقلمی کتاب اور اُس مصنف کا قد و مرتبہ طے کرتی ہے۔ آپ بیتی لکھنے کی چاہ اگر چہ ہر فرد کے دل میں ہوتی ہے مگر کتاب میں خود کو فرشتہ بنا کر پیش کرنے والوں کی ذاتی زندگی سے جھلکتا شر اُن سے متعلق تاثر زائل کر دیتا ہے لیکن زیرِ مطالعہ کتاب تو ایک ایسے فرشتے کی ایف آئی آر ہے جو مظلوم ہے اور اپنوں کے شر و ستم کا براہ راست شکار ہو کر اپنی حیات کے تلخابے میں اپنے ہی خون کے رشتوں کے ہاتھوں اپنے جذبات و احساسات کا خون ہوتے دیکھ کر شاہراہِ حیات پر گامزن ہے اور زندگی کے ہر تجربے کو ایک مسافر کی نظر سے دیکھتا ہوا آگے ہی آگے بڑھتا ہے۔

ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب کی یہ تصنیف ''فرشتے کی ایف آئی آر'' دراصل ذات سے کائنات کے سفر کا احوال ہے۔ ریاست، محبت، سیاست، منافقت اور حرمت کے ساتھ ساتھ دیومالائی واقعات و جذبات کا اتار چڑھاؤ سہتا یہ مسافر اپنے تجربات کا نچوڑ ایسے آہنگ سے پیش کرتا ہے کہ اٹھارہ ابواب پر مشتمل اس داستانِ حیات پر چھائی مظلومیت کی دبیز تہہ سے جھانکتا وہ معصوم سا بچہ بھی ہمیں جا بجا نظر آتا ہے، جو چشم حیرت وا کرتے ہوئے اپنی ہی زیست پر دوسروں کی حکمرانی کے رنگ دیکھ رہا ہے اور ابواب کے لیے منتخب عنوانات کی صورت دیے گئے اشعار جیسے متعلقہ باب کا خلاصہ ہے۔ شعریت، رمزیت اور واقعات کا موقع یہ فرشتے کی وہ ایف آئی آر ہے جو خود فرشتے کے حالاتِ زندگی کا خلاصہ ہے۔ معصومیت اور مظلومیت کے امتزاج کے ساتھ ساتھ رنگینی جہاں کا بیان بھی اپنی ندرت کے ساتھ جلوہ دکھاتا ہے اور یوں صاحب کتاب کی ذات کے آئینے میں نقوشِ جہاں کا بیان اپنے اچھوتے اسلوب کی بناء پر قاری کو اس انتظار میں ڈال دیتا ہے کہ اس فرشتے کی اِس ایف آئی آر کا دوسرا حصہ بھی منظرِ عام پر

Scanned with CamScanner

آتا اور کہانی مزید کھل کر سامنے آتی۔ شاید یہی وجہ ہے کہ مصنف ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب نے اپنے قارئین کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے فرشتے کی ایف آئی آر کا دوسرا حصہ لکھنے کا عزم مصمم کیا۔

مارشل لاء کے خلاف ایف آئی آر کرواتا مصنف دراصل ہر ادارے کو اس کی حدود میں رہ کر اپنی اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے ہوئے دیکھنے کا خواہش مند ہے۔ اپنوں کے ستم کا برملا اظہار کرتے ہوئے بھی اپنوں سے انصاف کی طلب رکھتا ہے۔ انسانی غلامی سے بیزار مصنف اپنی اور دوسروں کی تربیت کا خواہش مند بھی ہے اور اپنی زندگی کے تجربات سے دوسروں کو سکھانے کا خواہاں بھی ہے۔ اپنے قبیلے اور خاندان ونسب پر فخر وغرور کرتا مصنف اپنے شہر، اپنے علاقے، اپنے لوگوں اور اپنے بچپن وجوانی کے حالات وواقعات کی تاریخ بھی ہمارے سامنے لاتا ہے جو مصنف کی آپ بیتی کو جگ بیتی کے وسیع تصور سے ہم آہنگ کرتی ہے۔ صحرا کی وسعتوں کو سمیٹتے ہوئے مصنف نے جیسے ہر ذرے پر دل کھول دیا ہے۔ اپنے شب وروز کا احوال، ملکوں ملکوں گھوم کر حاصل ہونے والے اپنے تجربات کے بیان سے ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب نے فرشتے کی جو ایف آئی آر ترتیب دی ہے یہ ایک بار شروع کی جائے تو پھر اپنے دلکش اسلوب کی بناء پر قاری کی انگلی تھام کر ہزار داستان سناتے ہوئے تھکنے یا رکنے نہیں دیتی بلکہ پر تجسس واقعات مسلسل مطالعہ پر اکساتے ہیں اور یہی اس تصنیف ''فرشتے کی ایف آئی آر'' کا حسن بھی ہے اور ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب کے اسلوب کی لطافت بھی۔ ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب کی جہاں گردی اور واقعات کے تلاطم سے بنتی صورت حال اس شعر کی تفسیر ہے جیسے:

اب کس سے کہیں حالِ دلِ زار اے آدا
آوارگی میں ہم نے زمانے کی سیر کی

پروفیسر شازیہ نصیب سومرو
بہاولپور

Scanned with CamScanner

خیالِ اکبر

سرگزشت روز وشب

ایام گزشتہ کا تذکرہ کرنا، اپنی بکھری تلخ وشیریں یادوں کو سمیٹنا، انہیں دوری اعتبار سے ترتیب دینا اور پھر الفاظ ومعنی کا روپ دے کر سپرد قلم کرنا جان جوکھم والا کام ہے۔

یہ خوبی وصلاحیت ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتی کہ وہ اپنے لمحات زیست کو دل نشین الفاظ کا جامہ پہنا کر عوام الناس کے سامنے رکھ دے۔

اپنی زندگی کے جوار بھاٹے، بحر حیات کے تلاطم کا تذکرہ کرنا جوئے شیر لانے سے کسی صورت کم نہیں۔ وہی شخص اس حقیقت کو جان سکتا ہے جس نے اس وادی پر خار میں قدم رکھا ہو اور اس سے گزرنے میں کامیابی بھی حاصل کی ہو۔

انہی شخصیات میں سے ایک ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب ہیں۔ وہ جب قلم تھام لیتے ہیں تو الفاظ مؤدبانہ خود حاضر ہوتے چلے جاتے ہیں اور ان کا قلم قرطاس ابیض پر ایسے دوڑنے لگتا ہے جیسے سکندر اعظم کا وفا شعار گھوڑا سلطنت پر سلطنت فتح کرتا گزر رہا ہو۔

''فرشتے کی ایف آئی آر'' کئے زیادہ مدت تو نہیں گزری مگر فرشتے نے ''مشرق کا موتی حوروں کا مسکن'' اور ''قومِ قوسِ قزح'' کا پراسرار جہاں بھی کھوج ڈالا۔ اتنا کچھ ضبط تحریر میں لانے کے باوجود فرشتے کی سرگزشت ہنوز تشنہ تکمیل رہی۔

مصنف کی یہ تصنیف ان کی آپ بیتی کے سلسلے کو مکمل کرنے کی سعی بلیغ ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے قلم میں بلا کی روانی اور دل آویزی ہے۔ وہ بلا کم وکاست منفرد پیرایہ اظہار اور الفاظ کے چناؤ کا سلیقہ خوب جانتے ہیں۔

ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب کا اسلوب تحریر جاندار اور منفرد لب ولہجے والا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ برمحل اشعار کا استعمال کرنا خوب جانتے ہیں۔ ان اشعار کے استعمال سے ان کی نثر زور بیان اور اثر انگیزی میں کہیں آگے بڑھ جاتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی تحریر میں بلا کی بے باکی واضح طور پر جھلکتی محسوس ہوتی ہے۔ ان کی منفرد خودنوشت کا پہلا

Scanned with CamScanner

باب ''سچ یا جھوٹ'' اس امر کی کھلی گواہی ہے۔ انہوں نے کسی لیت ولعل سے کام لیے بغیر ہی برادر کلاں کی عیاری کا پردہ چاک کیا ہے۔ کتاب کا پہلا باب ان واقعات کی تصدیقی شہادتیں پیش کرتا ہے جو ان کی خودنوشت حصہ اول میں تحریر کیے گئے ہیں جن کے بارے میں بہت سے قارئین شکوک وشبہات کا شکار رہے ہیں۔

اس باب میں انہوں نے اپنی پہلی خودنوشت میں تحریر کردہ ناقابل فراموش واقعات کے متعلق دس گواہیاں رقم فرمائی ہیں۔

ان کی سرگزشت کا یہ حصہ بھی لمحات زیست کی بوقلمونیوں کا پرکشش مرقع ہے جو مصنف کی شخصیت کے کئی رخ آشکارا کرتی ہے۔ ان کی اعلیٰ ظرفی، خوش مزاجی، نرم خوئی، برجستگی، نفاست پسندی، قادرالکلامی، خوش طبعی، حق گوئی وبے باکی افکار وخیالات کی ہم آہنگی اس سرگزشت میں جابجا محسوس کی جاسکتی ہے۔

ان کی تحریر رواں دواں اور کسی بھی قسم کی فلسفیانہ موشگافیوں کے بغیر ایک ایسا آئینہ ہے جو ہمارے معاشرتی رویوں کے تلخ حقائق ہمارے سامنے لاتی ہے۔

ان کی خودنوشت میں انسانی زندگی کی رنگارنگی دیکھی جاسکتی ہے۔ وہ اپنے افکار وخیالات لگی لپٹی رکھے بغیر بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔

وہ اپنی بیدار نگاہی اور خوش نظری سے نثر کو چار چاند لگا دیتے ہیں۔ ان کی کتابوں میں سچائی اور محبت کی فراوانی کا ایک سمندر موجزن ہے۔

انہوں نے اپنی آپ بیتی میں بہت سی معلومات کو انتہائی عرق ریزی اور روانی سے سمو دیا ہے۔

مصنف نے نہایت متحرک زندگی گزاری ہے اور بے پناہ مشکلات، دشواریوں اور مصائب ومسائل کے باوجود اعلیٰ اقدار اور وسیع النظری اور اولوالعزمی سے ان کا مقابلہ کرتے ہوئے سرخروئی حاصل کی ہے۔

یہ سرگزشت قارئین کو ایک ولولہ بخشنے کی پوری صلاحیت رکھتی ہے کہ وہ بھی راہِ زیست کی مشکلات کا پوری تندہی اور ذہانت سے مقابلہ کرسکیں۔ موقع پرست افراد اور ان کی سازشوں سے بچتے ہوئے اپنا مقصد ومنتہائے مقصود حاصل کرسکیں۔

یہ آپ بیتی مصنف کی ژرف نگاہی اور عمیق النظری واضح کرتی ہے۔ وہ معاشرتی تضادات اور سماجی رویوں کی واضح تصویر کشی کے ماہر ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے زمانے کے اتنے نشیب وفراز دیکھے ہیں کہ ان کی خودنوشت پڑھنے والا حیرت واستعجاب کے باعث انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ وہ زمانے کے مدوجزر سے گزرے ہیں مگر کبھی اپنے اصولوں سے انحراف نہیں کیا۔ ان کی ثابت قدمی اور مستقل مزاجی ہی ان کی ترقی کا زینہ بنی ہے۔ انہوں نے

Scanned with CamScanner

اپنے زور بازو پر بھروسہ کیا ہے۔

وہی ہے صاحب امروز جس نے اپنی ہمت سے
زمانے کے سمندر سے نکالا گوہر فردا

انہوں نے بے پناہ تکالیف اور مصائب دیکھے ہیں۔ اپنوں کے ہاتھوں ہی زخم کھائے مگر بذات خود کبھی کسی کو زک نہیں پہنچائی، کسی کی راہ میں روڑے نہیں اٹکائے، کسی کا راستہ دشوار نہیں کیا بلکہ ہمیشہ خلق خدا کو آسانیاں بہم پہنچانے اور حتی المقدور ان کی مدد کرنے کی کوششوں میں مصروف رہے ہیں۔

خدا کے عاشق تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہو گا

مصنف نے واقعات زیست قلمبند کر کے اردو کی اہم صنف ادب خودنوشت سوانح عمری کو چار چاند لگا دیئے۔ اردو کی گنی چنی خودنوشتوں میں سے ایک عمدہ ترین اضافہ ہے۔

ان کا اسلوب تحریر نثر کے حسن و جمال سے آراستہ و پیراستہ ہے۔ میری دانست میں وہ جس شگفتگی اور برجستگی سے حالات تحریر کرتے ہیں، قارئین پر ایک سحر طاری ہو جاتا ہے جو ان کی کتابوں میں پوری آب و تاب سے دیکھا جا سکتا ہے۔

ان کی تحریر رواں، بے ساختہ، تصنع سے مبرا اور سادگی کے باوجود ان کی علمیت کا اظہار کرتی معلوم ہوتی ہے۔

ان کی کتابوں کا مطالعہ ان کی متانت، سنجیدگی اور ادبی مہارت کے نئے گوشے سامنے لاتا ہے۔ وہ عبارت کو سنوارنے پر خاص توجہ دیتے محسوس ہوتے ہیں۔

ان کی یہ کتاب احساس کے تاروں کو چھیڑنے اور ضمیر جھنجھوڑنے کی پوری صلاحیت رکھتی ہے۔

اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی
ہم نے تو دل جلا کے سرعام رکھ دیا

پروفیسر محمد اکبر خان اکبر
مبصر، کالم نویس، سفرنامہ نگار
انجمن ادب بلوچستان
بلوچستان رائٹرز گلڈ، شعبہ اردو
کیڈٹ کالج قلعہ سیف اللہ، کوئٹہ

Scanned with CamScanner

حرفِ محرمانہ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

احبابِ گرامی! کہانی کہنے، سننے، لکھنے اور پڑھنے کی روایت بہت قدیمی ہے۔ کہانی دل دریاؤں کی گہرائیوں سے جڑی ساری ریتوں، روایتوں، رویوں، رواجوں کو پرتاثیر انداز میں کہنے کا ذریعہ اور طریقہ ہے۔ یہاں آپ بیتی ہو کہ فرد بیتی، جگ بیتی بن کر توجہ کھینچ لیتی ہے۔ کہانی زندگی کے منتخب موضوعات اور حقائق کو دلآویز انداز میں بیان کرنے کا ہنر ہے۔ یہی کہانی سفر، ساعتوں کی مشکلوں اور راحتوں کو بیان کرے تو سفرنامہ بھی بن جاتی ہے۔ کہانی کاری ایک فن ہے۔ مشکل بھی آسان بھی۔ جنہیں الفاظ، اسلوب اور دل و دماغ کی بدلتی کیفیات پر دسترس حاصل ہو ان کی تراشی ہوئی کہانی، بیان کیا ہوا قصہ، لکھا ہوا افسانہ یا ناول دلوں میں گھر کر لیتا ہے۔ ہمارے شہر قلب پاکستان، زائیدہ چولستان بہاولپور میں الفاظ کی دنیا پر دسترس رکھنے والے ایک باکمال کہانی کار، مسافر، دانشور اور محقق تاجر ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب بھی رہتے ہیں۔

ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب صاحب خود بیتی کو ''فرشتے کی ایف آئی آر'' بنا کر شہرت و عظمت کے دریچوں میں داخل ہو چکے تو مسافتوں کو مختصر کر کے ''مشرق کے موتی حوروں کا مسکن'' میں داخلہ انہیں مل گیا۔ حوروں کے مسکن میں تراشی گئی حسین و جمیل تصویروں نے مضطرب قلم اور دل کو حلقہ ''قومِ قوس وقزح'' میں شامل ہونے کا اذن بخشا۔ یوں تین ضخیم کتب وجود میں آئیں اور ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب عمر عزیز کی چھٹی اور ساتویں دہائی میں شہرت و عظمت کے بلند منصب پر فائز ہو گئے۔ دوست نواز، کتاب پسند، سچ گو اور اصول پرست آفتاب احمد کی فکری کرنیں ادب کے مختلف میدانوں میں ضوبکھیرنے میں مصروف ہیں اور تحقیق و تصنیف کی شاہراہوں پر برق رفتاری سے چل رہی ہیں۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب ہمارے اس گروپ کے قابل احترام بزرگ ہیں، ہم ان کی صحت اور علمیت و ادبیت کی سلامتی کے لیے دعا گو ہیں۔

دوستوں کو گھر بلا کر کھانا کھلانا اور خوش ہونا، کچی کیاریوں میں نئے پودے لگانا اور انہیں پروان چڑھتے دیکھ کر مسرت کرنا، کتابیں اکٹھی کرنا اور پھر لفظوں، لکیروں اور خیالوں کی مہکار سے رابطہ استوار کر کے خوش ہونا، ان کی عادت ہے۔

سعید احمد سلطان

ریڈیو پاکستان، بہاول پور

Scanned with CamScanner

فرہنگ ندیم

ڈاکٹر ادریس آفتاب کی تصانیف

''فرشتے کی ایف آئی آر'' اور ''مشرق کا موتی حوروں کا مسکن'' کا تنقیدی جائزہ

کسی بھی مصنف کی تخلیق اس کے اندر کے انسان کا عکس ہوتی ہے۔کوئی بھی تخلیق اس وقت تک بامِ عروج تک نہیں پہنچتی جب تک وہ قارئین کے اذہان وقلوب کو متاثر نہ کرے۔تخلیق کا یہ سفر جاری وساری ہے اور انسانی معاشروں میں جدتوں کے ساتھ مصنفین کے قلم بھی ان واقعات کو تحریر کرنے میں مصروف ومشغول ہیں۔ایسی ہی دو کاوشوں نے میری توجہ کو اپنی جانب مبذول کیا جس میں ''فرشتے کی ایف آئی آر'' اور ''مشرق کا موتی حوروں کا مسکن'' ازقلم ڈاکٹر دریس آفتاب کو پڑھنے کا اتفاق ہوا۔دونوں تصانیف میں جہاں تحریر کی جاذبیت، واقعات کے تسلسل، کردار نگاری اور لفظی زائچوں نے متاثر کیا وہیں مصنف کی بیباک گوئی نے تحریر کو تاریخی وآفاقی تصویر بنا دیا۔کردار نگاری ایک ایسی صنف ہے جس میں کسی شخص کے حقیقی خدوخال قارئین کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔ کردار نگاری میں ایک جیتی جاگتی حقیقی شخصیت کی دلکش اور دلچسپ پیرائے میں تصویر کشی کی جاتی ہے۔خاکہ نگار واقعات ومشاہدات کے ساتھ ساتھ اپنے تاثرات وقیاسات کو بھی شامل کرتا ہے۔ایک کامیاب خاکہ نگار کی نگاہ اس مقام کو پالیتی ہے جس مقام تک عام خاکہ نویسوں کی نگاہ نہیں پہنچتی۔محولہ بالا تصانیف میں انسانی کرداروں کو جس انداز میں پیش کیا گیا ہے وہ مجھے انگریزی زبان کے لکھاری جیفرے چاسر کی یاد دلاتے ہیں جن کی خاصیت یہ تھی کہ وہ کسی بھی کردار کی تشکیل جوں کا توں کر دیا کرتے تھے۔بعینہٖ ادریس آفتاب صاحب نے اپنے تحریری زائچوں میں اپنے کرداروں کو انتہائی سچائی سے بیان کیا۔ان کی اس کاوش سے جہاں اس دور کی عکاسی ہوتی ہے وہیں انسانوں میں موجود نفسی ونفسیاتی، تہذیبی واخلاقی اپج کا پتہ چلتا ہے۔انہوں نے اپنے کرداروں کی تشکیل نگاری میں کسی فن یا فنکاری کو بالائے طاق رکھتے ہوئے انہیں ان کے اصل رنگ میں بیان کر دیا۔اس لحاظ سے بلا مبالغہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے اس فن کے حوالے سے روسی ناویلہ مصنف شیخوف سے قریب تر نظر آتے ہیں جو اپنے کرداروں کی نفسیاتی ونفسی کمزوریوں کو معاشرتی ناہمواریوں سے عبارت کرتے تھے۔وہ گوئٹے کی طرح بے خوف وخطر اپنے کرداروں کی زبانی انسانی کمزوریوں کو بیان کرتے ہیں اور بودے معاشرتی اور تہذیبی فلسفوں کو

Scanned with CamScanner

بے لبادہ کرتے ہیں۔ وہ پاکستانی معاشرہ میں موجود بے عملی اور زبان و بیان کے فرق کو واضح کرتے ہیں۔ ان کے کردار بے رنگ نہیں بلکہ وہ اپنے قلم اور تخیل کے ذریعے انہیں رنگ عطا کرتے ہیں۔ ان کے کردار پروٹو ٹائپ ہیں اور ان کی آپ بیتی جگ بیتی لگتی ہے۔ ان کے انسانی کمزوریوں کے حوالے سے بیان فصاحت و بلاغت کی مثال ہیں مگر یہ بیان یکطرفہ یا اعلانیہ نہیں بلکہ قارئین کے لیے دعوت ہے کہ وہ ہر اس کردار اور اس کے افعال کو اپنے تئیں سمجھیں اور انہیں تلاش کریں کہ ان کے وہ کردار قرب و جوار میں ان کے ساتھ زندہ و جاوید ہیں۔ وہ نتیجہ اخذ نہیں کرتے بلکہ قارئین پر چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ نتائج اخذ کریں۔ ان کے کردار نگاری کے اسلوب ہی نے مجھے مائل کیا کہ میں ان کی کتب کا مطالعہ کروں۔ واقعات کے بیان اور کرداری زائچہ نگاری نے ایک دیومالائی دنیا کو تخلیق کر دیا جس کو پڑھتے ہوئے میں نے محسوس کیا کہ میں بھی اس کتاب کا ایک کردار ہوں۔ کردار نگاری کی بڑی اور اولین شرط میرے نزدیک یہ ہے کہ وہ معمولی کو غیر معمولی بنا دے۔ بڑے کو کتنا بھی بڑا دکھانا آسان ہوگا بہ نسبت اس کے کہ چھوٹے کو بڑا دکھایا جائے اور میری رائے میں یہی فن ادریس آفتاب میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ ادریس آفتاب نہ صرف ایک اچھے کردار نگار کی طرح اپنے کرداروں کی شخصی خصوصیات کو بیان کرتے ہیں (باطنی حالت) بلکہ اس کی ظاہری کیفیت کو بھی پیش کرتے ہیں۔ وہ لوگوں کے بارے میں ظاہری خیالات سے اس کے باطنی خیالات تک جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں ان کی اس کاوش کو سراہتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ وہ تحریر و تصنیف کے شگوفے یوں ہی کھلاتے رہیں گے اور ادب کی خدمت کرتے رہیں گے۔

پروفیسر ڈاکٹر آصف ندیم
دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور

Scanned with CamScanner

خیالِ راشد

ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب کی ادبی خدمت

ویسے تو ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب پر مصنف، ادیب اور سفرنامہ نگار ہونے کے الزامات ہیں مگر ملاقات کے دوران وہ ان الزامات سے انکاری رہے۔ ایسے میں ان پر لگے الزامات کے ثبوت بھی ہمارے ہاتھ لگ گئے جب انھوں نے اپنے ہی ہاتھوں اپنی تصانیف ''فرشتے کی ایف آئی آر''، ''مشرق کا موتی حوروں کا مسکن'' اور ''قومِ قوسِ قزح'' مرحمت فرمائی۔ ان ثبوتوں کے حصول کی گواہی بہت خوبصورت، علمی و ادبی شخصیات برادرم جناب شہزاد رانا، برادرم جناب انور گریوال، برادرم جناب سعید احمد سلطان بھی اس موقع پر موجود تھے۔ اس دور میں جب کتاب پڑھنے کی تاب اب اکثریت میں نہیں ہے، ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب کے ذہن پر کتابیں لکھنے کی دھن سوار ہے۔ تین کتابوں کے مصنف ہیں اور تین کتب ہی زیرِ طباعت ہیں۔ ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب زندگی کا سچ ہی صفحۂ قرطاس پر نہیں بکھیرتے بلکہ اس کی آبیاری بھی کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کی تصنیف فرشتے کی ایف آئی آر میں بھی انہوں نے زندگی کے اتار چڑھاؤ، مشاہدات و تجربات کو کسی بناوٹ کے تاثر کے بغیر ہی اس انداز میں بیان کیا ہے کہ قاری ان مشاہدات و واقعات کے مطالعہ میں خود کو اس کا حصہ سمجھنے لگتا ہے۔ کہیں مصنف حالات کے ساتھ بہنے کی بجائے بغاوت اور وقت کی قید سے آزادی کی جدوجہد میں مصروف ہی نہیں فاتح نظر آتا ہے۔ تاریخ، جغرافیہ کے حوالہ جات، سیاحت کے مقامات اور وہاں گزرے لمحات کو جس طرح لفظوں کا پیراہن عطا کیا ہے، قابلِ ستائش ہے۔ فی الوقت محبت، مروت، عزت، عقیدت و احترام سے لبریز ادریس احمد آفتاب کا شکریہ ضرور ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے جو ملاقات کا موقع فراہم کیا تو ایسا لگا کہ ہم بھی کوئی جوہرِ نایاب تلاشنے میں کامیاب ہو ہی گئے ہیں۔ ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب کے نہ ماننے کے باوجود یہ بات تو طے ہے کہ وہ ایک اچھے سفرنگار، مصنف، ادیب ہی نہیں، ایک ایسے مصور بھی ہیں جو لفظوں کو جوڑ جوڑ کر لفظی تصویر بناتے ہیں۔ ان کا اسلوبِ تحریر ایسا لاجواب ہے کہ قاری کئی مقامات پر خود کو اس تحریر کا حصہ سمجھنے لگتا ہے۔ پھر مشکل و کٹھن راستوں کا چناؤ، آوارگی کے شوق میں دانستہ بھٹک جانے کا شوق، محنت اور کچھ تلاش کرنے کی لگن، ایک عام سی چیز میں خصوصیات تلاش لینے اور ادب کے دامن کو لفظوں کے چمکتے موتیوں سے بھر دینے کا ہنر ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب کے لیے عطیہ خداوندی ہے۔ ان کی تحاریر

Scanned with CamScanner

پرسکون جسم میں ایک بے چین روح کی موجودگی کی چغلی کھاتی ہیں تو طبیعت میں سمجھوتہ نظر نہیں آتا۔ عام معاملات کو بھی ایک منفرد انداز سے دیکھتے ہیں۔ ایک عام سی واقعاتی زنبیل میں ہاتھ ڈال کر ایک نئی دنیا نکال لاتے ہیں۔ پھر معاملات کو ایک نئے زاویہ میں پرکھتے ہیں۔ سوچوں کی تہوں پر کھڑے ہو کر حالات وواقعات کو محسوس کرتے ہیں اور انہیں الفاظ کا جامہ پہنا کر صفحہ قرطاس پر بکھیر دیتے ہی تو قاری کو یہ کہنے پر مجبور کر دیتے ہیں کہ واہ کیا لاجواب لکھا ہے۔ سیدھے سادے الفاظ میں وہ توانائی بھر دیتے ہیں کہ الفاظ خود بخود چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ پھر ان لفظوں کے قدم ڈگمگاتے ہیں نہ ہی وہ راستہ بھٹکتے ہیں۔ یہی الفاظ آسانی، روانی اور سادگی سے قاری کا ہاتھ پکڑ کر اسے منزل تک لے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب تجربہ کی دلدل میں اتر کر لفظوں کی رسی تھامے، مشرق سے نکلتے سورج کی طرح آہستہ آہستہ ابھرتے ہیں اور چڑھتے سورج کو سلام کرنے والوں کو ہی نہیں، صرف سلام کرنے والوں کو بھی اپنی محبت کی روشنی عطا کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کے لکھتے رہنے کی عادت یا خواہش انہیں لکھتے رہنے پر مجبور رکھتی ہے اور ان کی اس مجبوری نے ہی انہیں تین کتابوں کا مصنف تو بنا ہی دیا۔ ان کی تین کتب طباعت کے مراحل میں ہیں تو تین ہی کتب دل، دماغ اور خیالات کے مختلف دریچوں میں موجود صفحہ قرطاس پر اترنے کو بے چین ہیں۔ ان کے مطابق اگر صحت نے وفا اور ڈاکٹر نے صحیح دوا اور بچوں نے لکھتے رہنے کی اجازت دیے رکھی تو اپنی لکھتے رہنے کی خواہش کی تکمیل، زندگی کے تجربات کو تحریری تحفظ اور آنے والی نسل کو ماضی کے واقعات کے تناظر میں مستقبل کے حالات سے مقابلہ کرنے کا راستہ دکھانے میں بھی کامیاب ہو جائیں گے۔ دعا ہے اللہ پاک ان کی ان خواہشات کی تکمیل تک صحت، تندرستی اور شعور کی بادشاہی عطا کیے رکھے۔

انعام الحق راشد

کالم نگار، شاعر، مصنف

بہاولپور

Scanned with CamScanner

عطائے ملک

ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب سے میری پہلی ملاقات پروفیسر اکبر خان اکبر آف کوئٹہ کے توسط سے ہوئی جو ہم دونوں کے مشترکہ مہمان تھے۔ وہ بسلسلہ خیر سگالی بہاولپور کا دورہ کر رہے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے نہایت فراخ دلی سے اپنی تصانیف کا ایک سیٹ مجھے بھی عطا فرمایا۔ ان کتب کو میں نے پڑھنا شروع کیا اور پڑھتا ہی چلا گیا اور ایک نئی دنیا میرے شعور اور لاشعور میں سماتی چلی گئی۔ جس کے ظاہر اور پوشیدہ راز، اوصاف اور جمال کے جال میں میں ایسا پھنسا کہ اب تک اپنے آپ کو تلاش کر رہا ہوں۔ اُس پر ڈاکٹر صاحب کا پرسکون ہنستا مسکراتا چہرا جو ہر وقت ہر موضوع پر عالمانہ گفتگو کرنے کے لیے تیار دکھائی دیتا ہے۔ اگر وہ خاموش بھی ہوں تو ان کی آنکھیں باتیں کرتی محسوس ہوتی ہیں۔ ان کی شخصیت جتنی سحر انگیز ہے اس سے کہیں زیادہ فسوں کاری ان کی تصانیف میں محسوس ہوتی ہے۔ حالانکہ راقم الحروف بھی دنیا کے اکثر ممالک کی سیاحت کر چکا ہے۔

مگر جو دریچے پڑھنے والوں کے لیے ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب نے کھولے ہیں اور ان میں جو علم کی بادِ بہاری اپنے پڑھنے والوں کو علم و ادب اور جمالیات کی جادوگری دکھائی ہے وہ میں نے مستنصر حسین تارڑ کے سفرناموں میں بھی نہیں پڑھی۔ ڈاکٹر صاحب کی تصانیف میں کرداروں کا ایک جنگل ہوتا ہے۔ ان کو کنٹرول کرنا اور ہر کردار کی مکمل سراپا نگاری سے اس کے مقام پر موتیوں کی مالا کی طرح پرونا ان ہی کا کمال ہنر ہے۔

ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب کی کتابوں کی تقریب رونمائی دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور میں منعقد کی گئی تھی۔ جس میں ان کی تصانیف کی مماثلت کو سعادت حسن منٹو اور عصمت چغتائی کی طرزِ تحریر قرار دیا گیا۔ ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب خوش شکل، خوش اخلاق، خوش گفتار و مہمان نواز اور بہت اچھے لکھاری ہیں۔ آج کل کے دور میں جہاں عام آدمی کتاب سے متنفر ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی تصانیف اور ان تصانیف کے عنوانات اور موضوعات بہت ہی منفرد اور حقیقی سچائیوں پر مبنی ہیں جس سے قاری ان کے سحر میں گرفتار رہتا ہے۔ آج کل ڈاکٹر صاحب کی صحت کے مسائل بھی ہیں۔ لہٰذا میں ان کی بہت اچھی صحت کے لیے دعا گو ہوں اور میں آپ سے بھی درخواست کرتا ہوں آپ بھی ان کی صحت کے لیے دعا ضرور فرمائیں۔ (آمین)

دعا گو

نعمان ملک

انٹرنیشنل ٹورسٹ و کاوچ سرفر

Scanned with CamScanner

درویش منش انسان.....ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب

ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ادب کے میدان میں آل راؤنڈر کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ مجھے ان سے ایک ایسے شخص نے ملوایا جس کا احسان ابھی تک یاد ہے لیکن بوجوہ اس کے بعد نہ تو اس سے ملا اور نہ ہی ملنے کو دل چاہا۔اس کے باوجود احسان مانتا ہوں کہ ایسی شخصیت سے ملوایا گیا جو نادر روزگار ہے۔

ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب سے ملاقاتیں ہوتی گئیں، بند دریچے وا ہوتے گئے اور پتہ چلا کہ یہ شخص تو اپنی ذات میں انجمن ہے۔ڈاکٹر صاحب وہ شخصیت ہیں جن کا ظاہر اور باطن ایک ہے۔ان کی کتابوں میں ایسا کھرا انسان آپ کو ملے گا جس نے نام تک اصل لکھے اور ذرا بھی گھبرایا نہیں۔ایسے واقعات بے دھڑک بیان کر دیئے جو انسان اپنی بیوی اور بچوں سے چھپانا چاہتا ہے لیکن یہاں آپ کو سیاہ ہے تو سیاہ اور اگر سفید ہے تو سفید ہی نظر آئے گا۔یہی مصنف کے اندر کا سچ ہے اور یہی ان کی تحریروں کا حسن ہے۔

میں نے مصنف کے ایک ہی وقت میں بڑے خوبصورت روپ دیکھے۔اگر تحریر ہے تو بڑے غضب کی، الفاظ کی ترتیب ایسی کہ ڈاکٹر صاحب کی انشاء پردازی کی داد دینا پڑتی ہے۔ایک ہی وقت میں ڈاکٹر صاحب مبلغ اسلام، سیاح، بزنس مین، مذہبی سکالر اور طبیب نظر آتے ہیں۔ ہر شعبے کی معلومات اتنی ہیں کہ گویا ڈاکٹریٹ اسی شعبے میں کی ہے۔

مصنف کی جو پہلی کتاب مجھے ملی وہ ''فرشتے کی ایف آئی آر'' تھی۔ بڑا اچھوتا سا نام تھا لیکن میں نے اس کو ایک طرف رکھ دیا۔میں اس کو ایک تمثیل سمجھ کر نظر انداز کر رہا تھا۔ایک دن یونہی اس کی ورق گردانی کر رہا تھا تو ایسے سحر میں گرفتار ہوا کہ کتاب ختم کر کے ہی دم لیا اور اگلے دن دوبارہ پڑھا۔میرا انہماک دیکھ کر اہلیہ محترمہ نے پوچھا کہ کونسے خزانے کا نقشہ مل گیا ہے آپ کو۔میں نے جواب دیا کہ خزانے کا نقشہ نہیں بلکہ خزانہ ہی ہے۔

بات ہو رہی تھی ''فرشتے کی ایف آئی آر'' کی تو مجھ پر یہ عقدہ وا ہوا کہ تمثیل نہیں ہے بلکہ فرد جرم ہے۔اس معاشرے کے خلاف جہاں فرشتوں جیسے معصوم بچے پر جانوروں کی طرح ظلم ڈھایا جاتا رہا لیکن آفرین ہے اس

Scanned with CamScanner

فرشتے پر کہ وہ ردعمل میں معاشرے پر بوجھ نہیں بنا بلکہ اس نے اپنے آپ کو فرشتہ ہی ثابت کیا۔ بہت نایاب ہوتے ہیں ایسے انسان۔

ڈاکٹر صاحب کی زندگی کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ وہ ایک مثالی باپ بھی ہیں۔ ان کی تحریروں میں اولاد سے محبت کا بڑا خوبصورت عکس ملتا ہے۔ جب وہ ایک نوعمر بچے کو افریقہ جیسے ملک میں تن تنہا چھوڑ کر چلا آتا ہے تو تمام رات وہ جس کرب سے گزرتا ہے وہ گویا پل صراط سے گزرنا ہے۔ تمام رات خون جگر آنکھوں کے راستے ایک پگڈنڈی سی بناتا چلا جاتا ہے جو باپ اور بیٹے کی اٹوٹ محبت کے سنگم تک لے جاتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی تحریروں میں ایسے شہر آباد ہیں جن کی گلیاں نہ تو قاری کو نکلنے دیتی ہیں اور نہ ہی قاری کا خود نکلنے کو دل چاہتا ہے۔ ان شہروں میں ایسے ایسے محلے آباد ہیں جہاں بسنے والی قلوپطراؤں کا تعارف مصنف نے بڑی بے باکی اور دھڑلے سے کروایا اور عشقیہ وارداتوں کو ہو بہو بیان کر دیا۔ یہ طرزِ بیان صرف ''فرشتے کی ایف آر'' کے مصنف کا طرۂ امتیاز ہے۔ مصنف نے مستنصر حسین تارڑ کی طرح فرضی ناموں کا سہارا نہیں لیا۔ پوری کتاب لکھ ڈالوں تو بھی ڈاکٹر صاحب کا تعارف ادھورا رہ جائیگا۔ بس اسی ایک جملے پر اکتفاء کرتا ہوں

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

غفران نذیر بی

مورخہ ۱۲ دسمبر ۲۰۲۲

بی ۲-۴۳ ماڈل ایونیو، بہاولپور

تُو نخوت و غرور کو سمجھا تھا اِک کمال
رہا کوہِ جبر و خوف سے آلودہ ترا جلال

سنو میری داستان جو لکھی ہے بذاتِ خود
ایثارِ جان و دل میں، ٹھہرا ہوں بیمثال

(سلطان)

Scanned with CamScanner

باب نمبر 1

سچ یا جھوٹ

(پہلی گواہی) بقول شاعر:

دیکھو یہ میرے خواب ہیں، دیکھو یہ میرے زخم ہیں
میں نے تو سب حسابِ جاں برسرِ عام رکھ دیا

ہائی کورٹ بار بہاولپور کی لائبریری میں عزیزم محمد طاہر سعید رامے جو کے اس وقت اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل کے عہدے پر فائز تھے۔ مجھے ایک واقعہ، مختصر کہانی، سچ یا جھوٹ یا خصلت کبھی نہیں بدلتی'' آپ جو بھی عنوان دے لیں'' دے سکتے ہیں۔ سُنا رہے تھے جو مندرجہ ذیل فقرات پر مشتمل تھا وہ کہہ رہے تھے کہ ایک روز آپ کے بھائی ڈاکٹر قدیر ہمارے ایک سینئر ایڈووکیٹ کے ہمراہ تشریف لائے تھے۔ یہ ایڈووکیٹ بہت معزز نرم خو اور قابل ایڈووکیٹ ہیں خود بھی ہائی کورٹ کے جج رہ چکے ہیں۔ انہیں کچھ ذاتی کام تھا اور وہ ڈاکٹر قدیر کی سفارش کرنے میرے دفتر تشریف لائے تھے۔ جو بھی انہوں نے فرمائشیں کی میں نے کوشش کی کہ ان کا کام پایہ تکمیل تک پہنچ جائے۔ رامے صاحب نے مزید فرمایا گو کہ مجھے تمام حالات و واقعات کا علم تھا اور ہے پھر بھی میں نے ان سے پوچھ ہی لیا کہ آپ ڈاکٹر ادریس کے بھائی ہیں۔ اس پر قدیر کا رنگ فق ہو گیا مگر فوراً ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھالا دیا اور بڑے اطمینان سے بولا نہیں میں اس نام کے کسی آدمی کو جانتا تک نہیں۔ رامے صاحب نے مزید فرمایا کہ اگر میرے دوست ایڈووکیٹ کے ساتھ یہ شخص نہ آیا ہوتا تو میں نے اسے کہنا تھا ابھی حج بیت اللہ سے تمہیں واپس آئے چند روز ہی گزرے ہیں اور تم ایک ایسا جھوٹ بول رہے ہو جو نہ تو کبھی چھپ سکتا ہے اور نہ ہی تمہیں عزت دے سکتا ہے۔

خانہ کعبہ میں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے جو دعائیں، معافیاں مانگ کر آئے ہو وہ کیا ہوئیں؟ میں خاموشی سے یہ سب کچھ سُنتا رہا اور آخر میں نے محمد طاہر سعید رامے ایڈووکیٹ کو جواب دیا کہ میں تو اس کی بدنیتی و سازشی ذہن، بے ایمانی اور بہروپیے پن کو بہت اچھی طرح نہ صرف جانتا ہوں بلکہ اچھی طرح سمجھتا بھی ہوں پھر میں نے ان کو ایک مثال کے ذریعے اس شخص کی اوقات بتانے کی کوشش کی جو کچھ اس طرح تھی آپ کی خدمت میں بھی پیش کرتا ہوں۔

Scanned with CamScanner

الف سے لے کر یے تک اردو کے بظاہر 38 الفاظ ہیں۔

انہیں الفاظ کو استعمال کر کے بہترین تحریریں اور تاریخ پر مبنی حالات و واقعات لکھے جاتے ہیں یہ ہی 38 الفاظ ہیں جن کو استعمال کر کے لاکھوں کتابیں لکھی گئیں اور قیامت تک لکھی جائیں گی۔ ان ہی الفاظ کو استعمال کر کے ملکوں کے درمیان جنگ بھی کرائی جاسکتی ہے اور صلح بھی کرائی جاسکتی ہے۔

مگر ان الفاظ کو استعمال کر کے اس شخص جس کو آپ ڈاکٹر قدیر کے نام سے پکار رہے تھے نہ اس کی اصلاح کی جاسکتی ہے نہ ان الفاظ کی قید میں رہ کر اس کی برائیاں لکھی جاسکتی ہیں اور نہ ہی بدنیتی اور خصلت کی تفصیل لکھی جاسکتی ہے۔ اس لیے اُردو اور انگلش کے مزید حروفِ تہجی ابھی ایجاد ہونا باقی ہیں۔ بقول شاعر:

چالاکیاں، سازشیں، مکاریاں
یہ کم ظرف لوگوں کے مشغلے ہیں

ہمارے ساتھ دیگر جو دوست تشریف فرما تھے ان میں محمد شفیع میو ایڈووکیٹ ہائی کورٹ، محمد عتیق نظامی ایڈووکیٹ اور راؤ محمد صادق ایڈووکیٹ جن کے ہمراہ میں گوشہ نشین ہو کر خوش گپیوں میں مصروف تھا کیونکہ مذکورہ بالا اصحاب سے ایک پیار، محبت، عزت، احترام کا رشتہ عرصۂ دراز سے چلا آ رہا ہے۔ اس لیے حالاتِ حاضرہ جمالیات اور طنز و مزاح کی رگیں پھڑک اور خوب پھڑک رہی تھیں یہ وکلاء حضرات جو روزانہ عدالتوں میں ہار جیت کا سامنا کرتے ہیں۔ یہ وکلاء کی وہ کلاس ہے جو قانون کو پڑھ کر سمجھ کر اپنے اپنے سائل کا کیس قانونی نقطہ نظر سے تیار کرنے کے بعد عدالتوں میں پیش ہوتے ہیں اور محنت و قابلیت کے بل بوتے پر اپنے سائل کو انصاف دلانے کی کوشش کرتے ہیں۔

کچھ لوگ اپنی Face Value پر عدالت کو اپنے نقطہ نظر پر قائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور مقدموں کی تیاری کر کے نہیں آتے ایسے دوست بھی موجود ہیں جن کو صرف فیس سے غرض ہوتی ہے باقی نہ تو وہ عدالت میں لا پوائنٹس پیش کرتے ہیں نہ کر سکتے ہیں۔ ان کے سائل کا اللہ ہی حافظ۔

Constitutuional Lawyer جب اپنی محنت، قابلیت کے بل بوتے پر دن بھر عدالتوں میں مقدموں کی پیروی کر کے فارغ ہوتے ہیں بار روم یا دیگر دوست احباب کے ہمراہ چیمبرز یا لائبریری میں بیٹھ کر قانونی، سیاسی، ادبی، جمالیاتی گفتگو کر کے اپنی تھکاوٹ اور Frustration رفع دفع کرتے ہیں۔ سیاسی گفتگو اور سیاست سے میرا دُور دُور تک کوئی بھی رشتہ، ناطہ یا دلچسپی نہیں ہے۔ اس لیے دیگر موضوعات پر گرما گرم بحث بڑی روانی کے ساتھ چل رہی تھی کہ اچانک ایک صاحب بہت تیزی سے دروازے سے ٹکرا کر کھڑاک کرتے ہوئے کمرے میں

Scanned with CamScanner

داخل ہوئے سب حضرات نے معنی خیز نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا اتنے میں وہ کُرسی کھینچ کر تشریف فرما ہو چکے تھے اور کچھ بے تکلف بھی ہو رہے تھے میں نے رامے صاحب سے پوچھا کہ یہ صاحب کون ہیں؟ اس سے پیشتر کے رامے صاحب کچھ بولتے وہ صاحب فرمانے لگے ادریس صاحب آپ نے مجھے نہیں پہچانا میں انیس فوٹو گرافر ہوں اور سمہ سٹہ کا رہائشی ہوں۔ دراصل یہ انیس صاحب بار کے فوٹو گرافر تھے اور کسی وکیل صاحب کی تصاویر لے کر آئے تھے اور رقم کے خواہاں بھی تھے میں نے ان سے پوچھا آپ مجھے کیونکر جانتے ہیں وہ بولے مجھے یہ تو علم ہے کہ آپ ڈاکٹر قدیر کے بھائی ہیں جبکہ میرا قدیر صاحب سے بہت قریبی اور دیرینہ تعلق ہے۔ مگر کچھ ماہ پہلے ہی مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے ''فرشتے کی ایف آئی آر'' نامی کتاب لکھی ہے۔ میں نے سرسری سے لہجے میں پوچھا'' وہ کیسے'' تو انہوں نے تفصیل کچھ اس طرح بتائی شام کے وقت سمہ سٹہ ڈاکٹر قدیر کے گھر کے قریب ایک کار آ کر رکی ایک صاحب نے ڈاکٹر قدیر کے گھر کا پوچھا اس کو بتایا گیا کہ وہ سامنے والا گھر ہے۔ جب گھر سے ان کے بارے میں دریافت کیا گیا تو ان کے بیٹے نے بتایا کہ وہ کسی کونسلر کے دفتر یا بیٹھک میں بیٹھے ہیں۔ میں کار سواروں کو جو کہ تین اشخاص تھے اس کونسلر کی بیٹھک تک لے گیا۔ جہاں پر موصوف اپنی سفلی آب و تاب سمیت جلوہ گر تھے اور اسی فوٹو گرافر نے مزید بتایا کہ تعارف کے بعد موضوع آپ اور آپ کی کتاب تھے میں اپنے آپ میں بہت حیران ہوا اور بے یقینی کی کیفیت میں نہ چاہتے ہوئے بھی میں نے پوچھ ہی لیا کہ کیا آپ ان اصحاب میں سے کسی ایک کو جانتے ہو تو انیس فوٹو گرافر نے بہت خود اعتمادی سے جواب دیا ڈاکٹر صاحب میں تینوں حضرات کو جانتا ہوں اب میں نے بے صبری سے پوچھا یہ کون لوگ تھے اور ان کے اسمِ گرامی کیا ہیں۔

جواب میں مندرجہ ذیل نام بتائے گئے۔

(1) پروفیسر ڈاکٹر محمد شہزاد رانا شعبہ میڈیا سٹڈیز اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور

(2) پروفیسر ڈاکٹر قدرت اللہ شہزاد صدر شعبہ اُردو صادق پبلک سکول بہاولپور

(3) عمران غنی آفیسر شعبہ تعلقاتِ عامہ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

اور میں اچھا کہہ کر خاموش ہو گیا اس کے بعد میں نے انیس فوٹو گرافر سے مزید کوئی بات نہیں کی اور تادمِ برخاستگی محفل خاموش رہا۔ دوسرے روز میں نے پروفیسر ڈاکٹر رانا محمد شہزاد کو فون کر کے سارا ماجرا سُنایا وہ سنتے رہے اور ہنستے بھی رہے کیونکہ خوشگوار موڈ میں علمی ادبی گفتگو بڑے طریقے سلیقے سے کرنا ان کا خاصہ ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر قدرت اللہ شہزاد سے اس وقت تک میری صرف ایک ملاقات ہو چکی تھی جس کی وجہ بھی میری تصنیف ''فرشتے کی ایف آئی آر'' جلد اول ہی تھی انہوں نے یہ کتاب کہیں سے لے کر پڑھی اور پھر میری کھوج میں لگ گئے ایک روز

Scanned with CamScanner

فون آ گیا کہ ہم آپ سے ملنا چاہتے ہیں میں نے کہا زہے نصیب میں حاضر ہوں اور اس طرح پروفیسر ڈاکٹر قدرت اللہ شہزاد سے میری یہ پہلی ملاقات اور پروفیسر ڈاکٹر رانا محمد شہزاد سے میری دوسری ملاقات تھی۔

پروفیسر ڈاکٹر رانا محمد شہزاد پہلی بار میرے ہاں پروفیسر ڈاکٹر محمد مختار وائس چانسلر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے ہمراہ تشریف لا چکے تھے۔ دونوں آنریبل استادِ گرامی بہت محبت چاہت ذوق شوق سے تشریف لائے۔ آتے ہوئے میرے لیے اپنی تصانیف کی چند جلدیں بھی لائے۔ میں ان لازوال تحائف کے لیے پروفیسر ڈاکٹر قدرت اللہ شہزاد کا احسان مند ہوں۔ ان کُتب نے بہاولپور اور بہاول پور کی شخصیات کے بارے میں میرے علم میں بہت اضافہ کیا۔ دونوں حضرات کی علمی ادبی گفتگو نے مجھے بہت متاثر کیا۔ دراصل دونوں حضرات میری تصنیف کے مندرجات کی حقیقت جاننے کے خواہاں تھے۔ ان کے نرم گرم اور چبھتے ہوئے سوالوں کے جوابات میں دیتا رہا ایک گھنٹہ اٹھائیس منٹ کی یہ ملاقات اختتام پذیر ہوئی۔

اس کے بعد کئی ماہ دونوں حضرات سے ملاقات نہ ہوسکی اور انیس فوٹو گرافر ان حضرات کی سمہ سٹہ یاترا کی کہانی لے کر وارد بار لائبریری ہوئے۔ تجسس کے زیر اثر میں نے رانا صاحب کو فون کیا تو انہوں نے اپنی مثالی خوش مزاجی کا اظہار کرتے ہوئے دوسرے روز آنے کا وعدہ کیا اور حسبِ وعدہ تشریف لے آئے۔ حالاتِ حاضرہ پر گفتگو کے بعد اصل موضوع کی طرف میں نے پہل کی تو انہوں نے تمام کہانی کا خلاصہ کچھ اس طرح بیان فرمایا۔

پروفیسر ڈاکٹر قدرت اللہ شہزاد ایک شخص کی اپنے چھوٹے بھائی جو کہ چھ سال کی عمر سے لے کر 15 سال کی عمر تک اس کے ظالمانہ سلوک جو کے مار پیٹ اور زنجیروں میں جکڑنا تھا۔ سہتا رہا ہو پر یقین نہیں کر رہے تھے۔ پروفیسر قدرت اللہ کے علاوہ بھی ہر شریف اور دردِ دل رکھنے والا انسان یہ مظالم نہ کر سکتا ہے نہ سُن سکتا ہے اور یقین کرنے میں بھی اس کو بہت تامل ہوتا ہے۔ اس لیے انہیں شک تھا کہ یہ سب زیبِ داستان کے لیے لکھا گیا ہے وہ سب سے پہلے بہانے بہانے سے میرے پاس آئے میرا انٹرویو کیا کچھ سیدھے سیدھے کچھ پیچ بچا کر (Direct Indirect) سوالات کے لیے اپنا تمام ہوم ورک مکمل کیا اور چلے گئے پھر آپس میں صلاح مشورے کے بعد ایک پینل تشکیل دیا گیا۔

1) جس میں پروفیسر ڈاکٹر محمد شہزاد رانا شعبہ میڈیا سٹڈیز اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور
2) پروفیسر ڈاکٹر قدرت اللہ شہزاد صدر شعبہ اُردو صادق پبلک سکول بہاولپور
3) عمران غنی آفیسر تعلقاتِ عامہ (P.R.O) بہاولپور اسلامی یونیورسٹی بہاولپور

تمام ہوم ورک مکمل کرنے کے بعد یہ پینل سمہ سٹہ ڈاکٹر قدیر سے ملنے ان کا انٹرویو کرنے اور سچ کیا ہے؟

Scanned with CamScanner

جھوٹ کیا ہے؟ کی کھوج کرنے کے لیے روانہ ہوگیا جہاں ان حضرات کو انیس فوٹو گرافر مل گیا جس نے ان کو ڈاکٹر قدیر کو ڈھونڈ کر ملوانے میں بہت تعاون کیا۔ اس طرح کئی ماہ کے بعد یہ خبر مجھ تک پہنچانے کا ذریعہ بھی انیس فوٹو گرافر ہی بنا۔ ان تمام واقعات کے راوی ڈاکٹر شہزاد ہیں جو من وعن لکھے جا رہے ہیں۔ سمہ سٹہ میں یہ تینوں قابل احترام شخصیات اپنا اپنا تعارف کرانے کے بعد ڈاکٹر قدیر کے سامنے تشریف فرما تھیں اور اپنے آنے کا مقصد بیان کر رہی تھیں کہ قریبی مسجد سے اذان کی صورت میں نماز پڑھنے کی دعوت اور ہدایت آنا شروع ہوگئی۔ قدیر نے فوراً کہا کہ آپ پہلے میرے ساتھ مسجد چلیں اور نماز ادا کریں کیونکہ اس بہروپے کا تعلق تبلیغی جماعت سے ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ تبلیغی جماعت میں چلہ لگانا، منگل مشورہ، گشت برائے تبلیغ رائے ونڈ دعا کے لیے جانا اور لوگوں کو تبلیغی جماعت کے محاورے سُنا کر ان کو رائے ونڈ یا کسی بھی مقامی مسجد میں لے جا کر یہ بتانا کہ وضو کیسے کرنا ہے، نماز کس انداز سے پڑھنی ہے، کھانا کس طرح بیٹھ کر کھانا ہے۔ اس کے بعد پخ پخ کی آواز کے ساتھ سب کے سامنے آداب محفل کے خلاف پلیٹ میں لگا سالن کیسے چاٹنا ہے۔ رائے ونڈ دعا میں شامل ہونے کے بعد چلہ لگانے کے بعد جھوٹے مقدمات، پولیس کو رشوت لینے دینے میں سہولت کار بننا۔ دیگر بہن بھائیوں کی زمین پلاٹوں کی صورت میں ڈکارنا سب جائز ہے۔ بلکہ تبلیغی جماعت نے اس کو سرٹیفکیٹ جاری کر دیا ہے کہ بچہ اب تم جو مرضی کرو بس خود اور دوسرے لوگوں کو بھی تبلیغی مرکز میں لے کر آیا کرو۔ اس قسم کی ڈرامے بازی ڈاکٹر قدیر اور اس کا بیٹا بھی سب کے ساتھ کرتے رہتے ہیں۔ یہ اپنے آپ کو بہت چالاک اور دوسرے کو بیوقوف سمجھتے ہیں۔ تعارف ہوگیا۔ نماز بھی باجماعت ادا ہوگئی۔ آنے کا مقصد بھی بیان ہوگیا۔ اب پینل نے اپنا اگلا سوال کیا۔

سوال: آپ کے بھائی نے آپ کے خلاف کتاب لکھی ہے کیا آپ نے پڑھی ہے؟

جواب: میں نے سُنا ہے دیگر بہن بھائیوں نے بھی بتایا ہے اور لوگوں نے بھی میری توجہ اس کتاب کی طرف مبذول کروائی ہے۔ لیکن میں نے پڑھی نہیں ہے۔

سوال: یہ کتاب ہے اس کی ایک کاپی ہم آپ کو دے سکتے ہیں جو ہماری کار میں رکھی ہے آپ تسلی سے پڑھ لیں ہم دوبارہ آجائیں گے۔

جواب: ایک فضول سی کتاب پڑھنے کی بجائے میں قرآن شریف نہ پڑھوں بیٹھ کر؟

سوال: اس کتاب میں جو بھی ظلم وستم آپ نے اپنے چھوٹے بھائی پر ڈھائے اس کی تفصیل اس کتاب میں موجود ہے۔ آپ اس بارے ہمیں بتائیں کہ کیا یہ سچ ہے؟

جواب: یہ سوال سن کر وہ کچھ پریشان ہوا کچھ کھسیانا ہوا اور جواب دینے کی بجائے وہ پینل کے معزز ممبران کی

Scanned with CamScanner

منت سماجت کرنے لگا اور کہنے لگا کہ میری ادریس سے صلح کرادیں میں معافی مانگنے کے لیے تیار ہوں اس پر کچھ خاموشی رہی۔

سوال: آپ نے ہمارے سوال کا جواب نہیں دیا کیا ہم اس کتاب کو سچ مان لیں؟

جواب: بس آپ میری صلح کرادیں اور کوئی جواب نہ بن پڑا۔

قدیر: تم دشمن ہی رہتے تو اچھا تھا۔ مگر دکھ یہ ہوا کہ تم بہت بڑے منافق نکلے۔

اس طرح یہ قابلِ احترام لوگ واپس آ گئے۔

پینل کے کسی ایک ممبر نے آہستہ سے کہہ ہی دیا کہ آپ جھوٹے ثابت ہوئے جبکہ کتاب سچی ہے۔ بقول شاعر:

آ رہی ہے چاہِ یوسف سے صدا
دوست یاں کم ہیں اور بھائی بہت

اب میں تبلیغی جماعت کے بارے میں کچھ کہنا چاہوں گا۔ سب سے پہلے مجھے قدیر نے حیران کیا جب والد صاحب کی وفات کے بعد اس نے داڑھی رکھی تو ان کے گھریلو سامان پر قبضہ کیا والدِ محترم نے اپنی زندگی میں سمہ سٹہ میں ایک مسجد اور اس سے ملحقہ ایک مدرسہ قائم کیا۔ نہ صرف تعمیر کرایا بلکہ اس میں ضرورت کا ہر سامان بھی مہیا کیا۔ یہ ایک اچھا خاصا سٹور تھا۔ مسجد کو خود مختار کرنے کے لیے اس کے اردگرد دکانوں کے پلاٹ رکھے سب سے پہلے اس نے وہ سٹور اونے پونے فروخت کر دیا بلکہ ان کا گھریلو سامان بھی فروخت کر دیا۔ مسجد کی دکانوں کے پلاٹ بھی فروخت کر دیئے اور آہستہ آہستہ اس نے تمام زمین مسجد اور مسجد سے ملحقہ تمام پلاٹوں کی فروخت شروع کر دی۔ داڑھی پر زور تھا نمازوں کے لیے سب سے پہلے مسجد میں موجود ہوتا کیونکہ نمازیوں کی صورت میں پلاٹوں کے گاہک بھی دستیاب ہوتے تھے۔ رائے ونڈ آنا جانا معمولی بات تھی جتھے بنائے جاتے اور ریلوے کے کرپٹ اور خائن قسم کے ٹکٹ چیکرز اور گارڈز کی مدد سے بغیر ٹکٹ کے رائے ونڈ آنے جانے لگے۔ یہ حالات اس کے داڑھی رکھنے کے بعد کے ہیں داڑھی رکھنے سے پہلے کے کارنامے الگ باب میں بیان کیے جائیں گے۔ یہاں میں اپنے موضوع تبلیغی جماعت کی طرف واپس آتا ہوں۔

تبلیغی جماعت تعداد پر یقین رکھتی ہے نہ کہ معیار پر۔ Quantity No Quality

میں نے کئی بار دیکھا ہے کہ دکاندار قسم کے لوگ بلیک کرنے والے، کیمیکل والا دودھ فروخت کرنے والے، دودھ میں پانی شامل کرنے والے دیگر اشیائے صرف میں ملاوٹ کرنے والے دفتروں کے رشوت خور

Scanned with CamScanner

بابوراشی افسران دیگر اخلاقی برائیوں اور جرائم میں ملوث لوگ اپنی اپنی بساط کے مطابق سب نے تبلیغی جماعت کا بہروپ بھرا ہوا ہے۔

ماڈل ٹاؤن ''بی'' ایوب چوک میں ایک قصائی کی دکان ہے وہ باریش بھی ہے۔ اس کی دکان پر 10/12 گاہک بھی کھڑے تھے جو کہ اپنی باری پر گوشت خریدنا چاہتے تھے گوشت سے پانی یوں ٹپک رہا تھا جیسے گیلے تولیے سے ٹپکتا ہے کیونکہ اس نے ابھی ابھی ٹب میں سے گوشت نکال کر لٹکایا تھا۔ اس کے ہاتھ بہت تیزی سے ہر طرح کی پھرتی دکھا رہے تھے کم وہ تول رہا تھا نا کارہ گوشت کی ایک یا دو بوٹیاں نظر بچا کر ہر تول میں وہ ڈال رہا تھا اگر کسی نے قیمہ لینا تھا تو جانور کے تمام ضائع کرنے والے اجزا وہ قیمے والی مشین میں ڈال رہا تھا۔ غرض یہ کہ اس کو نہ تو انسانیت کا خیال تھا نہ اس کو یہ خیال تھا کہ جانور کی جو آلائشیں وہ مشین میں ڈال کر اس کو قیمے کا حصہ بنا رہا ہے وہ کھانے والے کو سخت ترین اذیت میں مبتلا کر کے قبر تک لے جائیں گی اور نہ ہی اس کو اپنی اچھی خاصی داڑھی کی عزت واحترام اور افادیت کا خیال تھا اس کو صرف یہ پتہ تھا کہ یہ سُنتِ موکدہ ہے لیکن علم نہ تھا کہ اس کی حدود و قیود بھی ہیں۔ جب کافی لوگ گوشت لے کر چلے گئے تو وہ مجھ سے مخاطب ہوا اور حال احوال پوچھنے کے بعد بولا حکم کریں میں نے کہا آپ کا بھائی ہمارے یہاں جانور ذبیحہ کرنے آیا کرتا تھا آج نہیں آیا تو وہ بولا کہ وہ ملتان اپنے سسرال گیا ہوا ہے۔ میں دکان سے فارغ ہو کر بنا دونگا۔ ساتھ ہی وہ بولا مغرب کے وقت تبلیغی مرکز شاہدرہ میں بعد نماز مغرب بیان ہے۔ نماز اکٹھے پڑھیں گے۔ اور بیان سنیں گے پھر جماعتیں تشکیل دی جائیں گی آپ بھی چلیں اللہ کا کام کرتے ہیں۔ اللہ کا مہمان بننے کا اپنا ہی اجر ہے۔ ابھی وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا مگر میرا صبر جواب دے چکا تھا۔ میں نے کہا تم دنیا کے بہت بڑے منافق آدمی ہو اور منافقت بھی تم اللہ کے ساتھ کر رہے ہو۔ میرے سامنے تم نے تول میں لوگوں کو مات دی ہے قیمے والی مشین میں آلائشیں ڈال کر اوپر سے تلی کا رنگ دے کر سرخ قیمہ بنایا ہے اور مزید جو کچھ بھی وہ کر رہا تھا میں نے سب بیان کر دیا اور کہا تمہیں نہ داڑھی کی شرم ہے نہ انسانیت کا لحاظ تم ایک لعنتی شخص ہو۔

ایک اور شخص جو کہ حافظ قرآن بھی ہے چلا آیا۔ وہ کہتا ہے کہ آپ جو مرضی کریں بس تین ماہ کے بعد ایک چلّہ لگائیں آپ بالکل فریش ہو کر آئیں گے جیسے ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہو کر آئے ہوں۔ مذکورہ بالا قسم کے چھوٹے چھوٹے بدمعاش قسم کے بے ایمان اور خائن لوگوں سے یہ جماعت بھری پڑی ہے۔

ایسے ہزاروں لوگ اور واقعات ہیں لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ یہ کام یعنی تبلیغ کوئی بُری بات یا نہیں کرنی چاہیے یا اس جماعت میں تمام لوگ ایک ہی قماش کے ہیں۔ نہیں ایسا نہیں ہے بڑے بڑے نیک لوگ،

Scanned with CamScanner

اللہ کے ولی، بڑے پڑھے لکھے لوگ بھی اس جماعت کا حصہ ہیں جن کی وجہ سے یہ جماعت قائم و دائم ہے۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ قرآن شریف صرف پڑھنے کی کتاب نہیں ہے بلکہ پڑھ کر عمل کرنے کی کتاب ہے جس کے لیے ضروری ہے ترجمے کے ساتھ پڑھا جائے اور عمل کیا جائے۔ اسی طرح نماز کا مطلب بھی آنا ضروری ہے کہ آپ جو کچھ پڑھ رہے ہیں۔ اس کا مطلب بھی آپ کو آنا چاہیے تا کہ عام سی عقل اور علم والا شخص یا خاتون جان لے کہ وہ اپنے مالک و خالق کے حضور حاضر ہو کر کیا کہہ رہے ہیں۔ میں یہاں مثال پیش کرتا ہوں۔

اگر نماز کا ترجمہ اور تشریح نہ آتی ہو تو نماز میں دل نہیں لگتا۔ آئیں دیکھیں ہم نماز میں کیا پڑھتے ہیں۔

ثناء: سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَآ اِلٰهَ غَیْرُکَ

ترجمہ: ''اے اللہ ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں۔ تیری تعریف کرتے ہیں۔ تیرا نام بہت برکت والا ہے۔ تیری شان بہت بلند ہے اور تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

تعوذ: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

ترجمہ: میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگتا/مانگتی ہوں۔

تسمیہ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمہ: اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

سورۃ فاتحہ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ط الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لا مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ط اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ط اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ط صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ لا غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ط

ترجمہ: تمام خوبیاں تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کی پرورش فرمانے والا ہے نہایت مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے۔ روزِ جزا کا مالک ہے ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ہم تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں ہمیں سیدھا راستہ دکھا ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا۔ ان لوگوں کا نہیں جن پر غضب کیا گیا ہے اور نہ (ہی) گمراہی کا۔

سورۃ اخلاص: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌo اَللّٰهُ الصَّمَدُ o لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْo وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌo

ترجمہ: آپ فرما دیجیے کہ وہ اللہ ہے، جو یکتا ہے، اللہ سب سے بے نیاز سب کی پناہ اور سب سے بڑا فائق ہے، نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ ہی وہ پیدا کیا گیا ہے اور نہ ہی اس کا کوئی ہم عصر ہے

رکوع: سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ

Scanned with CamScanner

ترجمہ: پاک ہے میرا پروردگار عظمت والا

قومہ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اس بندے کی بات سُن لی جس نے اس کی تعریف کی۔

تحمید: رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ

ترجمہ: اے ہمارے رب! تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں۔

سجدہ: سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی

ترجمہ: پاک ہے میرا پروردگار جو بلند تر ہے

تشہد: اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ o اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

ترجمہ: تمام قولی، فعلی اور مالی عبادتیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ اے نبی آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں ہم پر اور اللہ کے تمام نبیوں پر بھی سلام ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

درود ابراہیم: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

ترجمہ: اے اللہ! رحمتیں نازل فرما حضرت محمد ﷺ پر اور ان کی آل پر، جس طرح تو نے رحمتیں نازل کیں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور ان کی آل پر، بے شک تو تعریف کا مستحق بڑی بزرگی والا ہے۔

درود: اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اے اللہ تو برکتیں نازل فرما حضرت محمد ﷺ پر اور ان کی آل پر جس طرح تو نے برکتیں نازل فرمائیں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور ان کی آل پر، بے شک تو تعریف کا مستحق بڑی بزرگی والا ہے۔

دعائے ماثورہ: رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ

ترجمہ: اے میرے رب مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم رکھنے والا بنا دے، اے ہمارے رب اور تو میری دعا قبول فرما لے۔ اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے والد کو (بخش دے) اور دیگر سب مومنوں کو بھی

Scanned with CamScanner

دن حساب قائم ہوگا۔

ہر نمازی کو علم ہونا چاہیے کہ جو کچھ وہ پڑھ رہا ہے اس کا مطلب کیا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ بُڑ بُڑ کی۔ اُٹھک بیٹھ کی اور آ کر لوگوں کے ساتھ جعل سازی شروع کر دی۔ پھر لوگوں کو مسجد میں لے جا کر نہ صرف چِلوں میں جانے کے ارادے کرانا شروع کر دیتے ہیں بلکہ قسمیں تک اٹھوا دیتے ہیں۔ اب میری آپ بیتی جو کہ مختصر سی ہے۔ میں نے جتنا وقت ان کے ساتھ گزارا ہے۔ جو دیکھا ہے وہ عرض کرونگا۔ 1993ء میں زمبابوے کے شہر ہرارے میں بہت ہی قابل احترام مولانا محمد عمر پالم پوریؒ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ مساوات پر ان کا درس بھی سُنا جو کہ بہت روانی اور پُر جوش طریقے سے "Communicate" بیان کیا گیا لیکن رات کا کھانا انتظامیہ کی طرف سے عام لوگوں کے لیے الگ تھا اور خاص لوگوں کے لیے یعنی کے VIP لوگوں کے لیے الگ تھا لہٰذا میں کھانے میں شمولیت کیے بغیر اپنے ہوٹل واپس آ گیا۔ انتظامیہ کے بے حد اصرار کے باوجود میں نے انکار کر دیا اور فوراً وہاں سے روانہ ہو گیا۔ اس جماعت کی اکثریت عبادت کو عادت سمجھ کر اس پر عمل کرتی ہے نہ کہ اللہ کے خوف سے اور اعمال اور نیت کی اصلاح کے طور پر۔ یہ ہی وجہ ہے کہ دنیا بھر میں سب سے زیادہ تبلیغی لوگوں کا، اجتماع اور ان کا عمل دخل پاکستان میں ہے جبکہ ہر لحاظ سے ایمانداری، نیک نیتی اور شرافت میں ملکِ عزیز 164 نمبر پر ہے جبکہ یہ جماعت 1927ء سے کام کر رہی ہے اور 2016ء میں انڈیا کے شہر بھوپال میں مولانا سعد کندھالوی نے بیان داغ دیا کہ دنیائے اسلام کے تین مقدس ترین مقامات ہیں۔

(1) مکہ معظمہ (2) مدینہ منورہ (3) مرکز نظام الدینؒ (اولیا دہلی)

جو کہ سراسر غلط ہے ان کے اس بیان پر عالمِ اسلام میں بے چینی سی پھیل گئی پھر انہیں باور کرایا گیا کہ عالم اسلام کے تین مقدس مقامات کے بارے میں جیسا آپ نے فرمایا ہے ویسا نہیں ہے۔ بلکہ اس طرح سے ہے۔

(1) مکہ معظمہ (2) مدینہ منورہ (3) یروشلم میں قبلہ اول (مسجد اقصیٰ)

جس پر مولانا کو معذرت خواہ ہونا پڑا۔ پھر انہوں نے ایک اور بیان داغ دیا کہ موبائل فون اگر جیب میں ہو تو نماز نہیں ہوتی۔ مزید یہ کہ اسلامک ایپ اور قرانک ایپ استعمال کرنا جائز نہیں ہے اور اگر کوئی شخص یا اشخاص ان ایپس کو استعمال کرتے ہیں تو ان کا یہ گناہ Fornication یعنی کہ زنا کے برابر ہوگا۔ اب مولانا سے کوئی یہ پوچھے کس پیمانے سے ناپ کر آپ قرانک یا اسلامک Apps کو Fornication کے برابر قرار دے رہے ہیں۔ زیادہ تر یہ جماعت لوگوں کو وضو کرنا نماز پڑھنا سکھاتی ہے اور ایک دوسرے کو تبلیغ کرنا سکھاتی ہے Conversion یعنی کہ غیر مسلم کو مسلمان کرنے کی تبلیغ کم ہی کرتی ہے۔ عبادت کی روح کو چھوڑ کر جو عبادت کی جاتی ہے وہ عبادت نہیں

Scanned with CamScanner

عادت ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر آپ ہر غلط کام بھی کرتے جائیں اور چلے لگا کر اپنے آپ کو فریش بھی کرتے جائیں۔ یہ تو ممکن ہی نہیں ہے۔ بقول شاعر:

بدن سے روح جاتی ہے تو بچھتی ہے صفِ ماتم
کوئی اندر سے مر جائے تو ماتم کیوں نہیں ہوتا

اگر قدیر جیسی خصلت کے لوگوں کو پتہ چل جائے کہ ایک ماہ بعد قیامت ہوگی تو یہ بدضمیر لوگ کفن کا بحران بھی پیدا کر دیں گے اور ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے۔

ہمارے ملک میں وسائل کی کمی نہیں ہے صرف انسانیت کی کمی ہے۔ قدیر جیسے لوگوں کو تبلیغی جماعت میں شمولیت کی وجہ سے ہی مجھے کچھ نہ کچھ اس جماعت کے بارے میں لکھنے کا موقع ملا اور جب میں تحقیق کرنے کے لیے ان لوگوں کے قریب تر ہوا تو حیرانی پریشانی میرا مقدر ہوئی۔

بقول شاعر:

یہ بین مجھے بھی سکھا دے میرے جوگی
کچھ سانپ میرے حلقۂ یاراں میں چُھپے ہیں

مولوی صاحبان کے جوش جذبہ علم، عادات اور مخالفت کرنے کی جبلت کی تاریخ کے مطابق 1377ء میں پرنٹنگ پریس ایجاد ہوا۔ سلطان مراد نے 1587ء میں اپنے ملک ترکی میں پہلا چھاپا خانہ لگایا اس وقت کے شیخ الاسلام نے چھاپا خانہ کے خلاف فتویٰ دے دیا۔ بادشاہ نے منت سماجت کی تو شیخ الاسلام نے چھاپہ خانہ میں صرف یہودی اور عیسائی لٹریچر چھاپنے کی اجازت دے دی جبکہ شیخ الاسلام کا فرمان تھا ''یہ شیطانی مشین ہے۔'' ہم اس مشین پر قرآن مجید اور احادیث چھاپنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ یہ فتویٰ 1727ء تک یعنی کے 140 سال تک قائم دائم رہا۔ 1727ء میں سلطان احمد کے دور میں محمد سعید نامی ایک دانشور نے ترکش پرنٹنگ پریس سے ''**اصول الحکم فی نظام الامحم**'' کے عنوان سے عربی کی ایک کتاب شائع کرادی یہ توہین علماء کرام کے لیے ناقابل برداشت تھی، کفر کے فتوے جاری ہوئے ملک بھر میں ہنگامہ ہوا سلطان احمد کو برطرف کر دیا گیا۔ وزیراعظم محمد ابراہیم اور نیول چیف مصطفیٰ پاشا کو ہلاک کر دیا گیا۔ کتاب شائع کرنے والے محمد سعید اور اس کے والد فیض جلبی قبرص بھاگنے پر مجبور ہوگئے۔ اب سلطان سلیم برسر اقتدار آ گیا۔ سلطان سلیم فوج کو جدید خطوط پر استوار کرنے کی غلطی کر بیٹھا۔ پرانی فوج نے علماء کے ساتھ اتحاد بنایا اور سلطان سلیم کو قتل کر دیا۔ سلطان محمود ترکی کا تیسواں سلطان تھا۔ جس نے ترکی میں جدید طب اور سرجری کی بنیاد رکھ دی اور مقامی سرجنوں کی تربیت کے لیے یورپ سے سرجن

Scanned with CamScanner

اور فزیشن منگوائے۔ علماء حضرات اس پر بھی بپھر گئے اور سرجری کو غیر اسلامی قرار دے دیا۔ جب چیچک کی ویکسین ایجاد ہوئی تو سلطان نے بچوں کو ویکسین لگانے کا حکم صادر کیا اور ویکسین لگنا شروع ہوگئی۔ لیکن علماء نے اس ٹیکے کو کفرانہ عمل اور قدرت کے معاملات میں مداخلت قرار دے دیا۔ یہ سب لکھنے کا مطلب یہ ہے کہ نام نہاد علماء اور جاہل مولویوں کی ابن الوقتی سے محفوظ رہنے کے لیے اپنی عقل و دانش سے بھی اپنی زندگی اور طرزِ زندگی کو سرفراز کرلیا کریں تا کہ تبلیغی مراکز میں تیار کیے گئے مولویوں اور قدیر جیسے بہروپیوں کی پخ پخ سے محفوظ رہا جا سکے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد شہزاد رانا، پروفیسر ڈاکٹر قدرت اللہ شہزاد، عمران غنی، آفیسر تعلقات عامہ ایک پینل کی حیثیت سے سمہ سٹہ گئے قدیر سے بالمشافہ ملاقات کی اور فرشتے کی ایف آئی آر جلد اول میں لکھے گئے ظلم ستم کو سچ قرار دیا۔ میں ان تمام قابلِ احترام حضرات کی ہمت جرأت اور لگن کو سلام پیش کرتا ہوں۔ یہ تھی پہلی گواہی۔

جب میں فرشتے کی ایف آئی آر نامی کتاب لکھ رہا تھا اکثر جناب ضیا شامی ریٹائرڈ ایڈیشنل کمشنر جو کہ میرے دیرینہ دوست کالج فیلو دُکھ درد کے ساتھی اور ہر مشغلے اور شوق کی تکمیل میں میرے ساتھ ساتھ جیسے کے سگ بانی۔ پر بانی، لکڑی کا کام اور دیگر ہینڈی کرافٹس وغیرہ وغیرہ۔ پھول پھل دار پورے خوبصورت لان محفلیں برپا کرنا۔ یہ سب ہمارے مشترکہ شوق تھے اور ہیں۔ اکثر میرے پاس آتے تھے اور کتاب کے مندرجات بھی کبھی کبھی سُن لیتے تھے اور یہ بھی کہا کرتے تھے کہ یار دفع کر لعنت بھیج نہ لکھا کرو غیرہ وغیرہ۔

اب تُرک معاشرے میں حیا اور عفت سے بھری عادات کی چند مثالیں منقول ہیں۔ غور فرمائیں۔

(1) قہوہ اور پانی: جب ترکوں کے ہاں کوئی مہمان آتا تو وہ اس کے سامنے قہوہ اور پانی پیش کرتے۔ اگر مہمان پانی کی طرف ہاتھ بڑھاتا وہ سمجھ جاتے کہ مہمان کو کھانے کی طلب ہے تو پھر وہ کھانے کا بہترین انتظام کرتے۔

اگر وہ قہوہ کی طرف ہاتھ بڑھاتا تو وہ جان لیتے کے مہمان کو کھانے کی حاجت نہیں ہے۔

(2) گھر کے باہر پھول: اگر کسی گھر کے باہر پیلے رنگ کے پھول رکھے نظر آتے تو اس کا مطلب ہوتا کہ اس گھر میں مریض موجود ہے۔ آپ اس مریض کی وجہ سے گھر کے باہر شور شرابہ نہ کریں اور عیادت کو آسکتے ہیں۔

اگر گھر کے باہر سُرخ پھول رکھے ہوتے تو یہ اشارہ ہوتا کہ گھر میں بالغ لڑکی موجود ہے لہٰذا گھر کے آس پاس بازاری جملے نہ بولے جائیں اور نہ ہی گالی گلوچ کی جائے ہاں اگر آپ پیغام نکاح لانا چاہتے ہوں تو ''خوش آمدید''

(3) ہتھوڑا: گھر کے باہر گھنٹی نما (ڈور بیل کے طور پر) پر دو عدد ہتھوڑے رکھے ہوتے ''ایک بڑا اور ایک چھوٹا۔''

''اگر بڑا ہتھوڑا بجایا جاتا تو یہ اشارہ ہوتا کہ گھر کے باہر مرد آیا ہے لہٰذا گھر کا مرد باہر جاتا۔

اگر چھوٹا ہتھوڑا بجایا جاتا تو معلوم ہوتا کہ باہر خاتون موجود ہے لہٰذا اس کے استقبال کے لیے گھر کی خاتون

Scanned with CamScanner

ہی دروازہ کھولتی تھی۔

صدقہ: ترک معاشرے میں صدقہ دینے کا انداز بھی کمال کا تھا ان کے مالدار لوگ سبزی فروش گوشت کی دکانوں اور دکانداروں کے پاس جا کر کھاتا کھلوا لیتے تھے اور جو بھی حاجت مند سبزی گوشت یا راشن لینے آتا تو دکاندار اس سے رقم لیے بغیر راشن وغیرہ دے دیتا۔ یہ بتائے بغیر کہ اس کا بل کون ادا کرے گا۔ جب سامان ضرورت مند لوگوں میں چلا جاتا تو کھاتے دار رقم کی ادائیگی کر دیتا۔

(5) اگر کسی ترک کی عمر تریسٹھ سے بڑھ جاتی اور اس سے پوچھا جاتا کہ آپ کی عمر کیا ہے؟ تو وہ نبی پاک ﷺ سے حیا اور ادب کرتے ہوئے یہ نہ کہتا کہ میری عمر تریسٹھ سال سے زیادہ ہوگئی ہے بلکہ یہ کہتا بیٹا ہم حد سے آگے بڑھ چکے ہیں۔ یہ ہوتا ہے ادب، عشق اور بہترین عادات۔ یہ ہی وجہ تھی کہ جب عالمِ کفر نے نام نہاد مولویوں کو اپنے دام میں پھنسا کر اپنی اپنی مرضی کا اسلام نافذ کرانے کی کوشش کی کامیاب بھی ہوئے مگر مصطفیٰ کمال اتاترک زندہ باد۔ ملکِ عزیز کو بھی کسی اتا پاکستان کی ضرورت ہے۔ نہیں تو دھرنے، ڈنڈا فورس، لوٹ مار، نام نہاد مولوی بہروپیوں کی شکل میں ملک عزیز کے لیے دیمک کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہر مسلک کے لوگ ہر مولوی اپنی اپنی مرضی کا اسلام لانا چاہتے ہیں۔ اسی وجہ سے نوجوانانِ پاکستان پریشان ہیں کہ کون سچا ہے اور کون ان کے جذبات سے کھلواڑ کر کے اپنے پاپی پیٹ کو پاپوں سے بھر رہا ہے۔ اور آٹے میں نمک کے برابر جو عالم اللہ کے ولی ہمارے امام ہیں وہ تو اپنے آپ کو ظاہر بھی نہیں کرتے صرف ان لوگوں کی ہدایت کے لیے دعا گو رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے علما کی عمر دراز فرمائے۔ آمین!

دوسری گواہی:

آہستہ آہستہ کتاب پر کام ہوتا رہا اور طارق اسماعیل ساگر مرحوم کے ادارے ساگر پبلشرز نے کتاب شائع کر دی۔ میں نے سب سے پہلے جناب ضیا شامی کو کتاب پیش کی تو انہوں نے لینے سے انکار کر دیا کیونکہ کتاب کے مندرجات سے وہ کسی حد تک واقف تھے اور اپنی شرافت و سادگی اور میرے ساتھ خصوصی خاندانی تعلقات کی وجہ سے کنی کتراتے تھے۔ وہ ہمارے فیملی ممبر تو ہیں ہی مگر میرے بچے ان کو انکل کی حیثیت سے جانتے اور پہچانتے ہیں ایک بار وہ کسی بات سے ناراض ہو کر چلے گئے اور کئی روز تک تشریف نہ لائے۔ میرے بچے میری جان کو آ گئے اور روز مطالبہ کرنے لگے کہ سب اکٹھے ہو کر شامی انکل کے گھر چلتے ہیں اور ایک ہفتہ تک ان کے گھر ہی قیام کرینگے۔ تا کہ انہیں ناراض ہونے کا مزہ آئے۔ میڈیکل سرٹیفکیٹ بھی ساتھ لے کر جائیں گے کہ اس فیملی نے صرف پرہیزی کھانا ہی کھانا ہے جس میں دال سبزی سختی سے منع ہے صرف دیسی مرغ، بٹیرے، تیتر، مچھلی، بریانی جو صرف مٹن

Scanned with CamScanner

سے بنی ہو۔ پلاؤ جس میں مور کا گوشت استعمال کیا گیا ہو۔ میٹھے میں کستوری حلوہ، زعفرانی شاہی ٹکڑے وغیرہ وغیرہ۔ یہ کم از کم مینیو تھا اس سے بہتر بھی ہوسکتا تھا اور قیام بھی بڑھایا جاسکتا تھا۔ نہ جانے کسی نے ان کو ہمارے اس پروگرام سے مطلع کر دیا۔ دوسرے روز شامی صاحب خود ہی تشریف لے آئے اور اس طرح ہماری پرہیزی مہمانداری کرنے سے محفوظ رہے۔ دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ سب کو ایسی مہمانداری سے محفوظ رکھے آمین! ثمہ آمین۔

یہ سب تمہید باندھنے کا مقصد شامی فیملی سے تعلقات کا لیول بتانا تھا وقت کے ساتھ ساتھ فاصلوں کی دھول سے تو کوئی بھی محفوظ نہیں ہوتا۔ اور ہم بھی نہیں ہیں۔

ایک روز صبح صبح شامی صاحب تشریف لے آئے۔ بولے اندر بھابھی صاحبہ کو بتا آؤ کہ تم میرے ساتھ بہاولنگر جا رہے ہو۔ ہم شام تک آ جائیں گے۔ اس طرح ہم دونوں اور ایک میرا ملازم نعیم چشتی اپنی طرف سے عازمِ بہاولنگر ہوئے بہت خوشگوار ماحول۔ ہنستے کھیلتے سفر کرتے وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوا اور ہم مدرسہ ریلوے اسٹیشن کے قریب مین روڈ تک جا پہنچے۔ مدرسہ سے بہاولنگر 15 میل کے فاصلے پر ہے لیکن شامی صاحب نے گاڑی مین روڈ کے ایک کنارے سے ہٹ کر کھڑی کر دی اور گاڑی سے اتر کر ایک طرف چل پڑے۔ میں نے خود کلامی میں کہا یہ خان صاحب کس طرف چل پڑے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک دیسی مرغی فروخت کرنے والے سے محوِ گفتگو ہیں میں نے خیال کیا کہ شاید خان کا موڈ دیسی مُرغیاں خرید کرنے کا ہے۔ میں کار سے اُتر کر جلدی سے ان کی طرف گیا کہ خان سے کہوں واپسی پر مُرغیاں خرید کریں گے۔ یہ کار میں بھوکی پیاسی مر جائیگی۔ گرمی بہت ہے اور پھر کار خراب بھی کریں گی جب میں مرغی والے کھوکھے کے پاس پہنچا تو میں نے سُنا کہ خان صاحب دکاندار سے مہاروالی کا راستہ پوچھ رہے تھے۔ میں نے کہا آپ مجھ سے راستہ پوچھیں میں اس علاقے میں زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا رہا ہوں اور اگر آپ میری آنکھوں پر پٹی بھی باندھ دیں تو میں آپ کو مہاروالی تک کوئی بھی غلطی کیے بغیر لے جاؤں گا۔ خان صاحب چونک گئے اور خاموشی سے پھر ڈرائیونگ سیٹ پر تشریف فرما ہو گئے۔ میں نے کہا کار ریورس کریں اور دائیں طرف جائیں جیسے ہی کار دائیں طرف ہوئی سامنے ایک پختہ سڑک تھی جس پر کار بھاگی جا رہی تھی۔ آگے ایک بڑی نہر کا شکستہ پل آ گیا۔ میں نے شامی صاحب سے کہا یہ نہر والی سڑک آپ کو مہاروالی لے جائے گی جب آپ کو بائیں طرف گنجان آبادی نظر آئے تو گاڑی بائیں طرف لے جائیں۔ آپ مہاروالی ڈاکخانے کے سامنے پہنچ جائیں گے۔ دوسرا متبادل راستہ یہ پختہ سڑک ہے جو میرے وقت میں کچی تھی مگر اب پختہ ہوگئی ہے۔ گو کہ اب بھی شکستہ ہی ہے اور یہ سڑک بھی بہت زیادہ بل کھاتی ہوئی مہاروالی میں داخل ہو جائے گی۔ شامی صاحب نے پختہ سڑک سے سفر جاری رکھا کیونکہ محکمہ انہار یعنی نہر کی پگڈنڈی والی سڑک

Scanned with CamScanner

بے حد خراب تھی کوئی زمانہ تھا جب پاکستان کا محکمہ انہار اپنا ایک مقام اور معیار رکھتا تھا۔ نہر کی کچی سڑکوں کو بے حد اچھی طرح ٹریفک کے قابل رکھا جاتا۔ درختوں کی حفاظت کی جاتی۔ پلوں کو رنگ و روغن کیا جاتا تھا اب تو بے وارثی کا گمان ہوتا ہے۔ ہر چیز پر وحشت طاری نظر آتی ہے۔ انجینئرز کو کمیشن لینے سے فرصت نہیں ہے۔ سب انجینئرز جس کو پہلے اوورسیئر کہا جاتا تھا اس کو پانی فروخت کرنے، موگے چھوٹے یا بڑے کر کے کاشتکاروں سے وصولی کرنے کے علاوہ دوسرا اور کوئی کام نظر نہیں آتا۔ بیلدار درختوں کو خود ہی سوختہ کرتے ہیں خود چوری کاٹتے ہیں گلہ بانوں سے دوستی رکھتے ہیں ان سے بھیڑ بکریاں رشوت کے طور پر لے کر جانوروں کو نہر کنارے لگے ہوئے درخت کھلانے کے ذمہ دار ہیں۔

ہر چھوٹا بڑا درمیانہ ملازم اپنی اپنی بساط اور اوقات کے مطابق گدھوں کا غول ہے جو اس محکمہ کے مردہ جسم کو نوچ رہا ہے۔ نہر کی پگڈنڈی اور پُل کو دیکھ کر بہت دُکھ ہوا میں نے اس جگہ کی آن بان اور شان دیکھی ہوئی تھی اور تمام رات پیدل اس پر سفر کیا ہوا تھا۔ ہم لوگ اس ٹوٹی پھوٹی پختہ سڑک پر سفر کرتے ہوئے مہار والی میں داخل ہو گئے۔ میں عرصہ 50/55 سال کے بعد اس گاؤں میں داخل ہو رہا تھا۔ حالات کافی بدلے بدلے تھے۔ آبادی بہت بڑھ گئی تھی۔ آج ہم اس قصبے میں اس نئی سڑک پر سفر کرتے ہوئے داخل ہوئے تھے۔ 55 سال پہلے یہ صرف ایک دیہاتی پگڈنڈی تھی جبکہ بہاول نگر سے آنے والے جب بہاولنگر ہارون آباد والی سڑک سے سفر کرتے ہوئے سڑک پر لگے Mile Stone جس پر لکھا ہوا ہوتا تھا۔ بہاولنگر 8 میل سے دائیں طرف اگر گھوم جائیں تو نہر والی کچی سڑک پر سفر کرتے ہوئے دو میل کے بعد مہار والی میں داخل ہو جاتا تھا میں آبادی کا تغیر و تبدل دیکھ رہا تھا۔ کچے مکان پختہ مکانوں میں تبدیل ہو چکے تھے کہیں کہیں ماربل بھی نظر آ رہی تھی۔ بجلی کے پول گھروں پر ڈش انٹیناؤں کی بہار اور برف کا کارخانہ یہ سب میرے لیے نیا تھا کیونکہ میں نے اس گاؤں یا قصبے کو کچے مکان وہ بھی بغیر بجلی کے اور دیگر تمام رہائشی سہولتوں کے بغیر دیکھا ہوا تھا ایک جگہ کار روک کر شامی صاحب نے سڑک پر کھڑے ایک آدمی سے پوچھا کہ کپتان صاحب کا گھر کون سا ہے اس آدمی نے ہمارا اور کار کا بغور جائزہ لیا پھر ڈرائیور سیٹ والا دروازہ کھول کر بولا شامی صاحب السلام علیکم۔ کمال ہے آپ نے مجھے نہیں پہچانا میں کپتان صاحب کا بیٹا ہوں اور یہ برف کا کارخانہ ہماری ملکیت ہے۔ شامی صاحب اور ہم سب کار سے باہر نکل آئے۔ پتہ چلا کہ کپتان صاحب فوت ہو چکے ہیں۔ ان کے بھائی جو کہ شامی صاحب کے پاس گرداور تھے، بہاولنگر گئے ہوئے ہیں۔ دراصل جب شامی صاحب تحصیلدار ہوتے تھے تو وہ اس علاقے کے آفیسر اشتمال اراضی کے طور پر تعینات تھے اور مہار والی ہائی سکول میں ان کا دفتر قائم تھا ان کی تمام ٹیم جس میں پٹواری، گرداور،

Scanned with CamScanner

نمبردار وغیرہ وغیرہ قسم کے لوگ تھے کئی ماہ تک یہاں اپنے سرکاری فرائض انجام دیتی رہی تھی اس لیے شامی صاحب پہچانے گئے غالباً اس آدمی کا نام راؤ سعید تھا اس نے اپنی بیٹھک کا دروازہ کھلوایا کرسیاں سیدھی کیں اور ہمیں اندر آ کر تشریف فرما ہونے کا کہا اور ہم سب تشریف فرما ہو گئے ۔اس کے بعد اس نے پوچھا آپ ناشتہ کریں گے۔ شامی صاحب فوراً بول اٹھے نہیں ہم نے تو صرف کچھ Informations یعنی کہ معلومات لینی ہیں۔ میں فوراً بول اٹھا اور کہا راؤ صاحب میں ناشتہ کرونگا اور شامی صاحب بھی کرینگے اور کچھ معلومات بھی آپ سے لیں گے۔ وہ ہنستا ہوا گھر کے اندر ناشتے کے انتظامات کرنے چلا گیا اور جلدی واپس آ گیا اور مجھ سے مخاطب ہوا مجھے آپ کا چہرہ شناسا لگتا ہے میں نے کہا آپ نے درست کہا ابھی آپ جان کر پہچان کر خوش بھی ہو جائیں گے اور حیران بھی ضرور ہو جائیں گے۔ وہ بولا آپ نے میری بے چینی میں اضافہ کر دیا میں شامی صاحب سے مخاطب ہوا کہ آپ نے تمام عمر مجسٹریٹ شپ کی ہے انکوائری کرنا اور رپورٹ پیش کرنا آپ کے عہدے کا خاصہ رہا ہے۔ آج بھی آپ مجھے نامعلوم طریقے سے انکوائری کے لیے ہی لے کر آئے ہیں تا کہ آپ کو یقین آ جائے کہ میری کتاب سچی ہے یا نہیں۔ اتنے میں پُر تکلف دیہاتی ناشتہ آ گیا۔ اس کے بعد میں نے راؤ سعید سے پوچھا جہاں پر ہم بیٹھے ہیں اگر سیدھے جا کر بائیں طرف چلے جائیں تو مہار والی ہائی سکول کی بلڈنگ نظر آئے گی۔ کچھ اور آگے جائیں تو ایک کچی سی چھوٹی سی ڈسپنسری آ جائے گی۔ وہ بولا آپ درست فرما رہے ہیں لیکن اسی جگہ پر اب ہسپتال کی نئی بلڈنگ تعمیر ہو چکی ہے۔ میں نے مزید بتایا کہ اس سے آگے اگر جائیں تو اس گلی کے دائیں طرف والا پہلا ایک مکان ہے جس میں ڈاکٹر قدیر نامی ایک شخص قیام پذیر تھا اگر آپ مجھے اس گلی تک لے جائیں تو آپ کے بتائے بغیر میں مکان پہچان لوں گا اور آج ہم وہ مکان دیکھ کر اپنے لڑکپن کے وہ اذیت ناک لمحے یاد کرنے آئے ہیں جس کے گواہ آپ سب لوگ بھی ہیں۔ وہ سوچوں میں غرق تھا اس نے ایک جھٹکا لیا اور بولا تم ڈاکٹر قدیر کے بھائی ادریس ہو جس کو یہاں زنجیروں میں باندھ کر رکھا گیا تھا میں نے تمہیں پہچان لیا ہے۔ اس کے بعد ہم اس کی قیادت میں وہ مکان دیکھنے چل دیے جیسے ہی ہم اس گلی میں داخل ہوئے میں بے اختیار چلا اٹھا یہ والا گھر ہے۔ یہ دروازہ ہے۔ کچھ نہیں بدلا اس گھر میں وہ دروازہ وہ ہی دیواریں راؤ سعید نے اس گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا ایک صاحب اندر سے باہر آئے راؤ سعید نے ہمارا تعارف کرایا اور ہماری خواہش یا فرمائش پیش کی جس کو اس نے خوش دلی سے قبول کیا اور واپس گھر میں جا کر خواتین کو ایک طرف کرنے کے بعد ہمیں اندر آنے کی اجازت دی اور عرصہ 50/55 سال کے بعد میں اپنی سب جیل میں بطور وزیٹر داخل ہو گیا۔

اب اندر کا جو منظر ہم نے دیکھا وہ کچھ اس قسم کا تھا۔ مکان دو حصوں میں تقسیم ہو چکا تھا دائیں والے حصے میں

Scanned with CamScanner

جس طرف قدیر کا کمرہ تھا اور اس سے آگے بھینس کی رہائش گاہ تھی اور پھر برآمدہ تھا اس کے بعد ایک اور کمرہ تھا جہاں سے سیڑھی لگا کر چھت پھاڑ کر مجھے زنجیروں سمیت اٹھا کر ٹریکٹر ٹرالی میں جانوروں کے چارے کے نیچے چھپا کر میرے کمانڈوز لڑکے مجھے لے گئے تھے۔ یہ ایک چونکا دینے والا کامیاب فرار تھا جبکہ پاگل کُتے جیسی خصلت والے لوگ اپنا آپ نوچتے رہ گئے۔ اس فرار کی مکمل تفصیل میں نے اپنی کتاب فرشتے کی ایف آئی آر جلد اول میں تفصیل کے ساتھ بیان کی ہے۔ مکان کے ایک حصے میں اس حصے کے مالک کی رہائش تھی جس کو انہوں نے اپنی سہولت اور پسند کے مطابق صاف اور قابل رہائش کیا ہوا تھا اور مکان کے درمیان میں ایک دیوار کا اضافہ کر دیا گیا تھا جو مکان کی تقسیم اور مالکانہ حد کو ظاہر کرتی تھی اب ہم بائیں طرف آ گئے صحن کو دیکھنے کے بعد برآمدہ آ گیا جس میں ٹوٹا پھوٹا سامان پڑا تھا۔ اس کے بعد وہ کمرہ تھا جس کے اندر میں اپنے جسم پر مار پیٹ کے نشان لیے بھوکا پیاسا سا زنجیر میں بندھا ہوا دونوں پاؤں میں انگلی جتنے موٹے لوہے کے رنگ (کڑے) پہنے ہوئے دونوں پاؤں کے درمیان ایک لوہے کی سلاخ جو کے دونوں کڑوں میں پیوست تھی جس کی وجہ سے صرف ایک قدم اٹھانے کے بعد اگر دوسرا قدم اٹھاتا تو ٹخنوں سے خون رسنے لگ جاتا۔ مار پیٹ کی وجہ سے کمر پر جو زخم تھے ان میں سے خون رستا رہتا جب میں اس کمرے میں داخل ہوا تو میں نے یہ سب باتیں اپنے ہمراہیوں کو بتائیں۔ جن کی تصدیق راؤ صاحب ساتھ ساتھ کرتے جاتے، میں نے دیکھا کہ شامی صاحب حیران، پریشان اور چہرہ دوسری طرف کیے اپنی پُرنم آنکھیں چھپانے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔ غالباً مکان کے اس پورشن میں کسی کی بھی رہائش نہیں تھی۔ ایک ویرانی وحشت اور پراسراریت ہم سب کی طرف گامزن ہونے کی کوشش میں تھی یا سائیکلوجیکلی ہمیں محسوس ہو رہا تھا میں نے کچھ باتیں موقع پر بتائیں جن کی تصدیق اسی وقت ہو جاتی۔ کچھ باتیں میں ہرگز ہرگز نہیں بتا سکتا جن پر کسی کی زندگی اور عزت نفس کا دارومدار ہے۔

بقول شاعر:

ہر پل دل میں بسنے والے لوگ افسانے ہو جاتے ہیں
آنکھیں بوڑھی ہو جاتیں ہیں خواب پرانے ہو جاتے ہیں

مزید میں حاضرین کو بتاتا جاتا تھا کہ اس کچے کوٹھے میں ابتر حالت میں قید تھا ایک ٹی بی کے مریض جس کا نام عارف تھا کی زیر نگرانی سانسیں لے رہا تھا۔ ٹی بی ان دنوں لاعلاج اور دہشت والی بیماری تھی سب نے بمشکل 25/30 منٹ اس حبس زدہ اُداس اُداس پراسرار ماحول میں گزارے اور ایک دوسرے کو یہ کہتے ہوئے باہر نکل آئے کہ آؤ اب واپس چلتے ہیں۔ اس کمرے کی دیواریں مجھے زندہ سلامت دیکھ کر بہت خوش ہو رہی تھیں۔ جیسے

Scanned with CamScanner

مجھے پکار پکار کر کہہ رہی ہوں

اے عدم احتیاط لوگوں سے
لوگ منکر نکیر ہوتے ہیں

یہ میرا احساس تھا کوئی بھی ایسا شخص جس پر اس طرح کی اُفتاد زمانہ گزری نہ ہو وہ نہیں جانتا کہ یہ کمرہ اس کی دیواریں اور اس پر برسنے والی نحوست اور ٹپکنے والی گہری اُداسی میرے دل و دماغ میں خون ٹپکانے لگی تھی جب تو میں بے سہارا تھا۔ لاچار تھا، کمزور تھا اور لڑکپن کی عمر میں تھا جبکہ میں متواتر 9/10 سال سے قدیر کی دہشت کے زیر اثر تھا۔ اور یہ خبیث انسان میرا پیچھا چھوڑ نہیں رہا تھا۔ لیکن میں پہاڑوں سے بھی بڑا عزم اور حوصلہ لیے ہوئے تھا کچھ بھی ہو جائے چاہے زندگی کی قیمت پر بھی آزادی ملے تو میں خریدار تھا۔

بقول شاہد ماکلی:

نظارگی میرے احوال کی ہے اور کہیں
یہاں تو بس میرے احوال کا تماشہ ہے

مندرجہ بالا جذبات لیے ہم راؤ سعید سے اجازت لے کر اپنی اگلی منزل بہاولنگر کی طرف روانہ ہو گئے۔ روانہ ہونے سے پہلے میں نے راؤ سعید سے کچھ نام لے کر پوچھا کہ یہ لوگ کہاں ہیں۔ اس نے فرداً فرداً بتایا سب اپنے لائف اسٹائل اور روزی رزق کی تلاش میں مصروف تھے۔ کار جیسے ہی ہائی سکول کے سامنے سے گزر کر نہر والی سڑک پر آئی تو یہاں بھی گورنمنٹ ملازمین کی ویران کردہ خوشنمائی اپنا نوحہ خاموشی کی زبان میں بیان کر رہی تھی۔ یہ ایک اجڑا ہوا دیار تھا ایک وحشت، ایک ویرانی چار سُو تھی اب میں اس چمن کو اُجاڑنے والے وحشی درندوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ یہ درخت کاٹ کر اپنا پیٹ پالنے والو تمہارا پیٹ صرف قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے۔ میں جانتا ہوں میری یہ تحریر تمہارے دل و دماغ پر کوئی اثر یا تغیر و تبدل نہ لا سکے گی مگر ملکِ عزیز اور اس کے موسموں کے متعلق درختوں کا جو کردار ہے وہ تم جاہلوں کو ضرور بتا کر دم لونگا۔

جس ہوا میں ہم سانس لیتے ہیں درخت اسے صاف کرتے ہیں اور اگر درخت یوں ہی کٹتے رہے تو پاکستان کے چار موسموں میں سے ''بہار'' اور موسمِ خزاں رُخصت ہو جائیں گے جس کی وجہ سے شدید گرمی اور شدید سردی باقی رہ جائیگی اور اس تبدیلی کی وجہ سے انسان کے مزاج میں سے محبت، صلہ رحمی مزاج کا دھیما پن قوتِ برداشت اور بھائی چارہ ختم ہو کر نفرت غصہ ہی غصہ اور تشدد کوٹ کوٹ کر بھر جائے گا۔ اس لیے درخت بچائیں، درخت لگائیں، درخت کی حفاظت کریں تا کہ موسم بچے رہیں، خزاں رُت اپنے رنگوں سے حضرت انسان کے مزاج کو

Scanned with CamScanner

رنگین اور مسحور کن بناتی رہے۔ زہریلی سموگ کی جگہ رومان پرور ماحول بن جائے۔

ایک اکیلا درخت ایک سال میں 22 کلو کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس اپنے اندر جذب کرتا ہے اگر آپ اس کو نہ کاٹیں اور اس کو زندہ رہنے دیں۔

ایک درخت روزانہ چار انسانوں کو آکسیجن فراہم کرتا ہے۔ شرم کا مقام ہے ہم معمولی لالچ کی خاطر اپنے محسن و مربی کو اپنے ہی ہاتھوں قتل کرتے جا رہے ہیں حالانکہ ہمیں باور کر لینا چاہیے کہ ہم نہ صرف اپنے بچوں کو قتل کر رہے ہیں بلکہ اپنی آنے والی نسلوں کو بھی فنا کر رہے ہیں۔

بقول یاسمین حمید۔

پردہ آنکھوں سے ہٹانے میں بہت دیر لگی
ہمیں دنیا نظر آنے میں بہت دیر لگی
نظر آتا ہے جو، ویسا نہیں ہوتا کوئی شخص
خود کو یہ بات بتانے میں دیر لگی

میں خود ہمیشہ درخت لگاتا ہوں صرف جگہ خالی نظر آنی چاہیے۔ پودا لگا دیتا ہوں پودا لگانے کے دوران درود شریف کا ورد زبان پر ہوتا ہے کیونکہ یہ ایک ایسی دعا ہے جو کبھی رائیگاں نہیں جاتی با الفاظ دیگر رحم کی ایسی اپیل ہے جو کبھی مُسترد نہیں کی جاتی میرے لگائے ہوئے درخت آج بھی ہرے بھرے صحت مند عیال دار پھل دار پھول دار صاف شفاف ماحول کے پاسبان ہیں۔

بھولا بھالا سادہ دل ہوں میں کیونکہ..... کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق بخاری شریف کی حدیث نمبر 2320 دیکھیں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جب کوئی مسلمان شجر کاری یا کاشت کاری کرتا ہے، پھر اُس میں سے کوئی پرندہ انسان یا حیوان کھاتا ہے تو اسے صدقہ و خیرات کا ثواب ملتا ہے۔ درخت مالی فائدے کے لیے کاٹنے والوں کچھ تو اپنے ملک کا خیال کرو۔ ''شرم تم کو مگر نہیں آتی'' سڑک جس کو عرفِ عام میں کینال روڈ کہتے ہیں تو میں یہ دیکھ کر بہت حیران ہوا آج سے پہلے جب میں مصیبتوں کا مارا اس علاقہ میں تھا اسی نہر کے کنارے سے پھسل کر میں موٹر سائیکل سمیت اس نہر میں گر گیا تھا ''جس کی تفصیل میں نے اپنی تصنیف فرشتے کی ایف آئی آر'' میں درج کی ہے۔ اس وقت انواع و اقسام کے بہت بڑے درخت نہر کے دونوں طرف اپنی بہار دکھاتے تھے۔ بے حد خوبصورت نظارہ تھا انواع و اقسام کے پرندے شور و غل کرتے ایک دوسرے سے لڑتے دکھائی دیتے

Scanned with CamScanner

شہد کے چھتے جگہ جگہ نظر آتے۔ کینال روڈ بھی بہترین حالت میں تھی۔اب ویرانی ہی ویرانی دیکھ کر من حیث القوم شرمندگی کا احساس دامن گیر رہا کیونکہ درخت نام کی کوئی چیز نہ تھی صرف کانٹے دار جھاڑیاں کینال روڈ ٹوٹی پھوٹی نہر کے کنارے ٹوٹ پھوٹ کا شکار، نہ پرند نہ رنگ برنگی تتلیاں ایک ویرانی کا سماں پوری کینال روڈ پر دو چار آوارہ کتوں کے علاوہ اور کچھ نظر نہ آیا جبکہ میں اس کی رنگینیاں اور بہاریں دیکھ چکا تھا حضرت انسان صرف 50 سالوں میں کئی میل لمبی نہر کے درخت اور رونقیں شیرِ مادر سمجھ کر پی گئے۔انہوں نے یہ احساس ہی نہیں کیا کہ مادرِ وطن کا اثاثہ جس کا انسانی زندگی پر گہرا اثر ہے بلکہ سانس لینے کے لیے اور زندہ رہنے کے لیے ان اشجار کی سخت ضرورت ہے اور انسان کیا ہے دنیا میں آ کر نہایا اور نہا کر دنیا سے چلا گیا۔قارئین ''ذرا اس فقرے پر غور ضرور کریں'' اب میں درختوں کی اہمیت اور افادیت اپنے پڑھنے والوں کے لیے منقول کر رہا ہوں غور ضرور فرمائیں۔

ایمیزون کا جنگل دنیا کے نو ممالک تک پھیلا ہوا ہے۔جس میں سرفہرست برازیل ہے اس جنگل کا کل رقبہ پچپن لاکھ مربع کلومیٹر پر محیط ہے۔جبکہ ہمارے ملک عزیز پاکستان کا کل رقبہ 7 لاکھ 95 ہزار مربع کلومیٹر ہے ایک محتاط اندازے کے مطابق یہ جنگل 5 کروڑ سال پرانا ہے۔

ایمیزون ایک یونانی لفظ ہے جس کا مطلب ''لڑاکو عورت'' ہے۔زمین کی 20% آکسیجن صرف ایمیزون کے درخت اور پودے پیدا کرتے ہیں۔

دنیا کے 40% جانور چرند پرند حشرات الارض ایمیزون میں پائے جاتے ہیں یہاں 400 سے زائد جنگلی قبائل پائے جاتے ہیں۔جن کی آبادی کا تخمینہ 45 لاکھ نفوس بتایا گیا ہے۔

یہ لوگ آج بھی جنگلی زندگی گزار رہے ہیں۔

اس کے کچھ علاقے اتنے گھنے ہیں کہ وہاں سورج کی روشنی نہیں پہنچ سکتی اور دن میں بھی رات کا سماں ہوتا ہے۔اس جنگل میں ایسے زہریلے حشرات الارض بھی پائے جاتے ہیں کہ اگر کسی انسان کو کاٹ لیں تو وہ چند سیکنڈ میں مر جائے گا۔ایمیزون کا دریا پانی کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا دریا ہے۔اس کی لمبائی سات ہزار کلومیٹر ہے جس میں صرف 30 ہزار قسم کی مچھلیاں پائی جاتی ہیں۔ایمیزون کے جنگلات میں 60% جانور ایسے ہیں جو ابھی تک بے نام ہیں۔ایمیزون کا پھیلاؤ جن 9 ممالک تک پھیلا ہوا ہے انہوں نے امریکہ سے کچھ مراعات اور قرض لیا ہوا تھا جب قرض کی واپسی کا سوال اٹھا اور بروقت ادا نہ کیا جا سکا امریکہ سخت سے سخت شرائط پر بھی راضی نہ ہوا بلکہ مزید بلیک میل کرنے پر تُل گیا تو ان 9 ممالک نے ایک میٹنگ کی اور امریکہ کو باضابطہ مطلع کیا کہ ہم ایمیزون جنگل کے مالک متفقہ طور پر اس بات پر متفق ہیں کہ قرض کی ادائیگی شرائط کے مطابق ہی ہونی چاہیے اس لیے ہم

Scanned with CamScanner

تمام ممالک نے فیصلہ کیا ہے کہ ایمیزون کی لکڑی سے فائدہ اٹھایا جائے۔ جنگل کی لکڑی جو بہت اعلیٰ کوالٹی کی ہے اور دنیا میں اس کی بہت مانگ بھی ہے ہم ایکسپورٹ کرینگے۔ لہٰذا آپ کا قرض شرائط کے مطابق ادا کر دیا جائے گا۔ امریکہ میں تو قیامت کا سماں ہوگیا۔ امریکن تھنک ٹینک نے گورنمنٹ سے کہا فوراً مذاکرات کریں۔ مراعات دیں تمام قرض معاف کریں اگر زندہ اور صحت مند رہنا ہے تو وگرنہ قبروں میں جانے کی تیاری کریں۔ یہ درختوں کی اہمیت ہوتی ہے۔ جنگلات قدرت کا انمول تحفہ ہیں اور بنی نوع انسان کے لیے آکسیجن کا خزانہ ہیں اور ہماری سانسیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے بعد آکسیجن کی محتاج ہیں۔ مگر ہم اپنے ملک کے "Ingrate" یعنی کہ نمک حرام ہیں۔

درختوں کی بے رحم کٹائی کینال روڈ کی ویرانی اور ماحول کی سنگینی پر دل آٹھ آٹھ آنسو روتا تھا اسی سوچ بچار میں ہم بہاولنگر ہارون آباد مین روڈ پر آ گئے۔ جہاں سے بہاولنگر صرف 8 میل کی دوری پر تھا۔ دوپہر کا کھانا شامی صاحب کے سابقہ ماتحتان نے سجایا ہوا تھا کچھ دیران کے ساتھ گفتگو ہوتی رہی اور آخر کار ہم لوگ بہاولپور کی طرف عازم سفر ہوئے بہت خوشگوار موسم ہم خیال ہمسفر پھر وقت کا احساس ہی نہ رہا اور فاصلہ بھی تو سمٹ کر چند کلومیٹر باقی رہ گیا تھا کہ شامی صاحب کے موبائل فون کی رنگ ٹیون نے اپنا الاپ بھرنا شروع کر دیا۔ راؤ سعید لائن پر تھا اس نے بتایا کہ جب آپ لوگ چلے گئے تو ایک بوڑھا آدمی جو اپنا نام محمد امین لوہار بتاتا ہے۔ لاٹھی ٹیکتا ہوا میرے پاس آیا اور پوچھنے لگا کہ آج ڈاکٹر قدیر کا بھائی ادریس آیا تھا اور وہ جہاں اس کو قید کیا گیا تھا وہ مکان دیکھنے گیا تھا راؤ سعید نے جواب دینے سے پہلے اس سے پوچھا کہ تمہیں کیسے پتہ چلا تو اس نے کہا یہ بات تو اب تمام مہار والی کو پتہ ہے۔ پھر محمد امین لوہار نے کہا کیا میں ادریس سے مل سکتا ہوں راؤ سعید نے کہا وہ لوگ تو چلے گئے یہ سن کر محمد امین لوہار رونے لگ گیا جس پر راؤ سعید نے کہا میں فون پر تمہاری بات کرائے دیتا ہوں مگر فون پر اس وقت رابطہ نہ ہوسکا اور امین بیٹھا روتا رہا۔ جس پر راؤ سعید نے پوچھا کہ تم روتے کیوں ہو اور تمہارا کیا تعلق ہے ان لوگوں سے امین نے جواب دیا تم پہلے میری بات کراؤ پھر میں تمہیں اپنا تعلق بتاؤں گا۔ ابھی ہم عباس نگر تک سفر کر پائے تھے کہ راؤ سعید کا رابطہ شامی کے فون پر ہوگیا اور اس نے تمام واقعات سے ہمیں آگاہ کیا جس پر شامی صاحب نے فون مجھے دے دیا۔ سلام دعا کے بعد اس نے مجھے بتایا کہ میں محمد امین لوہار بول رہا ہوں۔ کیا آپ نے مجھے پہچان لیا ہے۔ میں نے کہا نہیں میں آپ کو نہیں جانتا اور نہ پہچان سکا ہوں۔ اس نے کہا میں وہ ہی لوہار ہوں جس نے تمہیں لوہے کے کڑے بنا کر پہنائے تھے اور زنجیر لگائی تھی۔ میں نے کہا کیا یہ سب کچھ بتانے کے لیے تم نے مجھے فون کیا ہے تو وہ رونے لگ گیا اور بولا بستی میں جیسے ہی تمہاری آمد کی خبر پھیلی تو میں تمہیں ملنے کے لیے بھاگا۔ جب راؤ سعید کے پاس آیا تو پتہ چلا کہ تم لوگ جا چکے ہو میں جب سے یہاں پر ہی بیٹھا ہوں اب جا کر تم لوگوں نے فون

Scanned with CamScanner

اٹھایا ہے۔ دراصل میں زندگی میں تمہیں کبھی نہیں بھول سکا تمہارا معصوم چہرہ تمہاری بہادری اور تمہارا حوصلہ میں آج تک نہیں بھول سکا۔ میں تم سے معافی مانگتا ہوں۔ میں نے ہی تمہیں لوہا پہنایا تھا پھر تمہارے دوست مجھے لے کر گئے تھے جہاں تم چھپے ہوئے تھے۔ میں نے ہی تمہاری زنجیر کاٹیں تھیں۔ مگر میں تمہارا مجرم ہوں کیونکہ مجھے یہ کام نہیں کرنا چاہیے تھا۔ میں اُس فرعون کے رعب اور دبدبے میں آ گیا تھا۔ جب تم یہاں سے بھاگ کر بہاولپور چلے گئے تھے ان کو کسی طرح شک ہو گیا تھا کہ میں بھی تمہیں فرار میں مدد دینے والوں میں شامل ہوں۔ مجھے پکڑ کر لے بھی گئے تھے مگر میں نے بھی قسم کھائی ہوئی تھی کہ ایک بار ظلم کرنے والوں کا ساتھ دے چکا ہوں۔ اب نہیں دونگا چاہے جو بھی قیمت چکانی پڑے۔ قدیر کی کوئی بھی دھونس لالچ اور رعب مجھے آمادہ نہ کر سکا۔ بس بیٹا مجھے دل سے معاف کر دینا میں اپنی عمر پوری کر چکا ہوں اپنے اللہ کو کیا جواب دونگا اور پھر رونے لگ گیا۔ میں نے اس کو بہت حوصلہ تسلی دی اور کہا بابا جی آپ اپنی غلطی کا کفارہ ادا کر چکے ہیں۔ جب میرے دوست آپ کو رات کے وقت لائے تھے اور آپ نے مجھے لوہے کے جال سے نجات دلائی تھی اور پیسے بھی نہیں لیے تھے مجھے آپ سے کوئی گلہ شکوہ نہیں ہے۔ اگر مجھے علم ہوتا کہ آپ بستی میں موجود ہیں تو میں خود آ کر آپ سے ملتا۔ میرے ان الفاظ نے اس بوڑھے لوہار کو بہت ڈھارس دی اور وہ دعائیں دینے لگا۔ یہ بابا محمد امین لوہار ساکن مہاروالی ضلع بہاولنگر ماشاءاللہ آج بھی زندہ موجود ہے۔ اگر کوئی بھی میری تحریر کی سچائی معلوم کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور ہم بہاولپور میں داخل ہو گئے۔ میں نے از راہِ تفنن محمد ضیا شامی ریٹائرڈ ایڈیشنل کمشنر سے پوچھا کیا میں اور میری کتاب سچی ہے۔ تو انہوں نے کہا 100% میں نے کہا کہ آپ نے ابھی 50% تصدیق کی ہے ابھی آپ کو میرے ساتھ جنڈوالا تحصیل منچن آباد ضلع بہاولنگر جانا ہے۔ بقایا تصدیق کے لیے وہ بولے میں منچن آباد تحصیلدار رہا ہوں ہر فرد مجھے وہاں جانتا ہے ضرور چلیں گے۔

تیسری گواہی:

میرے پھوپھی زاد بھائی عبدالغفار خان اسلام آباد سے تشریف لائے اور کچھ روز قیام فرمایا۔ ان کے بہاولپور قیام کے دوران شامی صاحب تشریف لائے۔ خوب گپ شپ کی محفل برپا ہوئی اکثر جنڈوالا تحصیل منچن آباد ضلع بہاولنگر جا کر موقع پر کتاب کے مندرجات کی سچائی پرکھنے کا پروگرام بنتا پھر کسی نہ کسی ان دیکھی مصروفیت کی وجہ سے پسِ پشت رہ جاتا۔ بھائی عبدالغفار بہت حلیم طبع دھیمے لہجے کے اونچے لمبے صاف شفاف خوبصورت اور نہایت نفیس انسان ہیں گھر مسجد اور پھر گھر کے علاوہ اور کچھ دلچسپی نہیں رکھتے۔ محترمہ بھابھی صاحبہ عرصہ ہوا رحلت فرما چکی ہیں۔ وہ جنت مکانی بھی بہت سادہ، مہمان نواز، خوش مزاج اور شوہر پرست نیک خاتون تھیں۔ بھائی

Scanned with CamScanner

صاحب ایک آدھ بار تبلیغی جماعت کے ساتھ چلہ کاٹ آئے ہیں جس کی وجہ سے ان کا خیال اور افکار میں تبلیغی رنگ غالب آ گیا۔ چند سال پہلے بھائی صاحب محترمہ بھابھی اور ان کی دختر ان ہمارے ہاں مہمان ہوئے تو اکثر مجھے چلے پر جانے کی ترغیب دیتے رہے اور رائے ونڈ میں اجتماعی دعا کا منظر بیان کرتے ہوئے انہوں نے کئی بار یہ فقرہ ادا کیا۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

''ادریس بھائی رائے ونڈ میں اجتماعی دعا کی صورت میں ثواب کی لوٹ لوسیل لگی ہوئی تھی۔'' میں حیرانی سے ان کی یہ منطق سُنتا رہا اور آدابِ مہمان نوازی کے تحت خاموش رہا۔ روزانہ کی بنیاد پر وہ مجھے تبلیغ ضرور فرماتے اور اکثر لُوٹ لوسیل میں شامل ہو کر ثواب لوٹنے کا مشورہ دیتے۔ آخر ایک روز میرا صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا اور میں نے ترنت جواب دیا کہ بھائی صاحب کیا آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی رحمتیں سمیٹنے کو لُوٹ لوسیل خیال کرتے ہیں کیا آپ اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم اور برکتوں کے لیے اچھے الفاظ استعمال نہیں کر سکتے جس پر شاید انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ کیونکہ میں نے یہ الفاظ دوبارہ نہیں سُنے۔ ہمارے یہ بھائی صاحب اچھے کو اچھا نہیں کہتے بُرے کو بُرا نہیں کہتے۔ اپنی ہی طبیعت اور مزاج کے تحت اظہارِ خیال کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اگر ٹی وی پر ان کے عقیدے مزاج بلکہ ناپسندیدہ شخصیت پر تبصرہ آ جائے تو فوراً طعن تشنیع شروع کر دیتے اور متواتر پروگرام ختم ہونے تک کرتے رہتے۔ نتیجتاً نہ تو وہ مجھے قائل کر سکے اور نہ ہی میں ان کو قائل کر سکا مگر لوٹ لوسیل اب وہ بھول چکے ہیں۔

البتہ وہ اس بات پر بہت ہی جوش خروش سے مُصر تھے کہ جنڈ والا ضرور جانا چاہیے تاکہ آنے والی تصنیف کے لیے مواد مل سکے جو کہ 100% سچائی پر مبنی ہو۔ دراصل وہ میری پہلی تصنیف ''فرشتے کی ایف آئی آر'' جلد اول کی سچائی کو موقع پر جا کر حالات و واقعات کی روشنی میں پرکھنا چاہتے تھے مجھے کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ بھائی عبدالغفار صاحب اور ضیا شامی صاحب سے تمام پروگرام طے ہو گیا مگر جس روز جانا تھا اس روز شامی صاحب کو ضروری سرکاری مصروفیت نے نہ جانے دیا۔ ان کا فون آ گیا کہ میں نے منچن آباد تحصیلدار کو فون کر کے آپ کا بندوبست کر دیا ہے۔ آپ بے فکر ہو کر جنڈ والا وزٹ کریں۔ ایک صبح سویرے راقم الحروف اور بھائی عبدالغفار صاحب بہاولنگر کے لیے روانہ ہو گئے۔ ڈرائیور یاسین اچھا ڈرائیور ثابت ہوا۔

ہم بہاولپور سے 108 میل کا سفر طے کرتے ہوئے اڑھائی گھنٹے کے بعد بہاولنگر کو بائی پاس کرتے ہوئے منچن آباد کی طرف محوِ سفر ہوئے۔ منچن آباد تحصیل آفس میں ہمارا انتظام کیا جا رہا تھا۔ دوپہر کا پُرتکلف کھانا تحصیلدار منچن آباد نے پیش کیا۔ ایک پٹواری کی ڈیوٹی ہمارے ساتھ لگا دی گئی۔ جو ہمیں جنڈ والا لے کر گیا جیسے ہی ہم جنڈ والا

Scanned with CamScanner

میں داخل ہوئے تو میں نے ڈرائیور کو راستہ بتانا شروع کر دیا۔ پٹواری اور ڈرائیور دونوں حیران ہوئے اور پوچھنے لگے کے سر آپ کو یہاں کی معلومات کیسے حاصل ہوئیں، میں خاموش رہا کیونکہ میں 50 سال پہلے والا ادریس بن چکا تھا۔ تحصیلدار منچن آباد سے طے یہ ہوا تھا کہ حلقہ پٹواری کی رہنمائی میں ہم جنڈ والا وزٹ کر کے واپس منچن آباد آ جائیں گے اور رات منچن آباد ریسٹ ہاؤس میں قیام کریں گے۔ میں ڈرائیور کو دائیں بائیں راستہ بتاتا ہوا پرانی ڈسپنسری کے سامنے لے گیا اور ہم کار سے باہر نکل آئے۔ سامنے ایک بورڈ پر لکھا تھا۔ نمبردار ساڑو کا جنڈ والا۔ میں نے اپنے ہمراہیوں کو بتایا کہ جب میں یہاں تھا اس وقت ڈسپنسری یہاں تھی ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں وہاں کے مکین گھر سے باہر آ گئے۔ سلام دعا کے بعد میں نے کہا اگر آپ کو یاد ہو تو آج سے 50 سال پہلے جنڈ والا سول ڈسپنسری اس گھر میں قائم تھی اور یہ گھر عبدالخالق نمبردار نے ڈسپنسری کے لیے دیا ہوا تھا۔

وہ شخص بولا کہ وہ میرے دادا تھے جو اب وفات پا چکے ہیں۔ اس کے بعد میرے والد صاحب نمبردار بنے وہ بھی فوت ہو گئے اب میرے بڑے بھائی نمبردار ہیں جن کا نام قیصر نمبردار ساڑو کا ہے۔ وہ ہمیں اس گھر کے ساتھ ہی ملحقہ ایک اور بڑے گھر میں لے گیا جس کو یہ لوگ ''ڈیرہ'' یعنی کہ مہمان خانہ کہتے تھے اس نے فون کر کے اپنے بڑے بھائی نمبردار قیصر کو بھی بلوا لیا۔ وہ بھی بڑے اخلاق سے ملا میں نے اسے بتایا کہ میں آج سے 50 سال پہلے آپ کے گھر جو اس وقت ڈسپنسری ہوا کرتا تھا۔ قیام پذیر رہا ہوں اور آج پرانی یادیں تازہ کرنے آیا ہوں۔ مجھے اس علاقے سے ایک اُنس ہے، محبت ہے جنڈ والا نے بھی مجھ سے محبت کی جس کو میں آج تک نہیں بھول سکا۔ ابھی میں کچھ جذباتی گفتگو کر ہی رہا تھا کہ مسجد سے آنے والی اذان کی آواز نے مجھے خاموش کر دیا۔

سردی بہت تھی یہ بہت ہی اداس شام تھی قیصر نے پٹواری سے کچھ پوچھا تو پٹواری نے پٹ سے جواب دیا کہ صاحب منچن آباد ریسٹ ہاؤس واپس جائیں گے۔ جس پر قیصر مچل گیا کہ نہیں رات ہمارے پاس قیام فرما کر صبح جائیں گے۔ میں خود بھی دل سے یہ ہی چاہتا تھا۔ میں نے پٹواری کو حکماً کہا کہ آپ کا شکریہ آپ جا سکتے ہیں۔ ہم قیصر صاحب کی مہمان نوازی سے انکار نہیں کر سکتے اور پھر میں ان کے دادا جان کا مہمان بھی رہا ہوں۔ پٹواری سلام کر کے چلا گیا۔ قیصر بہت خوش ہوا۔ ہم نے بھی بادبان کھول دیے۔ ہمارے میزبان نوجوان تھے جن کا وجود میرے زمانہ اسیری میں نہیں تھا بلکہ ان کے والد محترم جو کہ اس وقت 2/3 سال کے ہونگے اپنے والد نمبردار عبدالخالق کے کندھوں پر سوار ہوتے تھے۔ اس لیے وہ مجھے پہچان نہ سکے۔ صرف اپنی روایتی مہمان داری اور اپنی خاندانی وجاہت کو مدِ نظر رکھے ہوئے تھے اور ہمارے نخرے اٹھا رہے تھے۔ گپ شپ ہوتی رہی پُر تکلف کھانا پیش، کیا گیا۔ آرام دہ بستر نے تمام دن کی تھکاوٹ دور کر دی لیکن بیتے دنوں کی بے کسی، آہ وزاری، تشدد، زور زبردستی،

Scanned with CamScanner

آہنی زیور اور یزید کی یزیدیت آج پچاس سال گزرنے کے باوجود بھی ایسے معلوم ہو رہا تھا جیسے یہ گزرے ہوئے چند دنوں کی بات ہو ان کی یاد ذہن پر سوار ہو کر میرے روحانی زخموں کو جیسے گند دھار نشتر سے کچوکے لگا رہی ہو۔

تفصیل کے لیے مطالعہ کریں۔ ''فرشتے کی ایف آئی آر جلد اول'' 'اپنے پرائے لوگو! دیکھو یہ میرے جسمانی، روحانی زخم ہیں'' سوچ اور بچار میں گم خوشی اور غم کی کیفیت میں رات سوتے جاگتے گزر گئی۔ صبح پُر تکلف ناشتہ پیش کیا گیا میری فرمائش پر خواتین کو پردہ کرا کر ہمیں سابق ڈسپنسری اور میرے قید خانہ والے کمرے کا وزٹ کرایا گیا اور اندر کے حالات کچھ اس طرح تھے۔ ڈسپنسری والی عمارت جس کے ماتھے پر اس کو تعمیر کرنے کی تاریخ و سال 1941ء لکھی ہوئی تھی آج بھی اپنی اصلی حالت میں موجود اور سلامت تھی جو کہ Bed Room کے طور پر استعمال کی جا رہی تھی۔ میرا قید خانے والا کمرہ یعنی کہ عقوبت خانہ جو کہ گرا کر اسی جگہ نیا کمرہ زیر تعمیر تھا اس کے ساتھ ہی ملحقہ ایک کچھ قدرے بڑا کمرہ تھا جو کہ یزید نما شخص کی رہائش تھی وہ بھی اپنی نحوست اور ناپاکی کی خاصیتوں کے ساتھ اپنی اصلی حالت میں موجود تھا۔ صحن اور صحن کے درمیان میرا بنایا ہوا گول اور سطحِ زمین سے ایک فٹ بلند پلیٹ فارم جس کی گولائی میں لگے ہوئے چھوٹے چھوٹے خوبصورت پودے آج بھی موجود تھے۔ مجھے دیکھ کر بے حد روحانی خوشی ہوئی اور میں نے بے اختیاری میں ان پر اپنے ہاتھ پھیر کر اپنی طرف سے پیار کا اظہار کیا جیسے بچے کے سر پر ہاتھ پھیر کر پیار کیا جاتا ہے۔ میری روح نے محسوس کیا جیسے یہ پودے، یہ کمرے، یہ صحن پرنم سے ہیں اور بے زبانی کے باوجود مجھے بذریعہ ٹیلی پیتھی یہ پیغام میرے دماغ کو دے رہے ہوں کہ ادریس تمہارے بغیر ہم بہت اداس رہے لیکن خوش بھی بہت رہے کہ تم یزید نما شخص کو شکستِ فاش دے کر اپنی فتح کے جھنڈے گاڑتے ہوئے اپنے وطن چلے گئے۔ ہم نے یزید کو تڑپتے دیکھا اپنے آپ کو اپنے ہی دانتوں سے ایک پاگل کُتے کی طرح نوچتے دیکھا۔ اپنے ملازموں پر گدھے کی طرح ڈھیچوں ڈھیچوں کر کے سگریٹ پر سگریٹ پھونکتے دیکھا اس کی تڑپن ماہی بے آب سے بھی زیادہ شدت رکھتی تھی اور آج عید کا دن ہے کہ تم زندہ سلامت صحت منداور خوشحال ہمارے سامنے موجود ہو اور ہم تمہارے ہاتھوں کا لمس محسوس کر سکتے ہیں۔

میرے دل و دماغ میں اس قسم کے خیالات، محسوسات ایک فلم کی طرح رواں دواں تھے۔ بہت بوجھل دل سے میں نے اس جگہ اور اپنے ساتھی پودوں کو خیر باد کہا اب ہم اپنے اُستاد محترم مولوی جندوڈا کے گھر اور دکان کی طرف چل پڑے جو کہ وہاں سے زیادہ دُور نہ تھا۔ وہ گلی اسی طرح اسی حالت میں موجود تھی جہاں میں بہت بے کسی کے ساتھ قیدیوں کی طرح چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کر چلتا ہوا مولوی صاحب کی دکان تک قرآن مجید پڑھنے جاتا تھا۔ آج بھی ان کی دکان اور مکان کے کھنڈرات موجود ہیں۔ ان کی اور اماں جان کی یاد نے میرے دل و دماغ کو

Scanned with CamScanner

بہت دُکھی کر دیا۔ میری آنکھوں کو پُرنم کر دیا۔ میں ان کھنڈرات کے سامنے کھڑا عبدالغفار بھائی کو یادِ رفتہ سے آگاہ کر رہا تھا کہ ساتھ والے مکان سے ایک دیہاتی عورت نکل کر ہمارے سامنے آ کر کھڑی ہوگئی۔ ایک دو سیکنڈ کے بعد ایک آدمی بھی آ گیا پھر ایک موٹر سائیکل آیا اس پر ایک بوڑھا آدمی اپنے بیٹے کے ساتھ آیا تھا کچھ اور عورتیں آدمی بھی آ گئے۔

پہلی عورت مجھے گھورتے گھورتے بولی کیا تم ادریس ہو؟ میں نے کہا جی میں ادریس ہی ہوں وہ بولی مجھے پہچانا۔ میں نے کہا نہیں بولی میں سکینہ ہوں یہ میرا خاوند حنیف ہے۔ میں نے کہا کچھ اور بتاؤ میں نے ابھی تک آپ دونوں کو نہیں پہچانا وہ بولی ہم سب اکٹھے مولوی صاحب سے سپارہ پڑھتے تھے اکٹھے کھیلتے تھے۔ جبکہ تمہارے بھائی نے تمہیں قید کیا ہوا تھا۔ تم چھپڑ میں ڈوبنے لگے تھے ہم سب نے مل کر تمہیں بچایا تھا۔ میں نے اتنا شور مچایا تھا کہ لڑکے مجبور ہو گئے تھے سب نے اونٹ جتنے گہرے پانی میں چھلانگیں لگا دیں اور تمہیں بیہوشی کی حالت میں پانی سے نکال لائے تھے۔ تم اتنے بے وفا ہو کہ اب ہمیں پہچان بھی نہیں سکتے۔ میں نے بہت عزت احترام سے جواب دیا کہ میں آج تک آپ سب کا احسان مند ہوں اور اللہ تعالیٰ کے بعد یہ زندگی آپ لوگوں کی بخشی ہوئی ہے لیکن میری یادداشتوں پر 50 سالوں کی دھول پڑی ہوئی ہے۔ جو کہ آہستہ آہستہ آپ لوگوں کی محبت بھری باتوں سے صاف ہو رہی ہے۔ میں آپ سب کا احسان مند ہوں اور رہوں گا میں آپ کو پہچان چکا ہوں جو بوڑھا آدمی اپنے بیٹے کے ساتھ موٹر سائیکل پر آیا تھا، وہ بولا، میں بھی آپ کے ساتھ مولوی صاحب کے پاس پڑھتا تھا۔ آپ نے میرے منہ پر گھونسا مارا تھا مجھے اب تک یاد ہے۔ مجھے دیگر لوگوں سے پتہ چلا تھا کہ آپ نمبرداروں کے پاس آئے ہیں تو میں بے چین ہو کر آپ سے ملنے آ گیا۔ میں نے اسے گلے لگا لیا اور اس کا شکریہ ادا کیا۔

جب میں نے واپس جانے کی اجازت چاہی تو سکینہ نے میری کلائی مضبوطی سے پکڑ لی بولی تم نہیں جا سکتے پہلے میرے گھر چلو میرے بچوں سے ملو۔ پاس کھڑے ہوئے آدمی کی طرف اشارہ کیا۔ یہ میرا خاوند ہے وہ میرا بیٹا ہے وغیرہ وغیرہ۔ پھر بولی جب تک اماں زندہ رہی وہ تمہیں بہت یاد کرتی تھی رو رو کر تمہارے لیے دعائیں کرتی تھی۔ میں اس کی خدمت پر مامور تھی۔ اس دوران اماں نے کس طرح یہاں سے نکلنے میں تمہاری مدد کی۔ اس نے ایک ایک بات مجھے بتا دی تھی اور کہا تھا کہ اگر کبھی میرا بیٹا ادریس آ جائے تو اس کو بتانا کے تمہاری اماں تمہیں یاد کرتی اور دعائیں دیتی اس دنیا سے رخصت ہوگئی تھی۔ سکینہ کے ساتھ میں بھی آبدیدہ ہو چکا تھا میں نے بہت منت سماجت کر کے دوبارہ آنے کا وعدہ اور ان کے پاس قیام کرنے کا وعدہ کر کے رخصت چاہی جو کہ نیم دلی سے مل گئی۔ پھر میں عبدالغفار بھائی کو اس چھپڑ تک لے گیا جس میں سے مجھے بیہوشی کی کیفیت میں نکالا گیا تھا۔ چھپڑ اسی حالت میں

Scanned with CamScanner

جوں کا توں موجود تھا اور کچھ عورتیں اس کے کنارے پر بیٹھی کپڑے دھو رہی تھیں۔ فرق صرف اتنا تھا کہ اس کی گہرائی اب کم ہو چکی تھی اور اس کے اردگرد کا جنگل لہلہاتے ہوئے کھیتوں میں تبدیل ہو چکا تھا۔ اس کے کنارے پر کھڑے ہو کر میرے ہمرائیوں نے پُر زور فرمائش کر کے چھپڑ میں ڈوبنے اور پھر لڑکوں کی وہ کوشش جس کے نتیجے میں میری جان بچ گئی۔ میری زبانی وہ مندرجات بہت غور سے سنے اور اس کی سچائی پر اپنی مُہر ثبت کی یہ میری خوش قسمتی ہے جبکہ عبدالغفار بھائی تو سچ ہو یا جھوٹ ہو مجال ہے کہ اچھے کو اچھا اور بُرے کو بُرا کہہ جائیں۔

ہم اپنے میزبانوں کی اجازت سے واپسی کے سفر پر گامزن ہو گئے موسم ابر آلود تھا دھیرے دھیرے چلنے والی ہوا نے ٹھنڈک میں بے پناہ اضافہ کر دیا تھا۔ مینہ (بارش) بھی ہیر کے خوبصورت نینوں سے چھم چھم برسنے والی برسات کی طرح مست خرامی سے برسنا شروع ہو گئی تھی اس کے باوجود عبدالغفار بھائی مصر تھے کہ مہار والی سے ہو کر بہاولپور کا سفر اختیار کریں گے۔ میں بھی بھائی صاحب کا ذوق شوق دیکھ کر ان کے حکم کے سامنے سرنگوں ہو گیا اور نمازِ عصر کے بعد وقت تک ہم مہار والی میں داخل ہو گئے۔ سیدھے سابقہ قید خانے کی طرف گئے وہ ہی ماحول وہ ہی وحشت اس پر بارش کی وجہ سے جل تھل، پھسلن، گوبر کی ناگوار بدبو چار سُو پھیلی ہوئی۔ ہم نہ کسی سے ملے نہ کسی کو ہمارے آنے کی خبر ہوئی صرف قید خانہ نما مکان کے مکینوں سے ہم نے جو درخواست کی وہ انہوں نے کمال فراخدلی سے منظور کر کے ہمیں مکان میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ جس کی تفصیل اسی باب میں ''دوسری گواہی'' کے نام سے شاملِ مضمون کر دی گئی ہے۔ اس لیے دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد سفر جاری رکھے ہوئے اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم کے سائے میں ہم بخیریت رات 10 بجے بہاولپور اپنے مسکن پر پہنچ گئے۔ الحمدوللہ رب العالمین میں نے دوسرے روز بھائی عبدالغفار صاحب سے پوچھا کیا آپ کو یقین آ گیا ہے کہ میری کتاب لفظ بہ لفظ سچ ہے اگر کبھی ضرورت محسوس ہوئی تو کیا آپ گواہی دیں گے کہ میں نے موقع جات پر جا کر خود ان واقعات کی تصدیق کی ہے۔ تو انھوں نے سینے پر ہاتھ رکھ کر بابانگِ دہل کہا اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی جو میں نے دیکھا محسوس کیا اور موقع پر جو لوگوں سے سُنا آپ جب اور جہاں پر چاہیں میرا بیان دلوا سکتے ہیں۔ میں اپنے ضمیر کی آواز پر حق اور سچ کا ساتھ دونگا۔ عبدالغفار بھائی: ''جزاک اللہ خیر، احسان الجزا''، ''کثیرا''

بقول شاعر:

نہ یزید کی وہ جفا رہی نہ زیاد کا وہ ستم رہا
جو رہا تو نام حسینؓ کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

Scanned with CamScanner

چوتھی گواہی:

عالی مرتبت مسٹر جسٹس (ر) فرخ محمود ملک نے مجھے بتایا کہ ایک روز وہ اپنے کسی عزیز کے گھر گئے ہوئے تھے۔ جہاں پر ایک شخص کا تعارف ان سے ڈاکٹر قدیر کے نام سے کرایا گیا۔ ملک صاحب نے کہا ایک کتاب جس کا نام ''فرشتے کی ایف آئی آر'' ہے میرے زیر مطالعہ رہی ہے جس میں آپ کے ظلم وستم کا بہت تفصیل سے ذکر ہے کیا یہ سچ ہے؟ جس پر موصوف آئیں، بائیں شائیں کرتے رہے اور کوئی معقول جواب نہ دے سکے بلکہ شرم سار ہوگئے۔ ملک صاحب کو یہ باور ہوگیا کہ کتاب کے مندرجات سچ پر مبنی ہیں۔ مزید انھوں نے فرمایا اگر آپ اسی کتاب کے سلسلے میں کوئی تقریب منعقد کریں تو مجھے ضرور مدعو کریں میں بیان کرونگا کہ سچ کیا ہے؟ انہوں نے انسانیت کے ناطے مزید کہا کہ اب میں آپ کی سچائی بیان کرنے سے گریز نہیں کرونگا۔ ملک صاحب میں تمام عمر آپ کا احسان مند رہوں گا آپ نے میرے رستے ہوئے ناسور پر اپنی رحم دلی اور انسانیت سے محبت کا مرہم رکھا ہے۔ جزاک اللہ خیرا احسان الجزا۔ ''کثیرا''

پانچویں گواہی:

عالی مرتبت جسٹس محمد نسیم چودھری، لاہور ہائی کورٹ لاہور جو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بقید حیات ہیں جب میں نے ان کو اپنی کاوش کا مسودہ تبصرہ لکھنے کے لیے پیش کیا تو وہ حیران رہ گئے۔ انہوں نے نہ صرف تبصرہ لکھا جو کہ ''فرشتے کی ایف آئی آر جلد اول'' کا حصہ ہے بلکہ مجھے اپنے چیمبر میں طلب کر کے پوچھا کہ اگر آپ چاہیں تو آپ کی کتاب کو رِٹ پٹیشن میں بدل دیتا ہوں اور قانون کے مطابق جو بھی جرم پایا جائیگا اس کے مطابق کیس رجسٹرڈ کرنے کے بعد کارروائی عمل میں لائی جاسکتی ہے۔ میں نے کہا سر 50 سال پہلے کے واقعات ہیں ابھی میں کچھ اور کہنے کے عمل میں ہی تھا کہ انہوں نے سردار محمد اسلم افغان ایڈووکیٹ کو مخاطب کر کے کہا کہ سردار صاحب! آپ ادریس احمد آفتاب کو بتائیں کہ جرم کبھی بھی اپنا منطقی عمل مکمل کرنے سے پہلے ختم نہیں ہوتا اگر چہ کہ 100 سال بھی گزر جائیں تو بھی سزا کی تلوار گردن پر لٹکتی رہتی ہے۔ ابھی سردار صاحب مجھے کچھ کہنے ہی لگے تھے کہ میں نے جج صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ''مائی لارڈ مجھے صرف دو ہی لمحے عطا کر دیں۔ بات اس سے بھی مختصر ہوگی۔'' انہوں نے نہایت دل آویز مسکراہٹ سے مہربانی فرمائی اور کہا آپ جو کچھ بھی کہنا چاہتے ہیں بلا کم وکاست بیان کریں لیکن یہ یاد رہے آپ کا کہا ہوا ہر لفظ عدالتی کارروائی کا حصہ ہوگا جس میں سے قانون اپنا راستہ متعین کرے گا۔

Scanned with CamScanner

میں عدالتِ عالیہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنا ماضی الضمیر بیان کرنے لگا۔

اور دیگر باتوں کے علاوہ میں نے قابلِ احترام عدالت کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کروائی کہ اس کتاب کا ایک ایک لفظ سچا ہے لیکن مجرم کی اور میری ولدیت اور والدہ ماجدہ کا نام مشترکہ ہے۔ میری زندگی کا عملی تجربہ اور جو کچھ بھی پڑھا ولکھا یا سیکھا ہے اس کے مطابق انسان کو Creative ہونا چاہیے۔ ''تعمیری سوچ رکھنی چاہیے۔'' ورنہ اللہ تعالیٰ کے جمال میں حصہ نہیں ملتا۔

اور حرفِ آخر کے طور پر میں نے اپنے دماغی فتور کا اظہار کچھ اس طرح کیا کہ مائی لارڈ میں Genealogical Table (حسب نسب) کے ہاتھوں مجبور ہوں جو کہ بے حد Reverence (واجب التعظیم) ہے اس لیے میں اس قسم کے Im Provident (ناعاقبت اندیش) شخص کے خلاف کارروائی کر کے اپنے آپ کو اور اپنے خاندان کو اس Irrational (نامعقول) شخص کے برابر نہیں کھڑا کرنا چاہتا اور میں چاہتا ہوں کہ تمام عمر اور اس کے بعد بھی یہ اپنے ضمیر کی جلن اور پچھتاوے کی آگ میں جلتا رہے۔ عدالتِ عالیہ کمال مہربانی اور شفقت سے مجھے سُنتی رہی۔ جب میں اور سردار اسلم خان جج صاحب کے چیمبر سے باہر برآمدے میں چلتے ہوئے واپس آ رہے تھے تو سردار صاحب نے میرا ماتھا چوم لیا میری بُردباری، صبر اور خاندانی وقار کو پیشِ نظر رکھنے کے لیے بہت سی دعائیں دیں اور مجھے حکماً کہا جب مسودہ مسٹر جسٹس محمد نسیم چودھری واپس کریں تو مجھے دے کر جانا کیونکہ میں محسوس کر رہا ہوں مجھے بھی پیش لفظ کے طور پر کچھ نہ کچھ لکھنا چاہیے کیونکہ احمد پور لمہ سے میں آپ کے والد محترم کو جانتا ہوں جبکہ میں F.A کا طالب علم تھا اور ان کا لکھا ہوا تبصرہ ''فرشتے کی ایف آئی آر'' جلد اول کا حصہ ہے۔ اب جب کہ سردار محمد اسلم خان ایڈووکیٹ ہائی کورٹ وفات پا چکے ہیں مگر جسٹس (r) محمد نسیم چودھری ماشاءاللہ زندہ سلامت موجود ہیں۔ دعا گو ہوں کہ خالقِ حقیقی ان کی عمر دراز فرمائے۔ آمین! ثمہ آمین۔

چھٹی گواہی:

میری چچازاد بہن شاہدہ سلطانہ ایک پڑھی لکھی خاتون ہیں عرصہ دراز تک درس و تدریس کے فرائض سرانجام دینے کے بعد آجکل ریٹائرڈ زندگی بسر کر رہی ہیں انہوں نے بہت ذوق شوق سے کتاب فرشتے کی ایف آئی آر جلد اول کا مطالعہ کرنے کے بعد کہا کہ اس کتاب میں لکھے گئے اکثر واقعات کا میں پہلے سے ہی علم رکھتی ہوں کچھ واقعات میرے علم میں نہ تھے مگر میں تمام واقعات کو سچا مانتی ہوں جو کہ ہر قسم کی تصنع و بناوٹ سے مبرا ہیں۔ شکریہ بہن آج سچ کو سچ کہنا بھی ایک جہاد ہے۔

Scanned with CamScanner

ساتویں گواہی:

میرا بھانجا عطاء الرحمٰن خان المعروف خان صاحب نے اپنی والدہ محترمہ یعنی کہ میری ہمشیرہ آپا زبیدہ مرحومہ جو کہ اس وقت بقید حیات تھیں کو کتاب کے کچھ مندرجات پڑھ کر سنائے اور پوچھا امی جان کیا واقعی ہی ماموں ادریس پر ایسا ظلم کیا جاتا رہا ہے تو انہوں نے کہا ہاں یہ سچ ہے۔ مگر اپنی عمر کے لحاظ سے میں بے بس تھی جس پر خان کی آنکھیں پُرنم ہو گئیں اور اس بچے نے فون کر کے مجھے بتایا کہ امی جان نے تصدیق کر دی ہے کہ تمہارے ماموں نے سچ لکھا ہے۔

شکریہ! آپا زبیدہ مرحومہ عبدالرحمٰن راجہ صاحب، عطاالرحمٰن خان صاحب

آٹھویں گواہی:

میری سب سے بڑی ہمشیرہ آپا خالدہ مرحومہ جو کہ اس وقت بقیدِ حیات تھیں مگر اب رحلت فرما کر جنت مکانی ہو چکی ہیں۔ آپا خالدہ صاحبہ میری سب سے بڑی ہمشیرہ تھیں جب ان کی شادی ہوئی تو میں صرف ایک سال کا تھا۔ بہت شفیق مہربان، مہمان نواز مزاج میں غصہ اور جھوٹ نہ بولنے کی دولت سے مالا مال تھیں۔ مدِ مقابل چاہے کوئی بھی ہو انہوں نے سچ بات اس کے منہ در منہ ہی کہنی ہے۔ آپا صاحبہ اپنے بچوں سمیت ساہی وال میں قیام پذیر تھیں کہ بعمر تقریباً 98 سال 2/3 ماہ پہلے رحلت فرما گئیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ آپا صاحبہ کو اپنی جوارِ رحمت میں اہم مقام عطا فرمائے۔ جب وہ رحلت فرما گئیں تو ایسا محسوس ہوا کہ آج میری والدہ ماجدہ ایک بار پھر سے رحلت فرما گئیں ہیں۔ مجھے آج جتنا بھی کلام پاک زبانی یاد ہے۔ یہ ان کی کاوش اور اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ چند سال پہلے وہ اپنے بڑے فرزند طارق ایوب کے ہمراہ میرے پاس تشریف لائیں تھیں ان دنوں میں اپنی پہلی تصنیف ''فرشتے کی ایف آئی آر جلد اول'' کے مسودے پر کام کر رہا تھا۔ میرے سامنے آپا صاحبہ تشریف فرما تھیں۔ ان کے ساتھ طارق ایوب بیٹھا تھا۔ میں نے مسودے میں سے چیدہ چیدہ ابواب سے اقتباسات پڑھ کر آپا صاحبہ کو سنائے تو وہ خاموشی سے سُنتی رہیں۔ کبھی کبھی اپنے دوپٹے سے پُرنم آنکھیں صاف کر لیتیں جب میں نے اپنی چشمِ تر صاف کر کے ان کی طرف دیکھا تو بہن اور بھائی کا ایک جیسا حال تھا۔ معاملے کو زیادہ گھمبیر دیکھ کر وہ بہت آہستہ سے بولیں کہ یہ کتابوں کے دفتر لکھنا ضروری تھے کیا؟

میرا بھانجا طارق ایوب درمیان میں فوراً بول اٹھا امی جان! آپ یہ بتائیں کہ ماموں جان نے جو کچھ پڑھ کر سنایا ہے کیا وہ سب سچ ہے وہ بولیں ہاں یہ سب سچ ہے مگر میں کتاب لکھنے کے حق میں نہیں ہوں۔ طارق ایوب پھر بول اٹھا امی جان! آپ بڑی بہن ہیں اور تھیں آپ نے اس ظلم اور زیادتی کو روکا کیوں نہیں؟ آپا جان نے بیٹے کو

Scanned with CamScanner

جوتی دکھاتے ہوئے کہا: بتاؤں پھر کیوں نہیں روکا۔ بیٹے نے اپنی امی جان سے کہا: نہیں نہیں امی جان پھر کبھی بتا دیجیے گا اب مناسب جگہ اور وقت نہیں ہے اور اس طرح بات مذاق میں داخل ہو کر دَب گئی۔ شکریہ! آپا جان۔

نویں گواہی:

میری دوسری بڑی بہن آپا شافیہ صاحبہ جو کہ بعمر 90 سال اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے زندہ سلامت ہیں۔ جب میرے بھانجے عطاالرحمٰن المعروف خان صاحب نے ان سے ان تمام مندرجاتِ کتاب کی تصدیق چاہی تو انہوں نے یہ کہہ کر بات ختم کر دی کہ بیٹا تمام واقعات، وحالات 100% صحیح ہیں مگر کتاب لکھنے کی اب کیا ضرورت پیش آ گئی ہے اس سے معاملات اور خرابی کی طرف جائیں گے۔ جبکہ آپا جان خود بے حد رحم دل، بہت دھیمے لہجے کی خاتون ہیں۔ گیارہ مرتبہ کی الحاج ہیں۔ نہایت عبادت گذار اور سخی ہیں۔ غریبوں کی مشکلات کا مداوا کرنے میں بہت دلچسپی لیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خوشحالی عطا فرما رکھی ہے۔

آپا صاحبہ کی اپنی اولاد نہیں ہے ہمارے بچے ہی ان کی اولاد ہیں۔ اللہ آپا جان کو بہت اچھی صحت اور لمبی عمر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

دسویں گواہی:

بریگیڈیئر انعام الحق مرحوم اور شفقت ریز ربانی مرحوم دونوں قابلِ احترام مرحومین 2012 میں بالترتیب ککے زئی ایسوسی ایشن پاکستان کے صدر اور سیکرٹری تھے کیونکہ میری قوم اور قبیلہ بھی ککے زئی ہے۔ ''جس کا تفصیلی ذکر آئندہ کے ابواب میں آئیگا''۔ اس لیے میرا دونوں حضرات سے عزت احترام اور پیار کا رشتہ عرصہ دراز سے قائم تھا جب ان کو میری تصنیف ''فرشتے کی ایف آئی آر'' جلد اول کا باتوسط سنگِ میل پبلی کیشن لاہور سے علم ہوا تو بذریعہ فون گلہ شکوہ کرنے کے بعد حکم صادر کیا گیا کہ اگر بذریعہ کوریئر سروس دو روز کے اندر ہم دونوں کو عالی جناب کی تصنیف وصول نہ ہوئی تو ہم دونوں آپ کے پاس بذریعہ ہوائی جہاز آ رہے ہیں اور تمام TA/DA، دیگر اخراجات بھی آپ سے وصول کیے جائیں گے۔ میں نے دنوں اصحاب کی محبت اور دلچسپی دیکھتے ہوئے اسی وقت بذریعہ کوریئر کتب روانہ کر دیں۔ دونوں حضرات کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد نہ صرف حیران ہوئے بلکہ انہوں نے بذریعہ فون پریشانی اور پشیمانی کا اظہار بھی کیا مجھے بعد میں شفقت ریز ربانی مرحوم نے بتایا کہ میں نے اور بریگیڈیئر صاحب نے اپنے آفس کے ذرائع استعمال کرتے ہوئے کتاب میں لکھے ہوئے ناقابلِ یقین واقعات کی تصدیق کرائی جو کہ 100% سچ ثابت ہوئی جس پر اکثر بریگیڈیئر صاحب غصہ میں آ جاتے ایک روز جذباتی کیفیت میں فرمانے لگے کاش بہاولپور پوسٹنگ کے دوران مجھے یہ کتاب مل جاتی تو میں دیکھتا یہ کون ہلاکو خاں ہے؟

Scanned with CamScanner

میں دنوں مرحومین کے لیے ہمیشہ دعا گو رہوں گا اور اللہ تعالیٰ دونوں کی مغفرت فرمائے اور اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین ثمہ آمین اور میں ان دونوں فرشتہ سیرت دوستوں کا شکر گزار ہوں جنہوں نے میرا درد محسوس کیا۔فون پر فون کر کے میری دلجوئی کی اور ہر طرح کی مدد کی آفر کی جبکہ آجکل کے زمانے کے ماحول میں تو؟ بس اس شعر پر اس باب کا اختتام کرتا ہوں۔ بقول شاعر

''انسان انسانوں کو ڈس رہے ہیں''
اور سانپ بیٹھے ہنس رہے ہیں
کم ظرف ہی ٹانگیں کھینچتے ہیں
اعلیٰ ظرف تو ہمیشہ ہاتھ پکڑتے ہیں
سہارا دیتے ہیں
ساتھ نبھاتے ہیں
جیسے کے سونا نرم ہو کر زیور بنتا ہے
مٹی نرم ہو کر کھیت بنتی ہے
آٹا نرم ہو کر روٹی بنتا ہے اور آدمی کا دل نرم ہو تو انسان بنتا ہے۔

تاریخی لحاظ سے فرعون اور شداد کی مثالیں آپ کے سامنے ہیں جو کہ روحانی طور پر کسی بھی انسان کو انسانیت سکھانے کے لیے ایک سبق کی حیثیت رکھتی ہیں لیکن صرف انسان کو؟ حیوان نما انسانوں کے لیے اللہ تعالی نے جہنم بہت وسیع وعریض کر رکھی ہے۔

بقول شاعر:

تمنا سر بلندی کی ہمیں بھی تنگ کرتی ہے
مگر ہم دوسروں کو روند کر اونچا نہیں ہوتے

اللہ رب العزت فرماتے ہیں جب کوئی بھی شخص جھوٹ بولے، امانت میں خیانت کرے، وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اگر اختلاف ہو جائے تو آپے سے باہر ہو جائے تو ایسا شخص بہت بڑا اور پکا منافق ہے۔ چاہے وہ نماز، روزہ، حج اور دیگر عبادات کا پابند ہی کیوں نہ ہو۔

اب میں دو انسانوں کا موازنہ پیش کرونگا ایک حیوان نما اور میٹرک میں دو مرتبہ کا نقل مارنے کی وجہ سے نکالا گیا + جواری + سگریٹ کا عادی لڑائی جھگڑا غنڈہ گردی جس کا شیوہ بڑی مشکل سے سیکرٹری ہیلتھ کرنل ثناء جو کہ

Scanned with CamScanner

ہمارے والدِ محترم کے چچازاد بھائی تھے کے احسان اور مہربانی کی وجہ سے ڈسپنسر کلاس جس کو اس وقت کمپوڈر کلاس بھی کہا جاتا تھا۔ پاس کرنے کے بعد دیہاتی ڈسپنسریوں میں انچارج ڈسپنسری کے طور پر تعینات ہوکر ڈاکٹر کہلوانے لگ گیا۔ دوسرا شخص دنیا کی ایک اہم اور اپنی نوعیت کی واحد شخصیت ہے جو کہ نہ لکھ سکتا تھا نہ پڑھ سکتا تھا اس کو کیپ ٹاؤن میڈیکل یونیورسٹی نے ماسٹر آف میڈیسن کی اعزازی ڈگری عطا کی۔ جس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔ جو کہ منقول کی جارہی ہے۔

کیپ ٹاؤن ساؤتھ افریقہ کی میڈیکل یونیورسٹی کو طبی دنیا میں ممتاز مقام حاصل ہے دنیا کا پہلا بائی پاس آپریشن اسی یونیورسٹی میں ہوا تھا اسی یونیورسٹی نے چند سال پہلے ایک ایسے شخص کو جو کہ نہ صرف سیاہ فام تھا بلکہ نہ لکھنا جانتا تھا اور نہ ہی پڑھنا جانتا تھا جس کا نام ''ہملٹن'' تھا کو ''ماسٹر آف میڈیسن'' کی اعزازی ڈگری عطا کی۔ مسٹر ہملٹن نے نہ تو کبھی اسکول کا منہ دیکھا نہ وہ لکھ سکتا ہے اور نہ ہی وہ پڑھ سکتا تھا۔ لیکن 2003ء کی ایک صبح دنیا کے مشہور سرجن پروفیسر ڈاکٹر ڈیوڈ ڈیسنٹ نے یونیورسٹی کے آڈیٹوریم میں اعلان کیا اور کہا کہ آج ہم ایک ایسے شخص کو میڈیسن کی اعزازی ڈگری دے رہے ہیں جس نے ''دنیا'' میں سب سے زیادہ سرجن پیدا کیے۔ جو ایک غیر معمولی استاد اور ایک حیران کن سرجن ہے اور جس نے میڈیکل سائنس میں انسانی دماغ کو حیران کر دیا۔

اس اعلان کے ساتھ ہی پروفیسر ڈیوڈ ڈیسنٹ نے(Naki Hamilton) ''ہلمٹن'' کا نام لیا جس پر پورے آڈیٹوریم نے کھڑے ہوکر ہملٹن کا استقبال کیا۔ یہ یونیورسٹی کی تاریخ کا سب سے بڑا استقبال تھا۔ ہملٹن کی زندگی کی کہانی کچھ اس طرح سے ہے۔ یہ شخص کیپ ٹاؤن کے ایک دور دراز گاؤں ''سنیٹانی''(Centani) میں پیدا ہوا۔ اس کے والدین چرواہے تھے وہ بکری کی کھال پہنتا تھا اور پہاڑوں میں سارا دن ننگے پاؤں گھومتا پھرتا تھا۔ ابھی یہ بچہ ہی تھا کہ اس کا والد بیمار ہوگیا جس کی وجہ سے یہ بکریاں چھوڑ کر کیپ ٹاؤن آ گیا ان دنوں کیپ ٹاؤن یونیورسٹی میں تعمیرات جاری تھیں وہ یونیورسٹی میں مزدور بھرتی ہوگیا۔ اس کو مزدوری کے عوض جو رقم ملتی تھی وہ گھر بھجوا دیتا اور خود چنے چبا کر کھلے گراؤنڈ میں سو جاتا تھا وہ برسوں یونیورسٹی میں مزدور کی حیثیت سے کام کرتا رہا جب تعمیرات کا سلسلہ ختم ہوا تو وہ یونیورسٹی میں مالی بھرتی ہوگیا۔ اسے یونیورسٹی میں ٹینس کورٹ کی گھاس کاٹنے کا کام ملا۔ وہ روز ٹینس کورٹ جاتا اور گھاس کاٹنا شروع کر دیتا وہ تین برس تک یہ کام کرتا رہا۔ پھر اس کی زندگی میں ایک عجیب موڑ آیا اور وہ میڈیکل سائنس کے مقام تک جا پہنچا جہاں پر دنیا بھر سے آج تک کوئی اور نہ پہنچ سکا یہ ایک نرم اور گرم صبح تھی ''پروفیسر رابرٹ جونز'' زرافے پر تحقیق کر رہے تھے وہ یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ جب زرافہ پانی پینے کے لیے گردن جھکاتا ہے تو اسے غشی کا دورہ کیوں نہیں پڑتا۔ انہوں نے ایک زرافہ بیہوش کر کے ٹیبل پر لٹایا جوں ہی

Scanned with CamScanner

آپریشن شروع ہوا زرافے نے گردن ہلا دی چنانچہ انہیں ایک ایسے مضبوط شخص کی ضرورت پڑ گئی جو آپریشن کے دوران زرافے کی گردن جکڑ کر رکھے پروفیسر آپریشن تھیٹر سے باہر آیا تو ہملٹن کو دیکھا جو گھاس کاٹ رہا تھا۔ پروفیسر نے دیکھا کہ وہ مضبوط قد کاٹھ کا صحت مند جوان ہے انہوں نے ہملٹن کو اشارے سے بلایا اور اسے زرافے کی گردن پکڑنے کا حکم دیا ہملٹن نے گردن پکڑ لی۔ یہ آپریشن آٹھ گھنٹے جاری رہا اس دوران ڈاکٹرز چائے کافی کے وقفے کرتے رہے۔ لیکن ہملٹن زرافے کی گردن تھام کر کھڑا رہا جب آپریشن ختم ہوا تو وہ چپ چاپ باہر نکلا اور جا کر گھاس کاٹنا شروع کر دی۔ دوسرے روز پروفیسر نے اسے دوبارہ بلایا وہ آیا اور زرافے کی گردن پکڑ کر کھڑا ہو گیا اس کے بعد یہ اس کی روٹین بن گئی وہ یونیورسٹی آتا آٹھ دس گھنٹے آپریشن تھیٹر میں جانوروں کو پکڑتا اس کے بعد وہ ٹینس کورٹ کی گھاس کاٹنے لگتا وہ کئی ماہ دوہرا کام کرتا رہا مگر اضافی معاوضہ طلب نہ کیا اور نہ ہی کوئی شکوہ شکایت کی جس کی وجہ سے پروفیسر رابرٹ جونز اس کی استقامت و اخلاص سے بہت متاثر ہوا اور اس کو لیب اسسٹنٹ بنا دیا ہملٹن کی پروموشن ہو گئی اب وہ یونیورسٹی آتا آپریشن تھیٹر پہنچتا اور سرجنوں کی مدد کرتا یہ سلسلہ بھی برسوں جاری رہا۔

اس کی زندگی میں ایک اور اہم موڑ آیا جب ڈاکٹر برناؤ 1958ء میں یونیورسٹی آئے اور انہوں نے دل کی منتقلی کے آپریشن شروع کر دیئے "Naki Hamilton" ان کا اسسٹنٹ بن گیا وہ ڈاکٹر برناڈ کے کام کو غور سے دیکھتا رہتا ان آپریشنوں کے دوران وہ اسسٹنٹ سے ایڈیشنل سرجن بن گیا۔ اب ڈاکٹر آپریشن کرنے کے بعد اسے ٹانکے لگانے کا فریضہ سونپ دیتے وہ انتہائی شاندار ٹانکے لگاتا تھا اس کی انگلیوں میں صفائی اور تیزی تھی اس نے ایک دن میں پچاس پچاس مریضوں کو ٹانکے لگائے وہ آپریشن تھیٹر میں کام کرتے ہوئے سرجنوں سے زیادہ انسانی جسم کو سمجھنے لگا چنانچہ بڑے ڈاکٹروں نے جونیئر ڈاکٹروں کو سکھانے کی ذمہ داری بھی ہملٹن کو سونپ دی۔ اب وہ جونیئر ڈاکٹروں کو آپریشن کی تکنیکس سکھلانے لگا وہ آہستہ آہستہ یونیورسٹی کی اہم ترین شخصیت بن گیا وہ میڈیکل سائنس کی اصلاحات سے ناواقف تھا لیکن وہ دنیا کے بہترین سرجنز سے زیادہ بہتر سرجن تھا۔ اس کی زندگی میں تب اہم ترین موڑ آیا جب جگر پر تحقیق شروع ہوئی۔ 1970ء میں جگر کے ایک آپریشن کے دوران جگر کی ایک ایسی شریان کی نشانی دہی کر دی جس کی وجہ سے جگر کی منتقلی ممکن ہو گئی بلکہ آسان ہو گئی۔ اس کی اس نشاندہی نے میڈیکل سائنس کے بڑے دماغوں کو حیران کر دیا۔ آج جب دنیا کے کس بھی کونے میں کسی بھی شخص کے جگر کا آپریشن ہوتا ہے اور جب مریض آنکھ کھول کر روشنی کو دیکھتا ہے تو اس کامیاب آپریشن کا ثواب براہ راست نکی ہملٹن کو بھی جاتا ہے کیونکہ اس کا محسن "نکی ہملٹن بھی ہوتا ہے نکی ہملٹن نے یہ مقام اخلاص اور استقامت سے حاصل کیا وہ پچاس

Scanned with CamScanner

برس کیپ ٹاؤن یونیورسٹی سے وابستہ رہا ان پچاس برسوں میں اس نے کبھی چھٹی نہیں کی وہ رات تین بجے گھر سے نکلتا تھا 14 میل پیدل چل کر یونیورسٹی پہنچتا اور ٹھیک چھ بجے تھیٹر میں داخل ہو جاتا لوگ اس کی آمدورفت سے اپنی گھڑیاں ٹھیک کرتے تھے ان پچاس برسوں میں اس نے کبھی تنخواہ میں اضافے کا مطالبہ نہیں کیا۔

اس نے کبھی اوقات کار کی طوالت اور سہولتوں میں کمی کا شکوہ نہیں کیا پھر اس کی زندگی میں وہ وقت بھی آیا جب اس کی تنخواہ اور مراعات یونیورسٹی کے وائس چانسلر سے زیادہ تھیں۔ اس کو وہ اعزاز ملا جو آج تک میڈیکل سائنس کے کسی شخص کو نہیں ملا۔ وہ میڈیکل ہسٹری کا پہلا اَن پڑھ استاد اور ان پڑھ سرجن تھا جس نے اپنی زندگی میں تیس ہزار سرجنوں کو ٹریننگ دی وہ 2005ء میں فوت ہوا تو اسے یونیورسٹی میں دفن کیا گیا۔ اس کے بعد یونیورسٹی سے پاس آؤٹ ہونے والے سرجنوں کے لیے لازم قرار دے دیا گیا کہ وہ ڈگری لینے کے بعد اس کی قبر پر جائیں تصویر بنوائیں اور عملی زندگی میں داخل ہو جائیں میں نے موازنہ پیش کیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہر نوجوان کو کام تلاش کرنا چاہیے۔ ملازمت نہیں، بے ایمانی نہیں، مراعات نہیں، کرپشن کسی بھی شکل میں نہیں، کام کو کام سمجھ کر عبادت کا درجہ دے کر کرنا چاہیے۔ ملازمت تو سبھی کر لیتے ہیں لیکن وہ سب ناکام ہیں اور کرپٹ ہیں ایک ان پڑھ سرجنوں کا سرجن بن گیا صرف کام کی وجہ سے ملازمت تو اس کے پاس تھی لیکن اس نے کام کو کام اور عبادت سمجھ کر کیا اور دنیا و آخرت میں فلاح پا گیا۔ ایک دوسرا شخص جو یہاں بھی اور آخرت میں اپنی ملازمت، کرپشن اور آوارگی کی وجہ سے فنا ہو گیا۔ میں یہاں پر بحیثیت مسلمان ایک یونیورسٹی بلکہ دنیا کی پہلی یونیورسٹی جس کو دنیا کی پہلی تعلیمی ڈگری کا اجرا کرنے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں اس یونیورسٹی کا نام ''جامعہ القرویین'' درج ہے اور یہ مراکش کے شہر فاس میں ایک مسلمان رئیس زادی فاطمہ بنتِ فہریہ نے 245 ہجری میں قائم کی تھی اس یونیورسٹی کو تعمیر ہونے میں 18 سال لگ گئے اور تمام سرمایہ اس مسلمان خاتون نے اپنی گرہ سے لگایا جبکہ اس کی بہن نے اسی یونیورسٹی میں اپنے ذاتی خرچ سے مسجد بنوائی اور اس مسجد میں بیک وقت بائیس ہزار لوگ نماز ادا کر سکتے ہیں۔ مسجد اور یونیورسٹی کی عمارات اسلامی طرزِ تعمیر کا خوبصورت شاہکار ہیں۔ یونیسکو کے ریکارڈ کے مطابق پچھلے بارہ سو سالوں میں ایک دن کے لیے بھی یہ یونیورسٹی بند نہیں ہوئی۔ بلاتفریق نسل و مذہب دنیا بھر سے لوگ اس یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے آتے ہیں۔ علامہ ابن خلدون+لسان الدین اور محمد الادریسی سمیت نامور مسلم، غیر مسلم سکالرز اسی یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہوئے تھے۔

دنیا میں اس وقت 28092 یونیورسٹیوں سے زائد یونیورسٹیاں قائم ہیں لیکن اس یونیورسٹی کو دنیا کی پہلی اور قدیم ترین یونیورسٹی ہونے کا اعزاز حاصل ہے جس کو ہماری مسلمان خواتین نے بنایا اور یورپ نے ان کی تقلید کی

Scanned with CamScanner

دنیا بھر کی مسلم اُمہ آج بھی ان مسلمان خواتین پر فخر کرتی ہے۔ یہ ہیں انسان اور انسانیت، دماغ کی خرابی، کرپشن سے لتھڑے ہوئے ملک کو گِدھوں کی طرح نوچ نوچ کر کھانے والے، اپنے ایک لاکھ کے فائدے کے لیے ملک کا ایک کروڑ کا نقصان کرنے والے اس مثال کے موافق ہیں ''بندر کیا جانے ادرک کا مزا'' ہمارے ملک عزیز میں بھی علم، تعلیم، کُتب اور تعلیمی اداروں سے محبت، احترام کے جذبے سے سرشار لوگ موجود ہیں یہاں میں ایک مثال پیش کروں گا۔ لاہور میں مُقیم شیخ احمد حسن مرحوم کا خاندان کسی بھی تعارف کا محتاج نہیں۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے اس خاندان کی خدمات ملاحظہ فرمائیں۔ شیخ احمد حسن کے تین فرزند اور ایک گرینڈ سن یعنی کہ پوتا کے نام نامی مندرجہ ذیل ہیں۔

ڈاکٹر جاوید حسن انجینئر ریٹائرڈ (بیٹا)

ڈاکٹر پرویز حسن سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان (بیٹا)

ڈاکٹر طارق حسن سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان (بیٹا)

مسٹر جسٹس جواد حسن لاہور ہائی کورٹ لاہور (پوتا)

(1) The Dr. Parvaz Hassain Environmental LawCentre

پنجاب یونیورسٹی لاہور میں نہ صرف تعمیر کرایا بلکہ یونیورسٹی کی ضرورت کے مطابق اس کو ہر لحاظ سے فرنش بھی کیا۔

(2) Shaikh Ahmad Hussain School of Law

"Lums" لاہور میں بنوا کر دیا اور ہر طرح سے اس کی تمام ضرورت یونیورسٹی کے معیار کے مطابق پوری کی۔

(3) Razia Hassan School of Architecture at Beaconhouse national University Lahore.

تعمیر سے لے کر فرنش اور اکیوپڈ بھی کر کے دیا۔

(4) Nadira Hassan Law Department Kinnaird College for Women Lahore.

بنا کر فرنش کر کے کالج کے حوالے کیا۔ یہ عظیم تعلیمی بلاکس مندرجہ بالا انٹرنیشنل تعلیمی معیار کے حامل اداروں کو اپنی جیب سے بنوا کر دیے اور اپنے ماں باپ کا نام قیامت تک امر کر دیا۔ یہ خاندان پاکستان کا فخر ہے۔ پاکستانی

Scanned with CamScanner

بینکوں اور غیر ملکی بینکوں میں اربوں روپے گمنام لوگوں کے جمع ہیں لوگ پاکستان کو لوٹ لوٹ کر بینکوں کو بھرتے رہے پتہ ہی نہ چلا کہ اجل کا بلاوا آ گیا اور راہی ملکِ عدم ہو گئے جو کچھ لوٹا تھا وہ ان کا گناہ بن کر آج بھی موجود ہے لیکن کوئی نام نہاد مالک نہیں ہے ایک یہ خاندان ہے جس نے اپنی حق حلال کی کمائی سے قیامت تک قائم و دائم رہنے والے ادارے بنا دیے جہاں سے لاکھوں طالب علم حاصل کر کے اپنے اپنے خاندان کے لیے روزی کمائیں گے جس کا اجر اللہ تعالیٰ اس خاندان کو عطا فرمائیں گے اور جن مرحومین کے لیے یہ صدقہ جاری کیا گیا ہے انشاءاللہ تعالیٰ وہ بھی جنت میں خوشی سے سرشار ہو گئے ہونگے اور ان کے درجات بلند سے بلند تر ہو گئے ہونگے مجھے بے حد فخر ہے کہ میرے ملکِ عزیز میں اس قدر عظیم لوگ بھی موجود ہیں، میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خاندان کے تمام افراد کو اجرِ عظیم عطا فرمائے آمین ثمہ آمین اور جن مرحومین کے لیے صدقہ کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ان سب کو اور ان کے دیگر تمام مرحومین کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین ثمہ آمین اور جس خائن کا ذکر بار بار جلد اول اور اس جلد دوئم میں آیا ہے اس کو بھی اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔ آمین ثمہ آمین۔

میں نے ایک ابلیس نما کی ذات کو سامنے رکھتے ہوئے صرف آپ لوگوں کے سامنے انسان کی انسانیت شیطان کی شیطانیت کا موازنہ اور ان کی عملی زندگی کی صورت حال آپ کے سامنے پیش کی ہے۔ ہم بھی کیا لوگ ہیں کعبے کا رُخ تلاش کرتے ہیں، مگر دل کی سمت درست نہیں کرتے۔

زخم چھپانا بھی..... ایک ہنر ہے ورنہ
یہاں ہر ایک کے ہاتھ میں نمک ہے

مزید یہ کہ زبان، ادب کا ذوق نہ ہو تو انسان مہذب نہیں ہو سکتا جبکہ یہ بہروپیا ان اوصاف سے نہ صرف عاری ہے بلکہ کوسوں نہیں، ہزاروں کوس دور ہے۔ تمیز، مہمان داری، ادب، آداب، انسانیت، چھوٹے کا لحاظ بڑے کا اداب، اللہ تعالیٰ کا خوف، مہذب پن اور شریفانہ رکھ رکھاؤ جیسے اوصاف سے یکسر نابلد ہے اور تھا جبکہ ہر طرح کی بے ایمانی، دوسرے کو بے عزت کرنا، کیونکہ خود سچ بولنے اور ایمانداری جیسے اوصاف سے ناواقف ہونے کی وجہ سے مدِ مقابل چاہیے اللہ کا ولی ہی کیوں نہ ہو اپنے جیسا ہی خیال کرتا ہے۔ جھوٹ دھوکہ، فراڈ، مقدمہ بازی، اپنے جیسے پولیس والوں سے یاری دوستی، بلیک میلنگ اس کے محبوب ترین مشغلے ہیں اور تھے پہلے یہ صرف زہریلا تھا اب موجودہ روپ اپنا کر زہریلا ترین بن گیا ہے۔ صرف مالی مفاد نظر آنا چاہیے۔ پھر اس کی پُھرتیاں قابل دید ہوتی ہیں۔ ان حالات کی روشنی میں اور اپنی ذاتی تجربے کی روشنی میں مجھے محسوس ہوتا ہے کہ جیسے یہ آدمی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی نفی کر رہا ہو۔

Scanned with CamScanner

''اے ایمان والو! تم وہ باتیں کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں ہو، اللہ کے نزدیک بہت (الصّف:2:3)

سخت ناپسندیدہ بات یہ ہے کہ تم وہ بات کہو جو خود نہیں کرتے۔ لہٰذا اس شخص نے ایک بچے کا بچپن اور اس کا لڑکپن برباد کیا۔ اس کا صلہ یہ قدرت سے تو انشا اللہ ضرور پائے گا مگر دنیا والوں پہ یہ شخص اپنی کمینگی کی وجہ سے دنیا میں اپنے آپ کو محققِ دوراں، علامہ زماں، فخر البیاں، کثیر الاحساں، معتمد عالماں، معلمِ فقیہاں، تاج العلماء، تاج الحکماء، سراج الصلحاء، سراج الفقہاء، صاحبِ مہم وذکا، امام المشائخ والفقہ، کشتہ عشقِ رسولؐ، جامع معقول ومنقول، محبِ اولاد بتول، فاضل جلیل، عالمِ نبیل نہ صرف خیال کرتا ہے بلکہ حلیہ بھی ایسا ہی بنا رکھا ہے کہ دیکھنے والا پہلی نظر میں ہی عالمِ دوراں کا شکار ہو جائے مگر اس کا پیٹ صرف قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے۔ میرے بچپن سے لے کر لڑکپن تک جو مظالم اس نے میرے ساتھ ڈھائے وہ میں بعد از مرگ، قیامت تک روزِ محشر میں بھی نہیں بھول سکتا اور نہ ہی کبھی معاف کرونگا۔ روزِ محشر میرا ہاتھ ہوگا اور اس کا گریبان ہوگا کیونکہ اس کے ان مظالم کی وجہ سے میری شخصیت مسخ ہوئی، میری تعلیم متاثر ہوئی، خاندان میں، محلّہ میں شہر میں جہاں جہاں مجھے قیدی بنا کر رکھا گیا اس بستی، قصبہ میں میری کیا عزت ہوئی ہوگی قارئین کرام، اس کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ آج میں آپ سب کے سامنے تحریری طور پر اپنا پیٹ ننگا کر رہا ہوں جبکہ 13/14 سال کی عمر میں اس شیطان صفت جانور نے مجھے مادر زاد ننگا کر کے گھر سے باہر نکال دیا تھا۔ جب کے دیگر ہمشیرگان بھی موجود تھیں (مکمل روداد پڑھنے کے لیے فرشتے کی ایف آئی آر جلد اول کا مطالعہ کریں) اس کی شیطانیت سے کبھی کوئی بھی بہن بھائی وہ ادارہ جہاں یہ نوکری کرتا رہا محلے والے یہاں تک کہ آخری عمر میں جب کہ والد صاحب پیرانہ سالی میں تھے وہ بھی محفوظ نہ رہے۔ میری ذات، شخصیت اور مستقبل کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والا یہ شخص جس کو دنیا ڈاکٹر حاجی قدیر احمد کے نام سے جانتی ہے آجکل ایک بہروپیے کی شکل میں زندگی گزار رہا ہے۔ دوسری طرف مجھے اللہ تعالیٰ نے صبر عطا کیا، میں نے شُکر کرنا سیکھا اور آباد وشاد ہو گیا۔ الحمدوللہ رب العالمین۔

بقول شاعر:

کہاں میں، کہاں یہ زم زم سے دُھلے لوگ
دَم گھٹ رہا ہے میرا ان پارساؤں میں

یہ اپنی لالچ حرص ہوس بدمعاشی عیاری میں غرق رہا کیونکہ زمانہ بہترین استاد ہے یہ شعور سے عاری ہوتا چلا گیا اور اللہ رب العزت مجھے شعور عطا کرتے چلے گئے۔

بقول سعادت حسن منٹو ''جس نیت سے طوائف برقع پہنتی ہے کچھ افراد اسی نیت سے داڑھی رکھ لیتے ہیں''

Scanned with CamScanner

اوراس شخص کا شمار اسی قبیل کے اشخاص میں ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ غصہ کے وقت انسان کے اخلاق کا صحیح پتہ چلتا ہے اور یہ شخص غصے میں شیطان صفت نہیں بلکہ مکمل شیطان ہوتا ہے اور تھا۔ جبکہ مجھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول یاد ہے اور تھا کہ مایوس نہیں ہونا تمہارے پاس استغفار کی طاقت کلام کی شکل میں موجود ہے اور میں نے تمام عمر اس کلام کو اپنی مُشکل میں آزمائش میں اور اس شیطان سے پیچھا چھڑوانے میں مددگار پایا دل کا سکون۔ مایوسی کا علاج گناہوں سے توبہ میں مددگار پایا۔ جبکہ اس گدھے کو کیا معلوم کہ رُوح کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔

انسان اپنے اعمال کا مالک ہے

جسم کیڑوں کا رزق ہے

میں اس وقت ایک بے بس لڑکا تھا میری اکائی ایک نقطہ بھی نہ تھی خاموشی میرا وطیرہ تھی میں نے زبانی کلامی کبھی احتجاج یا شکایت بھی نہ کی تھی میں ویران آنکھوں سے ابلیس زمانہ کے چہرے کی طرف دیکھتا رہتا تھا اور کوئی بھی وضاحت نہ دیتا تشدد گالیاں اور نفرتیں خاموشی سے سمیٹتا رہتا۔ اس وقت تو علم نہ تھا لیکن جب معمولی سا صاحبِ مطالعہ ہوا تو علم و عرفان کی شمع روشن ہونے لگی۔ مظلوم کی خاموشی کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ خود اس کا مقدمہ لڑتے ہیں فرشتے اس کے حق میں دعائیں کرتے ہیں یہ میں نے اس وقت جانا کہ مظلوم خاموش صابر شاکر لوگ کتنے طاقت ور ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت زیادہ اختیارات کے مالک بن جاتے ہیں۔ جبکہ زندگی آزمائشوں کا سمندر ہے کسی سے لے کر آزمایا جاتا ہے۔ کس کو بے تحاشا دے کر آزمایا جاتا ہے اور کہیں صبر کی اور کہیں شکر کی آزمائشیں ہیں اور میں نے زندگی کے کسی بھی لمحے میں صبر اور شکر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ یہ ہی میری طاقت ہے اور میں نے اپنا درد تمام عمر چھپائے رکھا کیونکہ اگر میں اپنا درد لوگوں کو بتاتا تو تماشہ بن جاتا۔ بقول نو بہار صابر۔

سیم و زر چاہے نہ الماس و گہر مانگے ہے
دل تو درویش ہے اُلفت کی نظر مانگے ہے

کسی وقت دیگر بہن بھائیوں کا بہت دباؤ تھا کہ وہ معافی مانگنا چاہتا ہے ابھی گفتگو کا سلسلہ اس ایک لائن پر ہی موقوف ہوا تھا کہ میں نے سب کو خاموش کرا کر صرف ایک لائن کا جواب دیا جو کچھ یوں تھا کہ فرعون صفت لوگوں کے ساتھ تکبر کرنا عبادت ہے اور کمزور لوگوں کے ساتھ تکبر کرنا کفر ہے۔ آپ لوگ میری عبادت خراب نہ کریں۔

میں نے مزید آنے والوں کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا۔

''قیامت کے دن مومن کے میزان میں اخلاق حسنہ سے بھاری کوئی چیز نہیں ہوگی اور اللہ تعالیٰ بے حیا، بد

Scanned with CamScanner

زبان سے نفرت کرتا ہے''۔

جبکہ ان مظالم کی وجہ سے میری آنکھیں ندی نالوں کی طرح ہونا چاہیے تھیں مگر میری آنکھیں خشک ہوتیں تھیں اور خشک آنکھوں کا پانی صرف اور صرف صاحبِ بصیرت ہی دیکھ سکتا ہے کسی لچے لفنگے کو اس کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔

بقول مسعود جعفری (آئینہ) (Mirror)

جو کچھ ہے تیرا عکس ہے درپن میں کچھ نہیں
تیرے سوا خیال کے دامن میں کچھ نہیں

"Window Pane"

جب معاشرتی طور پر قدیر کو اپنے مظالم کی وجہ سے جواب دہ ہونا پڑتا ہے تو اصلاح تبلیغ اور تعلیم کا سہارا لیتا ہے جس کے جواب میں حضرت علیؓ کا قول حاضر ہے۔

جب تم کسی میں کوئی عیب دیکھو تو اسے اپنے اندر تلاش کرو اگر اسے اپنے اندر پاؤ تو اسے نکال دو۔ یہ ہی حقیقی تبلیغ ہے مگر یہ شخص تو آج تک مجموعہ عیوب ہے؟ اگر یہ شخص کسی بھی وجہ سے مکھن لگا رہا ہو یعنی کہ چاپلوسی سے کام لے رہا ہو تو اس کی آستین میں چھری ضرور ہوگی۔ بقول صبا

گناہ گار تو شاید مانگ لیں معافی
حساب پارساؤں کا مشکل ہوگا

ایسے ہی لوگوں کے لیے خلیل جبران نے کیا خوب کہا ہے۔

معاشرے کے بدترین لوگ وہ ہیں، جو کمزور کی غلطی پر شور مچاتے ہیں اور طاقتور کی غلطی پر مجرمانہ خاموشی اختیار کرتے ہیں۔

اس بدکردار شخص کو کیا معلوم کہ انسانی کردار کی دو ہی منزلیں ہیں دل میں اُتر جانا یا دل سے اُتر جانا اور یہ شخص میرے دل سے اُتر چکا ہے۔ کیونکہ یہ ایک مردہ ضمیر شخص ہے اور ضمیر کا مر جانا تمام رشتوں ناطوں کا مر جانا ہے لہٰذا اس Stage (مرحلے) پر معافی ''چہ معنی دارد'' آجکل سمہ سٹہ میں تبلیغی جماعت کا روحِ رواں ہے۔ شکلِ مومناں بنائے ہوئے ہے مگر کرتوت کافراں ہی ہیں۔ بعض شریف لوگ اپنی شرافت میں مجھے کہتے ہیں کہ ادریس اب تو یہ شخص بدل چکا ہے ہر وقت مسجد میں موجود ہوتا ہے۔ نماز پابندی سے ادا کرتا ہے۔ حج بھی کر آیا ہے میرا جواب ہمیشہ ایک ہی ہوتا ہے کہ تم نے اس شخص کے ساتھ سفر نہیں کیا اس کی ہمسایہ گری نہیں کی۔ اس سے لین دین نہیں کیا اور اس سے رشتے داری نہیں کی۔ پھر تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ یہ ایک نیک آدمی ہے؟ جبکہ اس کا سابقہ ریکارڈ سب کے

Scanned with CamScanner

سامنے ہے کوئی بھی شخص داڑھی رکھنے، نماز پڑھنے اور دیگر ظاہری اسلامی شعار کا بہروپ بھرنے کے بعد نیکی کا سرٹیفکیٹ حاصل نہیں کرسکتا۔ دنیا کی ایک بہت بڑی مثال پیش کرتا ہوں جو کہ قیامت تک زندہ رہے گی۔ جن نابنجار لوگوں نے حضرت امام حسینؓ کو شہید کیا وہ مسلمان بھی تھے ان کی داڑھیاں بھی تھیں وہ نمازیں بھی پڑھتے تھے۔ لیکن ان کا گھناؤنا عمل آپ کے سامنے ہے لہٰذا اس شخص کی خصلت اُس وقت کے کوفیوں سے کسی طور پر بھی کم نہیں ہے۔ میری مندرجہ بالا تحریر ان لوگوں کے لیے ہے جو اپنے بھولے پن یا شاید بیوقوفی کی وجہ سے اس کے موجودہ حلیے یا بہروپ سے متاثر ہیں۔ قارئین کرام آپ یقین جانیں اس شخص اور شمر بن ذوالجوش میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ وہ اس زمانے کا درگندہ راہ تھا اور یہ آج کے زمانے کا ہے۔ عباسی حکمران عبداللہ بن علی نے بنواُمیہ کے امیر معاویہؓ کی قبر انتقاماً کھود ڈالی۔ قبر میں کمزور دھاگے کی مانند کے نشانات کے سوا کچھ نہیں تھا۔ یزید بن معاویہ کی قبر بھی کھودی گئی اس میں جلی ہوئی راکھ کے سوا کچھ نہ تھا۔ قدیر زندگی کا پرائم حصہ تم اور میں گزار آئے ہیں اب آگے کی تیاری کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ذرا ذرا سی بات کا علم ہے۔ تمہیں حساب دینا ہوگا اکثر جو کوئی بھی فوت ہوتا ہے تو لوگ نہ چاہتے ہوئے بھی معاف کردیتے ہیں لیکن میں تمہیں تمہارے مظالم، چالاکی، عیاری اور تمہاری کوفی عادات کو کبھی معاف نہیں کرونگا یہ میرے مالک خالق رازق کو علم ہے کہ پہلے تم نے جانا ہے کہ میں نے ''میں اگر چلا گیا تو تمہارا انتظار کرونگا تم یاد رکھنا میں پھر تمہیں کہتا ہوں کہ یاد رکھنا''۔

ایک آخری انجام کی تیاری کرلو تم ڈاکٹر حاجی تبلیغی قدیر احمد۔ محسن نقوی (برگِ صحرا) میں رقمطراز ہے کہ:

وہ کون لوگ تھے ان کا پتہ تو کرنا تھا
میرے لہو میں نہا کر جنھیں نکھرنا تھا
یہ کیا کہ لوٹ بھی آئے سراب دیکھ کر لوگ
وہ تشنگی تھی کہ پاتال تک اُترنا تھا

اور تمہارے تبلیغی چلے رائے ونڈ کے دعائیہ اجتماع میں بہروپ بھر کر شمولیت و نمازیں اور دیگر مذہبی رنگ و روپ کے جواب میں صرف یہ ہی تمہیں باور کراؤں گا کہ ''جو عبادات اخلاق اور کردار پر اثر انداز نہ ہوسکیں وہ مشقت کے سوا کچھ نہیں۔''

تم اور تم جیسے دوزخ مزاج لوگ
نقلی بہروپ بھر کر شاید ہی سدھاریں پرلوک
(آفتاب)

Scanned with CamScanner

باب نمبر2

فتح شکست اور والد صاحب کی رحلت

اس دنیا میں فتح سے زیادہ نشہ آور اور دوسری کوئی چیز نہیں ہے۔ دوسری نشہ آور چیزیں حضرت انسان خود بناتا ہے۔ اپنے ہاتھوں اپنی ذلالت کا ماحول پیدا کرتا ہے اور ذلت کی موت مرجاتا ہے۔ مگر جو فتح اللہ کی طرف سے عطا کی گئی ہو۔ روحانی طور پر اس کا نشہ صرف اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے اور اس کی طرف لو لگانے میں بے حد معاون ثابت ہوتا ہے اور اب میں فتح یاب تھا۔ ذلت آمیز شکست کھانے کے بعد خود قدیر کو بھی شک ہو گیا تھا کہ اب ادریس مجھے کوئی بھی نقصان پہنچا سکتا تھا۔ دراصل واقعہ کچھ اس طرح ہوا کہ میری بڑی بہن نے میرے والد صاحب کو مشورہ دیا اور کہا ابا جان جیسے کہ آپ کو علم ہے کہ ادریس بہاولپور میں واپس آ چکا ہے۔ میٹرک کا امتحان دے چکا ہے اور بہاولپور میں ہی مقیم ہے آپ قدیر کو منع کریں کہ وہ اس کے نزدیک سے بھی نہ گزرے ورنہ یہ خاندان تمام عمر کے لیے نہ صرف غمزدہ ہو جائے گا بلکہ افغانی قبائل کی تاریخ دہرائی جا سکتی ہے اور قدیر کے بس میں نہیں ہے کہ وہ ادریس پر قابو پا سکے جس کی کئی مثالیں آپ کے سامنے ہیں۔ ادریس اس حالت میں بھی اب قدیر سے زیادہ پڑھا لکھا ہے۔ والد صاحب ایک پولیس آفیسر رہ چکے تھے اس لیے وہ بات کی گہرائی تک پہنچ گئے اور بولے بیٹا! میں نے خود بھی یہ ہی سوچا ہے میں ایسا ہی کرونگا اور انہوں نے اسی وقت قدیر کو خط لکھا کہ تم نے ہرگز ہرگز ادریس کو چھونا بھی نہیں اور اس کے بارے میں سوچنا بھی نہیں اور اس طرح اس پاگل کُتے سے میری جان چھوٹ گئی۔ شکست سے بدترین چیز دنیا میں اور کوئی نہیں مجھے فخر ہے کہ میں نے اس کو بدترین شکست سے دوچار کیا۔ اور یہ سالوں اپنی شکست کے زخم چاٹتا رہا۔ پھر اس کا بھی مہاروالی سے تبادلہ ہو گیا اور میں زندگی کے منج دھار میں بہتا چلا گیا۔ جس کا تفصیلی ذکر ''فرشتے کی ایف آئی آر جلد اول'' میں موجود ہے۔

آخر کار قدیر کے حالات اس نہج پر پہنچ گئے کہ اس کو ملازمت سے ریزائن دینا پڑ گیا کیونکہ سرکاری ڈسپنسری کی ادویات یہ بازار میں فروخت کر دیتا تھا۔ مقدمے بازی، لڑائی جھگڑا اور فساد برپا کرنے کا ماہر تھا۔ سگریٹ کے کش پہ کش لگاتا گھر میں حقہ گُڑگُڑانا اور اگر اس کے ساتھ جوئے کی منڈلی بھی ہو تو سونے پہ سہاگہ کے مترادف تھا کیونکہ موصوف عادی جواری تھا۔ جوئے میں بھی بے ایمانی سے کام لیتا تھا۔ پتے چھپانا پتے لگانا اس کے بائیں ہاتھ کا کام تھا اور اگر مدِمقابل یہ تمام بے ایمانیاں پکڑ لے تو ایسا فساد برپا ہوتا جیسے چنگڑ محلے کے لوگ آپس میں

Scanned with CamScanner

لڑتے جھگڑتے ہیں۔لڑنے جھگڑنے والے بھی بے غیرتوں کے شہنشاہ ہوتے تھے۔کیونکہ دوسرے روز بھی بے شرموں کی طرح تاش ہاتھ میں لیے دروازے پر کھڑے ہوتے تھے۔کیونکہ اب یہ شادی شدہ اور بچوں کا باپ بھی بن چکا تھا بچوں کی تعلیم وتربیت کی وجہ سے دیہات چھوڑ کر چشتیاں شہر میں آبسا اور میڈیکل پریکٹس کے ساتھ ساتھ سردرد کی گولیاں بنا کر دکانداروں کو سپلائی کرنے لگ گیا کیونکہ ان دنوں اسپرونامی گولی بہت مشہور تھی۔

اسپرو کی نقل کرتے ہوئے انہوں نے ''فوری'' کے نام سے پہلے پُڈیا بنائی اور پھر گولی بنائی۔یہ لاہور سے ڈرموں کی پیکنگ میں Acetylsalicylic Acid جس کو عرفِ عام میں "Aspirin" اسپرین کہتے ہیں، لے کر آتا اور ہاتھ سے چلنے والی ایک چھوٹی سی مشین پر گولیاں تیار ہوتیں اور پھر ان کی مارکیٹنگ کی جاتی اور ہاں اسپرین میں فینائٹین اور کیفین بھی شامل کرتا جس سے لوگ یا سردرد کے مریض زیادہ آرام محسوس کرتے اس طرح اس کا بزنس چل نکلا بعد میں فوری نام کی گولیاں بناتے بناتے یہ مختلف برانڈ کے نقلی شربت بھی بنانے لگ گیا جو کہ موسم گرما میں خوب فروخت ہوتے تھے۔دیہاتی دکاندار گلی محلے کی دکانیں اس کے بہترین شکار ہوتے اور وہ سادگی کا زمانہ تھا۔

تقابلی طور پر لوگ سستی چیز لینا پسند کرتے تھے لہٰذا اس قماش کے لوگوں کا داؤ لگ جاتا صرف ایک مثال دیتا ہوں تا کہ قارئین کرام کو ان کا طریقہ واردات اور ذہنیت کا پتہ چل جائے۔ایک کمپنی یا کوئی بھی شخص بادام کا شربت بناتا ہے جس کے لیے چینی اور بادام بنیادی ضرورت ہے جب کہ قدیر جو بادام کا شربت بناتا تھا اس میں گلوکوز لیکوڈ جو کہ کنستروں میں بھرا ہوا ہوتا تھا اور کوڑیوں کے مول ملتان سے مل جاتا تھا اور ہر قسم کے شربت میں چینی کی جگہ استعمال ہوتا تھا چینی یہ لوگ برائے نام صرف دکھانے کے لیے استعمال کرتے تھے۔دوسری چیز بادام ہے جس کی جگہ یہ بادام کا ایسنس استعمال کرتے جس کی وجہ سے بادام کی بہترین خوشبو شربت سے آتی تھی۔

"Condensed Milk" (گاڑھا دودھ) جو کہ بند ڈبوں میں عام طور پر درآمد شدہ مل جاتا ہے۔بوتل میں تیار شدہ شربت بھر کر اور اوپر سے چند قطرے اس گاڑھے دودھ کے ڈال دیے جاتے تا کہ بادام کی کثافت نظر بھی آئے اور شربت کا رنگ بھی دودھ جیسا ہو جائے۔جیسا کہ بادام کے شربت کا رنگ ہوتا ہے۔

کیونکہ دودھ میں پہلے سے پری زینٹو شامل ہوتا ہے تا کہ ڈبے میں سڑنے اور خراب ہونے سے بچ جائے اس لیے بوتل میں بھی یہ جوں کا توں شربت کی اوپر والی سطح پر پڑا رہتا ہے۔اور دیکھنے والے کو بوتل میں شربت کی سطح پر بادام کی کثافت نظر آتی ہے۔رہی سہی کثر بادام کا ایسنس پوری کر دیتا ہے۔جیسے ہی آپ نے بوتل کا کارک کھولا خوشبو کے بھبکے آنا شروع ہو جاتے،خریدنے والے لوگ اسی کو بادام کا اصل شربت سمجھ لیتے جو کہ مارکیٹ

Scanned with CamScanner

میں موجود دوسری کمپنیوں کے شربتوں سے بہت سستا ہوتا تھا آپ کی خدمت میں صرف ایک مثال پیش کی ہے۔ دوسرے شربت بھی اسی طرح بنائے جاتے اور اپنے ضمیر کے ساتھ ساتھ خریدار کی صحت کا جنازہ بھی نکالا جاتا۔ آخر کار گورنمنٹ کی طرف سے کچھ سختی ہونے لگی۔ کچھ عوام بھی اب جان چکے تھے۔ اس نقلی اور فراڈ کے کاروبار میں کچھ خطرات نظر آنے لگے اور آہستہ آہستہ یہ کاروبار بند ہوگیا اس دوران آدم جی شوگر مل چشتیاں وجود میں آکر کام شروع کر چکی تھی۔ ان دنوں سوشل سکیورٹی کا محکمہ نہ تھا لہٰذا ہر مل یا بڑے بڑے کارخانہ دار اپنی ڈسپنسری خود قائم کرتے اور آدم جی شوگر مل چشتیاں نے بھی ڈسپنسری بنا کر ڈاکٹر کے لیے اخبار میں اشتہار دیا۔ قدیر کا بزنس تو ٹھپ ہو ہی چکا تھا لیکن شام کی پریکٹس ابھی باقی تھی۔ موصوف سوٹڈ بوٹڈ ہو کر ڈاکٹر بن کر Walk in Interview کے لیے پہنچ گئے۔ یہ ایک آسامی انچارج ڈاکٹر شوگر مل کی تھی جس کا ایم بی بی ایس ہونا ضروری تھا مگر نہایت کامیابی کے ساتھ ڈاکٹر قدیر MFMP نے حاصل کر لی اور کئی سال وہ اس عہدے پر فائز رہا۔ اپنی سروس کے دوران جو کارہائے نمایاں ڈاکٹر صاحب نے انجام دیے ان کی تفصیل کچھ یوں ہے۔ جو بھی مل ورکر کام کے دوران زخمی ہو جاتا جس طرح کی بھی Injury ہوتی جیسا کہ Harmed، Damaged یا Impaired بالترتیب جن کے معنی مندرجہ ذیل ہیں۔ زخمی و نقصان زدہ، معذوری وغیرہ اس کے ساتھ سودے بازی کر کے اسے ساتھ لے کر بہاولپور آتا اور جس قسم کا زخمی یا معذور ہوتا اس کو اسی قسم کے سپیشلسٹ ڈاکٹر/سرجن سے زیادہ سے زیادہ "Compensation" معاوضہ دلوانے کا کیس تیار کرا کر معاوضہ دلوا کر اپنا حصہ وصول کرتا۔

جوا کھیلنے کے لیے اسی قماش کے لوگ بھی میسر آ گئے اور منڈلی سجائی جانے لگی۔ لیبر یونین میں بھی ہاتھ پاؤں مارنے لگے جس کے تحت بلیک میلنگ میں بھی حصہ ملنے لگا اور ایک احتجاجی کے طور پر شناخت ہونے پر جیل کی ہوا سے بھی مستفید ہوئے ضمانت ہونے پر مل میں داخلہ بند کر دیا گیا اور نوکری سے برخاست کر دیا گیا۔ لیبر کورٹ نے بحال کر دیا مگر مل انتظامیہ نے دوبارہ یہ کہتے ہوئے برخاست کر دیا۔ سوشل سیکورٹی محکمہ قائم ہو چکا ہے لہٰذا ہمارے ہیلتھ کے تمام معاملات سوشل سکیورٹی ہسپتال کے ذمہ ہیں اب ہمیں ان کی ضرورت نہیں ہے مگر موصوف سالہا سال تک مل انتظامیہ سے مقدمے بازی کرتے رہے اور مل انتظامیہ کو نوکری دینے کی پاداش میں لیبر کورٹ ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ تک لے گیا۔

مل انتظامیہ کا موصوف کو نوکری سے برخاست کرنا ہماری بدقسمتی ثابت ہوا کیونکہ نوکری ختم ہونے کے بعد یہ پریشان حال والدِ محترم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ انہوں نے اس کو بہت تسلی تشفی دی۔ ایک مکان بنا کر دیا ایک دکان بنا کر دی کہ تم اپنا میڈیکل سٹور کا بزنس شروع کر دو۔ جلد ہی یہ اپنے بیوی بچوں کو لے کر آ گیا۔ میڈیکل سٹور بھی کام

Scanned with CamScanner

کرنے لگ گیا۔ میڈیکل پریکٹس بھی چلنے لگی جب کاروبار ترقی کی طرف گامزن ہوا ہی تھا تو اس نے نشے کے کیپسول اور ٹنکچر کی کپیاں بھی نشئی حضرات کو فروخت کرنی شروع کر دیں جس سے فوراً ہی بدنامی شروع ہوگئی۔ جب والد صاحب کو پتہ چلا تو وہ بے حد پریشان ہوئے۔

پہلے انہوں نے اس کو بہت سمجھایا اپنی عزت کا واسطہ دیا مگر بچپن سے لے کر آج تک کُتے کی دم کی طرح رہا اور کبھی کوئی بھی کام سیدھا نہ کیا نہ ہونے دیا اور چلا تھا مجھے پڑھانے اور میری تربیت کرنے؟ آخر ایک دن والد صاحب نے اس کی خوب پٹائی کی دکان کے شیشے وغیرہ سب توڑ ڈالے۔ یہ پھر بھی باز نہ آیا اور ایک دن محمد رفیع عباسی نامی ایکسائز اہل کار نے چھاپا مارا لیکن کچھ برآمد نہ ہو سکا کیونکہ والد صاحب کے ڈر سے اس نے تمام غیر قانونی سامان دکان سے نکال کر کہیں اور چھپا لیا تھا۔ اس لیے بچ گیا۔ مقامی SHO سے دوستی یاری رکھتا۔ لوگوں اور خاص طور پر لڑائی جھگڑے کرنے کرانے والی پارٹیوں کے درمیان مقدمے بازی، صلح، کیس رجسٹرڈ اور پھر ضمانت وغیرہ میں اہم کردار ادا کرتا۔ پولیس والوں کو تو ایسے کردار ادا کرنے والے کی اشد ضرورت ہوتی ہے کہ ان کا نام بھی نہ آئے اور حصہ بھی ملتا رہے۔ سارا دن شام تک یہ اپنی دکان سجا کر بیٹھا رہتا جو کچھ آمدن ہوتی رات کو SHO آتا گپ شپ حقہ بازی بھی ہوتی اور حساب کتاب کے بعد جیب بھی گرم ہو جاتی۔ اس طرح یہ سمہ سٹہ کا بدنام ترین شخص تھا۔ ہر شریف آدمی اس سے خم کھاتا اور بدمعاش اس کی چاپلوسی کرتے۔ محترم والد صاحب کے ساتھ کبھی کبھی یہ میرے گھر بھی آ جاتا میں ان دنوں ٹرسٹ کالونی میں مقیم تھا والد صاحب کی وجہ سے میں نظر نیچی کر لیتا۔ اگر میری اہلیہ محترمہ اخلاقی طور پر پوچھ لیتیں کے بھائی جان آپ چائے لیں گے یا کولڈ ڈرنک تو جواب ملتا میں پہلے کولڈ ڈرنک لوں گا پھر چائے پیوں گا پھر کھانا کھاؤں گا اور کھانے کے بعد پھر کوک لوں گا اور اکثر جانے سے پہلے میری کپڑوں والی الماری میں سے گرم سُوٹ اور ٹائی وغیرہ نکال کر پہن لیتا اور چلا جاتا۔ کوٹ پینٹ ٹائی میں اس کی جس قدر بھی تصاویر ہیں وہ لباس میری الماری میں سے بغیر میری اجازت کے بے شرموں کی طرح ڈھیٹ پن دکھاتے ہوئے لیے گئے ہیں اگر والد صاحب تشریف فرما ہوتے تو باہر جا کر سگریٹ کے کش لگا کر آ جاتا۔ ایک روز والد محترم صحن میں دھوپ کی وجہ سے کرسی پر تشریف فرما تھے یہ میرے Bed Room میں چھپ کر سگریٹ پی رہا تھا۔ جیسے ہی میں کمرے میں داخل ہوا میں نے غصہ سے اس کی طرف دیکھا تو اس نے کمرے کے قالین پر سگریٹ پھینکا اپنے بوٹ کی ٹو سے سگریٹ کو مسلا اور باہر نکل گیا۔ میں اس کی ہر بدتمیزی، بدمعاشی اور غیر مہذب پن کو والد صاحب کی وجہ سے برداشت کر رہا تھا کیونکہ وہ مجھے کئی بار اس کی معافی کا کہہ چکے تھے اور میری گہری خاموشی کی وجہ سے کچھ فکر مند بھی رہتے تھے۔ والد صاحب بہت تیزی سے پلاٹ فروخت کر رہے تھے اور جو

Scanned with CamScanner

بھی رقم ملتی اس سے مسجد اور درس گاہ تعمیر کرتے چلے جاتے اور تقریباً ہر جمعرات جمعہ کو اپنے والدین اور دیگر تمام آباؤ واجداد کے ایصالِ ثواب کے لیے دیگیں پکوا کر تقسیم کرتے اور بہت تواتر کے ساتھ کئی سال تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ اب اس کو فکر دامن گیر ہونے لگی کہ اگر اسی رفتار سے زمین بک کر مسجد درس اور دیگوں کی نظر ہوتی گئی تو مجھے کیا ملے گا۔ اس نیت بد شخص نے حیلے بہانے سے والد صاحب کی راہ میں روڑے اٹکانے شروع کر دیئے انہیں زِچ کر کے رکھ دیا مگر والد صاحب نے بھی اپنی آئیڈیالوجی کے مطابق رفاہِ عامہ کے کاموں میں تیزی سے عمل کرنا شروع کر دیا۔ والد صاحب کے اس رویے نے اس کو بہت مایوس کیا۔ لالچی، سازشی تو یہ شروع دن سے تھا ہی اب اس نے دیگر بہن بھائیوں کو والد صاحب کے خلاف بے بنیاد الزامات لگا کر بہت شرم ناک حالات پیدا کر دیے تھے۔ یہ تمام الزامات اس کے ذہن کی کمینگی کی پیداوار تھے۔ میرا قلم یہ الزامات لکھنے سے قاصر ہے لیکن دوسری طرف والد صاحب بہت پریشان رہنے لگے ان کی صحت روز بروز گرنے لگی وہ اس کی شکل دیکھنے کے بھی روادار نہ تھے اور اسی دکھ اور تکلیف میں وہ لاہور کے سفر پر چلے گئے۔ جس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

بسم اللہ

جنونِ شوق کی گہرائیوں سے ڈرتا رہا
میں اپنی ذات کی سچائیوں سے ڈرتا رہا
محبتوں سے شناسا ہوا میں جس دن سے
پھر اس کے بعد شناسائیوں سے ڈرتا رہا
وہ چاہتا تھا کہ تنہا ملوں تو بات کرے
میں کیا کروں میں تنہائیوں سے ڈرتا رہا
میں ریگزار تھا مجھ میں بسے تھے سناٹے
اسی لیے تو میں شہنائیوں سے ڈرتا رہا
میں اپنے باپ کا یوسف تھا اس لیے محسنؔ
سکون سے سو نہ سکا بھائیوں سے ڈرتا رہا

والد محترم اکثر میرے گھر واقع ٹرسٹ کالونی تشریف لاتے۔ جب تک ان کا دل چاہتا میرے پاس قیام فرماتے پھر واپس سمہ سٹہ چلے جاتے۔ ان کا آنا جانا لگا رہتا۔ میرے بچوں سے بہت پیار کرتے تھے۔ اکثر ان کو اپنے مزاج کے مطابق پیسے وغیرہ بھی دے دیتے تھے آنسہ، نوید، بلا، رضیہ، عالیہ ان کی گود میں اور نوشی، صائمہ ان

Scanned with CamScanner

کے کندھوں پر سوار رہتے۔علی، سونو اپنے بھولپن کی وجہ سے ان کی داڑھی اپنی مُٹھیوں میں پکڑ لیتے۔ میں خاموشی سے پشت کی طرف سے جا کر ان کی مُٹھیاں کھولنے کی کوشش کرتا تو مجھے جھڑک دیتے اور کہتے تم یہاں سے چلے جاؤ، میں جانوں اور میرے بچے جانیں۔ میں خاموشی سے ایک طرف ہو جاتا۔ان کی آمد سے گھر میں بہت برکت محسوس ہوتی اور رونق لگی رہتی۔

دورانِ قیام جب اُن کو واپسی کا خیال آتا تو پھر اُن کو کوئی روک نہ سکتا اور وہ چلے جاتے۔ایک روز ایسے گئے کہ اپنے طریقہ کار کے مطابق واپس نہ آئے میں نے کچھ روز تو انتظار کیا پھر مجھ سے رہا نہ گیا اور میں اپنے سکوٹر پر سمہ سٹہ ان کی خیریت معلوم کرنے چلا گیا۔ وہ اپنے حجرے میں نہیں تھے۔نوکر سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ غسل فرما رہے ہیں۔ میں نے سوچا کہ محترمہ والدہ ماجدہ، اور محترم دادا جان کی قبروں پر فاتحہ شریف پڑھ آؤں اور میں مسجد کی طرف پیدل ہی چل پڑا۔

فاتحہ شریف سے فارغ ہونے کے بعد جب میں نے موقع پر قبروں اور گردونواح کا جائزہ لینا شروع کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ میرے دادا جان کی قبر کے ساتھ ایک اور قبر کھودی گئی ہے اور ساتھ ہی قبر بند کرنے کا ضروری سامان بھی پڑا ہوا ہے۔ میں نے مسجد کے مؤذن صاحب کی طرف غصیلی نظروں سے دیکھا اور اشارے سے پوچھا کہ یہ سب کیا ہے کیونکہ غصے اور پریشانی کے ملے جلے جذبات کی وجہ سے مجھ سے بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔مؤذن صاحب بولے کہ بڑے خان صاحب نے اپنے ہاتھوں اپنی قبر کھودی ہے اور بازار سے خود ہی تمام سامان خرید کر لائے ہیں اور مجھے حکم دیا ہے کہ میرے انتقال کے بعد مجھے میرے والدِ محترم کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ میں اپنی تمام تر قوت جمع کر کے مؤذن صاحب سے مخاطب ہوا کہ ہر مرنے والے کو قبر میں ہی جانا ہے، پیشگی قبر کھودنے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ بولے بڑے خان صاحب فرما رہے تھے کہ قدیر کے ہاتھوں میں اپنی تجہیز و تکفین کروانا پسند نہیں کرتا اور میرے باقی تینوں بیٹے سمہ سٹہ میں نہیں رہتے اس لیے جب تک وہ آئیں گے یہ مجھے دفن کر چکا ہوگا اس لیے میں تمام بندوبست کر دینا چاہتا ہوں تا کہ اس کا عمل دخل میری تجہیز و تکفین میں نہ ہو۔

میں بھاگم بھاگ والد صاحب کے حُجرے کی طرف گیا۔ وہ اپنے پلنگ پر خاموش بیٹھے تھے۔ میں نے انہیں سلام کیا اور اُن سے لپٹ کر رونا شروع کر دیا۔ وہ میرے سر پر ہاتھ پھیرتے رہے اور میں روتا رہا۔ وہ مجھے چُپ کراتے رہے لیکن میری ہچکی بندھ گئی۔ پھر وہ بے جان اور پریشان ہو کر اپنے پلنگ پر لیٹ گئے میرا سر اپنے سینے پر عین دل کے مقام پر رکھ کر، میری کمر پر ہاتھ پھیرتے رہے اور پیار کرتے رہے۔ ساتھ ساتھ سمجھاتے رہے کہ ایک دن موت کا لمحہ سب کے لیے آنا ہے اور میں نے محسوس کیا ہے کہ میرا وقت اب زیادہ دور نہیں اس لیے میں نے اپنا

Scanned with CamScanner

بندوست کیا ہے۔ میں ضد کرنے لگا کہ میرے ساتھ بہاولپور چلیں۔ بچے اور بلقیس صاحبہ سب آپ کو بہت یاد کرتے ہیں وہ بولے کہ کل میں اپنے بھانجے محمد رحمان صاحب کے پاس لاہور جا رہا ہوں، واپس تمہارے پاس ہی آؤں گا۔

میں دو گھنٹے تک ان کے پاس رہا۔ وہ خاندانی امور پر مجھ سے باتیں کرتے رہے۔ زیادہ تر قدیر کے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔ کئی باتیں ایسی ہیں کہ مجھ میں ہمت نہیں کہ لکھ سکوں کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ وہ کس قماش اور کلاس کا ہے۔ وہ مجھے کہنے لگے کہ یہ لوگوں کے خلاف جھوٹے مقدمات بنواتا ہے، پولیس کا ٹاؤٹ بنا ہوا ہے۔ مقامی کمزور لوگ اس کے شر سے ڈرتے ہیں۔ میڈیکل سٹور کی آڑ میں ٹنکچر کی کپیاں اور نشے کی گولیاں فروخت کرتا ہے۔ میری عزت ہر وقت داؤ پر لگی رہتی ہے۔ میں خاموشی سے سنتا رہا اور بوجھل دل کے ساتھ واپس بہاولپور آ گیا۔

دوسرے روز والد محترم سمہ سٹہ سے بذریعہ ٹرین لاہور چلے گئے جہاں پر ان کا قیام محمد رحمٰن صاحب کے گھر واقع ریس کورس روڈ پر تھا میں ہر دوسرے تیسرے روز بذریعہ فون ان کی خیریت دریافت کرتا رہتا تھا۔ اکثر فون بھابھی تسنیم یعنی چھیمی بھابھی صاحبہ اٹھاتی تھیں۔ میں اپنے والد صاحب کی خیریت دریافت کرتا اور وہ مجھے تسلی و تشفی دیتی رہتی تھیں۔ میرے اصرار پر وہ ہنس کر کہتیں کہ ادریس بھائی ماموں جان خیریت سے ہیں اور اپنے بچوں کے پاس ہیں۔ آپ ہرگز فکر نہ کیا کریں، لیں ماموں جان سے بات کریں۔ پھر میں اپنے والد ماجد سے مخاطب ہوتا۔ میرا اکثر ان سے اصرار یہ ہی ہوتا تھا کہ بہت دن ہو گئے ہیں اب آپ واپس آ جائیں۔ جواب میں ہمیشہ انہوں نے یہ فرمایا کہ اب جلدی ہی آ جاؤں گا۔ دراصل مجھے تسلی تھی کہ رحمٰن بھائی اور بھابھی صاحبہ اپنے ماموں یعنی میرے والد صاحب کی بے حد عزت اور احترام کرتے ہیں اور بہت مہمان نواز بھی ہیں لیکن میں اپنے وسوسوں اور قبر کھودنے کی وجہ سے جو پریشانی میرے ذہن میں گھر کر گئی تھی اس کی وجہ سے بے چین رہتا تھا۔ آخر ایک دن میں نے حتمی فون کر دیا کہ میں والد صاحب کو لینے آ رہا ہوں لیکن بھابھی صاحبہ نے کہا کہ ہرگز نہیں ابھی ہم ماموں جان کو نہیں بھیجیں گے ، ہمارے گھر میں ان کی وجہ سے رونق لگی ہوئی ہے، دراصل بھابھی صاحبہ ایک خوبصورت خاتون تو ہیں ہی مگر دل کی بھی خوبصورت ہیں۔ ان کے تمام بچے بھی ان کے نقشِ قدم پر ہیں۔ فرید رحمٰن، زید رحمٰن اور عبید رحمٰن تینوں بھائی اپنے والد کی طرح مہمان نواز ہیں۔ گو کہ جذباتی بے حد ہیں مگر رشتوں کی پہچان رکھتے ہیں اور خوش خوراک، خوش لباس، تہذیب یافتہ ہیں۔

مزید دس روز تک میں فون کرتا رہا۔ آخر ایک دن مجھے رحمٰن بھائی نے بتایا کہ میرا ڈرائیور بذریعہ کار ماموں جان کو ساہیوال چھوڑنے گیا ہوا ہے کیونکہ وہ بضد تھے کہ میں نے اپنی بڑی بیٹی خالدہ کے پاس جانا ہے۔ میں نے ساہیوال فون کیا تو وہاں سب لوگ بے حد خوش تھے کہ نانا جان ہمارے پاس تشریف لائے ہیں۔ چند دن قیام

Scanned with CamScanner

کرنے کے بعد میرا بھانجا طارق ایوب اپنے نانا کو ان کی فرمائش پر بذریعہ کار بورے والا چھوڑ آیا جہاں والد صاحب کی سب سے چھوٹی ہمشیرہ عزیز بیگم صاحبہ رہتی تھیں۔ میرے والد محترم اپنی چھوٹی ہمشیرہ عزیز بیگم صاحبہ اور ان کے بڑے صاحبزادے عبدالغفار خان صاحب اور چھوٹے صاحبزادے عبدالستار خان صاحب و دیگر بچوں سے بہت پیار کرتے تھے۔ اس لیے بورے والا میں بھی سب خوش تھے۔ اس دوران میری چھوٹی بہن منغوصہ نثار بانو صاحبہ بھی بورے والا پہنچ گئیں کیونکہ وہ بھی اپنے والد محترم کے لیے بہت اداس تھی۔ چند روز قیام کے بعد والد صاحب بذریعہ ٹرین سمہ سٹہ تشریف لے آئے۔ میری چھوٹی بہن بھی ان کے ہمراہ تھی۔

سمہ سٹہ ریلوے اسٹیشن پر جب وہ ٹرین سے اترے تو کچھ بجھے بجھے اور خاموش تھے۔ میں اُن کے پیچھے ان کا سامان اٹھا کر چل رہا تھا اور بغور ان کا جائزہ بھی لے رہا تھا کہ اچانک میری نظر ان کے بائیں بازو پر ٹھہر گئی جو لٹکا ہوا تھا۔ میں نے گھبرا کر ان سے پوچھا کہ ابا جان کیا حال ہے، آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ فرمانے لگے: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، میں بالکل ٹھیک ہوں۔ میں نے ان کے لٹکے ہوئے بازو پر زور سے چٹکی کاٹی مگر وہ بے خبر رہے۔ میرا شک یقین میں بدل گیا کہ ابا جان کو فالج ہو گیا ہے۔ میں نے اپنی بہن سے پوچھا تو وہ اپنی سادگی میں کہنے لگی کہ نہیں ابا جان تو ٹھیک ہیں، ٹرین میں مجھ سے باتیں کرتے رہے ہیں۔ اتنے میں ہم سب ان کے حجرے میں پہنچ گئے۔ میں نے انہیں پلنگ پر لٹا دیا اور مٹھی چاپی کرنے لگا مگر ساتھ ساتھ میں ان کو چیک بھی کرتا رہا۔ صرف ایک بازو ہی فالج زدہ تھا۔ میں نے پاؤں کے تلوؤں پر خراش لگا کر دیکھی۔ انہوں نے فوراً میری طرف گھور کر دیکھا اور ناراضگی کا اظہار کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے کہنے لگے کہ دیکھو یار میرا یہ ہاتھ کام ہی نہیں کر رہا۔ میری آنکھیں بھر آئیں مگر ضبط سے کام لیتے ہوئے میں ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر ان کے پاس بیٹھا رہا۔ رات کو ان کی طبیعت اور بگڑ گئی۔

صبح میں انہیں بہاولپور لے آیا اور CMH میں داخل کرا دیا جہاں کچھ روز کے علاج کے بعد وہ قومے میں چلے گئے۔ ڈاکٹر کرنل الطاف الرحمٰن میرے ذاتی دوست تھے۔ انہوں نے بہت توجہ سے والد صاحب کا علاج کیا۔ ایک موقع پر وہ ہوش میں آ گئے۔ میں بھاگم بھاگ ڈاکٹر عبدالرحمٰن ہمدانی صاحب کے پاس گیا۔ اس وقت میڈیکل کے حلقوں میں ایک بڑا نام تھا اور میرے ان سے ذاتی مراسم تھے۔ وہ میری درخواست پر CMH جا کر والد صاحب کا علاج کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ CMH کے کمانڈنگ افسر اور دیگر ڈاکٹر صاحبان نے بھی بے حد فراخ دلی کا مظاہرہ کیا اور ڈاکٹر صاحبان کی ٹیم نے CMH کے گیٹ پر ان کا استقبال کیا۔ جیسے جیسے ڈاکٹر ہمدانی صاحب ہدایات دیتے جاتے وہ نوٹ کرتے جاتے۔ میں تمام ڈاکٹر صاحبان اور ہمدانی صاحب کا تہہ دل سے ممنون ہوں اور ہمیشہ رہوں گا۔ چند دن بعد والد صاحب پھر قومے میں چلے گئے اور لوٹ کر نہ آئے۔ 2 رمضان

Scanned with CamScanner

المبارک کو وہ اس دارِفانی سے کوچ کر گئے۔ میں اس لحاظ سے خوش قسمت ہوں کہ مجھے ان کی خدمت کا موقع ملا اور ان کا سفرِ آخرت میرے گھر سے ہی شروع ہوا۔ 3 رمضان المبارک کو دوپہر ڈھائی بجے قبلہ والد صاحب کو ان کے اپنے دستِ مبارک سے کھودی گئی لحد میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔

بس یہیں ختم ہر فسانہ ہے
سب کو آخر یہیں پر آنا ہے
یہ بہاریں یادگاریں ہیں
ان میں آباد ایک زمانہ ہے

ان کی جیب سے بٹوہ نکال کر تمام رقم لوٹ لی گئیں اور خالی بٹوہ اُن کی میز پر رکھ دیا گیا۔ اُن کے حجرے کا تمام سامان لوٹ لیا گیا اور یہ سب کسی غیر نے نہیں بلکہ ان کے اپنے بیٹے قدیر نے کیا۔ ہم والد صاحب کو دفنا کر بہاولپور آ گئے اور پھر کبھی سمہ سٹہ نہیں گئے۔ والد صاحب کی زمین جو اُن کو اپنے والد صاحب سے وراثت میں ملی تھی اب اس کی وراثت ہم سب بہن بھائیوں کے نام ہو گئی تھی۔ ساری زمین پر قدیر نے قبضہ کر لیا۔ بھولی بھالی اور سادہ مزاج کی سگی ہمشیرگان کو بہلا پھسلا کر اور سبز باغ دکھا کر مختار نامے لے لیے اور ان کے حصے کی تمام زمین پلاٹ بنا کر فروخت کر دی۔ پردہ نشین خواتین کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کسی بہن کو بھی 20/30 فیصد سے زیادہ رقم نہ دی گئی۔ میرے والد صاحب کے پاس Steaven نامی ایک امریکن شاٹ گن تھی جو انہوں نے اپنی زندگی میں ہی میرے لائسنس پر ٹرانسفر کر دی تھی۔ مجھے قدیر نے پیغام بھجوایا کہ گزشتہ رات والد صاحب میرے خواب میں آئے اور پریشانی میں مجھے کہا کہ ادریس بہت جلد غصے میں آ جاتا ہے اس لیے شاٹ گن کا اُس کے پاس رہنا ٹھیک نہیں۔ اسے پیغام دو کہ وہ قدیر کے نام ٹرانسفر کر دے۔ پیغام لانے والی خاتون کو میں نے کہا کہ قدیر سے کہو والد صاحب سے کہے کہ میرے خواب میں آ کر مجھے حکم دیں تو میں فوراً تعمیل کروں گا۔ بقول شاعر:

کیسے سنبھال پائیں گے خستہ بدن کی راکھ
ہم لڑتے لڑتے تھک گئے ہیں اپنے ہی بخت سے

والد محترم کی وفات کی وجہ سے گھر میں بہت اُداسی پائی جاتی تھی۔ بچے بھی اپنے دادا جان کی کمی محسوس کرتے تھے اور خاموش خاموش رہتے تھے۔ قدیر کا محبوب ترین مشغلہ تھانے، عدالتیں، مقدمے بازی، لڑائی جھگڑا، فساد برپا کرنا تھا۔ اس پر طرہ یہ کہ اس نے داڑھی بھی رکھ لی تھی اور تبلیغی جماعت میں شمولیت بھی اختیار کر لی تھی اکثر رائے ونڈ آنا جانا رہتا۔ ستم ظریفی دیکھیے کہ جانا رائے ونڈ دعا کے لیے لیکن سفر بغیر ٹکٹ کے کرنا۔ اسی قماش کے

Scanned with CamScanner

ریلوے کے بدمعاش ٹائپ ٹکٹ چیکر بھی اُس کی مدد کو تیار اور بغیر ٹکٹ سفر کرانے میں مددگار ہوتے تھے والد محترم کی بنائی ہوئی مسجد بھی اس نے اپنے قبضے میں کر لی تھی اور مسجد کا تمام سامان فروخت کر دیا جس میں ایک مشین چپس کا فرش رگڑنے والی، لکڑی کا سامان، ڈرم، شٹرنگ کا سامان اور دیگر تعمیراتی سامان شامل تھا جو والد صاحب نے مسجد کی تعمیر کے دوران خرید کر مسجد کے سٹور میں رکھوایا تھا۔ اس بہروپیے کا بہروپ ایک مولوی کی طرح کا تھا اور کام چور، اُچکوں جیسے تھے۔ نہ جانے اس جیسے اور اس قماش کے کتنے بہروپیوں نے تبلیغی جماعت کا سہارا لیا ہوا ہے۔

جن لوگوں کو یہ ثواب کمانے کا جھانسہ دے کر رائے ونڈ لے جاتے ان کو بھی بغیر ٹکٹ سفر کرواتے، اپنا کھانا پینا ان کی جیب سے کرواتے۔ واپس آ کر اپنے میڈیکل سٹور کے باہر چند ٹوٹی پھوٹی کرسیاں رکھ کر تبلیغی محفل لگائی جاتی جس میں حقہ نوشی کے ساتھ رائے ونڈ کے تبلیغی اجتماع کے بارے میں مفروضوں سے بھرپور ثواب کی لوٹ سیل لگائی جاتی۔ ضعیف الاعتقاد اور بدقماش لوگ اس کے درباری ہوتے۔ اب ذرا ان کی روحانی اور جسمانی پاکیزگی ملاحظہ فرمائیں۔ اس ''ثواب لوٹ لو محفل'' کے بڑے سائیں یعنی ڈاکٹر قدیر احمد MFDP کو اگر پیشاب کی حاجت محسوس ہوتی تو وہ فوراً اپنے میڈیکل سٹور میں جاتے، میز سے AQUA کی بوتل اٹھاتے اور اپنے دربار کی جگہ سے چند قدم دور جا کر سب کے سامنے حوائج ضروریہ سے فراغت حاصل کرتے۔ AQUA کی بوتل سے استنجا فرماتے اور واپس آ کر بوتل پھر ادویات Dispence کرنے والی میز پر رکھ دیتے۔

کتاب پڑھنے والے بہت سے لوگوں کے ذہن میں یہ آئے گا کہ یہ AQUA کیا ہوتا ہے؟ قارئین کی دلچسپی کے لیے عرض ہے کہ AQUA میڈیکل کی اصطلاح میں پانی کو کہتے ہیں۔ سوال پانی کا نہیں بلکہ روحانی پاکیزگی اور بالیدگی کا ہے۔ اسلام میں صفائی نصف ایمان ہے۔ مجھے پریشانی یہ ہے کہ رائے ونڈ کے عظیم اجتماع سے یہ لوگ کیا سیکھ کر آتے ہیں؟ یہ صرف ایک چھوٹی سی مثال میں نے قارئین کرام کے لیے پیش کی ہے۔ مزید گندگی صفحہ قرطاس پر منتقل کر کے میں اپنی کتاب کا حسن برباد نہیں کرنا چاہتا۔ صرف عوام کی عدالت میں FIR درج کروانا چاہتا ہوں اور تبلیغی جماعت کے ذمہ دار لوگوں سے مطالبہ کرتا ہوں کہ ان جیسے قماش کے جن لوگوں نے بھی اس عظیم مقصد رکھنے والی جماعت کا Shelter لیا ہوا ہے ذرا اس میں چھان لگائیں تا کہ سڑے ہوئے اور گندگی میں غرق نام نہاد بدنما چہرے اسلام کی پاکیزگی کو گہنا نہ سکیں۔

از راہِ تفنن جناب رضا رومی کا کلام لکھ رہا ہوں تا کہ قدیر جیسے مولوی قدیر جیسے تبلیغی اور قدیر جیسے بہروپیے جو کہ ہر سال کو برا سانپ کی طرح اپنی کینچلی بدلتے ہیں اور عوام الناس تو کیا اپنے سگے خونی رشتوں اور یہاں تک کہ اپنے والدِ محترم کو بھی ڈسنے سے نہیں چوکتے۔ جس کا تفصیلی ذکر آئندہ کے ابواب میں آئے گا۔ قارئین کرام اس نظم کا ایک

Scanned with CamScanner

ایک لفظ ان مولویوں پر 100% صادق آتا ہے جو اللہ کا نام لے کر اسلامی بہروپ بھر کر پورے معاشرے کے لیے ایک عذاب اور اسلام کے لیے شرمندگی کا باعث بنے ہوئے ہیں عوام سے درخواست ہے کہ ایسے لوگوں کو پہچانیں۔نظر از رضا رومی:

وارِدِ جنت ہوئے جب مولوی عبدالودود
مستقل پڑھتے ہوئے چلا کہ صلواۃ و دَرود
اک نگاہ طائرانہ ڈال کر سب پر بڑود
بولے کچھ اسلام کا خطرے میں ہے وجود
میری نظروں کو تو ماحول یہ کچھ بھاتا نہیں
کیسی جنت ہے کوئی اپنا نظر آتا نہیں
دو قدم آگے بڑھے تو حُور ایک آئی نظر
حُسن کی ہر دنیاوی تعریف سے تھی بالاتر
اس سے بولے کون ہو تم اور برقعہ ہے کدھر
کس جگہ رہتی ہو شاید پاس ہی ہو میرا گھر
ہو ابھی ناقد خدا یا بس گئیں دل شاد ہو
میں ابھی آیا ہوں سیٹ ہو لوں تو گھر آباد ہو
سٹپٹا کر حُور بھاگی سُن کر یہ ٹیڑھے سوال
لگ رہا تھا پاگئی ہے آپ کا حُسن خیال
یہ ڈرے اللہ کو معلوم ہے سب دل کا حال
خاطرِ وحشی نہ ہو جائے کہیں جاں کا وبال
جانے کیوں جنت اک سودا تھا اور اکثر تھا مجھے
حجرہ مسجد میں بھی سب کچھ میسر تھا مجھے
پھر خیال آیا کہیں مسجد نہیں آئی نظر
کیا یہاں اللہ کا اپنا نہیں ہے کوئی گھر

Scanned with CamScanner

دی صدا حق نے دل انساں ہے میرا مستقر
سب محوِ عبادت ہیں بہ انداز دیگر
بولے یا رب کتنے فرقے کتنے عالم ہیں یہاں
میرے مَسلک پر ہیں یا سب غیر مسلم ہیں یہاں
سُن کر یہ سب ان کی باتیں دیکھ کر یہ ان کے گُن
حور اِک یوں دوسری کے کان میں بولی کے سُن
مُخنی سے قد پر یہ ہنگامہ آرائی کی دُھن
ہیں مجسم معنی قُل ''قلیل'' فتنہ تُن
آدمی لگتے نہیں مجموعہ جنات ہیں
بولتے سُنیں تو اِنا اَنکر الاصوات ہیں
ان کے مذہب میں نہیں تھی کیا دل آزاری حرام
کون سے مذہب کو یہ اسلام کا دیتے ہیں نام
نام پر اللہ کے مروایا سب کو صبح شام
خود نہیں حاصل کیا لیکن شہادت کا مقام
مجھ کو ڈر ہے حُور، غلمان سب کولڑوائیں گے یہ
یہاں بھی اب ذاتی نظامِ مصطفیٰ لائیں گے یہ

آخر میں یہ ضرور کہنا چاہوں گا اگر کہیں بھی کسی کے ساتھ بھی آپ اختلافِ رائے رکھتے ہیں تو مخالفت کر سکتے ہیں بلکہ ڈٹ کر کریں۔ لیکن منافقت بھی نہ کریں کیونکہ منافقت بزدلوں کی صفت ہے اور مخالفت جرأت منداور بہادر لوگ کرتے ہیں۔

بقول شاعر:

یہ شہر طلسمات ہے کچھ کہہ نہیں سکتے
پہلو میں کھڑا شخص فرشتہ ہے کہ ابلیس

اور جہاں تک مسالک کا تعلق تو قارئین کرام کی خدمت میں عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ الہامی نہیں ہیں بلکہ Man Made ہیں اور تاریخی لحاظ سے کچھ یوں ہیں 1867ء سے پہلے کوئی دیوبندی نہیں تھا۔

Scanned with CamScanner

1896ء سے پہلے کوئی بریلوی نہیں تھا۔ 1906ء سے پہلے کوئی اہلحدیث نہیں تھا۔ 150 ہجری سے پہلے کوئی حنفی اور جعفری نہیں تھا۔ 200 ہجری سے پہلے کوئی مالکی اور شافعی نہیں تھا۔ 250 ہجری سے پہلے کوئی حنفی نہیں تھا۔ جبکہ حضرت محمد ﷺ کی وفات تک کوئی شیعہ سنی نہیں تھا البتہ مسلمان تھے جو آج گم شدہ ہیں۔

اب کچھ واقعات، حالات قارئین کرام کی نذر کرتا ہوں والد صاحب کی وفات کے فوراً بعد اس نے داڑھی بڑھالی اور سب سے پہلے مسجد آباد کرنے کے بہانے اس پر قبضہ کیا۔ اس کا اسٹور فروخت کیا اس کے گرد و نواح والے پلاٹ فروخت کیے۔ پس پھر کیا تھا ایسا خون منہ کو لگا نہ اسے کوئی بہن نظر آئی نہ بھائی اور یہ مشترکہ کھاتے کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے پلاٹ پر پلاٹ فروخت کرتا چلا گیا۔ جائز ناجائز مقدمے قائم کرتا چلا گیا۔ دیگر حصہ داران کو مقدموں کی جھوٹی سچی روداد سنا کر ڈرانا دھمکانا اس کا شیوہ بن چکا تھا اس کا معیار کیا ہے؟ غیرت اور عزت کا مفہوم اس کے نزدیک کیا ہے؟ دین جس کی یہ تبلیغ کرتا پھرتا ہے۔ اپنی ذہنیت اور ہم خیال قسم کے تبلیغی بہروپیوں کے ساتھ مسجد میں چلوا اور اللہ کے مہمان بن کر گشت کرو کا اثر ان پر کیا ہے؟ اس ایک واقع سے یہ آپ سب پڑھنے والے اندازہ لگا سکتے ہیں اور میں اس واقعہ کا چشم دید گواہ ہوں۔

میری اور اس کی منجھلی پھوپھی جنابہ سردار بیگم صاحبہ مرحومہ نے والد صاحب کی وفات کے بعد زمین میں سے اپنا حصہ لینے کے لیے مقدمات دائر کیے ان کو خود تو اتنی سمجھ بوجھ نہیں تھی۔ اس بہروپیے کے قماش کا ان کا بھی ایک بیٹا تھا جو کہ انٹرنیشنل سمگلر اور بدمعاش تھا اگر یہ پاکستان لیول کا بدمعاش ہے تو وہ انٹرنیشنل لیول کا سزا یافتہ تھا۔ یہ دونوں آمنے سامنے تھے اگر اس کے خلاف کچھ مقدمات دیوانی اور فوجداری قائم ہو جاتے تو دوسرا کیونکہ انٹرنیشنل لیول کا سزا یافتہ بدمعاش تھا وہ مقدمات پر مقدمات قائم کراتا چلا گیا جنگ ان دو بدمعاشوں کی تھی اور خرچہ دیگر بہن بھائیوں کے حصہ زمین سے وصول کیا جا رہا تھا اور دونوں نے ان مقدمات کو ایک نفع آور کاروبار بنایا ہوا تھا۔

اصل واقعہ کچھ اس طرح تھا جو کہ میں عزت اور غیرت کے حوالے سے بتانا چاہتا تھا کہ ہماری پھوپھی صاحبہ والد صاحب کی وفات کی وجہ سے تشریف لائی ہوئی تھیں۔ اس نے مقدمہ کے سلسلے میں کچھ کاغذات دستخط کرانے چاہے اور پھوپھی صاحبہ کے انکار کرنے پر ان کو بہت ہی غلیظ گالیاں دینی شروع کر دیں اور آپے سے باہر ہو گیا۔ میری مداخلت اور شرم دلانے پر کہ یہ خاتون ہمارے والدِ محترم کی سگی بڑی بہن ہے کچھ تو شرم کرو۔ ہماری معزز ترین مہمان بزرگ خاندان اور باعث برکت ہے۔ دوسرے روز ہی اپنے حق میں عدالت کے روبرو بیان دلوانے کی خاطر یہ شخص پھوپھی صاحبہ کے قدموں میں پڑا معافیاں مانگ رہا تھا۔ اس وقت اس کی غیرت کا جنازہ نکل رہا تھا لیکن کسی بھی بے غیرت شخص کو جب وہ انتہائی پستی میں گرا پڑا ہو یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ دوسروں کے لیے

Scanned with CamScanner

قابل نفرت بن چکا ہے۔لوگ اس کی اصلیت جان چکے ہیں اوراس کی شخصیت معزز لوگوں کے لیے غیر اہم ہو چکی ہے بس یہ ہی ایک لعنت زدہ شخص کی پہچان ہے۔ دراصل ہوا کچھ یوں کے پھوپھی کے سمگلر بیٹے کا ایک دستخط شدہ کاغذ یا اسٹامپ پیپر اس کے دیگر رشتے داروں کے توسط سے اس کے ہاتھ لگ گیا جس پر اس نے زمین کا بیعہ نامہ اپنے حق میں لکھ کر زمین پر قبضہ کرلیا۔دوسرا بھی مقدمے باز تھا اس نے فوجداری اور سول مقدمے قائم کرا کر ایک نہ ختم ہونے والی جنگ کا آغاز کر دیا اب جنگ دو بدمعاش اور بدخصلت اشخاص میں تھی۔خرچہ اور مہمان نوازی دیگر حصہ داران کے ذمہ تھی مقدموں کا خوف دلا کر مقدموں کا خرچہ تواریخ مقدمات کے دوران مہمان نوازی،فرمائشی کھانے وکیلوں کی فیسوں،عدالتی اخراجات اور پولیس کے اخراجات کے نام پر ہر حصہ دار سے کچھ نہ کچھ وصولی کو فرض اولین سمجھ کر کیا جاتا کیونکہ کبھی یہ حوالات میں ہوتا اور کبھی دوسرا بند ہوتا۔ مجھے ذاتی طور پر قدیر اور تبلیغ و دیگر اسی قماش کے تبلیغی بہروپیوں کو یہ کہنا اور سمجھانا ہے کہ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کا بہترین عقیدہ اور مذہب آپ کا ہے تو پھر بہترین عمل کر کے دکھانا بھی آپ کی ذمہ داری ہے اور اگر بہترین عمل کر کے دکھانے میں ناکام ہیں تو تبلیغ کا پرچار کرنا چھوڑ دیں کیونکہ جو تبلیغ آپ کو نہیں بدل سکی وہ کسی اور کو کیا بدلے گی کیونکہ آپ کے قول و فعل میں بہت بڑا تضاد ہے اور آپ کا یہ تضاد تبلیغ اسلام کو فائدہ نہیں نقصان پہنچا رہا ہے اور تبلیغی بہروپیوں کی موجودگی میں اسلام کو کسی اور دشمنی سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ایک بھائی کے ہاتھوں میں بچپن سے لے کر آج تک زِک پر زِک اٹھاتا چلا آ رہا ہوں اور اکثر سوچتا رہتا ہوں کے بہرحال بچھڑ جانے والا رشتہ جسم میں ایک احساس کو مردہ کر جاتا ہے۔ کچھ لوگ ہمارا یقین مار جاتے ہیں۔ کچھ پیار کچھ اعتماد اور کچھ ہماری خوشیاں مار کر ہمارے یقین اور صبر کو متزلزل دیکھتے ہیں۔ والد صاحب کی رحلت کے بعد جب دیگر بہن بھائی میرے بچے،میں اور میری اہلیہ محترمہ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو تھے کہ یا اللہ والد تو ہمارے تھے لیکن امانت تیری تھی۔سو تیری طرف لوٹ گئے بس اتنی دعا ہے انہیں اپنی جنت کا مہمان بنانا۔آمین ثمہ آمین یارب العالمین۔

جبکہ دوسری طرف قدیر نے لوٹ مار اور مقدمہ بازی کا کاروبار جاری رکھا ہوا تھا جس کی تفصیل اوپر لکھی جا چکی ہے۔اللہ تعالیٰ نے لعنت اللہ المنافقین کا پیغام اسی لیے دنیا کو دیا ہوا ہے۔ بقول شاعر:

جھوٹ کہتے ہیں کہ سنگت کا ہو جاتا ہے اثر
کانٹوں کو تو آج تک مہکنے کا سلیقہ نہیں آیا

میڈیکل سٹور نشہ آور ادویات فروخت کرنے کی وجہ سے بند ہو گیا اور پریکٹس سمہ سٹہ میں کئی MBBS ڈاکٹرز آنے کی وجہ سے بند ہو گئی والد صاحب کا جو ڈر خوف تھا وہ بھی ان کی رحلت کی وجہ سے ختم ہو گیا۔میرے

Scanned with CamScanner

سمیت تمام بہن بھائی سمہ سٹہ جانا اور اس سے بات چیت کرنا مناسب خیال نہیں کرتے تھے کیونکہ مقدمے باز تھا کچہری کے گرداب میں پھنسا ہوا۔ یہ بے ایمان شکل مومناں کرتوت کافراں کے عین مطابق تھا۔ میری ماشاءاللہ اس وقت سات بہنیں تھیں کچھ خوشحال تھیں اور کچھ ضرورت مند تھیں اور اپنے باپ کی وراثت کا حصہ ہر کوئی حاصل کرنے کا خواہش مند تھا آخر ہم تمام بہن بھائیوں نے آپس میں صلاح مشورہ کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ صرف ایک بار بات چیت کے ذریعے یہ مسئلہ حل کرنے کی کوشش کی جائے۔ نہ چاہتے ہوئے بھی بہنوں کی بات کا احترام کرتے ہوئے عزیزی عطاالرحمٰن المعروف خان صاحب پسر محترمہ آپا زبیدہ صاحبہ عزیزی عبدالرحمٰن المعروف راجہ صاحب پسر محترمہ آپا زبیدہ صاحبہ عرفان احمد (دنیا بے ادبی کا صدر) المعروف جاہل مُلاں پسر محترمہ آپا کشور صاحبہ اور راقم الحروف ایک وفد کی شکل میں سمہ سٹہ چلے گئے۔ اتفاق سے قدیر ہمیں اپنے نشیلے استھان پر حقہ گڑگڑاتے اپنی طرح کے کچھ چمچوں کڑچھوں کے درمیان بیٹھا مل گیا ہمیں دیکھ کر پریشانی اس کے داڑھی زدہ چہرے پر عیاں تھی۔ کیونکہ سُنت موکدہ کی برکات سے اس کی نیت، لین دین اور کاروبار کا دُور دُور سے بھی واسطہ نہ تھا اور نہ ہے۔ اس لیے میں نے داڑھی زدہ کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ داڑھی ہنود، یہودی اور ہر قسم کے غیر مسلم اور منافق سب رکھتے ہیں مسلمان کی داڑھی پُرنور اور قابلِ احترام ہوتی ہے۔ اس کے استھان پر اس وقت کچھ مقدمہ گزیدہ لوگ بیٹھے تھے۔ SHO اور وکیل صاحب کو کتنے پیسے کس چیز کے عوض دینے ہیں یہ طے ہو رہا تھا ہمیں دیکھتے ہی سب کو تتر بتر کر دیا گیا۔ بڑی متانت سے پوچھا گیا کہ بوتل چلے گی یا سکنجبین ہمارے انکار پر خاموش ہو گیا۔ میرے ساتھ آنے والے بھانجے نے جو کہ اس کا بھی بھانجا لگتا تھا اور لگتا ہے، نے اپنا آنے کا مقصد بیان کرتے ہوئے کہا ماموں ہم اپنی امی جان کی زمین کے حصے کے لیے آئے ہیں آپ مہربانی فرمائیں۔ یہ سنتے ہی منافقوں کی طرح یہ آپے سے باہر ہو گیا اور آنکھیں نکال کر بولا خبردار اگر تم نے اس قسم کی بکواس کی تو مجھے جانتے نہیں۔ پھر مجھ سے نہ رہا گیا میں نے ہاتھ کھڑا کرتے ہوئے وارننگ دینے کے انداز میں کہا کہ میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں اور ہم لڑنے کے لیے نہیں آئے۔ راتب (کتے کا کھانا) پر صرف کتے لڑتے ہیں، میں تمہیں ایک موقع دیتا ہوں۔ ایک سوچ جو عزت، وقار، معافی تلافی کی طرف جاتی ہے دینے اور سمجھانے آیا ہوں اپنی یہ بکواس بند کرو اور غور سے میری بات سنو جس پر یہ کچھ دھیما پڑ گیا اور بھانجوں کو (Ignore) نظر انداز کر کے میری طرف متوجہ ہو گیا۔ میں نے کہا کہ فلاں فلاں بہن بہت زیادہ ضرورت مند ہے تم بہنوں کو ان کا حصہ دے دو مجھے چاہیے نہ دو میں تمہیں اس کا صلہ دونگا اور معاف کر دونگا لیکن اگر تم کو میری بات کی اہمیت اور اس کی فلاسفی سمجھ نہیں آتی اور بظاہر تم اس وقت زمین اور دولت کے چکر میں سمجھنا بھی نہیں چاہتے تو یہ بات یاد رکھنا تم آج بھی نقصان زدہ ہو اور انشاءاللہ کل بھی گھاٹے میں

Scanned with CamScanner

تم ہی اپنے آپ کو پاؤ گے اور میں آئندہ کبھی بھی تمہارے یا تمہاری فیملی سے نہیں ملوں گا اور ہمیشہ کے لیے تم میرے لیے مر چکے کے برابر تصور کیے جاؤ گے اور تمہاری زندگی میں ہی انشاءاللہ تعالیٰ تمہاری اوقات ذہنیت اور قماش لکھ دونگا تا کہ ہر آنے والا دور اور نسل تم سے واقفیت رکھے مگر جاہل ہونے کی وجہ سے یہ میری بات کی فلاسفی کو نہ سمجھ سکا۔

تم نے مجھے دو چوائسز دی تھیں۔ تمہارے کہنے کے مطابق تم سب کو میں حصہ دوں یا دوسری صورت میں تم لوگ مجھے چھوڑ دو گے۔ مجھے تمہاری دوسری شرط منظور ہے۔ اب آپ لوگ جا سکتے ہیں، میں نے کہا اچھی طرح سوچ لو اگر کل کلاں کو کسی بیچارگی، بیماری یا مصیبت میں تم نے مجھے پکارا تو مجھے اپنے ساتھ نہیں پاؤ گے میں اپنی ذات کی حد تک تم کو باور کرانے کی کوشش کر رہا ہوں دیگر بہن بھائیوں کا مجھے علم نہیں ہے مگر میں جو کچھ کہہ رہا ہوں میں اس کا مطلب اس کے اثرات اور نتائج اچھی طرح جانتا ہوں مجھے اپنے آپ پر یقین اور بھروسہ بھی ہے یہ سب کچھ اس نے سُنی اَن سُنی کر دی اور کسی اور طرف متوجہ ہو گیا۔ پھر اس کا ایک پیغام مجھے ملا۔ پیغام دینے والا بھی سمہ سٹہ میں اچھی شہرت نہ رکھتا تھا گو کہ پڑھا لکھا تھا مگر چھٹا ہوا بدمعاش تھا۔ پیغام میں مجھے کہا گیا تھا جب مرضی آ کر اپنا حصہ لے لو مگر دیگر حصہ داران کا ساتھ چھوڑ دو۔ میں نے کہا میں تم پر اور تمہارے پیغامبر پر لعنت بھیجتا ہوں اس کے بعد سے لے کر آج تک میں نے اس کی شکل نہ دیکھی۔ حالات و واقعات اور زمانہ نے کئی کروٹیں بدلیں مگر آج تک میں اپنے وعدے اپنی بات اور اپنی طرف سے دی گئی وارننگ پر قائم ہوں اور انشاءاللہ تا قیامت قائم رہوں گا۔ اب والد صاحب کی زمین پر دیگر وارثان حصہ داران کے حق وراثت پر اس کی خباثت کے جو سائے تھے وہ بہت ہی گہرے ہوتے چلے اور حق وراثت کے جنگل میں یہ لگڑ بگا (Hyena) ایک بھوکے درندے کی طرح اپنے ہی بہن بھائیوں کی بوٹیاں نوچ نوچ کر کھاتا رہا۔ طریقہ واردات ملاحظہ فرمائیں۔

سب بہن بھائیوں کے نام انتقال وراثت ہو گیا۔ یہ خود اپنا حصہ فروخت کرتا رہا کسی خریدار کو پلاٹ کا انتقال کرا دیا کسی سے کچھ ٹائم لے لیا کوئی ضرورت مند خریدار پلاٹ آیا تو اس سے ایڈوانس وصول کر لیا۔ پلاٹ کا قبضہ بھی دے دیا۔ تعمیر مکان شروع ہو گئی جب اچھا خاصا میٹریل برائے تعمیر مکان موقع پر آ گیا تو جا کر غنڈہ گردی سے تعمیر رکوا دی اور حکم صادر کیا کہ پہلے قیمت پلاٹ ادا کرو۔ اس طرح ہر کام میں لین دین میں وعدہ کے خلاف آپ کو صرف دھونس غنڈہ گردی اور وعدہ خلافی ہی نظر آئے گی۔ قدرتی طور پر اس کی شیطانی رگیں ہر وقت عود عود کر اس کو بدمعاشی اور گہری سازش کرنے پر اکساتی رہتی ہیں۔ پہلے یہ ایک بہن کے پاس گیا اس کو بتایا کہ تمہارے حصے کا 25% رقبہ عدالتوں، پولیس اور وکیلوں کی نذر ہو چکا ہے اگر تم مجھے اپنے حصے کی حد تک مختار نامہ عام دے دو تو میں تمہیں چند ہزار روپے ابھی دے دونگا باقی 15/20 روز میں تمہارے پلاٹ فروخت کر کے دے دوں گا۔ بیچاری

Scanned with CamScanner

مجبور، بے کس اس کی شیطانی جبلت سے ناواقف بہن مرتی کیا نہ کرتی فوراً مان گئی اور جیسے اس نے کہا ویسے ہی اس نے دستخط انگوٹھے لگا دیے جب ایک نے ایسا کر دیا تو جو بہنیں بہاولپور سے باہر دیگر شہروں میں رہائش پذیر تھیں انہوں نے بھی نہ چاہتے ہوئے اپنی بے کسی کی وجہ سے جو اور جہاں اس نے کہا دستخط انگوٹھے لگا دیے۔ اس دوران بڑے بھائی شفیق احمد صاحب وفات پا گئے وہ اپنی فیملی کے ساتھ ساہی وال میں مقیم تھے۔ ہم سب لوگ ساہی وال قبرستان میں موجود تھے۔ بھائی صاحب کا جنازہ میرے اور دیگر لوگوں کے کندھوں پر تھا ہم لوگ قبرستان کے درمیان میں سے گزر کر بھائی جان کے لیے کھودی گئی قبر کی طرف جا رہے تھے مرحوم بھائی کے (لذیذ بھائی) یعنی محترمہ بھابھی صاحبہ کے بھائی جس کو انگلش میں Brother In Law بھی کہتے ہیں ۔ (دراصل ہم لوگ تہذیب کی وجہ سے بیوی کے بھائی کو سالا نہیں کہتے بلکہ اس کو گالی تصور کرتے ہیں) بھارت کے کچھ علاقوں میں جہاں نستعلیق اردو بولی جاتی ہے بیوی کے بھائی کو ''لذیذ بھائی'' کہا اور سُنا جاتا ہے جبکہ سالا گالی دینے کے زُمرے میں آتا ہے۔

ابھی ہم قبرستان میں جنازہ اٹھائے کھودی گئی قبر کی طرف بڑھ ہی رہے تھے کہ ہمارے مرحوم بھائی کے لذیذ بھائی ملک معراج الدین ریٹائرڈ چیف انجینئر پبلک ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ آف پنجاب آگے بڑھے اور جنازہ زمین پر رکھنے کا کہا جب جنازہ زمین پر رکھ دیا گیا تو فرمانے لگے کہ تابوت آ گیا ہے اور قدیر کہتا ہے کہ میت ہم سمہ سٹہ لے کر جائیں گے۔ میں نے ناراضگی سے کہا کیا سمہ سٹہ میں جنت البقیع قبرستان ہے؟ وہاں تو میرے دادا، ماں اور باپ کی قبریں خطرے میں ہیں نہ جانے اس قطعہ زمین کو کب کوفی قوتیں فروخت کر دیں ہم تو وہاں اپنے ماں باپ کی قبروں پر نہیں جا سکتے اور یہ مرنے والا اپنی زندگی میں منتیں، سماجتیں اور نہ جانے کتنے چکر ساہی وال اور سمہ سٹہ کے درمیان لگانے کے باوجود حاصل نہ کر سکا اب یہ شہنشاہِ قبرستان اس کو دو گز زمین عطا کر کے اپنے منہ پر لگنے والی کالک کا گہرا کالا رنگ ذرا سا کم کرنا چاہتا ہے اور آپ ایک عیار کے چکر میں آ کر جنازہ رکوانے کے گناہ میں شامل ہو گئے ہیں۔ ملک صاحب جلدی جلدی چلتے ہوئے کہیں غائب ہو گئے اور پھر نظر نہ آئے۔ بھائی صاحب کے بعد ان کے بیٹے، بیٹی اور بیوہ کے ساتھ بھی اس نے وہ ہی سلوک کیا جو یہ دیگر بہنوں کے ساتھ کرتا رہا تھا۔ جب میرے علاوہ دیگر تمام حصہ داران کے کھاتے زمین سے خالی ہو گئے تو صرف میں باقی بچا جس کے کھاتے میں حصہ کے مطابق زمین باقی بچی ہوئی ہے لیکن موقع پر نہیں ہے وہ اس طرح کے بذریعہ اقرار نامہ بیع زبانی کلامی ہفت کلام اور وعدے پر ضرورت مند لوگوں نے خرید کی ہوئی ہے کیونکہ ذاتی حصہ اور مختار ناموں پر دیگر حصہ داران کے پلاٹ عام لوگوں کو یہ فروخت کرتا رہا ہے۔ اس لیے لوگوں کو اس بات کا اطمینان تھا کہ جیسے دیگر لوگوں کے انتقال ہو چکے ہیں ہمارے بھی ہو جائیں گے مگر ان لوگوں کو یہ علم نہیں ہے کہ جن حصہ داران کا حصہ اب محکمہ مال کے ریکارڈ میں

Scanned with CamScanner

بقایا ہے وہ قیامت تک اس کو مختار نامہ نہیں دینگے۔ اس نے جتنے دھوکے کرنے تھے کر لیے جن جن کا حصہ غصب کرنا تھا کر لیا اب مزید موقع نہیں دیا جائے گا۔

جن نئے خریداروں کے انتقال اب تک نہیں ہو سکے انہوں نے تمام یا جزوی ادائیگی برائے قیمت پلاٹس کی ہوئی ہے اور ان کے تقاضوں کی شدت میں بھی بہت تیزی آ گئی مگر ان کو جواب یہ دیا جاتا ہے کہ میرا بھائی افریقہ گیا ہوا ہے۔ جیسے ہی وہ آئے گا آپ کا پلاٹ رجسٹری وانتقال کرا دیا جائے گا۔ حالانکہ 2000 کے بعد سے لے کر آج تک میرا افریقہ کا کوئی بھی وزٹ نہیں ہے۔ البتہ بلجیم، ہالینڈ، جرمنی، لکسمبرگ، اٹلی، کینیڈا اور دوبئی اس کے بعد سویڈن کے مختصر یا زیادہ سے زیادہ ایک ماہ کے ٹورز ضرور ہیں جب لوگوں کو مایوسی ہوئی اور قدیر کا کوئی بھی وعدہ وفا نہ ہو سکا تو کچھ لوگ جھگڑے گالی گلوچ اور مار کٹائی پر اُتر آئے اور بدقسمتی سے قدیر کو ہارٹ اٹیک نے آلیا جس کی وجہ سے ہسپتال داخل ہونا پڑا۔ دوران علاج اس نے دیگر بہن بھائیوں کو بہت کہا کسی طرح ادریس کو لے کر آؤ میں معافی مانگنا چاہتا ہوں مگر میں نے ہر آنے والے سے کہا کہ میرے ساتھ جس نے بھی پیار محبت بھائی چارہ، عزت احترام رکھنا ہے تو وہ اس مدعے پر مجھ سے بات نہیں کرے گا کیونکہ اس کو زمین پیاری تھی اور بہن بھائیوں کو چھوڑا تھا۔ اب زمین فروخت کرنے کے بعد وہ فارغ ہو چکا ہے اب بھائی کہاں سے لے گا ایک رحلت فرما چکا ہے۔ دوسرے اس کی اوقات اور وفاداری ناپ تول چکے ہیں۔ اس سے تعلق رکھنا اپنے آپ کو دھوکے میں رکھنا ہے اور پھر یہ شخص جس کو بھائی کہتے ہوئے شرم سے گردن جھکی پڑی ہے میرے ساتھ ایک معاہدے میں ہے اس لیے اسے کہو کے معاہدے کی پاسداری کرے کیونکہ معاہدے کی ہی پاسداری کرتے ہوئے میں کبھی 1986ء کے بعد سمہ سٹہ نہیں گیا۔ حالانکہ والد محترم، والدہ ماجدہ اور دادا جان کی قبریں بھی وہاں پر موجود ہیں مگر اس کے باوجود میں نے معاہدے کی پاسداری کی ہے۔ ہارٹ اٹیک کے بعد جب یہ ہسپتال میں داخل تھا تو خریدارانِ پلاٹس میں بہت بے چینی پائی جاتی تھی کہ اگر اللہ نہ کرے اجل کا بلاوا آیا تو ہمارے مکانات کا کیا بنے گا کیونکہ زمین تو کسی اور کی ملکیت ہے۔ خرید کسی اور سے لی ہے جب یہ ہسپتال سے عارضی طور پر صحت یاب ہو کر واپس سمہ سٹہ گیا تو لوگوں کا پریشر ایک بار پھر بڑھنے لگا۔ اور میرے ساتھ صُلح کے لیے ہر مشن ناکام ہوا اور آخر کار یہ بائی پاس سرجری کے لیے لاہور چلا گیا۔ لوگ ایک بار پھر پریشان ہو گئے۔ سرجری کے بعد جب یہ واپس آیا تو میرے بھانجے عطاالرحمٰن المعروف خان صاحب سے صلح کے لیے زور دینے لگا۔ اس نے کہا ماموں یہ ہمارے بس کی بات نہیں ہے اور میں تو کیا دنیا میں کوئی آدمی آپ کی صلح نہیں کرا سکتا یہ سن کر وہ بہت ڈھیٹ پن سے بولا کہ لوقتل کے کیسوں میں صلح ہو جاتی ہے اور تم کہتے ہو کہ صلح نہیں ہو سکتی اور بڑبڑاتا ہوا پاگلوں کی طرح کی حرکتیں کرتا ہوا چلا گیا میں نے اس دوران اپنے وکیل کے توسط سے ایک نوٹس بنام عوام الناس کے نام تقسیم کرا دیا نوٹس کے الفاظ کچھ اس طرح تھے یعنی کے یہ نوٹس کی نقل ہے ملاحظہ فرمائیں۔

Scanned with CamScanner

مشتہری/خریدار ہوشیار باش

ہرگاہ بذریعہ اشتہار جملہ مشتریان کو مطلع کیا جاتا ہے کہ اراضی تعدادی (دس کنال نو مرلے) 10k-09m واقع سلطان ٹاؤن کھاتہ نمبر 66/64 کھتونی نمبر 278 تا 283 واقع موضع ٹبہ میانی تحصیل وضلع بہاولپور کے مالکان بروئے جمع بندی سال 2007/8 ہیں میرے موکلان مسماۃ کشور بیگم، زبیدہ بیگم دختران اقبال احمد ادریس احمد المعروف ادریس احمد آفتاب پسر اقبال احمد قوم ککے زئی پٹھان مشترکہ مالکان ہیں اور میرے موکلان نے آج تک نہ ہی اپنی ملکیہ اراضی کسی کو کسی طور پر نہ تو فروخت کی ہے اور نہ ہی کسی اور طور پر منتقل کی ہے اور نہ ہی کسی کو کسی طور پر منتقل کرنے کا اختیار دیا ہے میرے موکلان نے اپنے حصے کی حد تک کسی بھی پلاٹ کلیم یا جزوی طور پر فروخت کرنے، بیع کرنے، تملیک کرنے یا کسی طور پر منتقل کرنے کا کوئی اختیار نہ دیا ہے اگر کوئی شخص اراضی میں سے کوئی حصہ خریدے گا تو وہ خود اپنے نقصان کا ذمہ دار ہوگا۔ اگر کسی شخص کو ملکیت کا کوئی ریکارڈ ملاحظہ کرنا ہو تو وہ اس بابت زیر دستخطی کے دفتر میں دفتری اوقات کے دوران ملاحظہ کر سکتا ہے۔

لہٰذا یہ اشتہار بذریعہ اخبار اور ہینڈ بل کے ذریعے سمہ سٹہ اور دیگر آس پاس کے دیہاتوں میں مشتہر کیا گیا ہے۔

المشتہر:

راؤ محمد صادق ایڈووکیٹ ہائی کورٹ بہاولپور

چیمبر نمبر 34 ڈسٹرکٹ کورٹس بہاولپور

Cell Phone Numbers.

0300-7803680, 0336-6663680

جب یہ نوٹس پورے سمہ سٹہ اور اس کے گردونواح میں اشتہار بذریعہ ہینڈ بل کی شکل میں عوام میں تقسیم کیا گیا تو ایک بہن نے پیغام دیا کہ اس اشتہار کی وجہ سے قدیر بہت جُز بز ہے اور کہتا ہے کہ اب دشمنی مزید بڑھے گی۔ آخر کار میں نے اس کے منہ سے دشمنی کا لفظ: "Publicly" یعنی کہ عوامی طور پر یا عوام کے سامنے اگلوا ہی لیا اس سے پیشتر جہاں جہاں بھی یہ جا کر میرے ساتھ صُلح کرنے یا کروانے کی بھیک مانگتا تھا اور ہے وہاں یہ اپنی بھیک مانگنے کی پکار میں کہتا تھا کہ میرا چھوٹا بھائی ناراض ہو گیا ہے۔ میری اس سے صلح کرا دو جبکہ اس کا دوسرا رخ بھی آپ کے سامنے ہے قدیر تم ہمیشہ یاد رکھنا تا قیامت تمہاری یہ خواہش کبھی پوری نہیں ہو سکتی کیونکہ تم ایک خائن، ایک ڈاکو، ایک کذاب اور اس سے بھی زیادہ کچھ ہو۔ عنقریب تم من جانب اللہ تعالیٰ جان جاؤ گے ظلم کرنے اور معافی تلافی کے ساتھ نہ کرنے کا انجام کیا ہوتا ہے۔ میں اس جہان میں اور اگلے جہان میں تمہیں ہرگز ہرگز ہرگز معاف نہیں

Scanned with CamScanner

کرونگا کسی غلط فہمی میں نہ رہنا۔ یہ میرا وعدہ ہے تم سے اور تم جانتے ہو کہ جو وعدہ میں نے تم سے کیا تھا اس پر آج تک میں بے حد سختی سے کاربند ہوں اور انشاءاللہ قیامت تک رہوں گا۔ سُن اور پڑھ لیا تم نے؟

وقت گزرتا چلا گیا کیونکہ وقت تو کسی کا بھی انتظار نہیں کرتا وہ ظالم کے ظلم کا وقت ہو یا خوشی کا وقت ہو یا غمی کا وقت ہو بدنصیبی کا وقت ہو یا فرعونیت، شدادیت، یزیدیت کا وقت ہو چاہے آجکل کے چھوٹے چھوٹے فرعون نما بے ضمیر ٹھگوں کا وقت ہو اس کی سب سے بڑی خوبی صرف یہ ہی ہے کہ گزر جاتا ہے۔

اب وقت تو گزر گیا تم نے جتنی بھی ٹھگی، بدمعاشی، حق تلفی، مقدمہ بازی پولیس بازی اور دیگر تمام بازیاں کرنی تھیں کرلیں تم کم ہمت، کم حوصلہ اور عمر رسیدگی کی وجہ سے کمزور پڑ چکے ہو، زمین ختم ہو چکی ہے۔ جن لوگوں سے تم نے کم یا زیادہ پیشگیاں لی ہوئی ہیں ان کو زمین کی رجسٹری انتقال کر کے اب تم نہیں دے سکتے۔ اس لیے تمھیں حج اور بھائی کے ساتھ صلح یاد آ گئی ہے۔ تم نے دیگر بہن بھائیوں کے توسط سے اور اپنی اولاد کے توسط سے اپنے طور پر بہت کوشش کی اور ناکامی کی صورت میں تم ایسے ہی حج کرنے کے لیے چلے گئے جس طرح تم نے اپنے بائی پاس اپریشن کے وقت کوشش کی تھی کہ میری بے چارگی دیکھ کر صلح ہو جائے گی۔ اسی طرح حج کا پاکیزہ سہارا لے کر تم نے ایک بار پھر ناکام کوشش کی اور بری طرح ناکام رہے۔ یعنی بیچارگی اور پاکیزگی کا سہارا لے کر تم نے اپنی گندگی دور کرنے کی کوشش کی جس میں تم بُری طرح ناکام رہے۔

قدیر ہمیشہ یاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بھی قوم کو نماز، روزہ، حج و دیگر عبادات کی وجہ سے فنا نہیں کیا بلکہ معاملہ صرف معافی اور تلافی کا تھا یعنی حقوق العباد کا تھا۔ تم اپنے حج، نمازوں، داڑھی اور تبلیغ کی غلط فہمی میں نہ رہنا یہ تمہاری عبادت نہیں ہے۔ بلکہ عادت ہے اور میں تمہیں کبھی بھی اپنا حق معاف نہیں کرونگا۔ قارئین اکرام تادم تحریر یہ شخص اپنی خصلت سمیت زندہ ہے اور تقریباً نوے سال پلس کی عمر میں ہے۔ مگر عیاری پہلے دن جیسی ہی ہے یہ شخص کرونا گزیدہ بھی رہ چکا ہے۔ بائی پاس سرجری بھی کرا چکا ہے۔ جب والدِ محترم نے وفات پائی تو ہم گیارہ بہن بھائی تھے اور اس کی چالاکی عیاری اور منافقت کی وجہ سے ہم دس کے دس بہن بھائی قدیر گزیدہ تھے اب میری دو ہمشیرگان اور ایک بھائی وفات پا چکے ہیں جبکہ ہم بقایا سات بہن بھائی اب بھی قدیر گزیدہ ہیں۔ اس سانپ نے ہمارے مستقبل کو ڈس ڈس کر زہر آلود کیا ہوا ہے اور خاص طور پر 1954ء میں جب ہم والدِ محترم کی پولیس سروس کی وجہ سے صادق آباد میں تھے تو یہ میری گردن کے گرد ایسا لپٹا کہ میرے بچپن کو اور پھر میرے لڑکپن کو زہر آلود کر کے رکھ دیا۔ قارئین کرام میری تحریر کے الفاظ ممکن ہے آپ کو سخت محسوس ہوں تو میرے محترم عرض ہے کہ!

کوئی سخت دل کے ساتھ پیدا نہیں ہوتا
دنیا والے نرمی چھین لیتے ہیں

Scanned with CamScanner

کیونکہ آپ پر گزری نہیں اس لیے آپ اس قسم کے انسان اور اس کے رویے کے بارے میں اندازہ نہیں لگا سکتے ہیں۔

اکثر لوگ قدیر کے تبلیغی رویے، داڑھی، نمازیں اور دیگر اسلامی افکار کی وجہ سے اس کے بارے میں نرم رویے کے خواہاں ہیں ان کی خدمت میں صرف یہ شعر عرض کر سکتا ہوں۔ توجہ فرمائیں:

ہزار زہد و ریاضت ہزار استغفار
ہزار طاعتِ شب ہا ہزار بیداری
ہزار روزہ و ہر روزہ را ہزار نماز
قبول نیست اگر خاطر بہ آزادی

آپ قارئین اکرام کی دلچسپی کے لیے ایک واقع تحریر خدمت ہے کے بہروپیا کیا ہوتا ہے یعنی کہ Impersonation (نقالی کرنے والا) اس کا سادا سا مطلب یہ ہے ''جو آپ نہیں ہیں وہ آپ نظر آنے کی کوشش بھی کر رہے ہیں اور زبانی کلامی ظاہری طور پر اظہار بھی کر رہے ہیں۔ قول اور فعل میں تضاد بھی ہے۔ ایک آدمی جس نے داڑھی بھی رکھی ہوئی ہے۔ مسجد کا انتظام وانصرام بھی سنبھالا ہوا ہے۔ تبلیغی بھی بنا ہوا ہے۔ رائے ونڈ لوگوں کا ہجوم لے جا کر دعا میں بھی شامل ہوتا ہے۔ اس کا عمل دیکھیں والد صاحب کی وفات کے بعد ان کی ہر قسم کی ادنیٰ اعلیٰ وراثت قبضہ میں لے کر دیگر حصہ داران کو محروم کرنے کے بعد والد محترم کی جو دینی کتابیں جیسے کے صحیح بخاری و مشکوٰۃ شریف، ترمذی، حصنِ حصین، قرآن شریف کی عربی، اردو جلدیں اور دیگر اسلامی کُتب ایک میلی سی چادر میں باندھ کر میرے گھر کے دروازہ میں کتابوں کی گٹھڑی پھینک کر چلا گیا۔ دھڑام سے آواز آنے پر میں بھاگم بھاگ گھر کے مین دروازے پر آیا تو ایک گٹھڑی کو پا کر بہت حیران ہوا جب کھول کر دیکھا تو والد صاحب کے زیرِ مطالعہ رہنے والی کتب تھیں میں سمجھ گیا کہ یہ کون نابنجار اتنی بے ادبی سے پھینک گیا ہے۔ میں نے تمام کُتب کو مزید گرد آلود ہونے سے بچانے کی خاطر ان کو ہر طرح سے صاف کر کے اپنی لائبریری کا حصہ بنا لیا۔ اسلامی متبرک کتابوں کا جو احترام اس نے کیا آپ لوگ اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ کتنا ایک دین کا احترام کرتا ہے۔ اب میں دنیائے اسلام کا ایک واقعہ نقل کروں گا جو کہ ہر مسلمان جس کے دل و دماغ میں رتی بھر بھی دین کا احترام ہے کی راہنمائی کے لیے بہت موثر ہوگا۔

بغداد (عراق) کے مشہور شراب خانے پر دستک ہوئی۔ شراب خانے کے مالک نے نشے میں دُھت ننگے پاؤں لڑکھڑاتے ہوئے، دروازہ کھولا تو اس کے سامنے سادہ لباس میں ایک پُر وقار شخص کھڑا تھا۔ مالک شراب خانہ نے اُکتائے ہوئے لہجہ میں کہا میں معذرت چاہتا ہوں سب ملازم جا چکے ہیں۔ یہ شراب خانہ بند کرنے کا وقت ہے آپ کل آجانا۔ اس سے پہلے کہ مالک شراب خانہ واپس پلٹتا آنے والے اجنبی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ

Scanned with CamScanner

کر کہا مجھے بشر بن حارث سے ملنا ہے۔ ''میرے پاس اس کے نام بہت اہم پیغام ہے۔'' جس پر شراب خانے کے مالک نے چونک کر کہا بولو میرا نام ہی بشر بن حارث ہے۔ اجنبی نے بڑی حیرت سے سر سے لے کر پاؤں تک سامنے لڑکھڑاتے ہوئے شخص کو دیکھا اور بولا کیا آپ ہی بشر بن حارث ہیں؟ مالک نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا کیوں کوئی شک ہے تمھیں؟ اجنبی نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور بولا سُنو بشر بن حارث! خالق ارض وسما نے مجھے کہا ہے کہ میرے دوست بشر بن حارث کو میرا اسلام دینا اور کہنا جو عزت تم نے میرے نام کو دی تھی وہ ہی عزت رہتی دنیا تک تمہارے نام کو ملے گی۔ اتنا سُننا تھا کہ وہ منظر بشر بن حارث کی نگاہوں میں گھوم گیا جب اک دن حسبِ معمول وہ نشے میں دُھت چلا جا رہا تھا کہ اس کی نظر گندگی کے ڈھیر پر پڑے اک کاغذ پر پڑی جس پر اسم اللہ لکھا تھا بشر نے کاغذ کو بڑے احترام سے چوما صاف کر کے خوشبو لگائی اور پاک جگہ پر رکھ دیا اور کہا ''اے مالکِ عرش العظیم یہ جگہ تو بشر کا مقام ہے تمہارا نہیں۔'' بس یہ ہی ادا بشر بن حارث کو ''بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ'' بنا گئی جس وقت آپ کو یہ پیغام ملا آپ ننگے پاؤں تھے اور پھر آپ نے ساری زندگی ننگے پاؤں گزار دی۔ آپ جن گلیوں سے گزرتے تھے۔ ان گلیوں میں چوپائے بھی پیشاب نہیں کرتے تھے کہ آپ کے پاؤں گندے نہ ہوں۔ وہ ہی بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ جس کے متعلق اپنے وقت کے امام احمد بن حنبلؒ فرمایا کرتے تھے۔ لوگو! جس کو اللہ رحمت اللہ علیہ مانتا ہے احمد بن حنبل اس بشر حافی رحمت اللہ علیہ کو پہچانتا ہے یہ ہوتا ہے احترام ایمان اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت اور انعام۔

حوالہ کُتب (طبقات صوفیہ کشف المحجوب)

قارئین کرام قدیر کے متعلق میرے ذاتی تجربات میرے ساتھ اور دیگر بہن بھائیوں کے ساتھ اس کا روا رکھا جانے والا سلوک اس کی ذہنیت، اوقات اور سمہ سٹہ کے عوام کے ساتھ اس کا لین دین یقین اعتماد جتنا بھی میرے علم، یقین میں تھا میں نے لکھ دیا ہے اب اس FIR کا فیصلہ آپ سب نے کرنا ہے۔ میرے والد محترم ۱۱ مئی 1986ء بمطابق 2 رمضان المبارک کمبائنڈ ملٹری ہسپتال بہاولپور میں وفات پا گئے۔ وہ دن آج کا دن نہ میں سمہ سٹہ گیا نہ کبھی قدیر کی شکل دیکھی اور نہ ہی اللہ تعالیٰ اس کی شکل دکھائے آمین ثمہ آمین لہٰذا اس بات کو میں یہاں تک ہی لکھ سکوں گا کیونکہ اس کی ذاتی زندگی اور بچوں سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے اور انشا اللہ تعالیٰ نہ ہی کبھی ہوگا کیونکہ باپ بیٹے ایک ہی قماش اور منزل کے مسافر ہیں، لیکن یہ ضرور لکھوں گا کہ ماں باپ کی ایک عادت اللہ تعالیٰ سے بہت ملتی ہے۔ دونوں ہی معاف کر دیتے ہیں۔ لیکن معافی کے خواستگار قسمت والے بچے ہوتے ہیں بدنصیب نہیں۔

لاکھوں صدمے ڈھیروں غم　　پھر بھی نہیں ہیں آنکھیں نم
اک مدت سے روئے نہیں　　کیا پتھر کے ہو گئے ہم

Scanned with CamScanner

باب نمبر3

''کچھ مزید میرے شہر عظیم بہاول پور کے بارے میں''

بہاولپور شہر کا تعارف اور برکاتِ بہاولپور کے متعلق میں اپنی تصنیف ''فرشتے کی ایف آئی آر'' جلد اول میں لکھ چکا ہوں اب کچھ تاریخی حوالے عرض کرتا ہوں بہاولپور کے بزرگ حضرات اور تاریخ دان ان تاریخی حوالوں سے اچھی طرح واقف ہیں مگر میری نوجوان نسل کے لیے مندرجہ ذیل کا جاننا بہت ضروری ہے۔

☆ بہاولپور کی آبادی 2019 کی مردم شماری کے مطابق 25 لاکھ افراد پر مشتمل ہے۔

☆ 1727ء میں صادق محمد خاں اول عباسی نے اسے فتح کیا اور اس کا پہلا دارالخلافہ لیاقت پور سے 20 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع اللہ آباد کو بنایا گیا۔

☆ 1739ء میں صادق محمد خاں اول عباسی کو نادر شاہ دُرانی نے نواب کا خطاب دیا۔

☆ 1748ء میں اللہ آباد سے بہاولپور کو آباد کیا گیا جبکہ یہ علاقہ راجہ سوڈھا کے نام سے منسوب تھا اور سوڈھے کی جھوک کے نام سے جانا جاتا تھا۔

☆ 1867ء میں محکمہ صحت اور ڈسپنسریاں بنائی گئیں۔

☆ 1875ء میں میں نور محل تعمیر کیا گیا۔

☆ 1878ء میں ستلج دریا پر ٹرین کا پل بنا جو کے 1-1/2 کلومیٹر لمبا تھا۔

☆ 1886ء میں ''SE کالج'' (Sadiq Egerton College) کی بنیاد رکھی گئی اور 1892ء میں ڈگری کلاسز کا آغاز کیا گیا۔

☆ 1892ء میں ملکہ وکٹوریہ کے اقتدار کی گولڈن جوبلی کے موقع پر یادگار کے لیے جوبلی فی میل ہسپتال بنایا گیا۔

☆ 1906ء میں ہی ملکہ وکٹوریہ کی یادگار کے طور پر بہاولپور وکٹوریہ ہسپتال بہاولپور بنایا گیا جس کے پہلے M.S ڈاکٹر عمر بخش تعینات ہوئے اور ان کے بعد ان کے فرزند ڈاکٹر محمد دین جو کہ لیڈی ڈاکٹر رشیدہ ایم دین کے والدِ محترم بھی ہیں تعینات ہوئے۔

☆ 1911ء میں پہلا ملٹری ہسپتال "CMH" بنا۔

☆ 1926ء میں برصغیر کا پہلا طبیہ کالج بنا جہاں بہاولپور کے تمام طلبہ کے علاوہ عام لوگوں کو بھی مفت

Scanned with CamScanner

ادویات دی جاتی تھیں۔

☆ 1928ء میں ہیڈ سلمانیکی، ہیڈ اسلام، ہیڈ پنجند بنایا گیا۔

☆ 1930 میں بہاول وکٹوریہ ہسپتال میں توسیع کر کے پہلا ایکسرے ڈیپارٹمنٹ 1938 میں بنایا گیا۔

☆ 1924ء میں نواب پنجم کی تعلیم مکمل ہونے پر وائس رائے نے نواب کو اختیارات تفویض کیے۔

☆ 1924ء میں سینٹرل لائبریری بنائی گئی۔

☆ 1925ء میں اسلامیہ یونیورسٹی (جامعہ اسلامیات) جس کا پہلا نام الصادق کالج تھا، بنائی گئی۔

☆ 1927ء سے قیام پاکستان تک علامہ اقبالؒ، مسٹر محمد علی جناحؒ ریاست بہاولپور کے قانونی مشیر تھے۔

☆ 1935ء میں جامع مسجد الصادق کی بُنیاد رکھی گئی۔

☆ مشہور عالمِ دین مولانا غلام محمد گھوٹوی وائس چانسلر اسلامی یونیورسٹی (جامعہ اسلامیات) اپنی وفات تک جمعہ نماز اس مسجد میں آ کر ادا کرتے تھے۔

☆ 1943ء میں عزیز الرحمٰن عزیز نے پہلی بار خواجہ غلام فریدؒ کا کلام سرائیکی میں ترجمہ و تشریح تیار کی جو سرکاری سطح پر شائع کیا گیا۔

☆ 7 اکتوبر 1947ء کو نواب صاحب نے ریاست بہاولپور بے لوث جذبہ و پاکستان سے محبت، وفاداری اور خیر سگالی کا اظہار کرتے ہوئے پاکستان میں ضم کر دی۔

☆ 1952ء سے جو بھی ریاست بہاولپور کا شہری حج پر جاتا اس کو تین ماہ کی ایڈوانس تنخواہ بمعہ چھٹی دی جاتی اور سعودی عرب میں رہائش اور کھانا بہاولپور ہاؤس کے توسط سے بہاولپور حکومت کے ذمہ ہوتا تھا۔

☆ 1952ء میں پیرامیڈیکل سکول بنایا گیا۔

☆ 1954ء میں صادق پبلک سکول قائم کیا گیا جس کا رقبہ 450 ایکڑ ہے اور یہ ایشیا کا سب سے پہلا بڑا سکول ہے۔

☆ نواب کے دورِ حکومت میں 1960ء تک مرد حضرات کا ننگے سر باہر نکلنا سخت ناپسند کیا جاتا تھا۔ اس وقت سب سے زیادہ تُرکی ٹوپی پہنی جاتی تھی۔

☆ 19 ویں صدی میں بہاولپور میں تیار کیا جانے والا ریشم دنیا بھر میں نمبرون ریشم کے طور پر جانا جاتا تھا۔

☆ آج کے دور کے گورنر ہاؤس لاہور کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور، ایچیسن کالج لاہور کی جامع مسجد ہوسٹل اور جی او آر (بہاولپور ہاؤس) نواب صادق محمد خاں پنجم کے عطا کیے ہوئے تحائف ہیں۔

Scanned with CamScanner

☆ نواب صادق محمد خاں اول نے اس وقت بھارت میں موجود ریاست جیسلمیر اور ریاست بیکانیر کو ذات کے کلہوڑے حکمرانوں سے آزاد کرا کر ریاست بہاولپور کا حصہ بنایا۔

☆ سندھ میں شکارپور، لاڑکانہ، حیدرآباد اور سیوستان کا علاقہ بھی نواب محمد صادق اول نے سکھوں سے فتح کیا تھا۔

☆ نواب محمد صادق خاں پنجم نے اپنی ریاست پاکستان میں ضم کی، مالی مدد کی، پاکستان کے ملازمین کی پہلی تنخواہ نواب صاحب کے خزانے سے ادا کی گئی یہ تھے محسن پاکستان۔

میرے خطہ بہاولپور نے نوزائیدہ ملک پاکستان میں مدغم ہو کر نہ صرف پاکستان کی شان بڑھائی بلکہ پاکستانی دشمن ہمسایہ کا راستہ بھی روکا اور ملکِ عزیز کی تعمیر و ترقی میں ایک زینے کا کردار ادا کیا۔ ہمارے نواب صاحب انسان دوست، علم دوست، غریب پرور اور جمالیات کے دلدادہ تھے۔ ان کے جمالیاتی چمن میں قُوس قزح کے تمام رنگ موجود ہوتے تھے گل دستہ ہائے زوجین کا ہر پھول انمول ہوتا تھا۔ اس لیے کثیر اولاد بھی تھے۔ وہ سچے عاشق رسول ﷺ تھے ان کے دور میں بلکہ ان کی مدد سے بہاولپور کی حکومت میں مرزائیوں کو پہلی بار غیر مسلم قرار دیا گیا جبکہ مسلمان ابتدائی عدالت میں اپنا مقدمہ ہار چکے تھے۔ نواب صاحب نے اپنے آقا کی غلامی کو ترجیح دی اور ملکہ برطانیہ کو بھی کسی خاطر میں نہ لائے (تفصیل کے لیے میری تصنیف ''مشرق کا موتی حوروں کا مسکن'' کا مطالعہ کریں۔ بہاولپور ہمیشہ ہی پاکستان کے دیگر علاقوں خصوصاً اپر پنجاب سنٹرل پنجاب سے آنے والے ملازمین کی جنت رہا ہے کیونکہ یہاں کے لوگ بہت ملنسار، صُلح جو ہیں، سرکاری ملازمین کی جو عزت اور احترام آج بھی بہاولپور کے ضلع میں ہے وہ پاکستان بھر میں اور کہیں نہیں۔ بہاولپور نہ تو چھوٹا شہر ہے اور نہ ہی بہت بڑا ہے۔ میڈیکل اور دیگر تمام شعبوں میں خود کفیل ہے۔ بہاولپور کی زرخیز زمینیں پورے پاکستان اور خاص طور پر پنجاب سے آنے والے سرکاری ملازمین کے لیے جنت نظیر ہیں۔ اور یہ لوگ حصہ بقدر جثہ اپنی اپنی طاقت، اختیارات چالاکی عیاری استعمال کرتے ہوئے وصول کر چکے ہیں، وصول کر رہے ہیں اور وصول کرتے رہیں گے کیونکہ ایک غول بھیڑیوں کا ہے اور دوسرا غول بھیڑوں کا ہے آگے میں کیا لکھوں آپ خود ہی آنکھیں بند کریں اور آپ کے دل و دماغ میں صوتی Impect یعنی کہ اثرات آنا شروع ہو جائیں گے پھر آپ دیکھ اور سمجھ سکتے ہیں کہ مختلف پراجیکٹ کے نام پر ہزاروں نہیں لاکھوں ایکڑ چولستانی، شہری، اوقاف، ہنود اوقاف اور شام لاٹس کی اراضی کا کیا حشر نشر ہوا اور ہو رہا ہے اور کرنے والے جن کو عوام کا دُکھ درد دن رات چین نہیں لینے دیتا کیسے کیسے حربے استعمال کر کے اس خطے کو بے حال کر رہے ہیں۔ اور بھیڑیں اپنا اپنا چارہ چر رہی ہیں جبکہ بھیڑیے ان کی پشت سے ان کو کھائے چلے جا رہے ہیں۔

اس لیے کے یہ زمینیں ان کے لیے مالِ غنیمت کی حیثیت رکھتی ہیں وہ فاتح ہیں اور یہ بھیڑیں مفتوح ہیں بس

Scanned with CamScanner

آپ یوں سمجھیں کہ جو حشر شیر شاہ سوری، احمد شاہ ابدالی، نادر شاہ درانی اور دیگر حملہ آوروں نے ان کے ساتھ کیا تھا وہ ہی سلوک اب یہ ہمارے ساتھ کر رہے ہیں اور کریں گے۔ نواب آف بہاولپور کی اپنے دین کے ساتھ محبت اور سچے عاشقِ رسول ہونے کا ایک واقع منقول کر رہا ہوں تا کہ ہماری نوجوان نسل کو تاریخی واقعات کا علم ہو سکے جو کہ جناب غلام حسین میمن کے ایک مضمون سے منقول ہے کہ متحدہ ہندوستان میں آزادی کی تحریک زوروں پر تھی ایسے میں ہندوستان کی مجلسِ قانون ساز نے 1919 میں ایک بل کا مسودہ منظور کیا جو بعد میں رولٹ ایکٹ کے نام سے مشہور ہوا۔ اس ایکٹ کے تحت اخبارات کی آزادی سلب کر لی گئی اور بنیادی انسانی حقوق بھی پامال کیے گئے مذکورہ ایکٹ کے تحت حکومت کے خلاف باغیانہ سرگرمیوں کی روک تھام کے لیے حکام کو اختیار دے دیا گیا کہ وہ جسے چاہیں ملک دشمنی کے الزام میں گرفتار کر کے شہر بدر کر سکتے ہیں۔ فطری طور پر اس نئے قانون کے خلاف ہندوستان بھر میں شدید ردِ عمل ہوا۔ مسٹر محمد علی جناح نے بطورِ احتجاج Legislative Council سے استعفیٰ دے دیا۔ رولٹ ایکٹ کے خلاف ملک بھر میں احتجاجی جلسے ہونے شروع ہو گئے۔ اپریل 1919ء کو لاہور میں دو سیاسی رہنماؤں ڈاکٹر سیف الدین کچلو اور سیتہ پال کی گرفتاری نے ان احتجاجی مظاہروں کی شدت میں اضافہ کر دیا۔

یہ 13 اپریل 1919 کا دن تھا شام 4 بجے امرتسر کے شہری اپنے رہنماؤں کی گرفتاری کے خلاف احتجاج کرنے جلیانوالہ باغ میں جمع ہوئے یہ باغ تقریباً دو سو گز لمبا اور ایک سو گز چوڑا تھا اس کے چاروں طرف دیوار اور اس کے ساتھ مکانات تھے باہر نکلنے کے دو ہی راستے تھے اور دونوں راستے بہت تنگ تھے اس وقت کے گورنر پنجاب مائیکل اڈوائیر نے یہ جلوس منتشر کرنے کے لیے میجر میسی کو بھیجا وہ تمام تر اسلحہ اور فوج کے ہمراہ آیا اور باغ کو چاروں جانب کی چھتوں پر چڑھ کر گھیرے میں لے لیا۔ میجر میسی نے دیکھا کے باغ لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا ہے اندازاً پچاس ہزار لوگ تو ہوں گے میجر میسی کو حکم دیا گیا تھا کہ اجلاس شروع ہوتے ہی بغیر وارننگ دیے عوام پر گولیاں برسانا شروع کرا دینا تا کہ ان باغیوں کو مزا چکھایا جا سکے۔ ان بے گناہ اور نہتے لوگوں پر گولیاں برسانے کا خیال آتے ہی وہ لرز گیا۔ ایک لمحے کے لیے اس نے سوچا کے یہ تو سراسر ظلم ہے اور ان لوگوں کا قتل جو میرے ذریعے ہوگا اسی لمحے اس نے ایک فیصلہ کیا اس نے اپنے ماتحت آفیسر کو حکم دیا کہ میں ہیڈ کوارٹر جا رہا ہوں اور جب تک کوئی دوسرا کمانڈر آ کر حکم نہ دے کوئی کارروائی نہ کرنا یہ کہہ کر میجر میسی ہیڈ کوارٹر آیا اور اس کام سے معذرت کر لی۔ فوج میں حکم عدولی کا کوئی جواز نہیں ہوتا۔ میجر میسی کو فوراً ہی معطل کر کے حراست میں لے لیا گیا۔ اسی وقت لاہور ڈویژن کے جنرل آفیسر کمانڈنگ ڈائر کو مکمل اختیارات کے ساتھ جلسہ منتشر کرنے بھیج دیا گیا اس نے جاتے ہی فائرنگ کا حکم دے دیا۔

وہ باغ جس میں عوام کا ہجوم اتنا تھا کہ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی، انسانی خون میں نہا گیا جنرل ڈائر کے حکم سے

Scanned with CamScanner

مشین گنوں نے آگ کے شعلے اگلنے شروع کیے اور جب تک اسلحہ ختم نہ ہوگیا فائرنگ جاری رہی ایک محتاط اندازے کے مطابق ساٹھ ستر ہزار کے اس مجمع میں سے بمشکل پانچ ہزار کے قریب لوگ اپنی جانیں بچا کر بھاگ سکے۔ بعد میں عوام کے احتجاج پر صرف دکھاوے کے لیے جنرل ڈائر اور مائیکل ایڈوائر کو ''اس عظیم قتل عام'' پر ملازمت سے فارغ کرنے پر اکتفا کیا گیا۔

بظاہر یہاں جنرل ڈائر اور مائیکل ایڈوائر کی کہانی ختم ہوگئی مگر اسی باغ کے ایک کردار میجر میسی کی اصل کہانی کا آغاز ہوتا ہے۔ نہتے اور بے گناہ انسانوں پر فائرنگ نہ کرنے کے جرم میں اس سے ترقی واپس لے کر دوبارہ انگلستان بھیج دیا گیا لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا آٹھ نو سال بعد وہ دوبارہ میجر بن کر ہندوستان آیا اور اٹک قلعے پر تعینات ہوا اٹک کا یہ مشہور قلعہ مغل بادشاہ جلال الدین محمد اکبر نے بنوایا تھا۔ ایک دن فائلوں میں غرق میجر میسی کی نظر گراؤنڈ میں سزا پانے والے ایک قیدی پر پڑی۔ سخت گرمی میں کافی بھاگ دوڑ کے بعد جب اسے سُستانے کی مہلت ملی تو اس نے منہ ہاتھوں اور پاؤں خاص طریقے سے دھوئے اور پھر عبادت میں مصروف ہوگیا۔ اس نے پانی کا ایک قطرہ بھی اپنے حلق سے نیچے نہیں اتارا۔

میجر میسی کے لیے یہ منظر انتہائی حیران کن تھا۔ اس نے قیدی کو عبادت سے فارغ ہونے کے بعد اپنے پاس بلوایا اور اس سے پوچھا کہ اتنی سخت گرمی کے باوجود تم نے آرام کرنے کی بجائے یہ کیا کرنا شروع کر دیا؟ قیدی نے بہت سکون سے جواب دیا میں مسلمان ہوں اور نمازِ ظہر ادا کر رہا تھا۔

مگر تم نے اتنی سخت گرمی کے باوجود پانی کیوں نہیں پیا۔ میجر میسی نے دوبارہ حیرت سے پوچھا۔ قیدی نے جواب دیا کہ یہ ماہِ رمضان ہے اور میں روزے سے ہوں۔ مسلمان اس مہینہ میں صبح صادق سے سورج غروب ہونے تک کھانے پینے سے پرہیز کرتے ہیں۔ ایک ادنیٰ قیدی کی مذہب سے اس قدر وابستگی میجر میسی کے لیے تبدیلی کا باعث بن گئی۔ اس کے بعد وہ انگریزی میں قرآن پاک اور دیگر کُتب کے تراجم منگوا کر ان کا مطالعہ کرنے لگا جبکہ حساس دل میں سچائی کا جذبہ پہلے سے ہی موجود تھا اب اسلام کی سچی تعلیمات نے اسے متاثر کرنا شروع کر دیا اور رفتہ رفتہ اسلام میں اس کی دلچسپی میں اضافہ ہونے لگا اور فوجی معاملات میں تبدیلی آنے لگی پھر ایک روز برطانوی سرکار کا یہ میجر حلقہ اسلام میں داخل ہوگیا اور اس کا اسلامی نام عبدالرحمٰن تجویز ہوا۔ اب اس کی سزا کا دوسرا دور شروع ہوا۔

پہلی بار نہتے عوام پر گولیاں نہ برسانے پر اس کی ترقی واپس لے لی گئی تھی۔ اس بار پھر کورٹ مارشل ہوا اور ملازم سے فارغ کر دیا گیا۔ جائیداد، بینک بیلنس اور تمام سامان بحق سرکار ضبط کر لیا گیا۔ مگر عبدالرحمٰن کو اب ان چیزوں سے قطعی دلچسپی نہ تھی۔ سزا کے طور پر اس کے مطالعے کی تمام کتب بھی ضبط کر لی گئیں جس کا اسے بے حد

Scanned with CamScanner

افسوس تھا مگر اسلام کی سچی دولت پانے کے بعد وہ بے حد مسرور بھی تھا۔ مگر سر چھپانے کے لیے چھت اور گزر بسر کے لیے ملازمت درکار تھی اسے اللہ تعالیٰ پر کامل یقین تھا کہ یہ مسئلہ بھی جلد حل ہو جائے گا۔ معروف مترجم قرآن علامہ عبداللہ یوسف علی اور شیخ عبدالقادر کی معرفت ریاست بہاولپور کے نواب سر صادق محمد خان عباسی سے اس کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے عبدالرحمٰن کو ریاست بہاولپور میں لیفٹیننٹ کرنل کا عہدہ پیش کیا۔ لیفٹیننٹ کرنل عبدالرحمٰن میسی نے جلد ہی ریاست کی فوج کا معیار برطانوی افواج کے برابر کر دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد ان کی شادی ایک معزز خاندان کی بیوہ خاتون سے ہوگئی۔ لیفٹیننٹ کرنل عبدالرحمٰن نے اپنی زندگی فوج اور اسلام کے لیے وقف کر دی۔ جون 1934ء میں بیماری کے دوران اس کا انتقال ہوا۔ صاحبِ مضمون نے یہاں تک لکھا اس سے آگے عرض کرتا ہوں۔

ڈیرہ نواب صاحب سے احمد پور اور بہاولپور جانے والی سڑک کے درمیان قینچی روڈ سے ملحقہ یارو پیارا قبرستان احمد پور شرقیہ میں وہ ابدی نیند سو رہے ہیں۔ اس وحشیانہ قتل کا ذمہ دار جنرل ڈائر لندن چلا گیا جبکہ پنجاب کا غیرت مند بیٹا اودھم سنگھ موت کی طرح پیچھا کرتا ہوا اس قاتل کی تلاش میں لندن جا پہنچا اور غلط فہمی میں جنرل ڈائر کی بجائے گورنر مائیکل ایڈوائر کو جہنم واصل کر دیا اور خود خوشی خوشی پھانسی چڑھ گیا۔ سفید بھیڑیے کانپ اٹھے جب اودھم سنگھ گرو کے نعرے لگاتا ہوا پھانسی کے چبوترے پر چڑھ کر رسے کو چومتا ہوا راہی ملک عدم ہو گیا۔ جبکہ بعد میں ڈائر مفلوج ہو کر واصل جہنم ہوا۔

نواب آف بہاولپور کے حکم سے بیرون شکارپوری دروازہ ایک نور شاہ بخاری نام کا قبرستان قائم کیا گیا جس میں صرف مرحوم بچوں کو دفن کیا جاتا تھا جن بزرگوں کے نام سے یہ قبرستان قائم کیا گیا تھا ایک روایت کے مطابق وہ نور شاہ بخاریؒ تھے اور احمد پور شرقیہ کے نور شاہ بخاری قبرستان میں مدفون ہیں جبکہ بچوں کے علاوہ ہر قسم کا جنازہ ملوک شاہؒ صاحب کے تاریخی قبرستان میں لے جا کر دفن کیا جاتا تھا۔ ملوک شاہؒ قبرستان میں ایک قدیم مسجد آج بھی موجود ہے جس کے احاطے میں ریاست بہاولپور کے بانی اول اور امیر ریاست نواب بہاول خاں عباسی اول متوفی 1163 اور نواب محمد مبارک خاں عباسی دوئم متوفی 1186ء دفن ہیں۔ ملوک شاہ قبرستان میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پوتے سعید بن عبداللہؓ اور حضرت سعد بن محمد (اتالیق حضرت امام حسینؓ کا مدفن بھی ہے۔ یہ تجارت کی غرض سے بہاولپور تشریف لائے تھے کہ اجل کا بلاوا آ گیا اور پھر تا قیامت اس دھرتی کے ہو گئے۔ مزید یہ کہ اسی تاریخی مسجد میں دنیائے اسلام کے چار عظیم بزرگان

(1) حضرت شیخ زکریاؒ ملتانی

(2) حضرت بابا فرید شکر گنجؒ

(3) حضرت جلال الدین سرخ پوشؒ

Scanned with CamScanner

(4) حضرت عثمان مروندیؒ المعروف سخی لال شہباز قلندر نے چلہ کشی کی ایک اور روایت کے مطابق حضرت صدیق اکبرؓ کے پوتے بھی یہاں دفن ہیں۔

نواب آف بہاولپور کے دورِ حکومت میں پیلکن ریاست بہاولپور کا قومی پرندہ اور قومی شناخت تھی کیونکہ "Plelican" (پیلکین) کی عادت ہے کہ یہ قحط یا کسی بھی اور وجہ سے خوراک نہ ملنے پر اپنے بچوں کو بھوکا نہیں مرنے دیتا۔ اگر کبھی ایسا وقت آجائے تو یہ اپنی چونچ سے اپنا سینہ چاک کر کے اپنا گوشت اپنے بچوں کو کھلا دیتا ہے یہاں تک کہ اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ اس پرندے کی اسی صفت کی وجہ سے نوابین بہاولپور نے اس کو اپنا ٹمیٹ سلوگن بنایا جو نوابین کا اپنی عوام سے بے انتہا محبت کا غماز ہے۔

نواب صاحب نے اپنی عوام کی فلاح و بہبود کی خاطر قربانی دیتے ہوئے اپنی ریاست کو پاکستان میں ضم کر دیا اور دیگر احسانِ عظیم بھی کیے جس کی وجہ سے محسنِ پاکستان بھی کہلوائے مگر کسی بھی پاکستانی حکمران نے عوام کی خاطر قربانی دینا تو دور کی بات ہے عوام کی فلاح و بہبود کے لیے کچھ نہیں ''کچھ بھی تو نہیں'' ماسوائے زمینوں کی لوٹ مار کے۔'' جبکہ جان محمد خان کو سٹیٹ آف بہاولپور کا پوسٹ ماسٹر جنرل بنایا گیا۔ ڈاکٹر کرنل ٹنا کو کمانڈینٹ سی۔ ایم۔ ایچ بہاولپور اسکے بعد ڈائریکٹر ہیلتھ بہاولپور جب ریاست پاکستان میں ضم ہوگئی تو کرنل ٹنا سیکرٹری ہیلتھ ویسٹ پاکستان تعینات ہو گئے۔ جان محمد خاں کے بڑے بھائی سلطان احمد خاں جو کہ راقم الحروف کے دادا تھے کو سمہ سٹہ جو اس وقت موضع ٹبہ میانی تھا میں کچھ ایکڑ زرعی رقبہ بھی دیا گیا کیونکہ جان محمد خان کے بڑے صاحبزادے عطا محمد جان المعروف "A.M. John" (جان کو وہ John ہی لکھتے تھے) جو کہ جلیانوالہ کے باغ قتلِ عام میں لوگوں کی مدد کرنے ان کو باغ سے باہر آ کر بکھرنے میں مدد دیتے رہے۔ ایک موقع پر کسی فوجی سے اس کی گن چھین کر اس کو زمین پر گرا کر لوگوں کو بھاگنے کا راستہ دینے کا الزام بھی لگا دیا گیا اس کے علاوہ بھی دیگر الزام لگا کر ان کی غیر حاضری میں ان کو سزائے موت سنا دی گئی۔ اس وقت A.M John بھرپور جوانی میں تھے۔ بے حد خوبصورت، اونچا لمبا قد سرخ و سفید رنگ چوڑی چھاتی بڑی بڑی سُرخ آنکھیں، سر اور چہرہ بہت توجہ طلب تھا کیونکہ عام طور پر اتنا بڑا چہرہ اور سر کم ہی نظر آتا ہے۔ A.M. John اس وقت سٹوڈنٹ لیڈر تھے اور بہت سرگرم اور فعال تھے سزا اناؤنس کرنے کے بعد انہیں مفرور قرار دے دیا گیا۔ میں خوش قسمت ہوں کہ مجھے اپنے تایا جان سے مندرجہ ذیل واقعہ بالمشافہ سُننے کا موقع ملا۔

A.M John کے والدِ محترم جان محمد اور میرے دادا سلطان احمد سگے بھائی تھے سلطان احمد اپنی وفات کے بعد سمہ سٹہ میں اپنی تعمیر کردہ مسجد کے احاطے میں دفن ہوئے اور جان محمد بعد از وفات باغوچی پیرنز دشعبہ حادثات بہاولپور وکٹوریہ ہسپتال کے احاطے میں دفن ہوئے۔ A.M John میرے والدِ محترم کے چچازاد بھائی تھے اس

Scanned with CamScanner

لحاظ سے میرے تایا جان ہیں اب میں اصل واقع بیان کرتا ہوں۔ میرے مرحوم بہنوئی یعقوب صاحب اور میں 1967ء میں لاہور گئے جہاں سے میں نے ایک ویسپا سکوٹر خرید کیا اور لاہور میں خوب گشت کی ایک دن ہم دونوں پرانی انارکلی لسی پینے گئے جیسے ہی ہم کھا پی کر فارغ ہوئے تو پرانی انارکلی سے نئی انارکلی میں داخل ہونے سے پہلے ایک بہت بڑا بورڈ نظر آیا جس پر لکھا تھا۔

A.M John Books Seller & Publishers

بھائی صاحب نے مجھے کہا کہ تایا جان سے نہ ملتے چلیں کیونکہ میں اُردو ڈائجسٹ میں ان کے بارے میں پڑھ چکا تھا اور گاہے بگاہے والدِ محترم سے بھی ذکر واذکار ہو ہی جاتا تھا۔ والدِ محترم اکثر مجھے تلقین فرمایا کرتے تھے کہ باغوچی پیر کے احاطے میں تمام قبریں میرے بہت قریبی بزرگوں کی ہیں۔ ان تمام قبروں کو اپنی نگہداشت میں رکھو اور وہاں فاتحہ پڑھنے جایا کرو۔ ان کا یہ حکم اکثر میرے دماغ میں گونجتا رہتا تھا اور میں آتے جاتے ضرور فاتحہ پڑھنے اور ستھرائی صفائی کرنے پہنچ جاتا تھا۔ میں تو اپنے ننھیال ددھیال کے تمام بزرگوں سے ملنے اور ان کی زیارت کرنے ان کی زبانی اپنی قوم قبیلے کی داستان سُننے کا ہمیشہ سے ہی مشتاق رہا ہوں اور اب بھی ہوں۔ بھائی صاحب کی زبانی یہ سُنتے ہی میں نے سکوٹر کا رخ اے۔ ایم۔ جان پبلشرز کی طرف موڑ دیا اور ہم دونوں دکان میں داخل ہو گئے فیروز سنز مال روڈ لاہور کی طرز پر یہ ایک بڑی دکان تھی غالباً اس وقت یہ لاہور کی سب سے بڑی کتابوں کی دکان تھی دکان کے درمیان سفید قمیض پاجامہ پہنے ایک بزرگ جن کی شخصیت اور صحت اس عمر میں بھی قابلِ رشک تھی تشریف فرما تھے۔ میری تایا جان سے یہ پہلی ملاقات تھی میں ان کے رعب دبدبہ اور جو کچھ میں نے ان کے بارے میں پڑھ اور سن رکھا تھا کی وجہ سے بالکل خاموش اور ڈرا ڈرا سا تھا جبکہ میری نظریں دنیا بھر کی کتابو ں پر پھیل رہی تھیں۔ بھائی یعقوب صاحب اکثر ان کے پاس آتے جاتے رہتے تھے اس لیے تمام فیملی کا حال احوال پوچھا جا رہا تھا جب تایا جان نے پوچھا کہ اقبال بھائی کا کیا حال ہے میں نے کچھ عرصہ پہلے سنا تھا کہ وہ بیمار ہیں۔ جواب دینے کی بجائے بھائی صاحب نے میری طرف اشارہ کیا کہ اس لڑکے کو پہچانیں یہ کون ہے؟ میری طرف غور سے دیکھنے کے فوراً بعد بولے یہ تو بھائی اقبال کا کا کا ہے۔ بہت ہی پیار کا اظہار کرنے لگے اور نام لے لے کر سب کا حال احوال پوچھا۔ اب میری کچھ ہمت بندھ گئی تھی اور میں نے اردو ڈائجسٹ میں پڑھی ہوئی تمام روداد دہرانی شروع کر دی وہ ہنستے رہے۔ اب میں نے ہمت کر کے ایک سوال کر ہی دیا کہ تایا جان آپ کو تو سزائے موت سُنا دی گئی تھی پھر آپ فرار کیسے ہوئے وہ کافی دیر خوش مزاجی سے ہم دونوں کے ساتھ ہمکلام رہے پھر بولے میں دہلی سے فرار ہو کر رات کی گاڑی سے امرتسر آیا جبکہ سی آئی ڈی کی رپورٹ کے مطابق میں دہلی میں تھا وہاں سے میرے ایک دوست نے رات کی گاڑی سے فسٹ کلاس میں لاہور کے لیے بکنگ کرا رکھی تھی دراصل مجھے

Scanned with CamScanner

صرف امرتسر پولیس پہچانتی تھی نہ مجھے دہلی میں کوئی جانتا تھا اور نہ ہی لاہور میں اور میں اس طرح لاہور پہنچ گیا جب میں لاہور کے ریلوے اسٹیشن پر اترا تو میں نے محسوس کیا۔ پولیس اور سادہ کپڑوں میں CID والے کچھ ضرورت سے زیادہ فعال ہیں۔ ایک تو میں فسٹ کلاس سے نکلا ان دنوں اکثر انگریز افسران ہی فسٹ کلاس میں سفر کرتے تھے۔ دوسرا میں تھری پیس سوٹ ٹائی وغیرہ میں تھا اور چرچل جیسا ہیٹ بھی سر پر لیے ہوئے تھا۔

سونے کی چین کے ساتھ جیبی گھڑی بھی سجائے ہوئے تھا۔ دراصل تایا جان کی شکل ہو بہو چرچل سے بہت ملتی تھی اور پہلی نظر میں وہ انگریز ہی نظر آتے تھے۔ انگلش بھی وہ بہت روانی سے انگلش لہجے میں بولتے تھے۔ جیسے ہی وہ گاڑی کے فسٹ کلاس کمپارٹمنٹ سے باہر آئے تو خود تو نیچے اُتر آئے مگر جو بکس ساتھ تھا وہ گاڑی کے دروازے میں رکھا تھا پریشانی کی ایکٹنگ کرتے ہوئے سامنے کھڑے ہوئے ایک پولیس انسپکٹر کی طرف اشارہ کیا اور بولے او جوان تم اِدھر آؤ۔ انسپکٹر فوراً متوجہ ہوا اسے بولے دیکھو قلی کو لاؤ ہمارا بکس گاڑی سے اتروا کر باہر بگھی میں رکھوا کر ہمیں بتاؤ۔ انسپکٹر نے بکس کی طرف دیکھا تو اس پر بہت خوبصورت کیلی گرافی میں لکھا تھا A.M. John. I.C.S انسپکٹر نے یہ دیکھتے ہی سب سے پہلے سیلوٹ کیا بکس اپنی نگرانی میں بگھی میں رکھوایا پھر الوداعی سیلوٹ کیا۔ اس دوران تایا جان ناراضگی اور غصے کی ایکٹنگ کرتے رہے کہ پتہ نہیں ہماری ٹم ٹم (کار) کو ڈرائیور لے کر کیوں نہیں آیا اور بڑبڑاتے ہوئے بگھی کو چلنے کا حکم دیا اور اس طرح کئی جگہ پر سواری بدلتے ہوئے اپنے خفیہ مقام پر صحیح سلامت پہنچ گئے اور پاکستان بننے تک روپوش رہے جبکہ والد صاحب اور اپنے بھائی نواب آف بہاولپور کے زیرِ سایہ بہاولپور میں گورنمنٹ آف بہاولپور کی سروس میں اپنے فرائض ادا کرتے رہے۔ اس وقت بہاولپور کے پولیس کمشنر میاں ریاض الدین تایا جان کے اور میرے والد کے بھی سگے ماموں تھے۔ یہ سب داستان لکھنے کا مقصد جنت مکانی نواب آف بہاولپور کی مہربانی اور احسانات کا اظہار کرنا ہے۔ جو انہوں نے میرے خاندان کے بزرگوں سے روا رکھا۔ میں نے ہمت اور جرأت کرتے ہوئے تایا جان سے ایک آخری سوال کر ہی دیا ''تایا جان آپ نے اپنے بکس پر I.C.S کیوں لکھا ہوا تھا۔ یہ تو Impersonation ہے وہ ہنستے ہوئے بولے میں نے کوئی غلط بیانی دھوکہ یا نقالی نہیں کی I.C.S سے اسلامیہ کالج سٹوڈنٹ بھی تو بنتا ہے اور وہ میں تھا خود بھی ہنس پڑے اور ہم دونوں بھی ہنس پڑے بس یہ میری ان سے پہلی اور آخری ملاقات ثابت ہوئی۔ اس کے بعد وہ وفات پا گئے۔ انہوں نے تمام عمر شادی نہیں کی اور مسلم لیگ کی خدمت کرتے رہے۔

نواب آف بہاولپور اپنی ریاست کی ترقی کے ہمیشہ خواہاں رہے اور بہاولپور ریاست کو ایک مثالی ریاست کے طور پر ترقی کرتا ہوا دیکھنا چاہتے تھے اس لیے نہ صرف برٹش انڈیا سے بلکہ دنیا بھر سے انجینئر، ڈاکٹرز اور دیگر محکمہ جات کے ماہرین بہت زیادہ مراعات کے عوض ملازمت پر بلوائے جاتے جو تعمیر و ترقی کی بجائے کچھ عرصہ قیام

Scanned with CamScanner

کرتے مراعات کے مزے لیتے اور واپس چلے جاتے جس کی وجہ سے نواب صاحب بہت مایوس ہوئے اور ترقی کے مراحل ان کی مرضی اور معیار کے مطابق طے نہ ہو سکے۔ نواب صاحب اللہ والے بزرگوں کے بھی بہت عقیدت مند تھے۔

ان دنوں اللہ کا ولی سید محمد شاہ المعروف ''باغوچی والے پیر'' بقید حیات تھے اور ایک باغوچی میں قیام پذیر تھے۔ آپ نے تمام عمر اسی باغوچی میں قیام کیا آپؒ اپنی مستی میں مست رہتے تھے اور باغوچی سے باہر نہیں آتے تھے۔ اس لیے لوگوں نے آپ کو باغوچی والے پیر کہنا شروع کر دیا نواب صاحب نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ ریاست کی ترقی کے سلسلے میں ماہرین کو میں بہت زیادہ مراعات دے کر دوسری ریاستوں اور ملکوں سے لاتا ہوں لیکن سب لوگ کسی نہ کسی مجبوری کے تحت واپس چلے جاتے ہیں اور میری ریاست نہ ترقی کرتی ہے اور نہ آباد ہوتی ہے۔ آپ نے نواب صاحب سے فرمایا کہ ریاست کے کنوؤں سے ایک ایک گلاس پانی لے کر گھڑا بھر لیں اس گھڑے کو میرے پاس ایک رات کے لیے چھوڑ جائیں لہٰذا احکامات جاری ہو گئے اور دوسرے روز ہی پانی کا ایک مٹکا باغوچی میں بزرگ کے حجرے میں پہنچا دیا گیا۔ اس دور میں ریاست بہاولپور میں کنویں کے ذریعے پانی حاصل کیا جاتا تھا ہر گھر، ہر مسجد، اکثر گلی محلوں اور یہاں تک کہ بازاروں میں بھی کنویں ہوتے تھے تمام لوگ اپنی پانی کی ضرورت کنوؤں سے ہی پوری کرتے تھے جن علاقوں میں نہری پانی میسر نہیں ہوتا تھا یا نہروں کی بندش کی وجہ سے پانی دستیاب نہ ہوتا تو زراعت کا نظام بھی کنوؤں سے منسلک ہو جاتا تھا۔ دوسرے روز ہی ایک ایک گلاس پانی تمام کنوؤں میں ڈال دیا گیا۔ وقت اور نظائر ہمیں بتاتے ہیں کہ اکثر لوگ بہاولپور آ کر پھر کبھی واپس نہ گئے جن کے مدفن اور اولادیں آج بھی بہاولپور میں موجود ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا دم شدہ پانی میں یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ انسانی دل و دماغ اور مرضی میں دخل انداز ہو سکے اس لیے کچھ تجربہ پیش خدمت ہے۔

Dr. Masaru Emoto کی مایہ ناز تصنیف "The Hidden Message in Water" جس کا اردو ترجمہ محمد علی سید نے ''پانی کے عجائبات'' کے نام سے کیا ہے جبکہ ڈاکٹر موصوف ایک جاپانی سائنس دان ہیں اور پانی پر نت نئے تجربے آئے دن کرنے کی وجہ سے دنیا بھر میں شہرت کے حامل ہیں۔ وہ اپنی معرکہ آرا تصنیف میں رقمطراز ہیں کہ پانی کا اپنا نہ کوئی رنگ ہے نہ بُو اور نہ ہی کوئی ٹھوس ماہیئت بلکہ پانی ہر چیز کے اثرات کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے۔ پانی کو جس چیز میں بھی ڈالو وہی ماہیئت اختیار کر لے گا۔

محمد علی سید اپنی ترجمہ شدہ تصنیف ''پانی کے عجائبات'' میں بڑے دلچسپ انداز میں رقمطراز ہیں بلکہ جسے پڑھ کر ہمیں شکر اور ناشکری کے الفاظ کے حیران کن اثرات کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس جاپانی سائنس دان نے پانی کو اپنی لیبارٹری میں برف کے ذرات یعنی کہ کرسٹل (Crystals) کی شکل میں جمانے کا کام شروع کیا اس مقصد کے

Scanned with CamScanner

لیے اس نے ڈسٹلڈ واٹر، نلکے کا پانی، دریا اور جھیل کے پانیوں کے نمونے لیے اور انہیں برف کی شکل میں جمایا۔

اس تجربے سے اسے معلوم ہوا کہ پانی اگر بالکل خالص ہو تو اس کے کرسٹلز بہت خوبصورت بنتے ہیں۔ لیکن اگر پانی آلودہ ہو تو کرسٹلز سرے سے بنتے ہی نہیں یا بہت بدشکل بنتے ہیں۔ اس نے دیکھا کہ انجیکشن میں استعمال ہونے والے ڈسٹلڈ واٹر سے بہت خوبصورت کرسٹل بنے ہیں صاف پانی والی جھیل سے بھی کرسٹلز بنے جبکہ نلکے کے پانی سے کرسٹلز بالکل ہی نہیں بنے بلکہ اس میں کلورین اور دوسرے جراثیم کش اجزا شامل تھے۔

اس نے ایک اور تجربہ کیا کہ ایک ہی پانی کو مختلف بوتلوں میں جمع کیا اور ہر بوتل کے سامنے مختلف قسم کی موسیقی بجائی موسیقی کی ہر قسم سے کرسٹل کی ایک نئی شکل بنتی گئی۔ مطلب پانی موسیقی کا مختلف اثر لیتا گیا۔

اس کے بعد اس نے ایک اور تجربہ کیا جس کے نتائج حیران کر دینے والے تھے اس نے شیشے کی سفید بوتلوں میں مختلف اقسام کے پانیوں کے نمونے جمع کیے اور نلکے کے پانی والی بوتل پر "You fool" ڈسٹلڈ واٹر والی بوتل کے خالص پانی کو اس نے حقارت آمیز جملے سے مخاطب کیا اور "Thank you" لکھا جبکہ نلکے والی پانی کو شکر گزاری کے الفاظ سے لکھا اور ان دونوں بوتلوں کو لیبارٹری میں مختلف مقام پر رکھ دیا لیبارٹری کے تمام ملازمین سے کہا گیا کہ جب تم "You fool" والی بوتل کے پاس سے گزرو تو اسے دیکھ کر کہو You fool اور پاس سے گزر جاؤ۔

جبکہ "Thank you" والی بوتل کے پاس ٹھہر کر سینے پر ہاتھ رکھ کر جھک جاؤ اور کہو Thank you, Thank you, Thank you یہ عمل تقریباً ایک ماہ تک جاری رہا۔ 29 دن کے بعد ان دونوں بوتلوں کو برف بنانے کے عمل سے گزارا گیا نتائج حیران کن تھے۔

ڈسٹلڈ واٹر کی شکل میں جو خالص پانی تھا اس کے کرسٹل تو بن گئے لیکن انتہائی بدشکل تھے جبکہ اس کے پہلے بہت خوبصورت کرسٹلز بنے تھے ایک بوتل پر شیطان (Satan) لکھ کر بھی رکھا گیا تھا۔ ڈاکٹر اموٹو فرماتے ہیں کہ اب اس خالص پانی کے کرسٹلز اور شیطان والے پانی کے کرسٹلز ایک جیسے تھے جبکہ نلکے والا آلودہ پانی جس پر Thank You لکھ کر اور ایک ماہ تک بہت سارے لوگ اس کو جھک کر سینے پر ہاتھ رکھ کر Thank You بولتے رہے تھے اس پانی سے بہترین کرسٹلز بن گئے تھے اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ پانی باتوں کا بھی واضح اثر لیتا ہے۔ اچھی باتوں سے اچھی اور بُری باتوں سے بُری ماہیئت اپنا لیتا ہے۔ ''You fool اور Thank you'' والا تجربہ کھانے کی چیزوں پر بھی کیا گیا۔

ایک کیک کے دو پیس کاٹے گئے اور پانی والا سلوک اور تجربہ دہرایا گیا۔ نتیجہ کچھ یوں تھا۔ You fool والا پیس نارمل وقت سے بھی پہلے خراب ہو گیا جبکہ "Thank you" والا پیس اپنے نارمل وقت کافی زیادہ وقت تک

Scanned with CamScanner

تازہ اور ذائقہ دار رہا۔ ڈاکٹر موصوف کے تجربات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کھانے پینے کی ہر چیز الفاظ، سوچ ، پاکیزگی یا ناپاکی کا اثر لیتی ہے۔

جب ہم پانی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہیں تو اس میں کس طرح برکت پیدا ہوتی ہے۔ اور جب ہم کھانے پینے کی چیزوں پر سورۃ فاتحہ یا کوئی بھی کلام پڑھتے ہیں تو ان کی ماہیئت کس طرح پاکیزگی اور صحت مندی میں تبدیل ہو کر شفا دیتی ہے۔

جب ہم کھانے کے ہر لقمے پر بسم اللہ، یا واجدُ پڑھ کے کھاتے ہیں تو وہ کس طرح ہمارے اندر نور پیدا کرتا ہے۔ ''سبحان اللہ'' یہاں ایک اور تجربہ بھی سامنے آتا ہے کہ ہم کھانے پینے کی اشیا کو سامنے رکھ کر جو کچھ سوچتے ہیں بولتے ہیں اور سنتے ہیں ہمارے کھانے اس کا بھی اثر لیتے ہیں۔ منفی باتوں کا بُرا اثر اور اچھی باتوں کا اچھا اثر جبکہ کھانے کے دوران لوگوں کی غیبت کریں گے تو کھانا بُرا اثر لے کر ہمارے پیٹ میں جائے گا اگر ٹی وی ڈرامے، فلمیں دیکھتے ہوئے کھانا کھائیں گے تو وہ کھانا ہمارے پیٹ میں جا کر ویسا ہی اثر دکھائے گا۔ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ رحمت العالمین نے سینکڑوں سال پہلے ہی ہمیں فرما دیا تھا کہ گرم کھانا، جلدی جلدی کھانا، باتیں کرتے ہوئے کھانا، کھانے کے درمیان دوسرے سے بات چیت کرنا شیطان کی صفت ہے سبحان اللہ۔

ایک تجربہ صاحبِ مضمون کے علم اور تجربے کی روشنی میں راقم الحروف نے بھی کیا میں نے نیسلے پانی کی ایک سیل بند بوتل ایک ماہ تک گٹر کے ساتھ رکھ دی اور گٹر کا ڈھکنا اٹھوا دیا ایک ماہ کے بعد میں نے پانی ایک دوسرے سفید بوتل میں ڈال کر لیبارٹری بھجوا دیا جو جواب آیا وہ کچھ اس طرح تھا "Not Drinkable" تو ثابت ہوا اگر پانی عام بول چال اور پاکیزگی یا ناپاکی کا اثر قبول کرتا ہے تو اللہ کا کلام تو سبحان اللہ جس میں برکت بھی ہے طاقت بھی ہے اور نہ سمجھ لوگوں کے لیے عقل دانش بھی ہے لہٰذا یہ کہنا کہ پانی پر پھونکیں مارنے سے کیا ہوتا ہے جبکہ آقا دو جہاںؐ نے فرما دیا ہے کہ پانی دودھ یا کسی بھی کھانے پینے کی چیز میں پھونک مارنے سے چیز مکروہ ہو جاتی ہے۔ جبکہ آپ لوگ کہتے ہیں کہ پھونکوں سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کی برکات کو جانو اور محسوس کرو تا کہ علم و عمل کا مقصد پورا ہو۔

میں یہاں درود پاک کی برکات اثرات اور اس کا انسانی زندگی میں عمل دخل بیان کرنا چاہوں گا کیونکہ میرے شہر عظیم بہاولپور میں سرکاری سطح پر اور گھریلو سطح پر بڑی بڑی درود پاک کی محفلیں برپا ہوتی تھیں ہر مسجد مکتب اپنی اپنی سطح پر مختلف ایام اور اوقات میں درود پاک کی برکات سے استفادہ کرتے تھے اب ہم مختلف مسالک میں تقسیم ہو چکے ہیں کسی کے نزدیک یہ جائز ہے اور کسی کے لیے نہیں میں صرف اپنی بات کرتا ہوں کہ 1906ء سے لے کر آج تک قائم ہونے والے مسالک نے مذہب اسلام کو اتنا نقصان پہنچایا ہے کہ کرنل سر لارنس آف عربیہ نے شاید اتنا

Scanned with CamScanner

نہ پہنچایا ہو دنیائے اسلام میں حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے بعد صرف دو نظریے باقی بچے۔ حسینیت اور یزیدیت۔ حسینیت نے تا قیامت زندہ رہنا ہے۔ اور یزیدیت فنا ہو چکی، کوئی نام لیوا نہیں ہے اگر کوئی ہوگا بھی تو فنا فی النار ہوگا۔ یہ خیال رہے کہ میں شیعہ نہیں ہوں میرا فقہ جعفریہ سے دُور دُور تک کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں صرف تاریخی حقیقت بیان کرتا ہوں۔ اب میں درود شریف کی برکات کی طرف آتا ہوں۔

استغفار کرنے سے گناہ مٹتے ہیں

کوئی اور ذکر کرنے سے نیکیاں ملتی ہیں

کسی بھی دوسرے کلام یا ذکر کرنے سے براہِ راست درجات بلند نہیں ہوتے بلکہ گناہ مٹنے اور نیکیوں کی تعداد آہستہ آہستہ زیادہ ہونے سے درجات بلند ہوتے ہیں۔

جبکہ درود پاک وہ واحد عبادت ہے جس سے براہ راست درجات بلند ہوتے ہیں۔ (احادیث) درود پاک پڑھنے سے گناہ مٹتے ہیں، نیکیاں ملتی ہیں اور درجات بلند ہوتے ہیں چونکہ درود پاک پڑھنے سے ہمارے نفس کے براہ راست درجات بلند ہوتے ہیں اس لیے شروع میں درود پاک زیادہ نہیں پڑھا جاتا بلکہ اتنا ہی پڑھا جاتا ہے جتنا ہم براہ راست بلندی درجات کا بوجھ اٹھا سکیں۔ مسلسل درود پڑھنے کی وجہ سے ہماری ذات، نفس اور "DNA"(Deoxyribo Acid) میں بلندی درجات کے حصول کے لیے کچھ تغیر اور Up Gradation ہوتی ہے اور کچھ Updates انسٹال ہوتی ہیں۔ کمپیوٹر باز حضرات نے نوٹ کیا ہوگا کہ جب Heavy Updates انسٹال ہو رہی ہوں تو کمپیوٹر کی Speed کم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح درود پاک پڑھنے سے ہماری ذات کی Upgradation ہوتی ہے اور Superior, DNA کی Updates انسٹال ہوتی ہیں۔ ہم سے ایک خاص مقدار سے زیادہ درود شریف نہیں پڑھا جاتا زبان ساتھ نہیں دیتی، سینہ بھاری ہونے لگتا ہے اور طبیعت بوجھل لگتی ہے۔ لیکن جیسے جیسے انسان مسلسل درود شریف پڑھتا جائے تو پھر آہستہ آہستہ پڑھا جانے لگتا ہے۔ روح اور نفس طاقتور ہوتے جاتے ہیں۔ جسم درود پاک کے انوارات کو برداشت کرنے لگتا ہے۔ درحقیقت درجات بلند ہوتے جاتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی قربت حاصل ہوتی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو زیادہ سے زیادہ درود پاک پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثمہ آمین۔

عجب فیض ہے آقاؐ تیری محبت کا

درود تجھ پر پڑھوں اور خود سنور جاؤں

میرے شہر عظیم بہاولپور میں کبھی رقصِ درویشاں بھی ہوتا تھا غالباً دسمبر کا آخری ہفتہ ہوتا ہوگا 25/30 درویش مل کر صوفیانہ موسیقی جس کو دف بانسری اور رباب سے فضا میں بکھیرا جاتا تھا رقص کرتے اور صوفیانہ کلام پر

Scanned with CamScanner

مَست ہو جاتے۔

اب تو میرا مسلک تیرا مسلک تم کافر وہ کافر، میری مسجد تیری مسجد اور نہ جانے کیا کیا؟ بس اسی کو اسلام کا نام دیا جا رہا ہے۔ ایک روز مسجد سے اعلان ہو رہا تھا کہ فلاں شخص رضائے الٰہی سے فوت ہو گیا ہے۔ حالانکہ مولوی صاحب کو کہنا چاہیے تھا کہ قضائے الٰہی سے فلاں شخص فوت ہو گیا ہے۔ کیونکہ رضائے الٰہی اور قضائے الٰہی میں بہت فرق ہے۔ قضا کے معنی تقدیر الٰہی ونوشتہ تقدیر، اتفاق یا حادثہ (فیروز اللغات)

جبکہ رضائے الٰہی کے معنی، مرضی، خوشی، خوشنودی۔

جب اللہ تعالیٰ کسی کے بارے میں فیصلہ نافذ کرتا ہے تو اس کو قضا کہتے ہیں۔

اور جب اللہ تعالیٰ کسی کے کام سے راضی ہوتا ہے تب اس بندے پر رضائے الٰہی کا ظہور ہوتا ہے۔ قرآن کریم کی آیات میں موت کو لفظ قضا سے یاد فرمایا گیا ہے۔

میں ایک چہلم کی رسومات میں شریک تھا کہ اذان ہو گئی کچھ لوگ قریبی مسجد میں چلے گئے کچھ نے گھر میں ہی نماز ادا کرنے کو مناسب جانا کیونکہ مسجد ان کے مسلک کے مطابق نہ تھی۔ جبکہ اسی مسجد میں بغیر داڑھی والے کا داخلہ ممنوع ہے۔ پھر ایک اور مسجد سے اذان کی آواز آئی تو بقایا لوگ نماز ادا کرنے میں مصروف ہو گئے یعنی مسجد اپنی اپنی اور اذان بھی اپنی اپنی! نبی پاکؐ کے فرمانِ خطبہ الوداع کا اللہ ہی حافظ، ناصر ہے جبکہ میرے شہرِ عظیم بہاولپور میں پہلے ایسا ہرگز ہرگز نہیں تھا۔ سب لوگ پیار محبت عزت واحترام سے اکٹھے مذہبی فرائض ادا کرتے سب کا ایک مذہب ہوتا تھا مسلک نام کی کوئی وبا نہ تھی۔ عالم باعمل تھے۔ مولوی حضرات قابلِ احترام تھے کوئی بھی شخص بچہ ہو یا جوان ہو یا پیرانہ سالی میں ہو سلام دعا کیے بغیر نہ رہتا یہ سب کچھ تارکینِ وطن کی بھرمار کی وجہ سے ہوا۔ نئے نئے مسالک متعارف ہوئے، فحاشی نام کو بھی نہ تھی البتہ اکثر لوگ زوجین کی کثیر تعداد کے حامل تھے عورت کی بہت عزت احترام تھا زیادہ تر خواتین تانگہ جس کو یکہ بھی کہتے تھے اور اس کی ایک امیرانہ شکل بھی تھی جس کو بگھی یا وکٹوریہ بھی کہتے تھے پر سفر کرتی تھیں اور اندرون شہر یا نزدیک گاؤں تک جانا ہوتا تو تانگہ یا بگھی کو چادریں تان کر پردہ کیا جاتا۔ خواتین چادروں کے پردے میں تشریف فرما ہوتیں تھیں جبکہ کوچوان چادروں کے تانگے کے پائے دان پر بیٹھ کر گھوڑے کو چابک سے کنٹرول کرتا۔ امیر یا حکمران خاندان کی خواتین اگر تانگہ سے باہر ہوتیں تو ملازم لوگ عام لوگوں کی توجہ مبذول کراتے اور اونچی آواز میں کہتے تمام لوگ منہ دھیان ہو جائیں کیونکہ بیبیاں گزر رہی ہیں۔

ماہ رمضان میں تمام سینما گھر جن کو اس وقت ''منڈوا'' کہتے تھے بند کر دیے جاتے تھے اگر کوئی شخص سگریٹ یا دیگر کھانے پینے کی اشیا کھاتا یا پیتا نظر آ جاتا تو پولیس گرفتار کر لیتی تھی۔ بغیر کسی تعصب کے تمام اسلامی شعار پر عمل کیا جاتا ماہِ رمضان کے دوران کسی بھی اشیائے صرف گوشت، سبزیات یا دیگر اشیائے صرف کے نرخ بڑھانے کا

Scanned with CamScanner

تصور تک نہ تھا۔ فحاشی نام کو بھی نہ تھی آج کی کی طرح بے راہ روی اور مادر پدر آزاد معاشرہ نہ تھا۔ آپ کو ضرور علم ہوگا کہ آجکل ملک عزیز دنیا بھر میں سب سے زیادہ پورن "Porn" اور فحش فلمیں دیکھنے والا ملک ہے جبکہ ہماری قوم کا 60% نوجوانوں پر مشتمل ہے۔ دنیا کے اکثر ممالک ایک منصوبے کے تحت ہماری Youth کو اس بیماری میں مبتلا کر کے ہمیں ناکارہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور کسی حد تک وہ کامیاب بھی ہیں۔

5 جنریشن وار کے حربے کے تحت ہمارے معاشرے پر بداثرات بہت تیزی سے پھیل رہے ہیں جس کے نتیجے میں مندرجہ ذیل اثرات آپ بھی محسوس کر سکتے ہیں۔

1) بے اولاد افراد میں اضافہ
2) دماغی کینسر
3) طلاق کا بڑھ جانا نوٹ (پاکستان اور بھارت میں اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کا طلاق کا تناسب 80% سے تجاوز کر چکا ہے)
4) کم عمری میں ہی بالغ ہو کر مثبت سوچ کا ختم ہو جانا۔
5) خواتین میں لیکوریا اور مردوں میں جنسی بیماریوں کا، خطرناک حد تک اضافہ۔

میں گورنمنٹ کو کچھ مشورے دینے کی جسارت کر رہا ہوں قوم کے بانجھ ہو جانے سے پہلے علاج کر لیں تو قوم اور ملک کا فائدہ ہوگا۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ سلطان صلاح الدین ایوبی کے دور میں بھی یورپ نے فحاشی کی یلغار کی تھی لیکن سلطان نے بروقت اقدام کر کے فحاشی کی لہر پر قابو پا لیا تھا۔ آپ بھی کر سکتے ہیں اگر کرنا چاہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے ''تم جن کی مشابہت اختیار کرو گے انہی کے ساتھ شمار کیے جاؤ گے'' میری حکومتِ وقت سے درخواست ہے کہ ایسی تمام سائٹس بند کر دی جائیں جو پورن مواد مہیا کرتی ہیں اس دنیا نے عورت کو مذاق بنا لیا ہے۔ تعجب ہے کہ عورت اپنے بچپن میں باپ کے لیے برکت کے دروازے کھولتی ہے۔

اپنی جوانی میں اپنے شوہر کا ایمان کامل کرتی ہے۔

اور جب ماں بنتی ہے تو جنت اس کے قدموں تلے ہوتی ہے۔

عورت ہر روپ میں قابل قدر ہے اور آپ کا اور ہم سب کا فرض ہے کہ درجہ بدرجہ عورت کی عزت و احترام کو ملحوظ خاطر رکھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عورت کو ہر رشتے میں مرد کے دل کے قریب تر بنایا ہے اور اللہ کے رسولؐ نے فرمایا ہے کہ بلند مرتبہ لوگ اپنی بیویوں کی عزت کرتے ہیں عورت ایک پھول کی مانند ہے آپ اس کو جیسا کہو گے وہ ویسی ہی بنتی چلی جائیگی۔ وہ عورتیں کبھی بوڑھی نہیں ہوتیں جن کے شوہران پر جان چھڑکتے ہیں شوہر کی توجہ محبت اور عزت عورت کے چہرے کو نکھارتی ہے اور وہ مزید خوبصورت ہوتی چلی جاتی ہے۔ وہ عظیم اشرف المخلوق ہے اور وہ

Scanned with CamScanner

اس حد تک نازک مزاج ہے کہ اک پھول اسے راضی اور خوش کر دیتا ہے۔

مالکِ کائنات کی حسین ترین تخلیق عورت ہے۔ ماں بیٹی، بہن اور بیوی جس روپ میں بھی ہو اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے۔ یورپ کی فحاشی کی یلغار کو روکنے کے لیے تعاون کریں۔ اپنے مندرجہ بالا قابل احترام رشتوں کو خود ہی رُسوا نہ کریں۔ یورپ والوں کا تو باپ ہی نہیں ہوتا۔ آپ تو ماشاء اللہ حسب نسب والے ہیں۔ میں نے اپنے شہرِ عظیم کے حوالے سے تقابلی جائزہ پیش کیا ہے کہ ریاست بہاولپور میں مذہب اسلام اور عورت کا کیا مقام تھا اور نوجوان نسل کس طرف جا رہی ہے۔

مزید آپ لوگوں کی خدمت میں عرض کرتا چلوں ایک وقت ایسا بھی تھا جب ابھی سعودی عرب میں تیل دریافت نہیں ہوا تھا۔ میرے اس شہرِ عظیم بہاولپور جس کو اس وقت ریاست بہاولپور کہا جاتا تھا نواب آف بہاولپور سعودی عرب (حجاز) والوں کو ہر سال گندم کا تحفہ بھجوایا کرتے تھے جو کہ آلِ سعود بہت خوشی خوشی قبول کرتی تھی۔ اب کچھ بہاولپور کی سیاست کے بارے میں کچھ سیاسی رہنما عقل و دانش میں یکتا تھے جو اپنا اپنا وقت گزار کر خالقِ حقیقی کے پاس جا چکے ہیں کچھ ایسے ہیں جو خودرو جھاڑیوں کی مانند ہیں کیونکہ جب بارش ہوتی ہے تو خودرو گھاس پھوس اور جھاڑیوں پر بہار آ جاتی ہے جبکہ مینڈک بھی ٹرٹرانے لگتے ہیں اور خوب شور مچا کر اپنی اہمیت کا احساس دلاتے ہیں صرف اور صرف اسی وجہ سے بہاولپور کو اب تک صوبائی حیثیت نصیب نہیں ہو سکی۔ ملتان کے نام نہاد سیاسی رہنماؤں کے تعصب، جھوٹ اور بہاولپور کے حقوق پر ڈاکہ زنی کی وجہ سے سرائیکی صوبہ اور سرائیکی سیکرٹریٹ کا ڈرامہ آجکل زوروں پر ہے۔ ہمارے اس شہرِ عظیم کے بھولے بھالے مہمان نواز عوام کی اکثریت کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم لوگ سرائیکی نہیں ہیں ہم ریاستی ہیں اور بہاولپور میں سرائیکی، پنجابی اردو اور دیگر زبانیں بولنے والے لوگ آباد ہیں۔ میں ان حکمرانوں اور دیگر لوگوں جو کہ ان ہی نام نہاد حکمرانوں کی زبان بولتے ہیں اور چمچہ گیری چاپلوسی کے طور پر ان کے ہم خیال کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ گورنمنٹ آف پاکستان کے سابقہ اعداد و شمار کے مطابق بہاولپور ڈویژن کی آبادی ایک کروڑ پندرہ لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔ ورلڈ میٹر انٹرنیشنل کی رپورٹ کے مطابق دنیا میں اس وقت 195 ممالک ہیں جبکہ آبادی کے لحاظ سے بہاولپور ڈویژن اس وقت دنیا کے 126 ممالک سے بڑا ہے جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

	Name of Country.....	Papulation
(1)	Haiti.	11,402,528
(2)	Cuba.	11,326,616
(3)	Sout Sudan	11,193,725

Scanned with CamScanner

(4)	Dominican Republic	847910
(5)	Crech Republic (Czechia)	10,708,9981
(6)	Greece	10,423,054
(7)	Jordan	10,203,134
(8)	Portugal	10,196,709
(9)	Azerbaijan	10,139,177
(10)	Sweden	10,099,265
(11)	Horduras	9,904,607
(12)	United Arab Emirates	9,890,402
(13)	Hungary	9,660,351
(14)	Tajikistan	9,537,645
(15)	Belarus	9,449,323
(16)	Austia	9,006,398
(17)	Papua New Guinea	8,947,024
(18)	Serbia	8,737,371
(19)	Israel	8.655,535
(20)	Switzerlan	8,654,622
(21)	Togo	8,278,724
(22)	Sierra Leone	7,976,983
(23)	Hong Kong	7,496,981
(24)	Laos	7,275,560
(25)	Paraguay	7,132,538
(26)	Bulagira	6,948,445
(27)	Libya	6,871,292
(28)	Lebanon	6,825,445
(29)	Nicaragua	6,624,554
(30)	Kyrgyzstan	6,524,195
(31)	El Salvador	6,486,205

Scanned with CamScanner

(32)	Turkmenistan	6,031,200
(33)	Singapore	5,850,342
(34)	Denmark	5,792,202
(35)	Finland	5,540,720
(36)	Congo	5,518,087
(37)	Slovakia	5,459,642
(38)	Norway	5,421,241
(39)	Oman	5,106,626
(40)	Palestine	5,101,414
(41)	Costa Rica	5.094,118
(42)	Liberia	5,057,681
(43)	Ireland	4,937,786
(44)	Central Afican Republic	4,829,767
(45)	New Zealand	4,822,233
(46)	Mauritania	4,649,658
(47)	Panama	4,314,767
(48)	Kuwait	4,270,571
(49)	Croatia	4,105,267
(50)	Moldova	4.033,963
(51)	Georgia	3,989,167
(52)	Eritrea	3,546,421
(53)	Uruguay	3,473,730
(54)	Bosnia and Herzergovina	3,280,819
(55)	Mongolia	3,278,290
(56)	Armenia	2,963,243
(57)	Jamaica	2,961,167
(58)	Qatar	2,881,053
(59)	Albania	2,877,797

Scanned with CamScanner

(60)	Lithuania	2,722,289
(61)	Namibia	2,540,905
(62)	Gambia	2,416,668
(63)	Botswana	2,351,627
(64)	Gabon	2,225,734
(65)	Lesotho	2,142,249
(66)	North Macedonia	2,083,374
(67)	Slovenia	2,078,938
(68)	Guinea-Bissua	1,968,001
(69)	Latvia	1,886,198
(70)	Bahrain	1,701,757
(71)	Equatorial Guinea	1,402,985
(72)	Trinidad and Tobago	1,399,488
(73)	Estonia	1,326,535
(74)	Timo-Leste	1,318,445
(75)	Mauritius	1,271,768
(76)	Cyprus	1,207,359
(77)	Eswatini	1,160,164
(78)	Djibouti	988,000
(79)	Fiji	896,445
(80)	Comoros	869,601
(81)	Guyana	786,552
(82)	Bhutan	771,608
(83)	Solomon Islands	686,884
(84)	Montenegro	628,066
(85)	Luxembourg	625,978
(86)	Western Sahara	579,339
(87)	Suriname	586,632

Scanned with CamScanner

(88)	Cabo Verde	555,987
(89)	Micronesia	548,914
(90)	Maldives	540,544
(91)	Malta	441,543
(92)	Brunei	437,479
(93)	Belize	397,628
(94)	Bahamas	393,244
(95)	Iceland	341,243
(96)	Vanuatu	307,145
(97)	Barbados	287,375
(98)	French Polynesia	280,908
(99)	Sao Tome & Principe	219,159
(100)	Samoa	198,414
(101)	Saint Lucia	183,627
(102)	Curacao	164,093
(103)	Kiribati	119,449
(104)	Grenada	112,523
(105)	St. Vincent & Grenadines	110,940
(106)	Tonga	105,695
(107)	Seychelles	98,347
(108)	Antigua and Barbuda	97,928
(109)	Isle of Man	85,033
(110)	Andorra	77,265
(111)	Dominica	71,980
(112)	Marshal Islands	59,190
(113)	Greanland	56,770
(114)	Saint Kitts & Nevis	53,199
(115)	Faeroe Islands	48,863

Scanned with CamScanner

(116) Sint Maarten	42,876
(117) Monaco	39,242
(118) Saint Martin	38,666
(119) Liechtenstein	38,128
(120) San Marino	33,931
(121) Palau	18,094
(122) Cook Islands	17,564
(123) Tuvalu	11,792
(124) Nauru	10,824
(125) Saint Barthelemy	9,877

ایک وقت تھا بہاولپور برصغیر کی امیر ترین ریاست شمار ہوتا تھا آپ خود بہاولپور کے 1953 کے بجٹ سے اندازہ لگا سکتے ہیں اس وقت بہاولپور کا بجٹ 21 کروڑ 71 لاکھ تھا۔ اور پاکستان بشمول بنگلہ دیش کا بجٹ صرف 100 کروڑ تھا اور 1947ء میں 89 کروڑ 68 لاکھ بجٹ تھا اور جبکہ پاکستان 10 کروڑ 11 لاکھ خسارے کا بجٹ تھا۔

پاکستان کے تمام بجٹ خسارے میں تھے سوائے تین بجٹ کے اور بہاولپور کا بجٹ سرپلس میں تھا۔

بہاولپور کے پاس پورے پاکستان بشمول بنگلہ دیش کے مقابلے پانچواں حصہ دولت تھی بہاولپور اس قدر امیر ریاست اور صوبہ تھا اور اب پاکستان کا بجٹ کا 8487 ارب اور بنگلہ دیش کا بجٹ 130 کھرب روپے یعنی 13000 ارب تھا۔

دونوں ملک کا ٹوٹل بجٹ اس وقت 215 کھرب بنتا ہے اب نکالو پانچواں حصہ بہاولپور کا؟ کیا بہاولپور کو اتنی رقم ملتی ہے بجٹ کے طور پر پھر اس کے بعد بہاولپور کے ساتھ کیا ہوا آپ بہتر جانتے ہیں۔ بہاولپور کو ون یونٹ میں ضم کر دیا گیا اور ون یونٹ توڑنے کے بعد اور بہاولپور کے صوبائی حیثیت ختم کر دی گئی اور بہاولپور غیر آئینی اور غیر قانونی طریقے سے لاہور پنجاب کے قبضے میں دے دیا گیا صوبہ بہاولپور سے مقبوضہ بہاولپور بن گیا کیا باقی صوبوں کے ساتھ ایسا سلوک ہوا؟

موجودہ نواب آف بہاولپور نواب صلاح الدین عباسی کبھی کبھی دبی دبی آواز میں مطالبہ تو کرتے ہیں کہ میری ریاست بحال کی جائے جبکہ ان کو مطالبہ کرنا چاہیے کہ بہاولپور کو صوبہ بنایا جائے ان کے جو ورکر ہیں یا صوبہ تحریک کے نام و نہاد لیڈر ہیں وہ ان سے بھی زیادہ (Lethargic) سُست ہیں۔ کچھ ابن الوقت ہیں صوبہ کی تحریک ان

Scanned with CamScanner

کے بس کی بات نہیں ہے۔ سوڈے کی بوتل میں نمک ڈالنے کے بعد جو شوشر کا ہوتا ہے اور پھر گلاس کی طرف دیکھنے کو بھی دل نہیں کرتا بس یہ ہی صوبہ بناؤ تحریک کا ہے۔

بہاولپور اب تک صوبہ کیوں نہ بن سکا کسی وقت صوبہ کی تحریک زوروں پر تھی فرید گیٹ جو کہ اس وقت بیکانیری گیٹ کے نام سے جانا جاتا تھا ایک شہادت بھی ہوئی بہاولپور کا ایک فرزند صوبہ کی تحریک پر قربان ہو گیا۔ پھر بھولے بھالے عوام نے ایک نوجوان کو شاہدرہ کی بستی بھجوا کر لسانی بنیادوں پر سیّد بنوایا کیونکہ عوام جانتے تھے کہ یہ بہت محنتی اور جفاکش لڑکا ہے جو کہ چائے کے ڈھابے پر کام کرتا تھا۔ پھر مقامی اخبار کے دفتر میں قاصد کے فرائض ادا کرنے کے ساتھ ساتھ تعلیم بھی جاری رکھے ہوئے تھا اور اب مکمل طور پر تعلیم یافتہ ہے عوام نے اس پر اعتماد کا اظہار اپنے ووٹوں کی بارش کر کے کیا اور اس کو اسمبلی میں بھجوا دیا کہ یہ بہاولپور کے حقوق کے لیے آواز بلند کرے گا اور بہاولپور کو صوبہ بنوانے میں اپنا کردار ادا کر کے گا کردار تو کیا ادا کرنا تھا۔ بظاہر اپوزیشن اور ہر قسم کا مفاد ''حلال'' در پردہ گورنمنٹ کا خاص کنفگیر عوامی حقوق کی پاسبانی بہاولپور کو صوبہ بنوانے کی تحریک کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی ہر کوشش ''حرام'' اس وقت کی گورنمنٹ کی آنکھ کا تارا بیچارے عوام صرف وعدہ فردا پر ٹرختے رہے اور صوبہ آج تک نہ بن سکا۔ مگر اب ہم سید، محقق، مصنف، شاعر اور نہ جانے کیا کیا ہیں مگر صوبے کے وکیل یا خالق نہیں ہیں عوام کا کیا ہے جب بھی ہم ڈگڈگی بجا کر عوام کو سہانے خواب دکھائیں گے عوام کھینچے چلے آئیں گے اور ہمیں پارلیمینٹرین بنائیں گے۔

بہاولپور کو صوبہ بنوانے کے لیے نہ تو نام ونہاد لیڈر سنجیدہ ہیں اور نہ ہی آج تک سنجیدگی سے صوبے کی تحریک چلائی گئی ہے۔ تحریک ابھی زور پکڑنے جا ہی رہی ہوتی ہے کہ یہ نام نہاد بہاولپور کے ماموں لیڈر بن کر عوام کو بیوقوف بنا کر مراعات کے جائز ناجائز مزے لوٹ کر خاموش ہو جاتے ہیں اور عوام بیچارے منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔

اگر تحریک کامیاب کرانی ہے تو یونین کونسل کی سطح سے تحریک کو آرگنائز کرنا ہوگا یونین کونسل تحصیل ڈسٹرکٹ اور پھر ڈویژن کی سطح تک لا کر گورنمنٹ سے رابطہ، مطالبہ کرنا ہوگا اور یہ بات یاد رہے کہ یہاں کے باسی اُردو انگلش پنجابی سرائیکی یا کوئی بھی زبان بولیں وہ سرائیکی نہیں ہیں وہ ریاستی نہیں ریاست بہاولپور کے باسی ہیں سرائیکی بیلٹ بھکر ڈیرہ غازی خان، ملتان، مظفر گڑھ، تونسہ شریف، ڈیرہ اسماعیل خاں کا کچھ حصہ ہے پشاور میں بھی ہندکو کے نام سے سرائیکی بولی جاتی ہے۔

لسانی بنیاد پر نہیں تاریخی حقائق کی بنیاد پر صوبہ بنوائیں۔ پہلے پاکستان پھر پنجاب کی بیوروکریسی نے بہاولپور کی زرخیز زمینیں مختلف حیلے بہانوں سے ہڑپ کیں اور اب تک کر رہے ہیں راقم الحروف قائداعظم سولر پارک کی آڑ میں زمین ہڑپ کرنے کے خلاف عدالتِ عالیہ میں پٹیشنر کے طور پر بھی کوشش کرتا رہا ہے۔ جو کہ ایک ریکارڈ ہے۔

Scanned with CamScanner

دیکھیں Write Petition No 7639 of 2014 (2015 CLC 1295)

صحرائے چولستان کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ایک بڑا اور دوسرا چھوٹا صحرا ہے چھوٹے صحرا کے علاقے میں ہی ''سیمی ڈیزرٹ'' لال سہانرا نیشنل پارک واقع ہے یہی صحرائی علاقہ کالے ہرن کا آبائی وطن ہے یہ ہرن بڑے صحرا یعنی کہ گریٹر چولستان میں زندہ نہیں رہ سکتا ایک کہانی یا روائیت یہ بھی ہے کہ امریکی ایئر فورس کے ایک وائس مارشل نے نواب آف بہاولپور سے کالے ہرنوں کا ایک جوڑا فرمائش کر کے حاصل کیا۔ جسے ریاست ٹیکساس کے جنگل میں برائے افزائشِ نسل رکھا گیا۔ 2005ء کی WWF کی رپورٹ کے مطابق اسی ٹیکساس کے جنگل میں کالے ہرن دو ہزار سے زائد کی تعداد میں موجود ہیں۔ 1972ء میں جب لال سہانرا جنگل کو نیشنل پارک کا درجہ دیا گیا تو چولستان میں حد سے زیادہ شکار ہونے کی وجہ سے کالا ہرن تقریباً ختم ہو چکا تھا اس لیے حکومتِ پاکستان نے ٹیکساس سے ہی کالے ہرن کے 10 جوڑے منگوائے جنہیں لال سہانرا نیشنل پارک کے افزائش سینٹر میں رکھا گیا۔

ایک رپورٹ کے مطابق لال سہانرا نیشنل پارک کے "Black Buck Breeding Centre" میں اس وقت 582 ہرن موجود ہیں ان میں 223 نر جبکہ 189 مادہ اور بچے ہیں کالے ہرن کے کئی جوڑے فروخت بھی کیے جا چکے ہیں۔ انتظامیہ کے مطابق ایک صحت مند جوڑا ستر ہزار روپے میں فروخت ہوتا ہے اسی سینٹر سے 10 جوڑے ٹوبہ ٹوکن والا (رحیم یار خاں) منتقل کیے جا چکے ہیں جہاں ان کی افزائش نسل جاری ہے لال سہانرا نیشنل پارک کا بلیک بک بریڈنگ سینٹر ایشیا کا واحد سینٹر ہے جہاں کالا ہرن اتنی تعداد میں موجود ہے۔ کالے ہرن کی خوراک میں درختوں کے پتے سبز چارہ کیکر اور جنڈ کی پھلیاں چنے وغیرہ شامل ہیں۔ مادہ 6 ماہ بعد ایک بچہ جنم دیتی ہے۔ جو تین دن ماں کا دودھ پی کر چوکڑیاں بھرنے لگتا ہے۔ 6 ماہ کے اندر اگر بچے کے سینگ نکلنا شروع ہو جائیں۔ تو وہ نر ہے دو سے اڑھائی سال کا ہرن افزائش کے قابل ہو جاتا ہے۔ کالا ہرن حضرت انسان سے مانوس نہیں ہوتا بلکہ حد درجہ جھگڑالو بھی ہے۔ افزائش نسل کے موسم میں جو کہ ''فروری مارچ جولائی اگست'' ہے۔ انسان کو اپنے قریب بھی نہیں آنے دیتا بلکہ حملہ کر دیتا ہے۔ اس کی طبیعت بھی بہت رومان پرور ہے۔ تقریباً 20 کے قریب مادہ ہرن کو اپنے گھیرے میں رکھتا ہے اور ایک فرضی حصار بنا لیتا ہے۔ جس میں کسی بھی دوسرے نر کو آنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ ریاستی لوک ادب میں کالے ہرن کے متعلق کئی لوک کہانیاں اور ٹپے موجود ہیں جو کہ روہی کے لوگ اپنے بزرگوں سے سُنتے چلے آ رہے ہیں۔

شاہ حسینؒ جو سولہویں صدی عیسوی کے ایک بہت مشہور صوفی شاعر گزرے ہیں جن کے کلام میں بھی کالے ہرن کی فراوانی کا ذکر بہت تواتر سے ملتا ہے۔

جبکہ روہی کے مقامی باشندے کالے ہرن کو فقیر جانور کے طور پر پیش کرتے ہیں ان کا یقین ہے کہ کالا ہرن

Scanned with CamScanner

روہی جیسے لق ودق صحرا میں بھولے بھٹکے مسافروں کو انسانی آبادی کا راستہ دکھاتا ہے اور چولستانی ٹوبوں (پانی کا ذخیرہ) تک رہنمائی کرتا ہے۔

لال سہانرا نیشنل پارک بہاولپور سے 35 کلومیٹر دور مشرق میں واقع تھل نہر کی گزرگاہ کے قریب واقع ہے یہاں جھیلیں اور تالاب بکثرت پائے جاتے ہیں۔ یہ پارک ایک لاکھ باسٹھ ہزار ایکڑ پر پھیلا ہوا ہے جس میں 70 ایکڑ پر کالے ہرن کا گوشہ موجود ہے یہ ارضی خدوخال صحرا۔ پانی اور جنگلات کے باعث بہت مقبول ہے۔

انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا کے مطابق برصغیر کے اس خطے میں 1947ء میں کالے ہرن کی تعداد اسی ہزار سے زیادہ تھی جو 1964ء میں کم ہو کر آٹھ ہزار رہ گئی کالا ہرن چیتے سے رفتار میں کم ہے۔ باقی ہر کسی سے بہت زیادہ ہے۔ کالا ہرن اب صرف لال سہانرا نیشنل پارک میں دیکھا جا سکتا ہے۔ جبکہ صحرا میں جس کو مقامی زبان میں روہی بھی کہا جاتا ہے یہ نسل ختم ہو چکی ہے اور یہ حضرت انسان جن کو ہم نام نہاد شکاری کہتے ہیں حالانکہ یہ قاتل ہیں اس معصوم جانور کے جس کو مقامی لوگ روہی کا فقیر بھی کہتے ہیں۔

کالا ہرن زیادہ تر بھارت میں پایا جاتا ہے اس کی وجہ سے اس ہرن کو دنیا بھر میں انڈین ہرن کہا جاتا ہے جبکہ لفظ ہنود کے معنی بھی کالا یا سیاہ کے ہیں کالے ہرن کا سائنسی نام Anti Lope Cervicapra ہے جبکہ "Antilope" یونانی لفظ "Antha Lop" سے ماخوذ ہے جس کے معنی سینگ والا جانور کے ہیں جبکہ Cervicapora کا مطلب ایسا ہرن جو کہ بکری نما ہو۔ ریاستی زبان میں بک ہرن کے بچے کو کہتے ہیں۔ کالا بک کا مطلب کالا ہرن ہے اسی وجہ تسمیہ کی وجہ سے ہی انگریزی میں کالے ہرن کو Black Buck کہتے ہیں۔ افریقہ کی سسوانہ زبان جو کہ بوٹسوانہ جنوبی افریقہ میں بولی جاتی ہے۔ وہاں ہرن کے بچے کو Buck ہی کہتے ہیں کالے ہرن کے علاوہ صحرا میں اور نیشنل پارک میں بھی چنکارہ نسل کے ہرن بھی قلانچیں بھرتے ہوئے نظر آئیں گے۔

محمد دانیال چغتائی کے آرٹیکل ''روہی کا فقیر'' سے ماخوذ Whispering Hill (سرگوشی) کے نام سے نیشنل پارک میں ایک مصنوعی جھیل کے کنارے پر ایک خوبصورت ریسٹ ہاؤس کی بلڈنگ سیاحوں کے آرام کے لیے بنائی گئی ہے جو انتظامیہ کے آرام کا زیادہ خیال رکھتی ہے۔ حکومت وقت کو جب تھک ہار کر آرام فرمانا ہو تو بہاولپور کے سرکاری دورے پر آموجود ہوتی ہے۔ یہاں پر ہیلی پیڈ بھی بنایا گیا ہے جب حکومتِ وقت یہاں آرام فرما ہوتی ہے تو لاؤلشکر بھی ہمراہ ہوتا ہے جو کہ ہر قسم کی خدمت انجام دینے میں بہت زیادہ مستعد ہوتا ہے اور بادشاہ سے زیادہ بادشاہ کا وفادار نظر آتا ہے۔ مشہور مغنیہ بھی ہمراہ حکومتِ وقت یہاں تشریف لا کر سرفراز اور سیراب ہوتی رہی ہے۔ "Whispering" کے معنی سرگوشی کے ہیں اور اگر اس رومان پرور ماحول میں خوبصورت مغنیہ سرگوشیاں کرے اور ناز و انداز سے آنکھوں میں سرخ ڈورے لیے ہوئے ہو تو؟ بقول احمد فراز ؎

Scanned with CamScanner

یہ عالم شوق کا دیکھا نہ جائے
وہ بُت ہے یا خدا دیکھا نہ جائے

درازقد، تعلیم یافتہ، ایلیٹ کلاس، خوش گلو، عیال دار، گلے میں ایک مُرکنی خوب کام کرتی ہے اگر تمام مُرکنیاں کام کرتیں تو نہ جانے کیا قیامت ڈھاتیں جبکہ حُسن اور جسم کی آدھی دولت خرچ کر چکی تھی پھر بھی نہ جانے کیوپڈ کا تیر کھا کر زخمی ہرنی کی طرح بے بس ہو کر ڈھیر ہوگئی یا چکا چوند، بے بہا اختیارات خزانہ گورنمنٹ کا یا پھر DNA پر واپسی؟

کبھی تو خیال آتا ہوگا کہ اپنا آپ بچے جیون ساتھی عوامی مقبولیت کس بھاؤ بکی؟ بقول احمد فراز

یہ میرے ساتھ کیسی روشنی ہے
کہ مجھ سے راستہ دیکھا نہ جائے

اسی روشنی کی چکا چوند میں گھر کا راستہ کھو گیا۔ جواب کبھی نہ مل سکے گا اور روشنی بھی مدھم ہوتے ہوئے غائب ہو گئی۔ نیشنل پارک کے ریسٹ ہاؤس کی تاریخ حُسن و جمال کے خون سے رنگین ہے۔ جذبات میں بہہ کر میرا قلم کہاں سے کہاں مجھے لے جا رہا ہے۔ (چلو مٹی پاؤ) میرے شہر عظیم بہاولپور کی تاریخ روایات بہت ہی Rich ہیں بہاولپور میں کرنسی کا معیار کیا تھا۔ پھوٹی کوڑی سے لے کر روپے کی تاریخ مندرجہ ذیل چارٹ کے مطابق تھی نئی نسل کو معلوم نہیں لیکن پرانے لوگ ضرور تصدیق کرینگے۔ میری زیر تصنیف کتاب ''حسینائیں'' میں بہت کچھ ہوگا کہ پھوٹی کوڑی سے شروع ہونے والی کرنسی سے کیا کیا خریدا گیا، کس کس کو خریدا گیا اور اس خرید و فروخت میں اصل زر کل زر کس سورس سے دنیا میں کون کون آیا؟

Scanned with CamScanner

روپے کی تاریخ

یکم جنوری 1961ء سے قبل پاکستانی روپے کی ترتیب یُوں تھی: پُھوٹی کوڑی> کوڑی> دمڑی> دھیلا> پیسہ > ٹکا> آنہ> رُوپیہ

3 پُھوٹی کوڑی	=	1 کوڑی
10 کوڑی	=	1 دَمڑی
2 دَمڑی	=	1 پائی
1½ پائی	=	1 دھیلا
2 دھیلے	=	1 پیسہ
2 پیسے	=	1 ٹکا
2 ٹکے	=	1 آنہ
16 آنے	=	1 رُوپیہ

رُوپیہ بے چارہ جو آج بے حال ہو چکا ہے۔ کبھی اس ایک رُوپے میں 16 آنے، 32 ٹکے، 64 پیسے، 128 دھیلے، 192 پائیاں، 264 دمڑیاں، 2640 کوڑیاں اور 7920 پھوٹی کوڑیاں ہوتی تھیں۔ پُھوٹی کوڑی مغل دورِ حکومت کی ایک کرنسی تھی جس کی قدر کم ترین تھی۔ اُردو زبان کے روزمرّہ میں ''پُھوٹی کوڑی'' کو محاورۃً محتاجی کی علامت کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے، مثلاً: ''میرے پاس پھوٹی کوڑی تک نہیں بچی!'' میرا یہ باب ''میرے شہر عظیم بہاولپور کے بارے میں ہے میں نے بہت ہی مختصر طور پر تعارف پیش کرنے کی کوشش کی ہے کیونکہ اگر تفصیل سے لکھا جائے تو کئی جلدیں تیار ہو جائیں گی اور مافی الضمیر بیان نہ ہو سکے گا قارئین اکرام اگر مندرجہ ذیل کُتب کا مطالعہ فرمالیں تو بہت حد تک بہاولپور کے بارے میں جانکاری ہو جائے گی۔

(1) چولستان از احمد غزالی

(2) کُتب خانہ سلطانی از عصمت دُرانی

Scanned with CamScanner

دونوں کُتب میں بہت ہی مدلل انداز میں بہاولپور کا تعارف اور ادبی خزانوں کے بارے میں آگاہ کیا گیا ہے۔ یہ ادبی خزانے شکست وریخت کے مراحل سے گزر کر یادِ رفتہ بن چکے ہیں چور، اُچکے قسم کے لوگ ان خزانوں کی چوکیداری پر معمور تھے جو شیر مادر کی طرح ڈکار گئے اور کچھ گدھ اب بھی ان خزانوں کے مردہ اجسام کو نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں سینٹرل لائبریری بہاولپور بہت آن بان شان رکھتی تھی اور اپنے اندر گنجِ بے بہا سموئے ہوئے تھی مگر اب یہ عظمتِ ذی شان والی امانت دار ادبی خزائین والی آخری سسکیاں لے رہی ہے اور کسی پاسبانِ ادب کا انتظار کر رہی ہے۔ ہم ایک اسلامی ملک کے باشندے نام کے مسلمان ہیں ہمارے علمی خزانے نہ ہونے کے برابر ہیں اور جو ہیں ان کو دن دیہاڑے ڈاکو قسم کے چوکیدار لوٹ رہے ہیں۔ جن خزانوں کے محافظ چور اور ڈاکو ہوں پھر آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ خزانوں سے ہیرے اٹھا کر ہیرے نما کوئلے رکھ دیے گئے ہوں گے۔ اب میں ایک موازنہ پیش کرتا ہوں۔ ریاست متحدہ ہائے امریکہ کی ریاست کنٹکی میں ہیل یونیورسٹی 1701 میں قائم ہوئی اس کی لائبریری میں ڈیڑھ کروڑ سے زائد کتابیں موجود ہیں۔ جس میں سے لاکھوں کتابیں سینکڑوں سال پرانی ہیں۔ اس لائبری میں ایسا آٹومیٹک سسٹم لگایا گیا ہے۔ جو آگ لگنے کی صورت میں آکسیجن کا لیول اس حد تک کم کر دیتا ہے کہ آگ آگے بڑھنے ہی نہیں پاتی یہاں کتابیں انفلیشن یا کسی بھی پیتھوجن کے حملے سے گلنے سڑنے کے عمل سے محفوظ رہتی ہیں کیونکہ ایک ایسا میکنزم لگایا گیا ہے۔ جو پرانی کتابوں کو منفی درجہ حرارت پر لا کر ان کی عمر کو بڑھا دیا جاتا ہے تا کہ پرانی کُتب کے نسخے بچ سکیں۔ اس وقت امریکہ کی کانگریس لائبریری میں کتابوں کی تعداد صرف 17 کروڑ سے زیادہ ہے ان کتابوں کے شیلف کا احاطہ 1280 کلومیٹر ہے

جبکہ مسلم دُنیا میں ''مصر'' کے شہر اسکندریہ کی لائبریری میں صرف پانچ لاکھ کتابیں ہیں۔ جبکہ مسلم دنیا کی آبادی دو ارب ہے اس وقت ملک عزیز کی سب سے بڑی لائبریری نیشنل لائبریری ہے جو کہ 1951ء میں قائم کی گئی تھی اس لائبریری میں 3 لاکھ کُتب ہیں جن میں سے اکثر صرف اور صرف حکومتی موقف کی تاکید کرتی ہیں اور ایسی کتابیں نہ ہونے کے برابر ہیں جو قوم کو ایک قوم بنا سکیں قوم کے سوئے ہوئے جذبات ابھار کر قوم کا علم بڑھا سکیں یا سائنس کی تحقیق کو فروغ دے سکیں اکثر لوگ 30 سال کی عمر میں 20 کُتب بھی نہیں پڑھ پاتے اور جو پڑھ پاتے ہیں۔ شوگر کوٹڈ، برین واشنگ ناول ہی پڑھ پاتے ہیں جن میں قرآنی آیات کی اپنے مطلب کے مطابق تشریح کی گئی ہے تا کہ ناول کے کردار اور مصنف کا فلسفہ بک سکے۔ جو کہ ذہن کو تعمیری مدد فراہم نہیں کرتا۔ جبکہ امریکہ کی دیگر لائبریریاں ایک ارب سے زیادہ کُتب رکھتی ہیں۔ اور یہاں آٹے میں نمک کے برابر کُتب لائبریری میں موجود تو ہیں مگر مطالعہ کرنے والے نظر نہیں آتے اس لیے ادبی سفر پستی کی طرف گامزن ہے۔ پاکستان میں جتنی

Scanned with CamScanner

بھی کتابیں امپورٹ ہوتی ہیں اور مقامی طور پر شائع ہوتی ہیں۔ان کی "Consumption" (کھپت) بہاولپور ڈویژن ملتان ڈویژن اور ڈیرہ غازی خاں ڈویژن کرتے ہیں بقایا 50% پورا پاکستان Consume کرتا ہے۔ میرے خیال میں جسم روح اور دماغ کی صلاحیتوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھانے کے لیے روزانہ کی بنیاد پر روحِ انسانی کی آبیاری بہت ضروری ہے جو کہ صرف اور صرف مطالعہ سے ہی ممکن ہے۔ ناتواں اور کمزور بنیاد پودے کو کبھی مضبوط اور ثمر بار درخت نہیں بنا سکتی۔

میرے شہر عظیم بہاول پور کے مشہور و معروف مچھلی بازار میں ایک پریس ہوا کرتا تھا جس کا نام عزیز المطابع تھا یہ بہاولپور کا واحد پریس تھا جو مولوی محمد عزیز الرحمٰن عزیز نے قائم کیا تھا مولوی صاحب کی علمی ادبی گراں قدر خدمات کی وجہ سے ہی اس شہر میں علم کی شمع روشن رہی۔ بہاولپور کے سب سے پہلے اخبار صادق الاخبار کی ۲۲ جون ۱۸۸۲ کی اشاعت کے مطابق مولوی عزیز رحمٰن نے نور محل میں ایک بڑا کُتب خانہ قائم کیا۔نواب آف پور کی خصوصی اجازت سے صادق ایجرٹن کالج کے طلبہ کو اس کُتب خانے سے استفادہ کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔

جبکہ اس نور محل میں شاہی مہمان کی حیثیت سے وائسرائے ، لارڈ ریڈنگ، لارڈ ویول، لارڈ کچنر، کمانڈ انچیفس آف متحدہ ہندوستان، متحدہ پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنرز، عراق کے شاہ فیصل اول ، ہندوستانی راجے مہاراجے، سکندر مرزا، ایوب خان، خواجہ ناظم الدین اور لیاقت علی خاں مقیم رہے۔نواب صاحب کے دولت خانے والے محل میں گورنر جنرل غلام محمد بھی مہمان کی حیثیت سے قیام فرماتے رہے ہیں۔دولت خانہ محل کا کُتب خانہ بھی مولوی عزیز الرحمٰن کے زیر انتظام تھا۔ ''فیودر دستوئفسکی'' لکھتے ہیں کہ

''ایک دفعہ میں ایک لائبریری میں داخل ہوا اور وہاں کام کرنے والے سے پوچھا کہ کیا آپ کے پاس خودکشی پر کتابیں ہیں؟ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا ہاں! لیکن یہ واپس کون لائے گا؟''

آخر میں بقول شاعر صرف اتنا عرض ہے کہ ؎

''قصہ غم دل کافر کا سناتے کس کو''
اجنبی شہر کا ہر شخص مومن نکلا

Scanned with CamScanner

باب نمبر 4

ککے زئی بطور قوم قبیلہ اور اِس کے اسلاف

میں نے اپنی تصنیف ''فرشتے کی ایف آئی آر'' جلد اول میں ''میں اور میرا قبیلہ'' کے عنوان سے صفحہ نمبر 37 سے لے کر صفحہ نمبر 50 تک کچھ تفصیل لکھی ہے جس میں ککے زئی قبائل کی بود باش اور شجرہ کے بارے میں کچھ مندرجات ہیں۔

اب میں اپنے قارئین کرام کے ذوقِ مطالعہ، تاریخ اور تاریخی حقائق کو جاننے کے جذبے کی قدر کرتے ہوئے مزید تاریخی حقائق ایک تحقیقی مقالے کی شکل میں تحریر کرونگا۔ ککے زئیوں کی نوجوان نسل کے لیے یہ حیران کن تاریخی اور سچے واقعات پر مبنی یہ باب میری طرف سے ایک تحفہ ہوگا۔ میری قوم کے نوجوان اپنے اسلاف کو جانو، پہچانو اور ان کے کارناموں پر نہ صرف فخر کرو۔ بلکہ عمل بھی کرو میرا یہ پیغام ہر ککے زئی مرد و زن نوجوان اور ہمارے قوم قبیلے کے بچوں کے لیے ہے۔ ککے زئی صوبہ سرحد ضلع دیر کے قریبی علاقے باجوڑ ایجنسی میں زمانہ قدیم سے آباد ہیں پشتو بولتے اور کھرے خالص پختون ہیں۔ مردان سے باجوڑ کا اگر سفر کیا جائے تو بس پانچ گھنٹے میں باجوڑ پہنچا دیتی ہے لیکن اگر پشاور سے بذریعہ بس باجوڑ جانا ہو تو یہ سفر سات گھنٹے کا ہے۔ ککے زئی لوئے ماموند قبیلے کی ایک شاخ ہے اور لوئے ماموند موسیٰ کی اولاد ہیں جبکہ موسیٰ ترک کا بیٹا تھا۔ ترک کی نسبت سے قبیلے کا نام ترکانڑی یا زکانی ہے۔

ماخوذ از تواریخ حافظ رحمت خانی پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی ککے زئی قبیلے کی پانچ ذیلی شاخیں ہیں۔ سجور خیل، وایسف خیل، عمر خیل، سلمان خیل، بادین خیل، پنجاب اور ہندوستان میں ککے زئی پہلے پہل محمود غزنوی کی افواج میں آئے اور یہیں آباد ہو گئے۔ اس کے بعد افغانوں کی ایک بڑی تعداد بہلول لودھی کے شاہی فرمان پر پنجاب اور ہندوستان میں آکر آباد ہوئی جس میں ککے زئی افغانوں کی ایک بڑی تعداد بھی شامل تھی اس طرح ککے زئی پنجاب کے تمام شہروں میں آباد ہوتے چلے گئے اور صدیوں سے آباد ہو جانے کی وجہ سے پنجابی زبان اختیار کر کے پنجابی تہذیب، تمدن اور کلچر اپنا چکے ہیں یہ لوگ ملک، خان، آغا اور شیخ کہلواتے ہیں زمانہ قدیم میں افغان سردار اپنے جدِ امجد ملک طالوت کی نسبت سے ملک کہلواتے تھے۔ آج بھی صوبہ سرحد کے قبائل سردار ملک کہلواتے ہیں۔ لقب شیخ افغانوں اور عربوں میں متحرک اور معزز سمجھا جاتا ہے اور یہ لقب افغان اپنے قبیلہ کے ممتاز صاحب علم، عرفان افراد کو دیتے ہیں مثلاً یوسف زئی قبیلہ میں شیخ ملی نامی گزرا ہے جن کی یاد میں یوسف زئی قبیلہ نے مردان شہر سے تعمیر

Scanned with CamScanner

جدید خطوط پر کی گئی ہے لہٰذا اگر پنجاب کے ککے زئی شیخ کہلواتے ہیں تو یہ ان کے معزز افغان ہونے کی دلیل سے ککے زئی افغانوں کا آبائی وطن افغانستان کا علاقہ لمغان تھا یہ ککے زئیوں کی آزاد ریاست تھی جس کو مغل حکمرانوں نے فتح کرلیا۔ اس طرح باقی ماندہ ککے زئی بھی نقل مکانی کر کے باجوڑ (سرحد) اور پنجاب میں آباد ہو گئے۔

(ماخوذ از) ''پٹھانوں کی اصلیت بحوالہ روشن خاں''

ماہنامہ ''نوائے پٹھان پشاور'' کے مطابق پنجاب کے ککے زئی افغان نسل کے لوگ ہیں۔ ثبوت کے لیے مندرجہ ذیل حقائق پیش کرتا ہوں۔ ککے زئی ہمارے صوبہ سرحد کی ایجنسی باجوڑ میں آج بھی پختون کلچر زبان اور افغان نسل کے طور پر ایک باعزت اور باوقار قبیلے کی صورت میں آباد ہیں۔ ککے زئی ترکانڑی یا ترکائی قبیلے کی لوئے ماموند شاخ سے تعلق رکھتے ہیں اور علاقہ باجوڑ کے شمالی حصے کے مستقل افغان پختون باشندے ہیں جن کو تمام افغان قبیلے افغان نسل کے لوگ تسلیم کرتے ہیں۔

زئی کے معنی اولاد کے ہیں مثلاً محمد زئی، سالار زئی، ککے زئی، یوسف زئی، احمد زئی، ککے زئی ہیں۔ چونکہ زئی کی نسبت ککے کے ساتھ ہے اور ککے صرف اور صرف افغانوں کا ہی نام ہوتا ہے اور جملہ تواریخ سے ثابت ہے آفریدی، وزیری، سعود اور خٹک قبائل کے جد امجد کا نام بھی ککے تھا۔ ککے زئی صحیح النسب افغان قبیلہ ہے۔

ککے زئی کے ساتھ چونکہ نسبتی لفظ زئی ہے جس کو صرف افغان قبیلہ کے لیے ہی استعمال کیا جاتا ہے مثلاً اچکزئی، یوسف زئی، محمد زئی، سالار زئی، دنیا بھر میں کوئی بھی ایسی مثال موجود نہیں کہ کسی غیر افغان قوم نے اپنے نام کے ساتھ زئی کا لفظ استعمال کیا ہو۔ ککے زئی قوم کو تمام افغان قبائل خالص افغان مانتے ہیں۔ افغانستان اور صوبہ سرحد میں ککے زئی قبیلے کو افغان نسل سے تسلیم کیا جاتا ہے اور اس قبیلے کے بعض افراد آج بھی پختون قوم کے لیڈر رہیں۔ مثلاً پشاور کے بلور دین خان ککے زئی کی اولاد غلام محمد بلور سابق وزیر ریلوے پختون قوم کے لیڈر رہیں۔

تمام قبائل افغان سردار ملک کہلواتے ہیں۔ مثلاً آفریدی، شنواری اور وزیری آج بھی اپنے سرداروں کو ملک کہتے ہیں۔ اس لیے اگر لاہور اور گوجرانوالہ کے ککے زئی ملک کہلواتے ہیں تو یہ بذاتِ خود افغان نسل سے ہونے کی ایک دلیل ہے۔ رہا زبان اور کلچر کا سوال تو سید قوم کو ہی لیجیے صوبہ سرحد اور افغانستان میں سید پشتو زبان بولتے ہیں۔ ایران میں سید فارسی بولتے ہیں۔ پنجاب میں سید پنجابی بولتے ہیں اور جس ملک میں بھی آباد ہیں وہاں کی زبان اور کلچر اپنائے ہوئے ہیں۔ کہیں بھی سید قوم کی زبان اور کلچر عربی نہیں ہے لیکن ہم سب ان کو عربی النسل سید تسلیم کرتے ہیں کیونکہ نسل کا تعلق خون سے ہے (DNA) نہ کہ زبان سے! ککے پشتون زبان کا پیار بھرا لفظ ہے جو کہ خوبصورتی کے پیرائے میں استعمال ہوتا ہے۔ جبکہ یہ عربی کے لفظ صغیر کے ہم معنی ہے اردو میں ککے کے معنی ننھا اور منا کے ہیں۔

Scanned with CamScanner

اب کچھ تاریخی حقائق اور حوالے

حضرت سلیمان علیہ السلام کے وصال کے بعد بنی اسرائیل (یہودیوں) نے نہ صرف اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اختیار کی بلکہ آپس میں خانہ جنگی کا شکار ہو کر کمزور بھی ہو گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب بنی اسرائیل کی سرکشی حد سے تجاوز کر چکی تھی اور ظلم کا بازار گرم تھا اس زمانے کے پیغمبر حضرت یرمیاہ (Yeremiah) پر وحی نازل ہوئی کہ ''بنی اسرائیل کو اپنی حرکات سے باز آنے کا حکم دیا جائے'' مگر بنی اسرائیل نے ان کی نصیحت ماننے کی بجائے انہیں جیل میں ڈال دیا۔

اسی دوران یرمیاہ پر جیل میں وحی نازل ہوئی اور آپ نے فرمایا ''بنی اسرائیل کی تمام اقوام کی گردن میں غلامی کا طوق ڈال دیا جائے گا'' اور وہ بخت نصر بابل کے بادشاہ کی غلامی کریں گے اور وہ ان سب کو جانوروں کی طرح استعمال کرے گا۔''

بائبل کے اٹھائیسویں (28) باب یرمیاہ میں یوں تحریر ہے۔

For thus saith of the LORD of host , the god od Israel; I have put a yoke of iron upon upon the neck of all these nattans, that they may serve Nebuchad nezzar King of Babylon; and they shall serve him, and I have given him the beasts of the field also.

(Jeremlah Chapter 28)

اس بدنامی کا فائدہ اٹھا کر بادشاہ بخت نصر نے 586 ق م میں یروشلم پر حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں بہت سے اسرائیلی مارے گئے بہت سے بھاگ کر اِدھر اُدھر چلے گئے جبکہ بخت نصر انھیں ہزاروں کی تعداد میں گرفتار کر کے اپنے ساتھ بابل لے گیا۔ بھاگے ہوئے قبیلوں میں سے کچھ حجاز اور کچھ غوز کے پہاڑوں میں پناہ گزین ہو گئے۔ مفرورین بنی اسرائیل کے حالات کے متعلق خزقی ایل باب 34 میں کچھ اس طرح کا اشارہ ملتا ہے۔

''میری بھیڑیں سارے پہاڑوں اور ہر ایک ٹیلے پر بھٹکتی پھرتی تھیں ہاں میری تمام بھیڑیں روئے زمین پر تتر بتر ہو گئیں اور کسی نے بھی ان کو نہ ڈھونڈا اور نہ ان کی تلاش کی۔''

(Old Testament, Ezikel Chapter 34)

غوز میں ان لوگوں نے گرد و پیش کے دوسرے مشرکین سے لڑ بھڑ کر رفتہ رفتہ اپنی طاقت میں اضافہ کر لیا اور کابل قندھار اور غزنی کے تمام علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ ان کے جو قبیلے حجاز گئے تھے وہ مدنیہ کے گرد و نواح میں بس گئے تھے۔ آجکل موجودہ افغانستان کے ایک مشہور درہ کا نام ''درہ خیبر'' ایک پہاڑ کا نام ''کوہ سلیمان'' اور ایک پہاڑی

Scanned with CamScanner

تختہ کا نام ''تخت سلیمان ہے'' جو حضرت سلیمانؑ کی یاد دلاتا ہے اور اسی طرح عرب میں ایک یہودی قلعہ کا نام ''قلعہ خیبر'' ہے اور ان ناموں کا یکساں ہونا اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ یہ بنی اسرائیل کے دیے ہوئے نام تھے۔ تمام یہودی محققین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے 12 قبیلوں میں سے جو 10 قبیلے بخت نصر کے حملے کے بعد گم ہو گئے تھے افغانستان کے پٹھان انہی گم شدہ (قبیلوں) کی نسل میں سے ہیں مزید یہ کہ ''The Races of Afghanistan By H.W. Bellews. C.S.I'' نامی کتاب کے مطابق افغانوں کے رسموں ورواج ثابت کرتے ہیں کہ ان کا آبائی وطن شام تھا۔ بخت نصر نے انہیں قید کر کے فارس اور دیگر پہاڑی مقامات پر بسا دیا تھا پھر بعد میں وہاں سے مشرق کی جانب غور کے پہاڑوں میں ہجرت کر گئے۔ جہاں مقامی لوگ انہیں بنی اسرائیل کہتے تھے۔ اس حقیقت کا ثبوت حضرت ادریسؑ کی پیشین گوئی تھی۔ ''بنی اسرائیل کے 10 قبیلے قید سے بھاگ کر ملک ارساۃ میں پناہ لیں گے'' جسے آج کل ہزارہ کہتے ہیں اور جو علاقہ غور میں ہے۔

(Printed Thacker Spink & Co, 1884)

ایک روایت کے مطابق جب اسلام کا سورج طلوع ہوا اور مدینہ کی ریاست قائم ہوگئی تو قیس (ایک یہودی سردار) کو اس کے قبیلے والوں نے افغانستان سے مدینہ منورہ بھیجا۔ وہ حضرت محمد ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کر لیا آپ ﷺ نے اس کا اسلامی نام عبدالرشید رکھا واپس افغانستان پہنچ کر عبدالرشید نے اسلام کی تبلیغ شروع کر دی جبکہ شیر محمد خان گنڈہ پور اپنی کتاب تواریخ خورشید جہاں (مطبوعہ 1894ء) میں بحوالہ تاریخ طبریٰ مصنف محمد ابن جریری طبریٰ (قاہرہ) میں لکھا ہے کہ ''قیس اُن بنی افضہ اسرائیلی کا رئیس تھا جو بیت المقدس چھوڑنے کے بعد ملکِ غور میں آباد ہوئے تھے۔ خالد بن ولید اسرائیلی نے جو عربستان میں مقیم تھا قیس کو طلب کر کے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرتؐ نے اس کو مشرف بہ اسلام کر کے اسلامی نام عبدالرشید رکھا۔ قیس نے اپنے وطن غور جانے سے پیشتر خالد بن ولید مذکور کی دختر سے نکاح کیا۔ جب وہ غور پہنچا تو اپنی قوم بنی افضہ اسرائیلی و قوم غوری جو ضحاک نژاد تھی کو مسلمان کیا اور پھر ان لوگوں کو ہمراہ لے کر کوہِ سلیمان تک کا علاقہ جہاد کر کے فتح کر لیا اور خود ایک کثیر جماعت کے ہمراہ وہاں آباد ہو گیا۔ چنانچہ ''کوہ سلیمان'' اب تک پٹھان اقوام میں قیسہ خریعنی کے قیس کا پہاڑ کے نام سے مشہور ہے۔

دوسری طرف اس ضمن میں ''الانساب نامی'' جو کہ ایک عربی تصنیف ہے'' اس کے مصنف السمعانی ایک عربی محقق ہیں۔ ان کی یہ مشہور کتاب عربوں کی Roots کے بارے میں ہے'' اس کتاب میں مصنف رقمطراز ہے کہ ''حضرت خالد بن ولیدؓ کا شجرہ نسب ساتویں پشت میں حضرت محمد ﷺ سے جا ملتا ہے اور وہ زمانہ جاہلیت میں بھی قریش میں بڑے خاندانی سمجھے جاتے تھے اور ان کا بنی اسرائیل سے ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ صحابہ کرام

Scanned with CamScanner

رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات کے بارے میں سب سے معروف کتاب ''الاصابہ'' ہے جسے ابن حجر عسقلانی نے مصر سے شائع کیا تھا۔ یہ کتاب صحابہ کرامؓ کے حالات کے بارے میں نہایت مستند کتاب ہے لیکن اس میں قیس عبدالرشید کے نام کے کسی صحابی کا ذکر نہیں ہے مزید یہ کہ معروف مصنف ابن عبدالبر نے اپنی کتاب ''اُسدالغابہ'' میں بھی قیس عبدالرشید نام کے کسی صحابی کا ذکر نہیں کیا۔ اس طرح قیس عبدالرشید کا صحابی ہونا اور حضرت خالد بن ولیدؓ کا داماد ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

محمد حیات خان اپنی کتاب ''حیات افغانی'' میں (جس کا ترجمہ 1874ء میں ایک انگریز محقق نے مندرجہ ذیل نام سے کیا تھا)

(Afghanistan and its Inhabitants by henry priestly)

مصنف مندرجہ بالا کتاب میں تحریر کرتا ہے کہ قیس اور شنب جو آپس میں عم زاد بھائی تھے۔ اکٹھے ہی حضرت علیؓ کے دور خلافت میں مدینہ پہنچے اور ان کے سامنے پیش ہو کر مسلمان ہوئے تھے۔ ''مزید براں اکبر شاہ نجیب آبادی'' نے اپنی کتاب (آئینہ حقیقت نما مطبوعہ 1895) میں تحریر کیا ہے کہ شنب بن حریق جو علاقہ غور کا رئیس تھا جو حضرت علیؓ کے زمانے میں مسلمان ہوا اس کی اولاد افاغنہ شنبسی کہلائی انہیں میں لودھی، سُوری وغیرہ افغان شامل ہیں۔

تاریخ دان اور محققین کا یہ اختلاف ظاہر کرتا ہے کہ قیس عبدالرشید کا شمار صحابہ کرام میں نہیں ہوتا جبکہ وہ تابعینؒ میں سے تھے اگر انہیں تابعین میں بھی شمار کیا جائے تو پھر بھی ان کا تعلق قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں سے ثابت ہوتا ہے اور اس طرح سے وہ بھی ککے زئیوں کے لیے مبارک اور قابلِ احترام ہیں کیونکہ ککے زئیوں کا سلسلہ نسب ان ہی سے چلتا ہے۔ قیس عبدالرشیدؒ کی نسل سے ترک پیدا ہوئے جن کا قبیلہ ترکانڑی بہت مشہور ہوا۔ جن کے بھائی عمر، یوسف اور گیگانی تھے۔ یہی ترک ککے زئیوں کے جدامجد ہیں اور انھیں کی نسل سے محمود پیدا ہوئے۔ جن سے قبیلہ ماموند وجود میں آیا۔

پنجاب والے ککے زئی اسی محمود کی نسل سے ہیں جو کے ماموند ککے زئی کے نام سے علاقہ باجوڑ میں موجود ہیں۔ جن کی سات ذیلی شاخیں ہیں۔

(1) دولت خیل (2) مغدو خیل (3) محمود خیل

(4) محسود خیل (5) عمر خیل (6) یوسف خیل (7) خلوزئی

آج بھی یہ لوگ قبائل کی شکل میں انہیں ناموں سے علاقہ باجوڑ میں آباد ہیں۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ لفظ ''زئی'' لاحقہ یعنی کے (Suffix) ہے جس کو ہر پٹھان قبیلہ اپنے ساتھ لگاتا ہے جبکہ قبیلہ کی تقسیم خیلوں میں ہوتی

Scanned with CamScanner

ہے افغانستان میں قبیلہ ککے زئی کے لوگ وادی کُنڑ میں شارٹن اور مروارہ میں مقیم ہیں پاکستان میں ککے زئی قبیلہ کی اکثریت درہ ککے زئی (وادی وتلائی) کے باجوڑ ایجنسی، لاہور، سیالکوٹ، بہاولپور، ڈیرہ غازی خاں، پشاور، کوئٹہ، کراچی، راولپنڈی، کشمیر اور پاکستان کے دیگر شہروں میں رہائش پذیر ہیں۔ ملک، شیخ، آغا اور خان کے لقب سے جانے پہچانے جاتے ہیں جبکہ عیسیٰ خیل، موسیٰ خیل اور پشین بلوچستان میں بھی ککے زئی قبائل کثرت سے آباد وشاد ہیں۔ یہ سب پشتو کے علاوہ پنجابی، سرائیکی، بلوچی اور دیگر علاقائی زبانیں بھی بولتے ہیں۔

حافظ رحمت خان نے اپنی تصنیف ''تواریخ رحمت خانی'' (مطبوعہ 1624) میں واضح طور پر 1508ء میں وادی نعمان (افغانستان) میں ایک ککے زئی ریاست کے وجود کا ذکر کیا ہے۔ تواریخ حافظ رحمت خانی میں لکھا ہے کہ (قریب 1508ع میں) جب قبیلہ یوسف زئی بہ سرکردگی ملک احمد باجوڑ میں دلازاک سے بزور آزما تھے دونوں میں سخت مقابلہ تھا تو ملک سرخابی بن شھو ترکلانی جو اس وقت قبیلہ کا ایک نامور سردار تھا اپنا لشکر لے کر یوسف زئیوں کی مدد کے لیے پہنچا۔ ہیو سردار دلازاک کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ نہ سمجھ سکا اور نوبت جنگ تک جا پہنچی قریب تھا کہ یوسف زئی شکست کھاتے لیکن ملک سرخابی بن شھو نے اپنے لشکر کو للکارا جس کے نتیجے میں ہیو کو پایندہ ترکلائی ککے زئی نے تلوار سے مارا اور برہان ترکلانی ککے زئی نے ہیو کے بھائی جہان شاہ کی گردن تلوار کے ایک ہی وار سے تن سے جدا کر دی۔ ککے زئیوں کے ہاتھوں سردارانِ لشکر کے قتل کے بعد دلازاک کی قوم مکمل طور پر شکست سے دوچار ہو کر راہِ فرار اختیار کر گئی۔ جبکہ ککے زئی سرداروں نے سارا علاقہ باجوڑ یوسف زئی قبیلہ کے قبضے میں دے دیا اور اپنے لشکر سمیت نعمان واپس چلے گئے اور جاتے ہوئے یوسف زئی ملکوں (سرداروں) کو کہہ گئے کہ یہ علاقہ ہم نے تمہارے لیے فتح کیا ہے۔

ملک سرخابی ککے زئی کی وفات کے بعد اس کا بھائی مٹہ خان قبیلے کا سربراہ نامزد ہوا۔ غوریا خیل کی جنگ میں وہ اپنے 200 گھوڑے سوار لے کر یوسف زئیوں کی امداد کے لیے بمقام شیخ تپور خان گجو خان کے پاس پہنچا۔ جنگ میں شامل ہوا بے حد بہادری سے لڑا اور اخلاص کا مظاہرہ کیا جس پر خان گجو حکمران خشی نے ککے زئیوں کی بہادری اور اخلاص کی بہت تعریف کی ہے۔

تواریخِ حافظ رحمت خانی کے صفحہ 149 کے مطابق ظہیر الدین بابر نے اواخر ربیع الثانی 910 ہجری بمطابق 14 نومبر 1504ء میں کابل کو فتح کیا اور اس کے کچھ عرصہ کے بعد کابل سے نعمان جلال آباد، ننگر ہار، پشاور، دوآبہ، اشغر اور نیلاب کے تمام علاقے اپنے زیر اثر لا کر یوسف زئی اور دیگر قبائل کو اپنا مطیع اور فرمانبردار بنا لیا۔

تواریخ حافظ رحمت خانی کے صفحہ نمبر 685 پر مزید تحریر ہے۔ ایک قوم جو افغان قبیلہ سے ہے اور ترکلانی، ترکانزی، ککے زئی اور شیخے بیلہ کہلواتی ہے اور یوسف زئی، گگیانی کی برادری میں سے ہے اس کی ذیلی شاخ ماموند

Scanned with CamScanner

کے نام سے علاقہ باجوڑ میں موجود ہے اور سات ذیلی شاخوں میں منقسم ہے (تقسیم ہے) بڑوزئی، ککے زئی، آریازئی، سالارزئی، برمکازئی، خلوزئی اور بدل زئی کے نام سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔

ککے زئی پنجاب اس لوئے ماموند کے لوگ ہیں ککے زئی قبیلہ کا باجوڑ کی جانب مغرب علاقہ نعمان آج کے افغانستان میں 1508ء کے ابتدا تک ایک آزاد خود مختار ریاست تھی مگر مغل حکمران کے ہاتھوں برباد ہو کر یہ ہی لوگ علاقہ یوسف زئی تپہ باجوڑ میں آ کر پناہ حاصل کرتے ہیں۔ یوسف زئیوں نے خوشی خوشی ان کو کافی علاقہ امداد کے طور پر دیا تھا۔ تاریخ کے اس متذکرہ عہد میں آج بھی وادی جنوول کے جنوبی علاقے اودبار باجوڑ کے جنوبی کنارے پر واقع ایک پہاڑی درہ جو کہ کالہ درہ کہلاتا ہے یہاں کی تمام آبادی ککے زئی قبائل پر مشتمل ہے کچھ گھرانے یہاں سے ہجرت کر کے پشاور میں جا کر مقیم ہو گئے۔ ککے زئی قبائل ڈیونڈر لائن کے دونوں طرف مقیم ہیں یہاں سے بھی کچھ قبائل پنجاب بلوچستان میں جا کر بس گئے آج بھی وادی کُنّر مراوارا، شارکن، قندھار (افغانستان) میں ککے زئی قبائل کثرت سے آباد ہیں۔

اب ککے زئی قبائل کا برٹش انڈیا سے مقابلہ، برٹش انڈیا کا ککے زئی قبائل سے سلوک

1601ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے ملکہ الزبتھ اول سے ہندوستان کے ساتھ تجارت کرنے کی اجازت حاصل کی اس وقت برطانیہ کی آبادی 44 لاکھ جبکہ ہندوستان کی آبادی 10 کروڑ تھی۔ ہندوستان میں جلال الدین اکبر کی حکومت تھی اور کوئی یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ پچاس ہزار مربع میل پر مشتمل ایک چھوٹے سے جزیرے برطانیہ کی ایک تجارتی کمپنی 1764ء تک اس قابل ہو جائے گی کہ مغل بادشاہ شاہ عالم ثانی کو جنگ بکسر میں شکست دے کر 4 لاکھ پچاس روپے ماہانہ کا پینشن خوار بنا دے گی۔ دراصل انگریزوں کی اس کامیابی میں بہادری کی بجائے مکاری کا بہت دخل تھا انہوں نے اس اُمید (Cape of Good Hope) کے گرد سولہ ہزار میل کا طویل بحری سفر کر کے برطانیہ سے آ کر ہندوستان میں مختلف مقامات پر غدار خریدے اور سازشیں کر کے اپنے پاؤں جمائے اور آخر کار 1857ء تک یعنی کے 250 سال کے عرصے میں بارہ لاکھ ستر ہزار مربع میل رقبہ کے حامل ہندوستان پر اپنی حکومت قائم کر لی۔ بعد ازاں یکم نومبر 1858ء کو ایسٹ انڈیا کمپنی نے 10 لاکھ پاؤنڈ نقد لے کر اور پچھلے تمام قرضے جو اس نے برطانوی حکومت کو ادا کرنے تھے (یہ اعداد شمار آج تک خفیہ ہیں) 25 کروڑ آبادی والے ہندوستان کو تاجِ برطانیہ ملکہ وکٹوریہ کو فروخت کر کے ہندوستان سے دستبردار ہو گئی۔

ایسٹ انڈیا کمپنی نے 1858ء میں پورے ہندوستان کو ملکہ برطانیہ کے ہاتھوں فروخت کیا جبکہ اس سے پہلے بھی ایسٹ انڈیا کمپنی نے 1846ء میں پہلی انگریز، سکھ جنگ (46-1845ء) کے خاتمے کے بعد 75 لاکھ نانک شاہی کے عوض 84500 مربع میل کے رقبے والے کشمیر کو جس کی آبادی 25 لاکھ تھی۔ ڈوگرا مہاراج گلاب سنگھ کے

Scanned with CamScanner

ہاتھوں فروخت کر دیا تھا۔ ہندوستان میں آزاد انسانوں اور امریکہ میں غلاموں کی تجارت انگریز تاجروں کا من پسند کاروبار تھا۔

اگر آپ ہندوستان کی تاریخ کا بغور مطالعہ کریں تو آپ انگریز قوم میں کسی فاتح قوم والی کوئی خوبی نہ پائیں گے۔ کیونکہ یہ تاجران ذہنیت کے لوگ تھے جو ہر قدم پر سودے بازی کرتے تھے حکمرانوں میں سے لے کر مذہبی عالموں تک کی خریداری کرتے تھے اور ایک باقاعدہ محکمانہ طریقے سے غداروں کی پرورش بھی کرتے تھے۔ یہ مکاری کسی اور فاتح قوم میں نظر نہیں آتی تھی۔ ہندوستان میں تمام غداروں کی فہرستیں انگریزوں نے تیار کی ہوئی تھیں۔ وہ جس مذہب کے پیروکاروں کو چاہتے دوسرے مذہب کے پیروکاروں سے لڑوا کر بعد میں صلح بھی کروا دیتے تھے۔ کبھی بابری مسجد کا جھگڑا کھڑا کر کے ہندو، مسلم فساد اور کبھی مسجد شہید گنج کا جھگڑا کھڑا کر کے سکھ مسلم فساد برپا کروا دیتے۔ جج صاحب انگریز ہوتے تھے۔ جو ایک مذہب والوں کو ملزم اور دوسرے مذاہب والوں کو بے گناہ ثابت کرتے تھے اس طرح انگریز ہندوستان پر 200 سال یعنی 1757 سے لے کر 1947ء تک حکومت کرتے رہے تھے۔ انگریزوں نے نام ونہاد خود ساختہ مذاہب بھی تخلیق کے لیے بڑے بڑے کذاب بنائے اور پیارے آقاؐ کے مذہب کو مسخ کرنے کی ناپاک کوشش بھی کی ''نعوذ باللہ من ذالک''۔

12 فروری 1947ء کو جب وائسرائے ہند لارڈ ماؤنٹ بیٹن ہندوستان کی آزادی کی نوید لے کر آیا تو اس نے آتے ہی ایک خفیہ آڈر کے ذریعے ہندوستان کے تمام صوبائی سیکرٹریٹ اور مرکزی سیکرٹریٹ (نیو دہلی) میں ہندوستانی غداروں جو کہ برطانوی حکومت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے تھے، کے متعلق تمام فائلوں کو تلف کرنے کا حکم دیا۔ یہ فائلیں کتنی بڑی تعداد میں ہوں گی کہ اس حکم کی تعمیل میں کئی ماہ کا عرصہ لگا اس کارروائی کے ذریعے ہندوستانی غداروں کو آزاد ہندوستان اور آزاد پاکستان کی حکومتوں کے امکانی انتقام سے بچانا مقصود تھا، انگریزوں کی مکاری کا یہ عالم تھا کہ جس شخص یا قوم نے ان کے خلاف جنگ کی یا جنگ میں حصہ لیا۔ انہوں نے نہ صرف اس سے انتقام لیا بلکہ اپنے منفی پروپیگنڈا کے ذریعے اس کو معاشرتی طور پر تباہ کر کے رکھ دیا۔ مثلاً تحریکِ خلافت کو کچلنے کے لیے عثمانی خلیفہ کے خطاب کو نائیوں اور ناکارہ لوگوں کے ساتھ منسوب کر کے ان کو ''خلیفہ'' مشہور کر کے تمسخر اُڑایا اسی طرح ٹیپو سلطانؒ کے جرنیل نواب محمد بیرا خان کے نام کو ہوٹلوں کے ملازموں کے ملازموں کے نام سے منسوب کر کے ان کو ''بیرا'' مشہور کر کے ان کا مذاق اُڑایا۔ یہاں تک کے ٹیپو سلطانؒ کے وزیر جنگ، خان سامہ کو ان کی شہادت کے بعد باورچیوں (خانسامہ) کے نام سے منسوب کر دیا اس کے بعد Sir Denzil Ibbeston نے انگریزوں کی اس کمینگی کو مزید سچا ثابت کرنے کے لیے 1881ء میں اپنی کتاب (Punjab Castes) (پنجاب کی ذاتیں) میں خانسامے اور ماچھی کو شیڈول کاسٹ نمبر 38 میں شامل کیا اور لفظ

Scanned with CamScanner

خانسامہ کو نچلی ذات میں شامل کر کے معاشرتی طور پر تمسخر اڑایا۔

انگریزوں نے اسی طرح کا مکارانہ رویہ ککے زئی قبیلے کے ساتھ بھی اختیار کیا کیونکہ دوسری انگریز افغان جنگ 80-1878ء ککے زئیوں نے افغان بھائیوں کا ساتھ دیا اور جہاد کرتے ہوئے رسد رقم کی سپلائی جاری رکھی تھی جنگ کے خاتمے پر 1881ء میں انگریزوں نے ہندوستان میں آباد ککے زئی قوم سے انتقام لینے کے لیے اور ان کے تشخص کو مجروح کرنے کے لیے کی گھٹیا حربے اختیار کے لیے انہیں ہر قسم کے حقوق سے محروم کیا جبکہ ککے زئیوں کا ماضی نہایت تابناک تھا۔ جو کہ اظہر من الشمس ہے افغانستان کے شہر کلالہ میں ککے زئی قبیلے کے قلعہ کے کھنڈرات آج بھی موجود ہیں اور میاں خیل کے لوگ اس پر قابض ہیں۔

13 جون 1878ء یورپی حکمرانوں نے ''برلن کانفرنس'' منعقد کی جس کی سربراہی بسمارک آف جرمن نے کی روس کو Treaty of San Stefano، 78-1877ء کے تحت خلافتِ عثمانیہ پر جو برتری حاصل ہوگئی تھی برلن کانفرنس میں نہ صرف اس برتری کو ختم کیا گیا بلکہ خلافتِ عثمانیہ کے یورپی مقبوضات کے حصے کر کے روس اور خلافتِ عثمانیہ کو نیچا دکھایا گیا اس کے بعد انتقاماً زارِ روس الیگزینڈر دوئم نے وسطِ ایشیا کی طرف توجہ دی اور اپنے روایتی حریف برطانیہ کو نیچا دکھانے کے لیے افغانستان کے ساتھ بہتر تعلقات کی پالیسی اپنائی اور 22 جولائی 1878ء کو ایک وفد بن بلائے افغانستان بھیج دیا۔ تاہم وفد کو افغانستان کے حکمران امیر شیر علی خان نے پذیرائی بخشی اس کے جواب میں انگریزوں نے بھی ایک وفد افغانستان بھیجا جسے امیر شیر علی خاں نے واپس بھیج دیا اور اس طرح دوسری انگریز افغان جنگ کا آغاز ہوگیا۔ جب انگریز افغان جنگ شروع ہوئی تو زارِ روس نے جو اس جنگ کا محرک تھا انگریزوں کے خلاف افغانستان کی کوئی مدد نہ کی بلکہ ایک خاموش تماشائی بن گیا جبکہ افغانستان دوسرے پڑوسی ملک ایران اور چین تھے اس وقت ایرانی بادشاہ ناصر الدن قاچار برطانیہ کے ہاتھوں کٹھ پتلی حکمران بنا ہوا تھا جبکہ چین کا شہنشاہ گنگزو (Guamxu) جو چنگ خاندان (Qing Dynasty) سے تعلق رکھتا تھا جنگ اوپیم (Wars of Opium) 1860ء میں انگریزوں اور فرانسیسیوں سے شکست کھانے والا ایک ناکارہ شہنشاہ کی حیثیت رکھتا تھا اس طرح دیگر پڑوسی ملکوں نے بھی انگریزوں کے خلاف افغان جنگ میں افغانستان کی کوئی بھی مدد نہ کی تھی۔ مزید براں ترکی بھی یورپ کا ''مرد بیمار'' بن چکا تھا جس کی وجہ سے خلیفہ عبدالحمید ثانی نے بھی انگریزوں کے خلاف افغانستان کے مسلمانوں کی کوئی مدد نہ کی۔ اس بے بسی میں سرحد کے پٹھانوں نے اپنی ہمت کے مطابق افغانوں کی بھرپور مدد کی مگر پنجاب کے ککے زئی پٹھانوں نے تو اپنی بساط سے بھی بڑھ کر افغانستان کے مسلمانوں کی رسد و رقم کے ذریعے مدد کی اور ایک سسٹم کے تحت کئی سال تک سپلائی لائن کو برقرار رکھا اور آخر کار برطانوی فوجوں کو 1880ء میں پسپائی اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ دوسری انگریز افغان جنگ (80-1878) کے دوران انگریز کمانڈر

Scanned with CamScanner

General Roberts کی یہ جنگی پالیسی تھی کہ جنگ کے دوران افغان فوجوں کی رسد کی سپلائی ہندوستان سے مکمل طور پر بند کر دی جائے۔ مگر ہندوستان کے ککے زئی پٹھانوں نے افغان بھائیوں کی رسد کی سپلائی جاری رکھی وہ سر پر گٹھڑیاں اٹھا کر انگریز فوجوں کے حصار سے بچ کر افغان بھائیوں کی مدد کرتے رہے اور اس طرح انہوں نے سپلائی کو برقرار رکھا۔ اس تعاون کی وجہ سے افغانوں نے انگریزوں کے خلاف 3 سال تک ایک طویل جنگ جاری رکھی۔ یہ انگریزوں سے نفرت اور افغان بھائیوں سے محبت کا جذبہ تھا کہ جس کی بدولت ہندوستان کے ککے زئی بشمول دیگر پٹھان اقوام جذبہ جہاد کے ساتھ گرودر گرو افغانستان پہنچ کر جنگ لڑتے رہے جس کی وجہ سے انگریزوں نے ککے زئیوں کے خلاف بغض میں بٹھائے رکھا اور وقت آنے پر گھناؤنا انتقام لیا۔ یہاں ککے زئیوں کے کارناموں کا مختصر ذکر ضروری ہے۔ اندرونِ شہر لاہور کا ایک قدیمی محلّہ ''کوچہ چابک سواراں'' گھوڑوں کے ککے زئی تاجروں کا محلّہ تھا ان کے (Stud) فارم دریائے راوی کے کنارے پھیلے ہوئے تھے جبکہ موجودہ مشن ہائی سکول رنگ محل کی جگہ پر بھی ککے زئیوں کا ایک (Stud) فارم تھا۔ 80-1878ء میں جب دوسری انگریز افغان جنگ شروع ہوئی تو یہاں کے ککے زئی تاجروں نے اس محلّہ کو سنٹرل پوائنٹ بنا کر اپنے افغان بھائیوں کی مدد کرنے کے لیے ایک منظم منصوبہ بنایا۔ وہ خفیہ طور پر پورے پنجاب کے ککے زئیوں سے رسد اور رقم اکٹھی کر کے اسی سال تک مسلسل اپنے شہزور گھوڑوں کے ذریعے افغانستان سپلائی کرتے رہے۔ ککے زئی جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر انگریزوں کے خلاف خفیہ طور پر اپنے پٹھان بھائیوں کی مدد کرتے رہے تھے۔ جبکہ پنجاب میں کسی اور قبیلے نے ایسی جرأت کا مظاہرہ نہ کیا تھا۔ افغانستان میں کچھ قبائل کلال بھی کہلواتے تھے۔ جبکہ کے کلالہ ایک درے کا نام بھی ہے جس کی نسبت سے بستی کا نام بھی کلالہ ہے۔ فارسی میں کلال ''تاج'' اور ''بالاترین درجہ'' کو بھی کہتے ہیں۔

ککے زئیوں نے پہلی انگریز افغان جنگ 42-1839ء میں بھی انگریزوں کے خلاف جہاد میں حصہ لیا تھا مگر اس وقت پنجاب میں سکھوں کی حکومت تھی اس لیے انگریز ککے زئیوں کو کوئی نقصان نہ پہچا سکے تھے مگر 1849ء تک انگریز پنجاب پر پوری طرح قبضہ کر چکے تھے مگر اس کے باوجود پنجاب کے ککے زئیوں نے اپنے افغان بھائیوں کا ساتھ دیا تھا۔ یہ اقوام اور رویہ انگریزوں کو کسی صورت گوارہ نہ تھا اور ردِعمل کے طور پر انگریزوں نے ککے زئیوں سے ایسا بھیانک انتقام لیا۔

دوسری افغان جنگ کے دوران برطانوی حکومت کا 17.5 ملین پاؤنڈ کا نقصان ہوا تھا اور ہزاروں کی تعداد میں برطانوی اور ہندوستانی فوجیوں کی اموات ہوئیں تھیں جبکہ زخمیوں کی تعداد بے شمار تھی۔ اس جنگ کے نتائج نے برطانیہ پارلیمنٹ کے ایوانوں میں زلزلہ پیدا کر دیا اور برطانوی وزیراعظم Benjamin Distacli کی Conservative پارٹی کو 1880ء کے انتخابات میں شکست ہوگئی اور لبرل وزیراعظم۔ William

Scanned with CamScanner

Gladstone کو وائسرائے بنا کر بھیجا تا کہ وہ افغان جنگ کے اثرات کو زائل کرے اور باغیوں کو سزا دے اور مستقبل میں ایسے حالات کا تدراک کرے جو ایسی جنگ اور بربادی کا باعث بنے مزید برآں "General Donald Stewart" نے 8 اپریل 1881ء ہندوستانی افواج کے نئے کمانڈر انچیف کی حیثیت سے عہدہ سنبھالتے ہی اپنی معلومات کی بنیاد پر جو اس نے دوسری انگریز افغان جنگ میں حاصل کی تھیں مزید یہ کہ فوج کے ''محکمہ خفیہ'' اور غداروں نے جن کی اولادیں وطن عزیز میں نام نہاد لیڈروں و رہنماؤں منصوبوں کی شکل میں آج بھی عفریت کی شکلوں میں نہ صرف موجود ہیں بلکہ روزانہ کی بنیاد پر دھرتی ماں کا خون بھی چوس رہے ہیں۔ مندرجہ بالا عناصر نے جو بھی رپورٹس اپنے نئے آقا کو پیش کیں تھیں۔ ان رپورٹس کی بنیاد پر ککے زئیوں کی انگریزوں کے خلاف افغانوں کی سپیشل کمک یعنی رسد اور رقم کی سپلائی کو انگریز حکومت کے خلاف کھلی بغاوت قرار دے کر وائسرے ہند "Lord Repon" کو مثالی سزا (Examplery Punishment) دینے کی تجویز پیش کی۔ انگریزوں نے جنگ ختم ہوتے ہی "Greater Punjab" میں پٹھان قبائل کے متعلق انتہائی سخت گیر پالیسی اپنائی اور پٹھانوں بالخصوص ککے زئی پٹھان قبائل کے جہادی جذبہ کے خلاف انتقام کے لیے تمام اخلاقی حدود سے تجاوز کیا مثلاً۔

وائسرائے ہند Lord Ribon (1880-84ء) نے 1881ء میں فوری کارروائی کرتے ہوئے ایک "E.O" (Executive Order) کے ذریعے Greater Punjab میں تمام پٹھان قبائل کو افغانستان کی جنگ 80-1878ء میں انگریزوں کے خلاف جہاد میں حصہ لینے کی سزا کے طور پر جرائم پیشہ قبائل (Criminal Tribe) میں شامل کر کے مندرجہ ذیل سزائیں دیں۔

(1) سرکاری ملازمتوں پر پابندی

(2) جائیداد کی خرید و فروخت پر پابندی

(3) غیر زراعت پیشہ قرار دے کر زرعی زمینوں کی ملکیت سے محرومی جبکہ کوئی بھی پٹھان یا پٹھان قبیلہ انگریزوں کی سزاؤں سے دہشت زدہ نہ ہوئے۔ انہوں نے آخرت کو دنیا پر فوقیت دی جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''تم لوگ ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولؐ پر اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں سے اپنی جانوں سے، تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔'' (سورۃ الصف:61)

مزید یہ کہ معاشی طور پر بدحال کرنے کے بعد کمشنر مردم شماری "Sir Denzil Ibbetson" نے اپنی کتاب "Punjab Castes" میں شاطرانہ چال چلتے ہوئے قبائل کے قومی تشخص کو بری طرح مسخ کیا تا کہ وہ

Scanned with CamScanner

قومی ہیروز کے طور پر نہ ابھر سکیں اور مستقبل میں بھی پنجاب میں انگریزوں کے خلاف بغاوت کی آگ نہ بھڑک سکے۔ جس پر ککے زئی قبائل نے اپنے بچوں کے مستقبل کی خاطر خان اور ملک کے خطابات ترک کر کے آغا، شیخ، سردار اور دیگر القابات اختیار کرنا شروع کر دیے جو کہ آج تک جاری وساری ہیں۔ قبائل کی عقل مندی سے اکثر لوگ انگریزوں کی کینہ پروری، شاطرانہ چال اور انتقام سے کافی حد تک محفوظ رہے۔ مگر اس کے برعکس باجوڑ اور واری ماموند کے ککے زئیوں نے انگریزوں کے خلاف جنگ جاری رکھی جو کہ کبھی نہ ختم ہونے والی جنگ میں تبدیل ہو گئی تھی۔ پنجاب کے غیور ککے زئیوں نے بھی در پردہ اپنے قبائل بھائیوں کی ہر طرح کی مدد جاری رکھی اور انگریزوں کے ڈر خوف، انتقام کو کسی خاطر میں نہ لائے۔ 1857ء کا ایک فٹ نوٹ بابت شجرہ نسب مالکان موضع چک کلال گجرات پنجاب جس کو سلطان ککے زئی نے شہنشاہ اکبر کے دورِ حکومت میں آباد کیا تھا جس سے ثابت ہوتا ہے شہنشاہ اکبر کے دورِ حکومت (1606-1556ء) میں ککے زئی وجود رکھتے تھے جیسا کے فٹ نوٹ کے مطابق سلطان نامی ککے زئی نے سلطان پور کا گاؤں آباد کیا جو کہ آج بھی اپنا وجود رکھتا ہے۔

ثبوت کے طور پر کچھ تاریخی حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

"Frontier and Overseas Expeditions from India"

جو کہ 1907ء میں GHQ کلکتہ انڈیا نے چھاپی تھی اور اس میں لکھا تھا کہ واری کنر افغانستان کا ایک علاقہ ''ککے زئی'' ''ماموندی واری'' کہلاتا تھا اور صدیوں سے اس نام سے منسوب ہے۔ مزید یہ کہ باجوڑ ایجنسی میں ڈیورنڈ لائن کے ساتھ پاکستانی علاقہ میں ''واری جنوول'' ''روبارِ کلالہ'' موجود ہے جہاں پر ککے زئی قبیلہ کی ایک شاخ یوسف خیل صدیوں سے آباد ہے۔

A Dictionary of the Pathan Tribes جو کہ 1910ء میں GHQ کلکتہ انڈیا نے چھاپی تھی تو اس میں ککے زئی قبائل کو ترکانڑیوں اور ماموند کی ایک شاخ بتایا گیا ہے۔

1901ء میں جب سنٹرل ککے زئی ایسوسی ایشن نے سر ایچ اے روز (الیکشن کمشنر) کو مغل بادشاہ محمد شاہ (رنگیلا) کے دورِ حکومت کا 1732ء میں لکھا ہوا شاہی فرمان دکھایا گیا جس میں ککے زئیوں کی نو پشتوں کا ذکر کیا ہوا تھا تو مسٹر ایچ اے روز نے اس کو تسلیم کیا تھا اس کے بعد محکمہ مردم شماری پنجاب کی طرف سے Circular Letter No. 1151 مورخہ 20 اکتوبر 1902ء کو سنٹرل ککے زئی ایسوسی ایشن کو لاہور میں موصول ہوا جس میں ککے زئی قبائل کی حیثیت کو تسلیم کیا گیا تھا۔

مزید برآں ککے زئی ایسوسی ایشن نے ہندوستانی افواج کے کمانڈر انچیف Major Gen. Beauchamp Duff کو ایک Petition No 5166 مورخہ 27 مئی 1905ء کو پیش کی کہ ککے زئیوں کو

Scanned with CamScanner

فوج کی نوکری سے محروم رکھا گیا ہے۔جس کے جواب میں کمانڈر انچیف نے سیکرٹری ککے زئی ایسوسی ایشن کوایک فرمان نمبری 8.B Adjutant Genls Deptst مورخہ 2 جنوری 1906ء جاری کیا جس میں تمام Officers Commanding کوحکم جاری کیا گیا تھا کہ جب بھی فوج میں پنجابی مسلمانوں کی بھرتی کی ضرورت ہوتو ککے زئیوں کوبھرتی کیا جائے۔اس فرمان کی لائن نمبر 3 میں لکھا ہے۔

Regarding the inlistement Kaka Zai in the army the secrctary is informed that no orders have been of Kaka Zai. Officers Commanding regiments are not restricted in any way.

ترجمہ:سیکرٹری ککے زئی ایسوسی ایشن کومطلع کیا جاتا ہے کہ ککے زئیوں کی فوج میں بھرتی کے متعلق کوئی حکم امتناعی نہ ہےاور رجمنٹوں کے آفیسرز کمانڈگ کوبھی ککے زئیوں کی بھرتی کے لیے منع نہ کیا گیا ہے۔

اسی فرمان کے دوسرے پیراگراف میں درج ہے۔

Shoeeld a favourable opportunity for the more extensive enlistment of Punjabi muslim in the army present it self, the claim of Kaka Zai will be duly considered.

ترجمہ:پنجابی مسلمانوں کی فوج میں جب بھی ضرورت پیش آئے تواس وقت ککے زئیوں کی فوج میں بھرتی کو اہمیت دی جائے۔ اس ضمن میں ایک نہایت اہم انکشاف یہ ہے کہ کمانڈر انچیف Major General Beauchomp Duff۔ نے 1878ء میں دوسری انگریز افغان جنگ میں خودبھی ایک آرمی آفیسر کی حیثیت سے حصہ لیا تھااوروہ ککے زئیوں کی جنگلی صلاحیتوں سے اچھی طرح واقف تھاجب وہ26 سال کے بعد بحیثیت کمانڈ انچیف اس نے ملک کی انتظامی پالیسی کی خاطر ہندوستان کی افواج میں ککے زئیوں کی بھرتی کی اجازت دے کر وائسرائے ہند"Lord Ripon" کے 1881ء کے Executive Order کوختم کردیا۔

1910ء میں انگریز حکومت نے سرکاری طور پرایک ڈکشنری شائع کی جس میں تمام پٹھان قبیلوں کے ناموں کوحروف تہجی کے ذریعے لکھا گیا تھااسی طرح ککے زئی قبیلہ کوبھی حرف "K" کے آگے نمایاں طور پرلکھا گیا ہےاس ڈکشنری کا پورانام مندرجہ ذیل ہے۔

A Dictionary of the Pathan Tribes on the North West Frontier of India.

Prepared by the General Staff Army Headquarters Caltu Calcutta

Scanned with CamScanner

India (1910)

اس ڈکشنری کے صفحہ نمبر 22 پر تحریر ہے۔

Kaka Zia (3000 Bajur) Adivision of Mamun Tarkanis. (یہاں پر 3000 سے مراد قبیلہ کے جنگجو افراد سے ہے) صفحہ نمبر 30 پر تحریر ہے۔

Mamunds (ماموند) 12000 Bajaur Principally in the wate lai Valley, But they own Villages on the both sides of the Durandline. One of the four clams of Tarkanis Headmen; Muhammad Amin Khan of Inayat Kila Momin Khan

(یہاں 12000 سے مراد جنگجو افراد سے ہے)

اس ڈکشنری کے صفحہ نمبر 46 پر تحریر ہے۔

Tarkani (ترکانی) or Takanlanri (36000) The name of the tribe inhabiting the whole of Bajour, Headman; Khans of Nawagai, Jhar, Kharpashat Barwa.

(36000 سے مراد قبیلہ کے جنگجو افراد ہیں)

صفحہ نمبر 12 پر تحریر ہے۔

Daulaat Khel (دولت خیل)

A Sub-Division of Kaka Zai, Mamund. Tarkanis.

صفحہ 29 پر تحریر ہے۔

Maghdud Khel (مغدود خیل)

A Sub Division of Kaka Zai, Mamund, Tarkanis.

یہ بھی صفحہ 29 پر ہی تحریر ہے۔

Mahsud Khel (محسود خیل)

A Sub Division of Kaka Zai, Mamund, Tarkanis.

اس ڈکشنری کے صفحہ 47 پر تحریر ہے۔

Umar Khel (عمر خیل)

Scanned with CamScanner

A Sub Division of Kaka Zai, Mamund Tarkanis.

صفحہ نمبر 25 اور صفحہ نمبر 50 پر تحریر ہے۔

(Yousaf Khel and Khalo Zai یوسف خیل اور خلوزئی

A Sub Divistion of Kaka Zai, Mamund. Tarkanis

باجوڑ کے قبائلی علاقے میں ایک کہاوت عام ہے اور ضرب مثل کے طور پر استعمال کی جاتی ہے مثلاً کسی بھی دشمن کو شرمندہ کرنے کے لیے کہا جاتا ہے کہ ''وہ ککے زئی مر گیا جو میدان جنگ سے نہیں بھاگتا'' اس کا مطلب دشمن کو بتانا ہے کہ وہ ککے زئی کی طرح میدان میں ڈٹا رہنے والا بہادر نہ ہے بلکہ میدان سے بھاگ جانے والا بزدل ہے۔

ککے زئی پٹھان من حیث القوم مہمان نواز صاف گو دوستوں کی خاطر جان دینے والے اور دشمنوں کو کبھی معاف نہ کرنے والے ہوتے ہیں باجوڑ ایجنسی (پاکستان) اور افغانستان میں ککے زئی قبیلہ خیلوں اور ذیلی خیلوں میں تقسیم ہو چکا ہے۔ جس کی تعداد تقریباً 31 ہے اور اس قبیلے کے لوگ آگرہ، ڈاگ، گیری، گٹ، گواٹی، انگل، غنڈل، خلوزئی، میتالوہود، ترخو، تنگی، ناگئی وغیرہ دیہاتوں میں مقیم میں موضع ڈاگ تحصیل ماموند میں ککے زئیوں کے والد محترم محمود جو کے ماموند کے نام سے مشہور تھے کا مزار اقدس موجود ہے جن کے نام سے قبیلہ ماموند اور تحصیل ماموند مشہور ہے ہر ککے زئی کو چاہیے کہ وہ اپنے اسلاف کے مزاروں پر حاضری دے اور زیارت کر کے، فاتحہ خوانی کرے پنجاب میں یہ ککے زئی قبیلہ ابھی تک خیلوں میں تقسیم نہ ہوا ہے جبکہ قبائل علاقوں اور افغانستان میں یہ لوگ خیلوں میں تقسیم ہو چکے ہیں۔

''اظہار عقیدت اور سلام''

(1) ککے زئی قبیلہ کے ان بزرگوں کو سلام جو شہید ہوئے جو "Greater Punjab" میں دوسری انگریز افغان جنگ (80-1878ء) کے فوراً بعد انگریزوں کے انتقام اور جبر کا شکار ہوئے۔

(2) ککے زئی قبیلہ کے ان بزرگوں کو سلام جو باجوڑ اور وادی کنڑ (افغانستان) میں انگریزوں کے خلاف لڑتے رہے مگر Great Britain کے آگے سر نہ جھکایا اور جن کی جرأت اور استقامت کا اعتراف جنرل سر رابرٹ لو (جنگ چترال 1895ء) نے ان الفاظ میں کیا ''ترکانڑی'' اور خاص طور پر (ماموند) ککے زئیوں کی ایک جنگجو قبیلہ کی حیثیت سے شہرت سوات اور دیر کے اکوزئیوں اور یوسف زئیوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے اس تاریخی مضمون کو نوجوان ککے زئی سپوتوں کے لیے لکھا گیا ہے اور مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

نام کتاب	مصنف

Scanned with CamScanner

1)	بائبل	
2)	Races of Afghanistan.	H.W. Bellews, C.S.I.
3)	تواریخ خورشید جہاں	شیر محمد خان گنڈاپور
4)	تاریخ طبری	محمد ابن جریری طبری
5)	الانساب	السمعانی
6)	الاصابہ	ابن حجر عسقلانی
7)	اُسدالغابہ	ابن عبدالبر
8)	حیات افغانی	محمد حیات خان
9)	Afghanistan And its Inhabitants.	Henry Priestly
10)	تواریخ حافظ رحمت خانی	حافظ رحمت خاں
11)	تزک بابری	ظہیرالدین بابر
12)	Frontier and.... Overseas Expeditions from India	Simla Govt: India 1907
13)	The Story of malakan Feild Force.	Sir Winston Churchill
14)	Adictionary of the Pathan Tribeson the north west Frentier of India.	Headquarters Calcutta
15)	تاریخِ افغانستان	سید جمال الدین افغانی

ڈیورنڈ لائن کا ذکر تواتر کے ساتھ ہوتا رہتا ہے۔ میں اپنی نوجوان نسل کو بتانا چاہتا ہوں کہ یہ ڈیورنڈ لائن کیا ہے اور اس کی وجہ تسمیہ کیا ہے۔ پاکستانی عوام کو اس کا علم بھی ہوگا۔ ہوسکتا ہے کسی کو علم نہ بھی ہو تو میں اشد ضروری خیال کرتا کہ اس کی تفصیل عام پاکستانی کے سامنے رکھی جائے کیونکہ افغانستان کے اندر سے کچھ آوازیں ایسی بھی سنائی دیتی ہیں کہ ہم ڈیورنڈ لائن کو تسلیم نہیں کرتے جبکہ ڈیورنڈ لائن عالمی طور پر تسلیم شدہ سرحد ہے کسی کے تسلیم کرنے یا نہ کرنے سے حقائق تو نہیں بدل سکتے۔ یہ انٹرنیشنل بارڈر جسے ڈیورنڈ لائن کہا جاتا ہے برٹش انڈین حکومت اور افغانستان کے امیر کے درمیان معاہدے کے نتیجے میں وجود میں آئی۔ یہ معاہدہ 12 نومبر 1893ء کو کابل میں لکھا

Scanned with CamScanner

گیا جس میں برٹش انڈین حکومت کی طرف سے ''سرمورٹا نمر ڈیورنڈ'' جو کے عام طور پر Sir, Durand کے نام سے جانا جاتا تھا اور افغانستان کی طرف سے امیر عبدالرحمٰن نے دستخط کیے۔ اس معاہدے کی درخواست امیرِ افغانستان امیر عبدالرحمٰن نے کی تھی۔ آج بھی یہ معاہدہ انٹرنیشنل ریکارڈ کا حصہ ہے۔ اس معاہدے کی ابتدا کچھ اس طرح ہوئی۔ امیر عبدالرحمٰن نے تواتر کے ساتھ چار خطوط برٹش انڈیا حکومت کو لکھے کہ وہ افغانستان کی سرحد متعین کرنا چاہتے ہیں۔ برٹش حکومت کی رضا مندی کے بعد ڈیڑھ ماہ کے طویل مذاکرات کے بعد کمیشن بنایا گیا جس نے سرحد کی حد بندی کی اور آفیشل معاہدے لکھے جس میں 2670 کلومیٹر لمبی ڈیورنڈ لائن کا معاہدہ طے پا گیا۔ معاہدے کے مطابق افغانستان کی سرحد طے کر دی گئی۔

اس معاہدے کے نتیجے میں ہزاروں کلومیٹر پر مشتمل آزاد خطہ ''کافرستان'' افغانستان کو مل گیا جو 1893ء سے پہلے افغانستان کا حصہ نہیں تھا کنٹر کے شمال میں بدخشاں تک اس علاقے کا نام امیر عبدالرحمٰن نے ''نورستان'' رکھا اس معاہدے کے نتیجے میں اسمار، موہمند لال پورہ بھی افغانستان کو مل گئے مگر افغانستان ہزاروں کلومیٹر پر محیط ان علاقوں کی بات تک بھی نہیں کرتا جو اس معاہدے کی برکات کی وجہ سے اس کے قبضے میں ہیں۔ اس معاہدے یعنی کے ''ڈیورنڈ لائن'' کی وجہ سے افغان امیر کو گورنمنٹ آف برطانیہ سے 18 لاکھ سالانہ الاؤنس بھی ملا جو 1919ء تک ہر بادشاہ وصول کرتا رہا۔

امیر عبدالرحمٰن کی وفات کے بعد ان کے جانشین امیر حبیب اللہ خان نے اپنے والد کے کیے ہوئے تمام معاہدوں کی پابندی کا اعلان کیا تھا بلکہ اس معاہدے کی شق نمبر 5 میں لکھا ہے کہ افغان حکومت ہندوستان کی سرحد کو تسلیم کرتی ہے۔

اس معاہدے کی خاص بات یہ بھی ہے کہ یہ معاہدہ شخصی نہیں ہے بلکہ دو ریاستوں کے درمیان ہے اس لیے بین الاقوامی معاہدہ تصور کیا جاتا ہے۔ اس کی تجدید کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ اس معاہدے پر 18 اگست 1919ء کو راولپنڈی میں دستخط ہوئے تھے۔ یہ معاہدہ ہمیشہ کے لیے ہے اس کی اختتامی مدت کا کوئی ثبوت تاریخ سے نہیں ملتا۔

اب جو شر پسند لوگ یہ دلیل دیتے ہیں کہ یہ معاہدہ ایک سو سال کے لیے تھا اب جس کی مدت ختم ہو گئی ہے ان کی اس دلیل کا ثبوت معاہدے کے اصل متن سے ثابت نہیں ہوتا کیونکہ معاہدے کی صرف سات شقیں ہیں اور کسی ایک شق میں یہ کہیں بھی نہیں لکھا ہوا کہ یہ معاہدہ صرف ایک سو سال کے لیے ہے ایک سازش کے تحت صد سالہ لیز کی خبر دو دہائی سال قبل ایک ہندو پروفیسر نے اُڑائی تھی۔ تب سے مخالفین اس کو دلیل کے طور پر پیش کر رہے ہیں جبکہ انڈین عناصر بھی اس سازش میں اپنا حصہ ڈالتے رہتے ہیں۔ اسی معاہدے کی شق میں صاف صاف لکھا ہوا ہے

Scanned with CamScanner

کہ یہ سرحد افغان حکومت کی تسلیم شدہ سرحد ہے یہ بھی لکھا گیا ہے کہ اس معاہدے کے بعد افغانستان کی طرف سے کبھی مداخلت نہیں ہوگی۔ جبکہ آج بھی افغانستان دوہری پالیسی پر کاربند ہے جیسا کہ افغانستان کی شمالی سرحدیں روس اور برطانیہ کے درمیان معاہدے کے نتیجے میں طے ہوئیں اور جنوبی سرحدیں ایران اور برطانیہ کے درمیان معاہدے کے نتیجے میں طے ہوئی تھیں۔ ڈیورنڈ لائن معاہدہ تو افغانستان حکومت نے براہِ راست کیا جبکہ افغانستان کی شمالی اور جنوبی سرحدیں برطانیہ، روس اور ایران نے بالا ہی بالا افغانستان کو شریک کے لیے بغیر کرلیں تھیں۔

کیا دلچسپ امر ہے جو معاہدہ خود افغانستان نے کیا اس پر دوسروں کی شہہ پر کچھ لوگ سوال اٹھاتے ہیں اور جن سرحدی معاہدوں کو بڑی طاقتوں نے خود ہی طے کیا ان معاہدوں کی صحت پر افغانستان کی طرف کوئی اعتراض بھی نہیں اٹھایا گیا۔

(V.C.S.S.R) Vienna Convention on Succession of States in Respect of Treaties. ''(ویانا کنونشن) کے آرٹیکل 11 کے تحت ملکوں کی تقسیم کے سبب کیے ہوئے معاہدے کبھی ختم نہیں ہوتے بلکہ ان کے بطن سے نکلنے والے ملک ان کے پابند ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا کہ متحدہ ہندوستان اور افغانستان کے مابین ڈیورنڈ لائن معاہدہ 1947ء میں تقسیم کے بعد ختم ہوگیا۔ بالکل غلط ہے اور جو لوگ کھاتے تو پاکستان ہیں رہتے پاکستان میں ہیں اور بھونکتے افغانستان کے لیے ہیں ان کی حیثیت کرائے کے گدھے سے زیادہ نہیں ہے۔ جو کہ وقت بے وقت ڈھیچوں ڈھیچوں کا راگ الاپتا رہتا ہے۔ کبھی افغانستان بھی ایران کا حصہ رہ چکا ہے۔

کیا ایران کو بھی سرحدوں پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یورنڈ لائن کے دونوں طرف پختون آباد ہیں انہیں ایک کر دینا چاہیے۔ ان کرائے کے گدھوں سے یہ پوچھنا چاہیے کہ تاجکستان سے زیادہ تاجک افغانستان میں آباد ہیں اور تاجک نسل کے لوگ اس سارے علاقے کو تاجکستان کے ساتھ ملا کر ایک ہونا چاہئیں تو.....؟

اگر زمینی حقائق پر نظر ڈالی جائے تو امریکہ اور روس کی جنگ کی وجہ سے افغانستان کا انفراسٹرکچر اور معیشت تباہ و برباد ہو چکی ہے۔ جبکہ پاکستان ترقی کی طرف گامزن ہے۔ اس لیے پاکستان دشمن عناصر ڈیورنڈ لائن کو متنازع بنانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ نوجوان نسل کے لیے حجاب رندھاوالا کے آرٹیکل سے منقول ہے۔

مرد مجاہد شیر علی خان ککے زئی شہید کا کارنامہ جو کہ تاریخ کا حصہ ہے اگر یہاں بیان نہ کروں تو تاریخ ککے زئیاں نامکمل بلکہ تشنہ طلب رہے گی۔ 1872ء میں کالا پانی (جزائر انڈیمان) میں عمر قید کی سزا بسر کرنے والے اس مرد مجاہد سے کالا پانی جیل کا تمام عملہ بہت متاثر اور بے حد خوش تھا۔ نیک نامی، ایمان داری، صلح جوئی اور بے حد

Scanned with CamScanner

محنتی ہونے کے ہر وصف سے بھرپور یہ شخص سب کی آنکھ کا تارا تھا۔ کئی سال اس شخص کو آزمانے اور متواتر زیرِ مشاہدہ (under observation) رکھنے کے بعد جیل کے کمانڈر نے گورنمنٹ کو اس کی بقایا سزا معاف کرنے کا مشورہ دیا جو کہ منظور کر لیا گیا۔ ایک دن کمانڈر نے اس کو طلب کیا اور اس کو بتایا کہ گورنمنٹ نے اس کے بہت اچھے کریکٹر کی وجہ سے اس کی بقایا سزا معاف کر دی ہے۔ کمانڈر نے اس کو مزید بتایا کہ گورنر جنرل لارڈ میو جیل کے دورے پر آ رہے ہیں جیسے ہی ان کا دورہ ختم ہوگا آپ کو آزاد کر دیا جائے گا۔ آپ کو مبارک ہو وہ مجاہد اتنی بڑی خوش خبری سُن کر بظاہر خوش مگر گہری سوچ میں غرق واپس لنگر خانے میں آ گیا۔ کیونکہ گزشتہ کئی سال سے بطور مشقت وہ باورچی خانے میں ہی کام کر رہا تھا اس مردِ مجاہد نے خاموشی سے حسبِ سابق اپنا کام جاری رکھا اور گورنر جنرل کے وزٹ والے دن باورچی خانے کی تیز دھار چھری سے وار کر کے وائسرائے ہند گورنر جنرل لارڈ میو گستاخ رسولؐ کو ہلاک کر کے تاج برطانیہ کو ہلا کر رکھ دیا۔ غازی شیر علی خانؒ ککے زئی کو دورانِ سماعت جج نے سزائے موت سناتے ہوئے کہا ہم ایسا کام کریں گے کہ دنیا تجھے بھول جائے گی۔ لیکن ''لارڈ میو'' کو ہمیشہ یاد رکھے گی۔

آخر کار 11 مارچ 1872ء والے دن اس عظیم مجاہد کو پھانسی دے دی گئی۔ لارڈ میو کے نام کا لاہور میں ایک ہسپتال بنا دیا گیا جو عرف عام میں میو ہسپتال کہلاتا ہے اور آج بھی ہم میو ہسپتال کہتے ہوئے نہیں تھکتے۔ جبکہ میں گورنمنٹ آف پاکستان سے درخواست کرتا ہوں کہ ہمیں بحیثیت قوم اپنے اس مردِ مجاہد کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے اس ہسپتال کا نام غازی شیر علی خاں شہید ہسپتال رکھ دینا چاہیے۔ کیونکہ یہ ہسپتال سرکاری اراضی اور سرکاری سرمائے سے بنا کر ایک گستاخ رسولؐ کے نام سے موسوم کر دیا گیا ہے۔ اب یہ گورنمنٹ آف پاکستان کی ملکیت ہے لہٰذا اب کیا رکاوٹ ہے کیا ہم اپنے اسلاف کی قربانیاں یکے بعد دیگرے بھولتے چلے جائیں گے اور غاصب لُٹیروں کے نام اس ملک میں روشن رہیں گے ذرا سوچیں یہ ہسپتال کی زمین اور اس ہسپتال پر لگنے والا سرمایہ پبلک پراپرٹی ہے۔ جبکہ نام ایک ڈاکو غاصب اور گستاخِ رسول کا ہے ہمیں بحیثیت قوم دنیا کو اور خاص طور پر مغرب میں یہ باور کرانے کی سخت ضرورت ہے کہ ہم اپنے مجاہد کو کبھی نہیں بھولے اور تا قیامت بھولیں گے بھی نہیں۔

بقول شاعر:

کبھی کسی کا تجسّس کبھی خود اپنی تلاش
عجیب دل ہے ہمیشہ سفر میں رہتا ہے

Scanned with CamScanner

باب نمبر5

جنات کی اصلیت اور حقیقت

میں نے اپنی تصنیف ''فرشتے کی ایف آئی آر'' جلد اول کے باب نمبر 14 میں صفحہ نمبر 278 تا 314 تک جنات کا ذکر کرتے ہوئے کچھ واقعات، حادثات کا تفصیلی ذکر کیا ہے کچھ احباب نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنے اپنے علم، خواب، خیال اور ظرف کے مطابق رائے دی ہے اس لیے میں مزید اس ان دیکھی اللہ کی مخلوق کے بارے میں اپنے قارئین کرام کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔

یہ ایک سائنسی تجزیہ ہے جو ایک سائنس دان نے تحقیق کے بعد پیش کیا ہے جن کے لغوی معنی نظر نہ آنے والا چھپا ہوا کے ہیں۔ جن بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں یہ آگ سے پیدا کیے گئے ہیں اور ان میں نیک صفت، شیاطین بھی موجود ہیں جنات پر ہر دور میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے قرآن شریف میں سورۃ جن بھی موجود ہے لیکن یہاں پر صرف سائنسی تجزیہ پیش کیا جائے گا۔ جو کے صرف Scientific تشریح ہے۔

1) کیا جن ہمارے درمیان موجود ہیں؟

2) ہم جن کو دیکھ کیوں نہیں سکتے؟

جیسا کے میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ لفظ جن کا ماخذ ہے ''نظر نہ آنے والی چیز'' اور اسی سے جنت یا جنین جیسے الفاظ بھی وجود میں آئے۔ جنات آخر ہمیں نظر کیوں نہیں آتے اس کی دو وجوہات بیان کی جا سکتی ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ انسان کا ویژن بہت محدود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں جو (Electomagnetic Spectrum) (برقی مقناطیسی شعاریزی) بنایا ہے اس کے تحت روشنی 19 اقسام کی ہے جس میں سے ہم صرف ایک قسم کی روشنی دیکھ سکتے ہیں جو سات رنگوں پر مشتمل ہے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

اگر حضرتِ انسان (Gamma-Vision) میں دیکھنے کے قابل ہو جائے تو وہ دنیا میں موجود ریڈی ایشن دیکھ سکے گا۔

اگر آپ (X Ray-Vision) روشنی کو دیکھنے کے قابل ہوں تو آپ کے لیے دیواروں کے اندر دیکھنا ممکن ہو جائے گا۔

اگر آپ (Infrared-Vision) میں دیکھ سکتے ہوں تو آپ کو مختلف اجسام سے نکلنے والی حرارت بھی نظر آنے لگے گی۔

Scanned with CamScanner

روشنی کی ایک اور قسم کو دیکھنے کی صلاحیت(Ultraviolet Vision) کی ہوگی اس کے علاوہ (microwave-Vision) اور(Radio Wave- Vision) جیسی کل ملا کر 19 قسم کی روشنیوں میں دیکھنے کی صلاحیت سوپر پاور بنا دیتی ہے۔

کائنات میں پائی جانے والی تمام چیزوں کو اگر ایک میٹر کے اندر سمو دیا جائے تو انسانی آنکھ صرف 300 نینو میٹر کے اندر موجود چیزوں کو دیکھ پائے گی۔ جس کا آسان الفاظ میں مطلب ہے کہ ہم کل کائنات صرف 0.0000003% حصہ ہی دیکھ سکتے ہیں۔

انسانی آنکھ کو دیکھائی دینے والی روشنی(Visible Light) کہلاتی ہے اور یہ الٹراوائلٹ اور انفرا ریڈ کے درمیان پایا جانے والا بہت چھوٹا سا حصہ ہے۔ ہماری ہی دنیا میں ایسی مخلوقات موجود ہیں جن کا (Visual-Spectrum) ہم سے مختلف ہے۔ سانپ وہ جانور ہے جو انفرا ریڈ میں دیکھ سکتا ہے ایسے ہی شہد کی مکھی الٹرا وائیلٹ بھی دیکھ سکتی ہے دنیا میں سب سے زیادہ رنگ (Mantis Shrimps) یعنی کے Manfis کیکڑے دیکھ سکتے ہیں اُلوکورات کے گھپ اندھیرے میں بھی ویسے رنگ نظر آتے ہیں جیسے انسان کو دن میں۔

امیرکن کنگ نامی پرندہ ایک ہی وقت میں 180 ڈگری کا منظر دیکھ سکتا ہے۔ جبکہ بکری 320 ڈگری تک کا ویو دیکھ سکتی ہے۔ درختوں میں پایا جانے والا گرگٹ ایک ہی وقت میں دو مختلف سمتوں میں دیکھ سکتا ہے۔ جبکہ افریقہ میں پایا جانے والا "Prongs" نامی ہرن ایک صاف رات میں سیارے "Saturn" کے دائرے تک دیکھ سکتا ہے اب آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ انسان کی دیکھنے کی حس کتنی محدود ہے اور وہ اکثر ان چیزوں کو نہیں دیکھ پاتا جو جانور دیکھتے ہیں۔

ترمذی شریف کی حدیث نمبر 3459 کے مطابق نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم مرغ کی آواز سنو تو اللہ کا فضل مانگو۔ کیونکہ وہ اس وقت بولتا ہے جب فرشتے کو دیکھتا ہے اور جب گدھے کی آواز سُنو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگو کیونکہ وہ اس وقت شیطان کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔

ریسرچ کے دوران سائنس دان نے جب مُرغ کی آنکھ کی ساخت پر تحقیق کی تو اسے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ مُرغ کی آنکھ انسانی آنکھ سے دو باتوں میں بہت بہتر ہے۔ پہلی بات جہاں انسانی آنکھ میں دو قسم کے Light-Receptors ہوتے ہیں وہاں مُرغ کی آنکھ میں پانچ قسم کے Light-Receptors ہیں اور دوسری چیز "Vovea" جس کا انگلش میں مطلب کچھ اس طرح ہے۔

Area Consisting of a small depression in the retina containing cones and where vision is most acute.

Scanned with CamScanner

"Vovea" کا مطلب اردو میں جسم کی سطح کا کوئی حصہ جو باقی ماندہ حصوں سے نیچا ہو۔

Vovea جو انتہائی تیزی سے گزر جانے والی کسی چیز کو پہچاننے میں آنکھ کی مدد کرتا ہے جس کی وجہ سے مُرغ ان چیزوں کو دیکھ سکتا ہے جو روشنی دیں اور انتہائی تیزی سے حرکت کریں۔ اسی طرح جب گدھے کی آنکھ پر تحقیق کی گئی تو یہ پتہ چلا کہ گدھے کی آنکھ رنگوں کو پہچاننے میں انسانی آنکھ سے بہتر نہیں ہے لیکن گدھے کی آنکھ میں "Rods" کی ریشو کہیں زیادہ ہے جس کی وجہ سے گدھا اندھیرے میں درختوں اور سائے کو پہچان لیتا ہے یعنی کہ اندھیرے میں پہچاننے کی صلاحیت گدھے میں حضرت انسان سے کہیں زیادہ ہے البتہ انسان کی سُننے کی حس اس کی دیکھنے کی حس سے بہت زیادہ ہے اگرچہ دوسرے جانوروں کے مقابلے میں پھر بھی کم ہے مثال کے طور پر نیولے نما جانور بجو کے سننے کی صلاحیت سب سے زیادہ ہے یعنی 16 ہرٹز سے لے کر 45000 ہرٹز تک ہے اور انسان کی صرف اور صرف 20 ہرٹز سے لے کر 20000 ہرٹز تک ہے۔ اس لیے لوگ جنات کے واقعات بیان کرتے ہوئے دیکھنے کی بجائے سرگوشیوں کا ذکر ضرور کرتے ہیں اور زیادہ کرتے ہیں قارئین کرام کی اطلاع کے لیے عرض کرتا ہوں کہ ایک سرگوشی کی فریکوئنسی تقریباً 150 ہرٹز ہوتی ہے اور یہ ہی وہ فریکوئنسی ہے جس میں انسان کا اپنے ذہن پر کنٹرول ختم ہونا شروع ہوتا ہے اس کی واضح مثال "ASMR" تھراپی ہے جس میں 100 ہرٹز کی سرگوشیاں سنا کر انسان کے ذہن کو ریلکس کیا جاتا ہے۔

(ASMR) Stands for Autonomous Sensary meridian response.

جنات کو نہ دیکھ پانے کی دو وجوہات کا ذکر کیا گیا تھا ایک کی ممکنہ تفصیل بیان کر دی گئی ہے جبکہ دوسری بیان کرنے سے پہلے ایک تھیوری پیش خدمت ہے۔

یہ تھیوری 1803ء میں ڈالٹن نامی سائنسدان نے پیش کی تھی کہ کسی مادے کی سب سے چھوٹی اور نہ نظر آنے والی کوئی اکائی ہوگی اور ڈالٹن نے اس اکائی کو ایٹم کا نام دیا اس کے 100 سال بعد جب تھامن نامی سائنس دان نے ایٹم کے گرد مزید چھوٹے ذرات کی نشاندہی کی جنہیں الیکٹرانز کا نام دیا گیا پھر اس کے 7 سال بعد سائنس دان ردرفورڈ نے ایٹم کے نیوکلیئس کا اندازہ لگایا جبکہ مزید 2 سال بعد بوہر نامی سائنس دان نے بتایا کہ الیکٹرانز ایٹم کے گرد گھومتے ہیں مزید 10 سال بعد 1926ء میں شورڈنگر نامی سائنس دان نے ایٹم کے اندر بھی مختلف اقسام کی انرجی کے بادلوں کو دریافت کیا۔ جو چیز 200 سال پہلے ایک تھیوری تھی آج وہ ایک حقیقت ہے اور دنیا ایٹم کی ساخت سے واقف ہے حالانکہ اسے دیکھ پانا آنکھ کے لیے آج بھی ممکن نہیں ہے۔ انسان کی حرکت آگے اور پیچھے دائیں اور بائیں، اوپر اور نیچے ہونا ممکن ہے جسے "D3" (Three Dimension) یعنی کے طول و عرض کہتے ہیں۔ ہماری دنیا و ہمارا عالم اسی D3 کے اندر قید ہے ہم اس سے باہر نہیں نکل سکتے جبکہ 1960 میں String

Scanned with CamScanner

Theory پیش کی گئی جس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

"String Theory" کے مطابق مزید گیارہ ڈائیمینشز (Dimensions) موجود ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔

1) آگے پیچھے حرکت کرنا۔
2) آگے پیچھے اور دائیں بائیں حرکت کرنا۔
3) آگے پیچھے دائیں بائیں اور اوپر نیچے حرکت کرنا۔
4) اگر کوئی انسان چوتھی "Dimension" میں داخل ہو جائے تو وہ وقت میں بھی حرکت کر سکے گا۔
5) پانچویں "Dimension" میں داخل ہونے پر انسان اس عالم سے نکل کر کس دوسرے عالم میں داخل ہونے کے قابل ہو جائے گا (جیسا کے عالمِ ارواح)۔
6) چھٹی "Dimension" میں اگر کوئی انسان داخل ہوتا ہے تو وہ دو یا دو سے زیادہ عالموں میں داخل ہونے کے قابل ہو جائیگا جیسا کے عالمِ اسباب، عالم ارواح اور عالمِ برزخ۔
7) ساتویں "Dimension" میں داخل ہونے سے آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ اس عالم میں بھی جا سکیں جو کائنات کی تخلیق سے پہلے یعنی کہ بگ بینگ سے پہلے کا تھا۔
8) آٹھویں "Dimension" آپ کو تخلیق سے پہلے کے عالموں میں لے جانے کے قابل ہوگی۔
9) نویں Dimension ایسے عالموں کا سیٹ ہوگا جن میں سے ہر عالم میں "Physics" کے قوانین ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہوں گے۔ ممکن ہے وہاں کا ایک دن ہمارے پچاس ہزار سال کے برابر ہو (واللہ عالم بالصواب)
10) تخلیق سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح سے عہد لیا تھا کے تم کسی اور کی عبادت نہیں کرو گے اور سب نے ہوش میں اقرار کیا تھا۔
11) قیامت کا روز کیسے مختلف ہوگا اور شہداء کی زندگی کس عالم میں ممکن ہے۔

حضرتِ انسان ان تمام عالموں یعنی عالمِ برزخ عالمِ ارواح اور عالمِ جنات کے بارے میں سوچنا ایک بات ہے لیکن جو بات نہایت متاثر کن اور دل کو قید کرنے والی ہے وہ سورۃ فاتحہ کی آیت ہے۔ "الحمد اللہ رب العالمین" ہے۔ "تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے جو تمام عالموں کا رب ہے۔ جنت شاید ان عالموں سے بھی آگے کی جگہ ہے جبکہ حدیث قدسی میں آتا ہے کہ جنت میں میرے بندوں کو وہ کچھ میسر ہوگا جس کے بارے میں نہ کبھی کسی آنکھ نے دیکھا نہ ہی کسی کان نے اس کے بارے میں سُنا اور نہ ہی کسی دل میں اس کا خیال آیا ہوگا۔ جنات ہم سے

Scanned with CamScanner

مختلف عالم کے مکین ہیں اور یہ دوسری سائنسی وجہ ہے جس کی وجہ سے ہم ان کو دیکھ نہیں پاتے مندرجہ بالا وجوہات اور عالموں کی وجہ سے آپ جان سکتے ہیں کہ ہم انہیں دیکھ کیوں نہیں پاتے جبکہ قرآن کریم بھی ہمیں بتاتا ہے کہ وہ تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں تم انہیں نہیں دیکھ سکتے جیسا کہ سورۃ سباء میں ذکر ہے کہ ایک عفریت نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے ملکہ بلقیس کا تخت لانے کا وعدہ کیا تھا یا پھر کشش ثقل کا اثر ان پر کیوں نہیں ہوتا جبکہ وہ اُڑتے پھرتے ہیں۔

مندرجہ بالا سطور میں سے کچھ مواد سائنسی تجزیہ سے منقول ہے اب دیکھیں کہ قرآن کریم میں جنات کا ذکر کس طرح سے آیا ہے۔

1) سورت نمبر 27 النمل (مکی) آیت نمبر 39

ترجمہ: جنوں میں سے ایک دیو نے کہا میں تمہیں وہ لا دیتا ہوں اس سے پہلے کہ تو اپنی جگہ سے اٹھے اور میں اس کے لیے طاقت ور امانت دار ہوں۔

2) سورت بنی اسرائیل آیت نمبر 88

ترجمہ: فرما دیجئے: اگر تمام انسان اور جنات اس بات پر جمع ہو جائیں کہ وہ اس قرآن کے مثل (کوئی دوسرا کلام بنا) لائیں گے تو (بھی) وہ اس کی مثل نہیں لا سکتے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔

3) سورت الانعام (مکی) آیت نمبر 128

ترجمہ: اور جس دن ان سب کو جمع کرے گا (فرمائے گا) اے جنوں کی جماعت تم نے آدمیوں میں سے بہت سے اپنے تابع کر لیے تھے اور آدمیوں میں سے جو جنوں کے دوست تھے کہیں گے اے ہمارے رب ہم میں سے ہر ایک نے دوسرے سے کام نکالا اور ہم اپنی اس معیاد کو آ پہنچے جو تو نے ہمارے واسطے مقرر کی تھی، فرمائے گا کہ تم سب کا ٹھکانہ آگ اس میں ہمیشہ رہو گے مگر یہ کہ جسے اللہ بچائے، بے شک تیرا رب حکمت والا جاننے والا ہے۔

4) سُورت الانعام (مکی) آیت نمبر 113

ترجمہ: اور تا کہ ان طمع کی ہوئی باتوں کی طرف ان لوگوں کے دل مائل ہوں جنہیں آخرت پر یقین نہیں اور تا کہ وہ لوگ ان باتوں کو پسند کریں اور تا کہ وہ کریں جو (بُرے کام) جو کر رہے ہیں۔

5) سُورت الذاریات (مکی) آیت نمبر 56

ترجمہ: اور میں نے جن اور انسان کو بنایا ہے تو صرف اپنی بندگی کے لیے۔

6) سُورت سبا (مکی) آیت نمبر 12

Scanned with CamScanner

ترجمہ: اور ہوا کو سلیمان کے تابع کر دیا تھا جس کی صبح کی منزل مہینے بھر کی راہ اور شام کی منزل مہینے بھر کی راہ تھی، اور ہم نے اس کے لیے تانبے کا چشمہ بنا دیا اور کچھ جن اس کے آگے اس کے رب کے حکم سے کام کیا کرتے تھے اور جو کوئی ان میں سے ہمارے حکم سے پھر جاتا تھا تو ہم اسے آگ کا عذاب چکھاتے تھے۔

7) سورت سبا (مکی) آیت نمبر 14

ترجمہ: پھر جب ہم نے اس پر موت کا حکم کیا تو انہیں اس کی موت کا پتہ نہ دیا مگر گھن کے کیڑے نے جو اس کے عصا کو کھا رہا تھا، پھر جب گر پڑا تو جنوں نے معلوم کیا کہ اگر وہ غیب کو جانتے ہوتے تو اس ذلت کے عذاب میں نہ پڑے رہتے۔

8) سُورت الرحمٰن (مدنی) آیت نمبر 33

ترجمہ: اے جنوں اور انسانوں کے گروہ اگر تم آسمانوں اور زمین کی حدود سے باہر نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ، تم بغیر زور کے نہ نکل سکو گے (اور وہ ہے نہیں)

9) سورت نمبر 114 (مکی) سورت الناس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترجمہ: کہہ دو میں لوگوں کی پناہ میں آیا۔ لوگوں کے بادشاہ کی، لوگوں کے معبود کی، اس شیطان کے شر سے جو وسوسہ ڈال کر چھپ جاتا ہے، جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ جنوں اور انسانوں میں سے۔

یہ تو تھا قرآن کریم کے حوالے سے جنات کا ذکر اذکار اب نبی کریمؐ کے فرمان کے مطابق: **لاحول و اللہ قوۃ الا باللہ** پڑھنا بار بار آذان دینا، اللہ اکبر کی تکرار کرنا و تکبیر با بلند آواز میں بڑھنا اور انتہائی علاج سورت فاتحہ ہے جو کے قرآن شریف کا حصار تو ہے ہی جنوں کا بھی ہے۔ یہاں ایک مثال ایک واقع مولانا جلال الدین سیوطیؒ کی تصنیف ''تاریخ جنات اور شبہ'' میں سے پیش کرتا ہوں۔ مولانا رقمطراز ہیں کہ حضور نبی کریمؐ سعد بن ابی وقاصؓ کے ہمراہ تھے کہ بے چینی کے عالم میں آسمان کی طرف دیکھنے لگے اور پھر چھڑی کی مدد سے ایک حصار کھینچتے ہوئے سورت فاتحہ کا ورد کرتے ہوئے سعد بن ابی وقاص سے فرمایا کہ سعدؓ کچھ بھی ہو جائے تم نے اس حصار سے باہر نہیں آنا اور خود تشریف لے گئے۔ سعدؓ فرماتے ہیں کہ میں حصار کے درمیان کھڑا دائیں بائیں کبھی آسمان کی طرف دیکھے جا رہا ہو کہ مجھے دور پرندوں کے غول کے غول آسمان سے زمین پر اترتے نظر آ رہے تھے کافی دیر کے بعد جب حضور واپس تشریف لائے تو مجھے حصار سے باہر آنے کا کہا میری حیرانی دیکھ کر حضور فرمانے لگے کہ سعدؓ! یہ جنات تھے۔ جو دین سیکھنے آئے تھے مجھے خدشہ تھا کہ یہ تمہیں اٹھا کر نہ لے جائیں اور یہ دنیا کا پہلا حصار تھا جو حضور پُر نورؐ نے سورت فاتحہ پڑھتے ہوئے جنات کے خلاف کھینچا۔

Scanned with CamScanner

بابا فرید شکر گنج فرماتے ہیں کہ سورت فاتحہ نہ صرف قرآن شریف کا حصار ہے بلکہ جنات کا بھی ہے۔

جلال الدین سیوطیؒ مزید فرماتے ہیں کہ جنات کو بغیر دھویں کی آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔ جو کہ دھویں والی آگ سے کئی گنا زیادہ شدت رکھتی ہے اور آگ کا علاج صرف اور صرف پانی ہے اور انسانی غصہ بھی آگ کے برابر ہے جس کا علاج بھی پانی ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ گھر میں سفید بے داغ مرغا پالنے سے جن اور شیاطین کا وہاں سے گزر نہ ہوگا۔

'جن' کا مطلب نظر نہ آنے والا۔ بظاہر نظر نہ آنے والے جرثوموں کو جنین کہا گیا۔ قرآن کے مطابق جن ایک مخلوق ہے مگر انسان اشرف المخلوقات ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے علم میں، شعور میں، ادراک میں، گیان میں، دھیان میں، جنات پر فضیلت عطا فرمائی ہے جن ہمارے ساتھ جڑی ہوئی مخلوق ہمارے آقاؐ کی اُمت میں حضرت انسان جنوں کی نسبت بہت کچھ زیادہ کر سکتا ہے جبکہ جن ایک محدود حد تک کام کر سکتے ہیں اور جن انسان سے زیادہ نہیں کر سکتا لامحدود صرف اور صرف اللہ سبحان وتعالیٰ کی ذات ہے انسان نے جنوں سے ہمیشہ کام لیا کوئی ایسی مثال دنیا بھر میں نہیں ہے کہ جنوں نے انسان سے کام لیا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی ہر مخلوق سے سجدہ کروایا جبکہ انسان کا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی بھی مرتبے کی کسی بھی مخلوق کو سجدہ کرنا حرام قرار دیا۔ انسان ہی دیگر مخلوقات پر برتر ہے جبکہ جن بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ علم، شعور اور حکمت والے بھی ہیں۔ عالی مرتبت بھی ہیں اور شیطان کے ساتھی بھی ہیں کیونکہ شیطان بھی ان ہی میں سے ہے۔

جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے دربار میں بیٹھے ہوئے جنات سے پوچھا کہ ملکہ بلقیس کا تخت کتنی دیر میں لا سکتے ہو تو جنوں کے سردار نے جواب دیا کہ جب آپ کا دربار برخاست ہوگا تو ملکہ بلقیس کا تخت یہاں موجود ہوگا جبکہ انسانوں میں سے عاصم بن برقیہ نے جواب دیا آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے ملکہ بلقیس کا تخت یہاں ہوگا یہ ہے انسان اور جن کی طاقت کا فرق۔ دوسری طرف مجھے جو کچھ اپنی زندگی میں تجربہ ہوا ہے یا جو واقعات مجھے پیش آئے ہیں اس کے مطابق جنات ویرانوں میں رہتے ہیں جنات کے وجود میں ہڈی نہیں ہوتی۔ کبھی کبھی سانپوں کی شکل میں بھی ہوتے ہیں۔ عبادت والی جگہ جہاں اذان دی جائے جہاں حضرت انسان کا بسیرا ہو وہاں سے جن کوچ کر جاتے ہیں۔ آج کل مالیخولیا، شیزوفرنیا، ہسٹیریا اور دیگر ذہنی امراض کو بھی جنات کے کھاتے میں ڈال کر کاروباری مولوی جعلی عامل اور اسی قماش کے دیگر ابن الوقت اشخاص ضعیف الاعتقاد و سادہ لوگوں کی مجبوری سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اکثر لڑکے یا لڑکی کو اپنا رشتہ پسند نہیں ہوتا یا وہ اپنی پسند کے لڑکے یا لڑکی سے ہی شادی کی خواہش میں اکثر مقدمہ بازی، پرانی دشمنی میں بھی لوگ ان جاہلی عالموں کی خدمات کرائے پر

Scanned with CamScanner

لے کر ذلیل خوار ہونے کے علاوہ مالی طور پر بھی نقصان میں رہتے ہیں۔ اکثر گھرانوں میں کسی چیز کے گم ہونے کی صورت میں الزام بیچارے جنات پر لگ جاتا ہے۔ جو کہ سراسر ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ وصف عطا ہی نہیں کیا ورنہ پاکستان اور بھارت میں جنات اور نام ونہاد عاملوں کی اتنی بڑی تعداد پائی جاتی ہے کہ امریکہ اور یورپ کا کوئی بھی بینک سلامت نہ رہتا اور یہ جعلی عامل ملٹی بلینز ہو جاتے اور لوگوں کو لوٹنے کی بجائے بینکوں سے اپنے اپنے مؤکلوں کے ذریعے مال ہڑپ کرتے رہتے۔

''سورۃ جن'' تفسیر از شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ

جنوں کے وجود اور حقیقت پر حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے سورۃ جن کی تفسیر میں نہایت مبسوط، مفصل بحث کی ہے جبکہ عربی میں بھی اس موضوع پر نہایت جامع کتاب موجود ہے ''احکام المرجان فی احکام الجان'' اس کا اُردو ترجمہ بھی موجود ہے۔

سورۃ احکاف میں بھی موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ صبح کی نماز میں قرآن پاک کی تلاوت فرما رہے تھے کہ کئی جنوں کا ادھر سے گزر ہوا وہ قرآن سن کر فریفتہ ہو گئے اور سچے دل سے ایمان لے آئے پھر اپنی قوم سے جا کر سب ماجرا بیان کیا کہ ہم نے ایک کلام سُنا ہے جو اپنی فصاحت و بلاغت، حسن اسلوب، قوت و تاثیر، شریں بیانی، طرز موعظمت اور علوم مضامین کے اعتبار سے عجیب وغریب ہے۔ معرفت ربانی اور رُشد وفلاح کی طرف رہبری کرتا ہے اور طالبِ خیر کا ہاتھ پکڑ کر نیکی اور تقویٰ کی منزل پر پہنچا دیتا ہے۔ اس لیے ہم سنتے ہی بلا توقف اس پر یقین لائے اور ہم کو کچھ شبہ باقی نہیں رہا کہ ایسا کلام اللہ کے سوا کسی کا نہیں ہوسکتا۔ اب ہم اس کی تعلیم، ہدایت کے موافق عہد کرتے ہیں کہ آئندہ کسی چیز کو بھی اللہ کا شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ جنوں کے اس بیان کے آخر تک اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبؐ پر وحی نازل فرمائی اس کے بعد بہت مرتبہ جنات حضور پُرنورؐ سے آکر ملتے رہے قرآن سیکھتے رہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ مزید لکھتے ہیں کہ جو خرابیاں اور گمراہیاں انسانوں میں پھیلی ہوئیں تھیں وہ جنات میں بھی تھیں۔ دوسری طرف جنات میں بہت عاقل اور دانا بھی تھے۔

دنیائے عرب میں یہ جہالت وبا کی طرح پھیلی ہوئی تھی۔ وہ جنات سے غیب کی خبریں پوچھتے اور ان کے نام کی نذر و نیاز کرتے اور چڑھاوے چڑھاتے اور جب کسی قافلے کا گزر یا پڑاؤ، کسی خوفناک وادی میں ہوتا تو کہتے اس حلقہ کے جنوں کا جو سردار ہے ہم اس کی پناہ میں آلیں تا کہ وہ اپنے ماتحت جنوں سے ہماری حفاظت کرے۔ ان باتوں سے جن اور زیادہ مغرور ہو کر سر چڑھنے لگے۔ دوسری طرف اس طرح کی شرکیات سے آدمیوں کے عصیان اور طُغیان میں بھی اضافہ ہوا۔ جب انھوں نے جنوں کو اپنے اوپر مسلط کر لیا تو وہ ان کے اغوا میں کیا کمی کرتے؟

Scanned with CamScanner

آخر قرآن نے آکر ان خرابیوں کی جڑ کاٹی۔

مسلمان جن اپنی قوم سے اس طرح گفتگو کر رہے ہیں کہ تمہارا اور انسانوں یہ خیال ہے کہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ مردوں کو قبروں سے ہرگز نہ اٹھائے گا یا آئندہ کوئی پیغمبر مبعوث نہ کرے گا جو رسول پہلے ہو چکے سو ہو چکے۔ اب قرآن سے معلوم ہوا ہے کہ اس نے ایک عظیم الشان رسول بھیجا ہے جو لوگوں کو بتاتا ہے کہ تم سب موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جاؤ گے اور رتی رتی کا حساب دینا ہوگا۔ جن اپنے ہی ہم عصروں کو بتلا رہا ہے کہ ہم اُڑ کر آسمان کے ایک مقام پر پہنچے تو دیکھا کہ آجکل بہت سخت جنگی پہرے لگے ہوئے ہیں جو کسی شیطان کو غیبت کی خبر سننے نہیں دیتے اور جو شیطان ایسا ارادہ کرتا ہے اس پر انگارے برستے ہیں۔ اس سے پیشتر اتنی سختی اور روک ٹوک نہ تھی۔ جن اور شیاطین آسمان کے قریب گھات میں بیٹھ کر اِدھر اُدھر کی خبریں سُن آیا کرتے تھے مگر اب اس قدر ناکہ بندی اور انتظام ہے کہ جو سُننے کا ارادہ کرے فوراً شہاب ثاقب کے آتشی گولے سے اس کا تعاقب کیا جاتا ہے۔

سورۃ حجر میں بھی اس کا ذکر موجود ہے

یہ جدید انتظامات اور سخت ناکہ بندیاں خدا جانے کس غرض سے عمل میں آئی ہیں یہ تو ہم سمجھ چکے کے قرآن کریم کا نزول اور پیغمبر عربیؐ کی بعثت اس کا سبب ہوا لیکن نتیجتاً کیا ہونے والا ہے؟ آیا زمین والے قرآن کو مان کر راہِ راست پر آئیں گے اور اللہ ان پر الطاف خصوصی مبذول فرمائے گا یا یہ ہی ارادہ ٹھہر چکا ہے کہ لوگ قرآنی ہدایات سے اعراض کرنے کی پاداش میں تباہ و برباد کیے جائیں۔ اس کا علم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے جو تمام علموں کا جاننے والا ہے۔ نزولِ قرآن سے پہلے بھی سب جن ایک راہ پر نہ تھے کچھ نیک اور شائستہ تھے اور بہت سے بدکار ناہنجار۔ ان میں فرقے اور جماعتیں ہوں گی کوئی مشرک کوئی عیسائی اور یہودی ہوگا اور عملی طور پر ہر ایک کی راہ جدا ہوگی۔ اب قرآن آیا جو اختلافات اور تفرقوں کو مٹانا چاہتا ہے لیکن لوگ ایسے کہاں ہیں کہ سب کے سب حق کو قبول کر کے ایک راستہ پر چلنے لگیں اب بھی اختلاف تو رہے گا۔ یعنی اگر ہم نے قرآن کو نہ مانا تو اللہ کی سزا سے بچ نہیں سکتے۔ نہ زمین میں کسی جگہ چھپ کر نہ اِدھر اُدھر بھاگ کر نہ ہی ہوا میں اُڑ کر یعنی ہمارے لیے فخر کا موقع ہے کہ جنوں میں سے سب سے پہلے ہم نے قرآن سن کر بلا توقف قبول کیا اور ایمان لانے میں تاخیر نہیں کی۔

Scanned with CamScanner

باب نمبر 6

غلام آقا کے دربار میں

11 مئی 2007ء راقم الحروف اور میاں ظہیر احمد مرحوم بذریعہ نام نہاد دوستی بس کے ذریعے دہلی (انڈیا) جا پہنچے جس کی مکمل روئیداد میں اپنی تصنیف ''مشرق کا موتی حوروں کا مسکن'' میں ''دلی میں وہ سترہ دن'' کے عنوان سے لکھ چکا ہوں۔ ابھی ہم دونوں دہلی کے کناٹ پلیس ہوٹل کے کمرہ نمبر 315 میں مہرولی جانے کی تیاری میں تھے کے میرے سیلولر فون کی گھنٹی بج اُٹھی۔ فون آن کرنے پر بہت زوردار آواز میں السلام علیکم کی آواز نے مجھے چونکا دیا کیونکہ یہ تو فاروق احمد شیخ المعروف کالو جی کی آواز تھی جو کے میرے بھائی بھی تھے، یارِ غار بھی تھے جن کا شمار دنیا کے نفیس ترین مخلص ترین مہربان اور مہمان نواز لوگوں میں ہوتا تھا، کہنے کو تو وہ ملٹی نیشنل کمپنی کے جنرل منیجر تھے مگر مٹے ہوئے (Down to Earth) ایسے کہ ان کی مثال ملنا مشکل تھی۔ خوبصورت شکل، خوش گفتار خوش لباس، خوش خوراک، خوش اخلاق، سخاوت میں بھی بے مثال اور خدا خوفی کے کمال درجے پر فائز تھے۔ کالو جی میری دو بیٹیوں کے سسر بھی تھے ان کے دونوں فرزند عثمان فاروق اور عمر رضوان فاروق ساکن لندن اونٹاریو کینیڈا میرے داماد ہیں۔

ابھی میں وعلیکم ہی کہہ پایا تھا کہ آواز آئی بھائی جان آپ کہاں پر ہیں میں نے دبی دبی آواز میں کہا دہلی میں..... وہ اپنے لہجے کو نرم کرتے ہوئے بولے یہ تو مجھے معلوم ہے کہ آپ اپنے دوست کیساتھ دہلی گئے ہوئے ہیں مگر اس وقت آپ دہلی کے کون سے حصے میں ہیں میں نے زچ ہوتے ہوئے جواب دیا کے میں کناٹ پلیس ہوٹل کے کمرہ نمبر 315 میں ہوں جبکہ ظہیر صاحب 316 میں ہیں اور ہم اس وقت مہرولی جانے کی تیاری کر رہے ہیں وہ بولے ریکھا کس نمبر کے کمرے میں ہے میں نے انجان بنتے ہوئے پوچھا بھائی جان یہ کس بلا کا نام ہے وہ غصے سے بولے تم فوراً پاکستان واپس آؤ اور آتے ہی اپنا اور بھابھی صاحبہ کا پاسپورٹ مجھے کوریئر کرو۔ میں نے شرارتاً کہا ہمیں لندن کی سیر کروانے کا ارادہ ہے کیا؟ وہ مصنوعی غصے سے بولے تم آؤ تو میں تمہیں لندن تو کیا نیویارک بھی لے کر جاؤں گا اور شکاگو بھی لے کر جاؤں گا۔ فوراً واپس آؤ، کا حکم صادر فرما کر کالو جی جی نے فون بند کر دیا چند روز کے بعد ہم واپس بہاولپور پہنچ گئے اور آتے ہی میں نے اپنا اور اہلیہ محترمہ کا پاسپورٹ کالو جی کو کراچی کوریئر کر دیا جبکہ میری اہلیہ محترمہ کی طبیعت بہت ناساز تھی تمام کلینیکل ٹیسٹ کرانے پر بھی پتہ نہ چل سکا کے تکلیف کیا ہے جبکہ

Scanned with CamScanner

وہ جو کچھ بھی کھاتی یا پیتی تو وہ Stomic میں جانے کی بجائے واپس آ جاتا۔ ایک ہفتہ کے بعد کالوجی کا فون آ گیا کہ عمرہ کے ویزے لگ چکے ہیں۔ سعودی عرب ایئر لائن سے ٹکٹیں OK ہیں دیگر مکہ شریف اور مدینہ شریف میں ہوٹل Booking بھی Ok ہے۔ کل تک کراچی پہنچ جاؤ ان تمام احکامات کی تعمیل کرتے ہوئے میں اور میری اہلیہ محترمہ پہلی فلائٹ سے کراچی کے لیے روانہ ہو گئے گو کے اہلیہ محترمہ کو تکلیف تو بہت تھی مگر ایک راسخ العقیدہ مسلمان کی حیثیت سے ہم دونوں کا ایمان بہت پختہ تھا کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کے مہمان کی حیثیت سے مکہ مکرمہ اور مدینہ شریف جا رہے ہیں وہ ہی ہمارا حامی و ناصر ہے۔ کراچی سے سفرِ عمرہ پر روانہ ہونے سے پہلے کراچی کے ایک مشہور ترین ڈاکٹر سے (Endoscopy Test) بھی کروایا تا کہ اندرون بیماری کا پتہ چل سکے اور اس کا سدِ باب کیا جا سکے مگر وہ بھی کلیئر آیا اور اسی گومگو کی کیفیت میں ہم عازمِ جدہ سعودی عرب ہوئے ایئر پورٹ پر کالوجی کے دوست چیف سکیورٹی آفیسر کراچی ایئر پورٹ A.C کسٹم اور دیگر احباب نے ہمیں دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا جب تک ہم لوگ جہاز میں سوار نہ ہوئے یہ لوگ ہمارے ساتھ سائے کی طرح رہے یہ سعودی عرب ائر لائن کی فلائٹ تھی فرسٹ کلاس میں صرف ہم لوگ ہی تھے یعنی کے راقم الحروف میری اہلیہ محترمہ مسز اینڈ مسٹر فاروق احمد شیخ ہمارے فرسٹ کلاس کیبن سے ملحقہ بزنس کلاس تھا جس میں صرف ہمایوں سعید فلم اور ٹی وی آرٹسٹ اور اس کی فیملی کی چند خواتین اور حضرات تھے جو کسی نہ کسی ضرورت کے تحت فرسٹ کلاس میں آتے جاتے رہے اور یوں رونق رہی اور ہم لوگ تنہائی کا شکار نہ ہوئے۔ فضائی میزبان کون کون سے مُلک سے تھیں، کیسی تھیں اور ان کی سُراپا گرافی کیسی تھی کچھ علم نہ ہو سکا اس درویش نے نظر اٹھا کر دیکھا تک نہیں کیونکہ اللہ کے گھر 1981ء کے بعد آج یعنی 26 جون 2007ء کے دن جا رہا تھا۔ شرمندہ شرمندہ اپنے آپ میں کھویا ہوا گہری سوچوں میں غرق جب میں اپنی اہلیہ کی طرف دیکھتا تو بے حد خوشی محسوس کرتا کیونکہ میری شدید سے شدید تر خواہش، آرزو یا جو بھی میرے دل کی آواز کو آپ نام دے لیں۔ وہ ہی صحیح ہوگا۔ دراصل میں چاہتا تھا اللہ کا گھر سامنے ہو میری جیون ساتھی ہو جس نے اپنی زندگی کے تا دمِ تحریر 55 سال مجھے دیے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جب تک وہ چاہے گا مہلت عطا فرمائے گا اور انشاء اللہ فرماتا رہے گا۔ اس لیے مجھے دائیں بائیں کا فکر خیال ہرگز نہ تھا مجھے کچھ علم نہ تھا کون آئی۔ ٹرے کس نے رکھی ٹرے اٹھا کر کون لے گیا وغیرہ وغیرہ اسی کیفیت میں تھا کہ جہاز کی سمت اور خانہ کعبہ کی سمت کا موازنہ جہاز کے کپتان نے اس مقدس سفر کے مسافروں کے لیے بیان کرنا شروع کر دیا۔ جس کا مطلب تھا کہ ہم نہ صرف حجازِ مقدس کی ہوائی سرحد میں داخل ہو چکے ہیں بلکہ جلد ہی جدہ ایئر پورٹ پر لینڈ کر جائیں گے میں نے اپنی اہلیہ کو غور سے دیکھا تو وہ مجھے چہرے بُشرے سے بالکل تندرست معلوم ہو رہی تھی جبکہ پاکستان سے روانگی کے وقت وہ بہت کمزور اور بیمار

Scanned with CamScanner

معلوم ہوتی تھی۔ میں نے آہستہ سے پوچھا آپ کی طبیعت کیسی ہے تو وہ حسبِ عادت خوش دلی سے بولی اللہ کا شکر ہے میں بالکل ٹھیک ہوں اور اپنے آپ کو فریش محسوس کر رہی ہوں میں نے حیرانی سے پوچھ ہی لیا کہ آپ نے کھایا تو کچھ بھی نہیں؟ وہ بولی کہ میں انشاءاللہ ٹھیک ہی ہوں آپ فکر نہ کریں مجھے کچھ دلی اطمینان بھی ہوا پھر مجھے یاد آیا کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں وہ مالکِ ارض وسما ہے وہ ہمارا مالک، خالق اور رازق ہے اور ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم اس کے گھر میں اس کے مہمان ہیں۔ ایسی ہی کچھ ملی جلی سوچوں میں غرق تھا کہ جہاز لینڈ کر گیا ایئرپورٹ کے مراحل طے کرتے ہوئے باہر آ گئے جس بس سے ہمیں جدہ سے مکہ معظّمہ جانا تھا وہ مجھے پسند نہ آئی ماحول بھی عجیب تھا پہلوان نما پاکستانی ڈرائیو مسافروں کو ایسے ڈیل کر رہا تھا جیسے تمام مسافر اس کے Buddy ہوں جبکہ سچ اور جھوٹ میں تمیز نہ تھی میں نے فاروق بھائی سے کہا کہ کار ہائر کرتے ہیں اس چھکڑے نما بس میں کوئی آرام نہ ملے گا وہ بھی غالباً ایسا ہی سوچ رہے تھے اور ہم ایک نہایت آرام دہ بڑی کار میں سوار ہو کر عازم مکہ معظّمہ ہوئے ماشاءاللہ تمام سفر بہت آرام دہ خوشگوار اور محفوظ رہا ہم سب لوگ احرام میں تھے جو کراچی سے ہی باندھ لیے گئے تھے اہلیہ محترمہ بھی اپنی بیماری کی شدت سے محفوظ رہیں سب لوگ مناسب بلند آواز سے تلبیہ کا ورد کر رہے تھے۔

لبیک اللہ ھما لبیک لبیک لاشریک لک لبیک

ان الحمد و النعماتا لک والملک لاشریک لک

حکومت بھی تیری ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔ (بے شک) سب لوگ بہت خوش تھے اور تلبیہ کے وجد میں تھے اس لیے زیر زبر کی درستگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری کو یقینی کیفیت اور وجد کے ساتھ محسوس کر رہے تھے ان ہی چار لوگوں میں ایک گنہگار شرمسار اپنی نادانیوں کے لیے فکرمند کوتاہیوں اور بے عمل گزشتہ زندگی پر احساسِ گناہ کے بحرِ بیکراں میں غرق سوچ رہا تھا کہ اپنے مالک خالق رازق کے گھر حاضری کا حق ایک شرمسار گناہ گار کس طرح ادا کر سکے گا کہ اچانک فاروق بھائی نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا ادریس بھائی آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے میں نے اپنی بے چینی اور آنکھوں کے تلاطم کو چھپانے کے لیے خاموشی اختیار کیے رکھی اور تلبیہ جاری رکھا ایک یقین کامل مجھے اور میرے اندر کے انسان کو زندگی اور حوصلہ بخشے ہوئے تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری دینے کے لیے حاضر ہوں جو 70 ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرنے والا ہے۔ جس کی رحمتوں، عنایتوں، معافیوں، برکتوں اور درگزر کرنے کی حد لامحدود ہے۔ جس کو کس بھی پیمانے پر ناپا نہیں جا سکتا بس تم بھی اس کی مخلوق ہو اُسی کی ذات پر بھروسہ تمہارا ایمان ہے مت کچھ سوچو نہ پریشان ہو بس اس کے گھر میں جا کر سجدہ ریز ہو جاؤ وہ ضرور اپنی رحمتوں اور برکتوں سے تمہیں نواز دے گا معاف فرما دے گا، درگزر فرمائے گا انشاءاللہ ضرور ضرور ضرور ایسا ہی ہوگا۔ ابھی

Scanned with CamScanner

میرے دماغ میں اس قسم کی لہریں ٹکرا رہی تھیں کے محسوس ہوا کہ کار اپنی منزل پر پہنچ چکی ہے اور ہوٹل کے باوردی ملازم ہمارا سامان اٹھا کر لاونج میں لے جا رہے ہیں۔ فاروق بھائی کی گونج دار آواز نے میرے کانوں میں ہتھوڑے کی طرح ضرب لگائی وہ کہہ رہے تھے اب آ بھی جاؤ سامان اور خواتین لاؤنج میں جا چکے ہیں۔ میں حیرانی سے انہیں دیکھتا ہوا لاؤنج میں ان کے ساتھ چلا گیا۔ کمرے میں جا کر غسل کرنے کے بعد ہم تمام لوگ مسجد عائشہ صدیقہؓ گئے دو نفل ادا کیے۔ عمرے کی نیت کی اور خانہ کعبہ آ گئے اب جیسے ہی خانہ کعبہ پر پہلی نظر پڑے آپ جو بھی دعا مانگیں گے۔ انشاءاللہ قبولیت حاصل کرے گی یہ ایمان اور یقین کا حصہ ہے میں اس بات کو ذہن میں سموئے ہوئے تھا۔

لیکن میری کیفیت اس وقت ایک ایسے بچے کی طرح تھی جس کی کُل متاع ٹھوکر لگنے کی وجہ سے بکھر گئی ہو اور وہ روتا جاتا ہو متاعِ زندگی اکٹھی کرتا جاتا ہو میں بہت بلکہ بے حد بے چین تھا کہ مجھے اللہ کا گھر نظر آئے اور میں دعا کروں اے میرے خالق، مالک اور رازق مجھے مستجب الدعا بنا دے (یعنی میں جو بھی دعا مانگوں وہ قبول ہو جائے) لیکن میں حیران پریشان کبھی دائیں اور کبھی بائیں دیکھ رہا تھا کہ خانہ کعبہ کدھر ہے کیوں نظر نہیں آ رہا؟ میں نے نہ چاہتے ہوئے بھی فاروق بھائی سے پوچھ ہی لیا کہ خانہ کعبہ کدھر ہے وہ بولے وہ سامنے ہے مگر مجھے نظر کیوں نہیں آ رہا؟ میں نے اپنی بے چینی کی کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے اپنے آپ سے سوال کیا اور آنکھیں گھما کر ٹھہرا کر دیکھنے کی کوشش کرنے لگا میرے دل و دماغ نے اپنے مالک و خالق سے التجائیں کیں کہ یا اللہ رحم اور کرم فرما دے معاف فرما دے اپنے گھر کی زیارت سے محروم نہ فرما جو کچھ بھی التجائیں میں کر سکتا تھا کرتا گیا کرتا گیا میرا چہرہ روحانی سچے اور سُچے آبدار موتیوں سے بھر گیا بس یہ ہی قبولیت کی گھڑی تھی ایک جھٹکا کیا کھایا کے چودہ طبق روشن ہو گئے اللہ کا گھر اپنی پوری آب و تاب شان و شوکت جاہ و جلال کے ساتھ میرے سامنے تھا میری آنکھیں تو کیا دل و دماغ بھی خیرہ ہوتے چلے گئے اور میں نے طوافِ کعبہ شروع کر دیا۔ فاروق بھائی اور اہلیہ محترمہ کا تیسرا چکر تھا جبکہ میرا پہلا چکر تھا جب پاکستان سے مقدس سفر پر روانہ ہو رہے تھے تو میں نے اہلیہ محترمہ کو مشورہ دیا تھا کہ آپ کی عبایا نہ کالے رنگ کا ہو اور نہ ہی کسی عام رنگ کا ہو تا کہ ہجومِ بیکراں میں آپ کو پہچاننے میں آسانی ہو اس لیے میں دور سے ہی پہچان لیتا تھا اس طرح ہمارا طواف مکمل ہوا۔

صفا مروہ اور آب زم زم پر ہم اکٹھے ہوتے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے دعائیں کرنے میں اپنی اہلیہ کی رہنمائی میں وہ میری رہنمائی میں سعی کرتے جاتے البتہ اہلیہ کو تمام دعائیں زبانی یاد تھیں وہ پہلے جملہ ادا کرتیں پھر میں ادا کرتا جیسے ایک مہربان شفیق استاد اپنے نالائق شاگرد کو بار بار جملے یاد کرواتا ہے۔ اس کی غلطیاں درست کر

Scanned with CamScanner

کے جملے دوبارہ ادا کرنے کا کہتا ہے اسی طرح میری اہلیہ محترمہ نے میری رہنمائی فرمائی اور میں کامیاب ہوا۔اس احسانِ عظیم کے لیے میں بے حد احسان مند ہوں اور جیتے جی رہوں گا اور اس طرح ہمارا عمرہ مکمل ہوا۔

ایک عمرہ مکمل کرنے کے بعد ہم سب یعنی کہ فاروق بھائی ان کی اہلیہ میں اور میری اہلیہ واپس ہوٹل اپنے اپنے کمرے میں چلے آئے نمازِ عصر مغرب اور عشا حرم پاک میں ادا کر چکے تھے اس لیے جلد ہی نیند کی آغوش میں چلے گئے۔ہمارا ہوٹل Intercontinentel Dar Al Tawhid- Makkah حرم پاک سے صرف دو منٹ کی دوری پر تھا جبکہ اگر کھڑکیوں کے کرٹن ہٹا دیتے تو خانہ کعبہ ہمارے سامنے ہوتا۔تمام رات نیند میں غرق رہے کچھ ہوش نہ رہا تھا۔گہری نیند میں ہونے کے باوجود جب موذنِ حرم پاک نے فلاح پانے کی تکرار کی اور حضرت عمرؓ کا آذان میں شامل کیا گیا یہ جملہ کہ نماز نیند سے بہتر ہے بہت سُر کے ساتھ ادا کیا تو میں ایک ہی جھٹکے کے ساتھ بے حد آرام دہ بستر چھوڑ کر واش روم کی طرف بھاگا۔باوضو ہو کر ابھی ہم اپنے کمرے سے باہر راہداری میں ہی تھے کہ فاروق بھائی کے کمرے کا دروازہ کھلا اور وہ بھی اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ حرم پاک نماز فجر کے لیے جا رہے تھے ہم سب اکٹھے ہی حرم پاک میں داخل ہوئے اور نماز فجر عین مقامِ ابراہیم کے سامنے ادا کی یہ ہماری خوش قسمتی تھی کہ وہاں جگہ مل گئی۔

نماز کے بعد ہوٹل واپس آ گئے ناشتہ ہمارے پیکیج کا حصہ تھا ناشتہ کیا تھا ان گنت اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تھیں جو اللہ کے مہمانوں کو پیش کی گئیں میں گن کر بھی نہیں بتا سکتا کہ ناشتے میں کون کون سے آئٹم تھے بے شمار تھے Oriental Food، Continental Food اور عربی کلچر کے مطابق نہ جانے کون کون سے آئٹم تھے۔ایک ایک چیج بھی ہر ڈش سے لیں تو تمام ڈشوں کو نہیں چکھ سکتے تھے نمازِ ظہر تک ہم دیگر مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کے لیے اپنے ایک دوست کے ہمراہ چلے گئے میرا ایک دوست جو کہ وہاں حرم پاک میں بچوں کو قرآن پاک تفسیر کے ساتھ پڑھاتا تھا جب میں نے اس کو فون کر کے اپنے آنے کی اطلاع دی تو وہ وقتِ مقررہ پر اپنی کار لے کر آ گیا اور ہمیں زیارات پر لے گیا۔یہ حضرت بہت اچھا گائیڈ ثابت ہوا۔اس کی راہنمائی میں کوئی بھی سوال تشنہ طلب نہ رہا خاص طور پر میری اہلیہ محترمہ جو کہ تاریخ اور اسلامیات کی طالب علم رہی ہیں، نے بہت سوالات کیے جن کے حضرت نے بہت مدلل جوابات دیے۔ظہر تک ہم حرم پاک واپس آ گئے اور نماز عصر تک حرم پاک میں ہی رہے عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد مغرب تک آرام کے لیے اپنے اپنے کمرے میں واپس آ گئے۔اہلیہ محترمہ کے ساتھ طے پا گیا تھا وہ اپنے والدِ محترم کا عمرہ کریں گی اور میں اپنے والدِ محترم کا عمرہ بدل کرونگا لہٰذا ہم عمرہ کے لیے تیار ہو کر ٹیکسی میں مسجد حضرت عائشہ صدیقہؓ گئے دو نفل نیت عمرہ ادا کرنے کے لیے حرم پاک میں جب داخل ہوئے تو مغرب کی اذان ہو رہی تھی

Scanned with CamScanner

موذنِ حرم پاک نماز کے لیے بلا رہے تھے اور فلاح پانے کی دعوت بھی دے رہے تھے نماز ادا کرتے ہی عمرہ کے لیے طواف شروع ہو گیا جب تک عمرہ کے تمام رکن پورے ہوئے عشاء کی اذان ہو گئی نماز ادا کرنے کے بعد میں نے اہلیہ محترمہ سے پوچھا کہ دم خم باقی ہے یا کمرے میں واپس چلیں۔ وہ بولیں میں نے اپنی والدہ ماجدہ کا عمرہ کرنا ہے۔

(جن کا انتقال اُس وقت چند ماہ پہلے ہی ہوا تھا)

میں نے دوبارہ انہیں باور کرانے کی کوشش کی کہ ایسا نہ ہو کہ آپ کی تکلیف کی شدت میں اضافہ ہو جائے کیونکہ کھانا وغیرہ نہ کھانے کے برابر تھا وہ ٹرنت بولیں کہ جو مرضی ہو جائے میں نے اپنی والدہ ماجدہ کا عمرہ ضرور کرنا ہے میں نے کہا آئیں بسم اللہ کرتے ہیں آپ اپنی والدہ ماجدہ کا عمرہ کریں میں اپنی اماں جان کا عمرہ کرتا ہوں وہ بہت خوش ہوئیں اور ایک نظرِ التفات ڈالتی ہوئیں میرا ہاتھ پکڑ کر خانہ کعبہ کے باہر ٹیکسی اسٹینڈ تک لائیں اور ہم دونوں مسجد عائشہ صدیقہؓ جا کر نفل ادا کرنے لگے اور عمرہ کی نیت کر کے واپس حرم پاک آ کر طوافِ کعبہ میں مشغول ہو گئے۔ اس کے بعد سعی مکمل کرنے کے بعد ایک طرف بیٹھے اپنے سانس درست کر رہے تھے کہ میری نظر چند ملائشین خواتین پر پڑی جو ایک طرف بیٹھیں ایک قینچی سے ایک دوسرے کی زُلف کاٹ رہی تھیں۔ میں نے ان کو درخواست کی اور اہلیہ محترمہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے زُلف کاٹنے کا اشارہ کیا جبکہ اہلیہ محترمہ تذبذب میں مبتلا نظر آئیں ان میں سے ایک خاتون اٹھی اور بہت عزت اور پیار سے میری اہلیہ کو اپنے جُھرمٹ میں لے گئی اور زُلف کی ایک چھوٹی سی لٹ کاٹ دی ہم دونوں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور آبِ زمزم پینے بیٹھ گئے۔ آبِ زمزم پیتے ہوئے میں نے پھر پوچھا ہوٹل چلیں یا ابھی دم خم باقی ہے وہ بولیں آپ بار بار سوال کر کے مجھے کمزور نہ کریں مجھے ابھی اپنے بھائی مرحوم کا عمرہ کرنا ہے۔ کیا ہم اس مقدس ترین جگہ پر سونے کے لیے آئے ہیں میں نے کہا آؤ پھر مسجد حضرت عائشہ صدیقہؓ چلتے ہیں۔ ہم دونوں پھر روانہ ہو گئے نفل ادا کیے اور طواف کعبہ شروع کر دیا۔ تمام مراحل طے کرتے ہوئے جب فارغ ہوئے تو میں نے حسبِ عادت پھر اہلیہ کی طرف دیکھا تو وہ بولیں میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بالکل ٹھیک ہوں اور مجھے ذرا برابر بھی تھکاوٹ نہیں ہے اپنے کسی بزرگ کا نام لے کر بولیں ان کا عمرہ کرونگی میں نے کہا ٹھیک ہے۔ میں اپنے دادا جان کا عمرہ کرتا ہوں اور ہم پھر دوبارہ تمام مراحل سے گزرتے ہوئے عمرہ مکمل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ کامران ہوئے یا نہیں یہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی جانتی ہے مگر یقین کامل ایمان کامل ہوتا ہے ابھی ہم سعی کر کے آبِ زم زم نوش کر رہے تھے کہ محترمہ بولیں بھوک لگی ہے۔ خود میرا اپنا بھی یہ ہی خیال تھا میں نے کہا آؤ حرم پاک سے باہر چلتے ہیں کچھ نہ کچھ تو کھانے کے لیے مل جائے گا۔

Scanned with CamScanner

ابھی ہم صفا مروہ کی پہاڑیوں کی باقیات کے پاس ہی پہنچے تھے کہ میں نے دیکھا میری دائیں طرف ایک عربی بیٹھا ہوا ہے اور بڑے سے رومال میں سے کچھ نکال کر سعی کرنے والوں میں تقسیم کر رہا ہے میں نے راستہ بدلنے کی کوشش کی تو مجھے نہیں معلوم کہ کس طرح ہوا میں نے اپنے آپ کو اس کے سامنے کھڑے ہوئے پایا۔ اس نے میرا ہاتھ زور سے پکڑا اور ایک کھجور جس میں گٹھلی نہ تھی اور اس کا سائز بھی کم از کم چھوٹے کریلے جتنا تھا۔ تھما دی جسے میں نے نہ چاہتے ہوئے شرماتے ہوئے یا مجبوراً اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھا۔ ابھی میں اس کھجور کو دیکھ ہی رہا تھا کہ اس نے ایک اور کھجور مجھے دی ماحول کی پاکیزگی جاہ وجلال مالک وخالق کا گھر پھر کیوں نہ رازق اپنے مہمانوں کی تواضع کا بندوبست کرتا یہ خیال آتے ہی میری جھوٹی انا کو جو ٹھیس پہنچی تھی وہ بدریج کم ہونے لگی میں نے دونوں بڑی بڑی کھجوریں اپنے ہاتھوں میں مضبوطی سے تھامے ہوئے تھیں اور میری نظریں اپنی اہلیہ کو تلاش کر رہی تھیں جو کہ صفا مروہ پہاڑی کے کنارے پر بیٹھی میرا انتظار کر رہی تھی میری دماغی اکڑ جو کہ جھوٹی انا سے بھرپور تھی اس مقدس جگہ پر اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آئی مجھے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کچھ لہریں میرے سر سے ٹکرا کر میرے دماغ میں وہ سین مجھے دکھا رہی تھیں جب میں تقریباً 10 سال کا تھا اور جامع مسجد بہاولپور میں چھپا ہوا تھا ایک شیطان صفت، ایک انسان نما بھیڑیا آپ جو بھی اس قماش کے آدمی کو نام دے لیں وہ ناکافی ہے لیکن آج کی دنیا اس کو ڈاکٹر قدیر احمد کے نام سے جانتی ہے اس کے ڈر اور خوف کی وجہ سے میں مسجد کے کونوں کھدروں میں چھپ کر وقت گزار رہا تھا۔ مسجد میں ایک تو مجھے پانی میسر تھا دوسرا جب میں محسوس کرتا کہ مجھے اس شیطان سے خطرہ ہے کیونکہ مجھے تلاش کرنے کبھی کبھی ضرور مسجد کا چکر لگا لیتا تھا کبھی مجھے اس وقت کے حالات کے مطابق وہم بھی ہو جاتا تھا تو میں مسجد کی بیسمنٹ میں چلا جاتا جہاں صرف خواتین باجماعت نماز ادا کرنے تشریف لاتیں تھیں۔ وہاں پر یہ خبیث داخل نہ ہو سکتا تھا میری دلچسپی کا ایک اور سامان بھی اس جگہ پر موجود تھا جو کہ میرے لیے بہت دلچسپی کا موجب تھا ممکن ہے قارئین کرام کے لیے بھی ہو وہ یہ کہ جب مسجد کا پراجیکٹ شروع کیا گیا تو نواب آف بہاولپور نے نہ صرف دنیا بھر سے سنگِ مرمر، آگرہ کا پتھر، گرے نائٹ اور دیگر ہر قسم کے پتھر منگوائے بلکہ پتھر کی بڑی بڑی سِلوں کو کاٹ کر ضرورت کے مطابق ان کو پلیٹوں اور ٹائلز کی شکل دینے کے لیے ہر قسم کی مشینری بھی منگوا کر پرانی غلہ منڈی عقب جامع مسجد کے دائیں طرف نصب کروائی تاکہ ہر قسم کی ضرورت اس فیکٹری سے ہی پوری کی جائے بھارت کے شہر آگرہ سے خاص طور پر اور دیگر شہر جو کہ پتھر کی کٹائی اس پر کندہ کاری اور نقش نگاری کے لیے دنیا بھر میں مغلیہ دور سے مشہور چلے آ رہے تھے وہاں سے بڑی بڑی مراعات کے عوض کاریگر آرٹسٹ بھی منگوائے جنہوں نے نسل در نسل اپنی زندگیاں بہاولپور کی جامع مسجد کو نہایت دیدہ زیب بنانے میں گزار دیں آج بہاولپور کی ماربل مارکیٹ میں

Scanned with CamScanner

جتنے لوگ بھی اس کاروبار سے وابستہ ہیں وہ سب بھارت سے لائے گئے ۔ کاریگروں کی اولاد ہیں ۔ جب پتھر کاٹنے کی مشینیں چلتی تو ایک بے ہنگم سا شور بھی پیدا ہوتا میں گھنٹوں ان مشینوں کو کام کرتے دیکھتا جو پتھر کی بڑی بڑی چٹانوں کو کاٹ کر ٹائلوں کی شکل دیتی تھیں اور پھر آرٹسٹ ان پر نقش ونگار بناتے تھے یہاں سے قیمتی پتھر اور ٹائلیں چوری کر کے ماڈل اے کی زیرِ تعمیر کوٹھیوں کے لیے فروخت کیا جا رہا ہے کس کس کی کوٹھی میں لگا ہوا ہے وہ بھی بتایا جا سکتا ہے ۔ مگر چلو (مٹی پاؤ) اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں تو صرف جامع مسجد میں چھپنے کی وجہ تسمیہ بتا رہا تھا ۔ مسجد میں چھپے ہوئے مجھے آج تیسرا روز تھا جامع مسجد بہاولپور کا ایک دروازہ اُس وقت چوک بازار کی طرف بھی تھا اور بہت ساری سیڑھیاں چڑھ کر مسجد میں داخل ہونا پڑتا تھا جبکہ سیڑھیوں کے عین سامنے ایک کھجور فروش کی اوپن دکان تھی اس وقت ایک صد سے بھی زیادہ نسل کی کھجور اس کے پاس برائے فروخت ہوتی تھی چھوٹی چھوٹی گول سپاٹ ٹوکریوں میں کھجوریں سجائی جاتیں اگر آپ ہر چھبی میں سے صرف ایک کھجور لے کر کھائیں تو آپ تمام نسل کی کھجور نہیں چکھ سکتے تھے کیونکہ پانچ دس کھجوریں کھانے کے بعد ہی کھانے کی طلب نہ رہتی تھی مسجد کی بالکونی میں ریلنگ لگی ہوئی تھی اور وہاں پر میں اپنے جیسے لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ میری نظر باہر بازار کی طرف کھجور والے پر پڑی جہاں قدیر کھڑا اس کھجور والے دکاندار سے باتیں کر رہا تھا غالباً ہاتھ کے اشارے سے میرا قد کاٹ اور چہرے بشرے کی پہچان بتا کر میرے بارے میں پوچھ رہا تھا بس پھر کیا تھا میں دیگر لڑکوں سمیت عورتوں کی مسجد میں چلا گیا اس وقت ہم سب اس کو عورتوں کی مسجد ہی کہتے تھے اور جاتے ہی ہم سب نے مسجد کی صفائی شروع کر دی جبکہ مسجد کی صفائی پر ایک بوڑھی سی عورت مقرر تھی وہ ہمیں دعائیں دیتی کہ بچے میری مدد ثواب کمانے کی نیت سے کر رہے ہیں اس لیے وہ ہمیں کبھی بھی ادھر آنے سے نہ روکتی تھی اس بے چاری کو کیا پتہ تھا کہ میں تو ایک شیطان کی وجہ سے عورتوں کی مسجد میں پناہ لیے ہوئے تھا یہ تو صرف تمہید تھی اب اصل واقعہ کی طرف آتا ہوں ۔ جو کہ جھوٹی اَنا سے شروع ہوا تھا اور مقدس جگہ میں ہونے کی وجہ سے قدرت نے میرے دل و دماغ کو جھنجوڑ کر مجھے احساس دلایا کہ تم اپنا وہ وقت یاد کرو جب تم بھوک سے تڑپ رہے تھے اور تمہارے لیے رزق فراہم کیا گیا تھا واقعہ کچھ اس طرح تھا کہ میں جامع مسجد میں چھپا ہوا تھا اور تین روز سے صرف پانی پر گزارہ تھا جب کھجور والا رات کو چلا جاتا تو میں نیچے جا کر اس جگہ سے کھجوریں تلاش کرتا جو چند کھجوریں میسر آتیں وہ کھا کر مسجد کی ٹوٹیوں سے پانی پی لیتا آخر کب تک بمشکل تین دن ہی گزار سکا اور غشی سی محسوس ہونے لگی بڑی مشکل سے سیڑھیاں طے کرتا ہوا نیچے بازار میں اتر آیا اور کھجور والے کی نظر بچا کر بائیں طرف والی گلی جو کہ محلہ باغ ماہی کی طرف جاتی تھی چل پڑا دن کے ایک بجے کا ٹائم ہوگا قدم اگر دائیں طرف کرتا تو اسی طرف جھول جاتا اگر سیدھا چلنے کی کوشش کرتا تو آنکھوں کے آگے

Scanned with CamScanner

اندھیرا چھا جاتا بس کسی وقت بھی میں گلی میں بے ہوش ہو کر گر سکتا تھا چند قدم اور چلا تو گلی کی دیوار کا سہارا لینا پڑا دماغ میں خیال آیا کہ ادریس اللہ کی طرف سے تمہاری قسمت میں گلی میں گر کر بے وارث مرنا ہے اس کشمکش میں گلی میں کھلے ایک گھر کے دروازے تک پہنچ گیا سوچ یہ رہا تھا کہ گلی میں گر گیا تو لوگ تماشا دیکھیں گے۔

بے اختیاری کیفیت میں گھر میں داخل ہو گیا بس اتنا یاد ہے اس کے بعد کچھ ہوش نہ رہا صرف دھندلا سا یاد ہے کہ ایک نوجوان لڑکی نے مجھے گرتے کو دیکھ کر ابا ابا کہتے ہوئے شور مچا دیا۔ اس کے بعد جب مجھے ہوش آیا تو ایک بوڑھی عورت مجھے ہاتھ کے پنکھے سے ہوا دے رہی تھی دودھ اور شہد میرے منہ میں ٹپکایا گیا تھا جس کی وجہ سے کچھ تقویت ملی۔ وہ پیار محبت اور احساس کرنے کا زمانہ تھا ہوش میں آتے ہی میں شرمسار سا ہو کر ہونقوں کی طرح اپنے چاروں طرف دیکھ رہا تھا اتنے میں لڑکی ایک چھبی میں تندور کی دو روٹیاں اور آلو کا سالن میرے سامنے رکھ گئی۔ غالباً جب میں ان کے گھر میں داخل ہوا تھا تو اس وقت وہ تندور پر روٹیاں ہی لگا رہی تھی مجھے گر کر بیہوش ہوتا دیکھ کر اس نے ابا ابا کا شور مچا کر گھر والوں کو اکٹھا کر لیا تھا جنہوں نے مجھے زمین سے اٹھا کر کچے سے برآمدے میں پڑی ایک چارپائی پر لٹا دیا کوئی پانی کے چھینٹے میرے چہرے پر مار رہا تھا بزرگ عورت دودھ اور شہد میرے منہ میں ٹپکا رہی تھی اور ساتھ ساتھ ہاتھ سے پنکھا بھی ہلا رہی تھی سب کچھ مجھے ہوش میں آنے کے بعد پتہ چلا کچھ تو ماحول دیکھ کر اندازہ ہوا کچھ برتن میں بچا ہوا میٹریل دیکھ کر اندازہ جو دو چار گھونٹ بچے ہوئے تھے وہ میں غٹا غٹ ندیدہ بچے کی طرح پی گیا اور کسی طرف دیکھے بغیر روٹی اور آلو کا سالن کھانا شروع کر دیا اور چٹ کر گیا۔ جب خواتین نے دیکھا کہ میں نہ جانے کب سے بھوکا ہوں تو انہوں نے اشاروں کنایوں میں ایک دوسری سے مشورہ کرنے کے بعد بزرگ عورت کی اجازت سے ایک روٹی اور ایک چھوٹی سی رکابی میں گھی شکر لا کر میرے سامنے رکھ دی میں وہ بھی چٹ کر گیا اب مجھ میں حوصلہ دوبارہ عود کر آ گیا زندگی میں آئندہ جب بھی اس گلی اس مکان کے سامنے سے میرا گزر ہوا میں نے مکان کو سلام کرنے اور ان لوگوں کی رحم دلی اور سخاوت کے بدلے میں ان کو دعائیں دینے میں آج تک کبھی گریز نہ کیا اور نہ ہی آئندہ کروں گا۔

یہ تمام واقعہ قدرتی طور پر ایک برقی لہر کی طرح میرے ذہن پر سوار ہو کر مجھے میری کہانی یاد کرا رہا تھا اور مجھے باور کرا رہا تھا کہ اس مقدس ترین جگہ تمہاری اپنی کوئی حیثیت نہیں ہے ہاں تم اللہ کے مہمان ہو یہ من وسلویٰ مالک خالق رازق نے تمہارے لیے بھیجا ہے ہم دونوں نے بڑے اطمینان سے صفا مروہ کی پہاڑی کے کنارے پر بیٹھ کر نوشِ جان کیا پھر آب زمزم سیر ہو کر پیا۔ اتنے میں صبح کی اذان بلند ہونا شروع ہو گئی۔ موذن حرم پاک نماز کے لیے بلا رہا تھا۔ نماز ادا کرنے کے بعد کچھ دیر نفلی طواف کیا ایک لمحے کو میری نظر اپنی اہلیہ کی طرف اُٹھی جو مجھ سے دو قدم

Scanned with CamScanner

آگے بہت ہی خشوع وخضوع سے تیز تیز چلتے ہوئے تلبیہ ادا کرتے ہوئے وجد کی کیفیت میں اپنے مالک کو پکارتی ہوئی چلی جا رہی تھیں۔ شادی والے دن سے لے کر آج تک یعنی کہ چالیس پنتالیس سال کی میری نادانیاں و نافرمانیاں، زیادتیاں اور بے ایمانیاں پریشان اور بے چین ہوگیا کیونکہ اس کے پُرنور چہرے پر ایک ہالہ اُس کے خوبصورت، خوب سیرت اور صابر ہونے کی گواہی دے رہا تھا اس کی وفاداری سادگی اور معاف کر دینے کی صفت بے مثال تھی مجھے وجد کی کیفیت نے مجبور کر دیا کہ میں اپنی غمگسار رفیق حیات اور جو میری کل کائنات ہے سے معافی مانگوں یہ خیال جیسے ہی میرے دل و دماغ میں سمایا ساتھ ہی بجلی کی کڑک کی طرح وہ ہی جھوٹی انا آڑے آنے لگی۔ شرم نے کج فہمی نے اکڑفوں نے حاوی ہونا شروع کر دیا اس سے پیشتر کہ میں ہار جاتا ایک روحانی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔ ادریس اب یا پھر کبھی نہیں موقع ہے اللہ تعالیٰ کے گھر کی بہت برکتیں ہیں۔ سمیٹ لو جیون ساتھی سے معافی مانگ لو میں برقی رو کی طرح تڑپا اور اپنی اہلیہ کو پکڑ کر اس کا چہرہ خانہ کعبہ کی طرف کرتے ہوئے بے حد مشکل سے صرف اتنا ہی کہہ پایا کہ بلقیس آپ مجھے اس اللہ کے گھر کے صدقے معاف کر دو بس اس سے زیادہ میں کچھ نہ کہہ سکا کیونکہ آنکھوں سے قطروں کی رم جھم شروع ہو چکی تھی میری آواز اور الفاظ گلے میں پھنس چکے تھے۔ کچھ کہنے کی کوشش کرتا تو تو کہہ نہ پاتا میں اپنی بلقیس کے آگے ہاتھ باندھ کر معافی کا خواستگار ہوا پہلے تو یہ بھولی بھالی خاتونِ خانہ سمجھ ہی نہ پائی کہ میں کیا چاہتا ہوں جب اس کو صورتِ حال اور میری خواہش معافی کا اندازہ ہوا تو اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے میرے بندھے ہوئے ہاتھ کھولے اور میرا چہرہ جو کہ تر بتر ہو چکا تھا۔ صاف کیا اور مجھے مقام ابراہیم کے پاس لے کر بیٹھ گئی میری حوصلہ افزائی بھی کی اور مجھے کہا کہ میں نے تو آپ کے متعلق کبھی سوچا بھی نہیں کہ آپ میرے گناہ گار ہیں۔ اپنے دل میں ایسے خیالات مت لائیں۔ اب ہم دونوں تھک چکے تھے ہوٹل واپس آ گئے ابھی راہ داری میں ہی تھے کہ فاروق بھائی بہت پریشانی کے عالم میں آتے دکھائی دیے۔ ہمیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنے لگے۔ ناراض بھی ہوئے کہ رات کو بار بار اٹھ کر آپ کا کمرہ چیک کرتا رہا ہوں اب پریشان ہو کر پولیس اسٹیشن جا رہا تھا آج ہم نے احرام کھول دیے غسل کے بعد ڈائننگ ہال میں ناشتہ کیا اور آ کر ایسا سوئے کہ ہوش تک نہ رہا۔ نماز ظہر کے بعد جب ہم حرم پاک سے واپس کمرے کی طرف آ رہے تھے تو فاروق بھائی نے میرا ماتھا چوم لیا اور کہا ادریس بھائی میں آپ کو مذہبی افکار میں ایسا راسخ العقیدہ تو ہرگز نہیں سمجھتا تھا آپ نے تو میرے خیالات اور اندازے سب غلط کر دیے ہیں اب ہم مدینہ شریف جانے کی تیاری میں تھے۔ لیکن پہلے کچھ اعزاز بھری یادیں پھر ایک حسرت و یاس بھری یاد جو کہ میری زندگی کی تلخ و شیریں حسین و سنگین یادوں پر بھاری ہے میں اور فاروق بھائی حرم پاک میں نماز اکٹھے اور ساتھ ساتھ ادا کرتے تھے۔ نماز ادا کرنے کے بعد وہ مجھے کہتے

Scanned with CamScanner

حاجی مجھے پانی پلاؤ (اب یہ بات چیت اور تکرار ٹوٹی پھوٹی عربی زبان میں ہوتی تھی اور ہر نماز کے بعد ضرور ہوتی تھی) لباس بھی ہم دونوں نے عربی توپ پہنی ہوئی ہوتی تھی میں فوراً سوال کرتا کہ آپ ٹھنڈا آبِ زم زم نوش کرنا پسند کریں گے یا موسم کے ٹمپریچر کے مطابق وہ فوراً جواب دیتے ففٹی ففٹی اور میں گلاس میں دونوں قسم کا پانی ملا کر ان کو پیش کرتا جو وہ جزاک اللہ کہتے ہوئے پی جاتے۔ یہ ہمارا آپس کا پیار محبت بھی تھا اور ثواب لینے کا ذریعہ بھی تھا ہر نماز کے بعد یہ کام ضرور ہوتا مدینہ شریف میں بھی یہ ہی روٹین رہا اور آخری دن تک رہا۔ اب کچھ آبِ زم زم کے بارے میں۔

ہزاروں برس سے جاری چشمہ آبِ زم زم ایک زندہ معجزہ ہے رسولِ اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ ''زم زم جس مقصد کے لیے بھی پیا جائے وہ ضرور پورا ہوگا'' سعودی عرب کی سرزمین ایسی مقدس سرزمین ہے جہاں پر اللہ تعالیٰ کا گھر بیت اللہ (خانہ کعبہ) موجود ہے یہاں پر ہی ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ نے ہجرت سے پہلے کا عرصہ گزارہ۔ سر زمین عرب پر جہاں اور بہت سارے مقدس مقامات ہیں وہیں پر آبِ زمزم کا چشمہ بھی ہے جو ہزاروں برس سے جاری وساری ہے اور اس کا پانی کبھی کم نہیں ہوا۔ آبِ زم زم ایک لطیف وشیریں، خوش ذائقہ، زود ہضم، بے حد برکت اور فضیلت والا پانی ہے۔ جسے دنیا جہان کے پانیوں پر برتری اور فوقیت حاصل ہے۔ ابتدا میں جب اس مقدس پانی کا ظہور ہوا تو اس میں سے گنگناہٹ کی آواز آتی تھی اسی سبب سے اس کا نام زم زم ہے۔ امام نوریؒ لکھتے ہیں کہ پانی کی بے حد کثرت اور بہتات کے باعث اسے زمزم کہا جاتا ہے کیونکہ زم زم اور زمازم صرف اسی وقت کہا جاتا ہے جب پانی کی بہتات ہو۔

آبِ زمزم وہ ہی چشمہ حیات ہے جس نے سیدہ ہاجرہؓ کے قلب مغموم کو راحت کی نوید سے نوازا بلکتے اور تڑپتے ہوئے ایک جان بلب معصوم شیر خوار کو پیغام مسیحا دیا۔ یہ روح الامین کی بندہ نوازی کا کرشمہ ہے جو ہزاروں برس سے آج تک فرزندانِ توحید کو سیراب کر رہا ہے۔ سیدنا جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جس آدمی نے کعبہ کا طواف سات چکر لگا کر پورا کیا پھر مقامِ ابراہیم پر دو نفل پڑھے اور آبِ زمزم پیا تو اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ حضور نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ زم زم سے مومن کا پیٹ بھر جائے گا اور منافق کا پیٹ نہیں بھرے گا۔ گویا یہ ایمان اور نفاق کی علامت ہے۔ نبی کریمؐ کا ایک اور ارشادِ مبارک بھی ہے کہ آبِ زم زم ہر بیماری کے لیے شفا ہے۔ نبی کریمؐ نے فرمایا یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا چشمہ ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پانی پلایا تھا۔ مزید یہ کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا بخار جہنم کی گرمی میں سے ہے لہٰذا اُسے آبِ زم زم سے ٹھنڈا کرو مزید آپؐ نے فرمایا کہ پانچ چیزوں کو دیکھنا بھی

Scanned with CamScanner

عبادت ہے(1) قرآن پاک (2) کعبہ شریف (3) والدین (4) عالم کا چہرہ (5) اور زم زم جس کے دیکھنے سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ مفتی ابراہیم جو یمن کے علماء میں سے تھے فرماتے ہیں ایک بیماری جس کو پیٹ میں پانی بھر جانا کہتے ہیں کا شافی علاج آبِ زمزم ہے۔ علامہ تاج الدینؒ نے طبقات میں لکھا ہے کہ جب علامہ محمد ابن اسحاق سے دریافت کیا گیا اس قدر علم آپ نے کہاں سے حاصل کیا؟ علامہ نے فرمایا کہ حضورؐ کا فرمان ہے کہ آبِ زمزم جس مقصد کے لیے پیا جائے وہ پورا ہو جاتا ہے بنا بریں جب میں نے آبِ زم زم نوش کیا تو علمِ نافع کی دعا مانگی جسے اللہ تعالیٰ نے پورا فرما دیا۔

عام طور پر سُنت یہ ہے کہ پانی بیٹھ کر پیا جائے مگر آبِ زمزم کھڑے ہو کر پینا سنت ہے۔ سیدنا علی المرتضیٰؓ سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضورؐ کو زم زم کے کنویں کا ڈول پیش کیا گیا تو آپؐ نے اس سے وضو فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا حضرت نبی کریمؐ آبِ زم زم کھڑے ہو کر نوش فرما رہے ہیں۔ ایک دوسری روایت میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ ہم حضورِ اقدسؐ کے ہمراہ چاہِ زمزم پر آئے آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ پانی کا ڈول نکالو میں نے کنویں سے پانی نکال کر ڈول منڈیر پر رکھ دیا۔ حضور نے بسم اللہ پڑھ کر ڈول اٹھایا اور ڈول سے منہ لگا کر خوب پانی پیا۔ پھر سر مبارک اٹھایا اور الحمد للہ کہا اور اس طرح تین بار کیا ہر بار بسم اللہ اور الحمد للہ کہا۔ پھر ارشاد فرمایا ہمارے اور منافق کے درمیان یہ ہی فرق ہے کہ اس کا پیٹ نہیں بھرتا۔

جب حرم پاک میں مناسک ادا کرتے ہوئے یہ کہا جاتا ہے کہ ''اے اللہ میں حاضر ہوں'' تو یہ حاضری گناہوں کو ایسے مٹا دیتی ہے جیسے آگ کی بھٹی لوہے کے زنگ کو باقی مخلوق اور خالق کا معاملہ ہے اس کی دعا میں کتنا خلوص اور یقین ہے اور خالق کی رحمت ہے جس کا کوئی نہ حساب ہے اور نہ ہی کوئی پیمانہ ہے بے حساب رحمتوں کو نہ تو ناپا جا سکتا ہے نہ ہی شمار کیا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جب تم احرام میں داخل ہو چکو تو حج ہو یا عمرہ تم لازماً اس کو پورا کرو (البقرہ 491)

رسول اللہؐ نے مزید فرمایا ایک عمرہ کرنے کے بعد دوسرا عمرہ کرنا گناہ معاف ہونے کا سبب بنتا ہے اور اس کا بدل جنت کے سوا کچھ نہیں (البخاری)

ترجمہ: سورۃ آل عمران (79.69:3) میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ بے شک سب سے پہلی عبادت گاہ جو انسانوں کے لیے تعمیر ہوئی وہی ہے جو مکہ میں واقع ہے اس کو خیر و برکت دی گئی تھی اور تمام جہان والوں کے لیے مرکز ہدایت بنایا گیا تھا اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں۔

Scanned with CamScanner

ان آیات میں سب سے نمایاں اخلاص، محبت اور اطاعت و وفا کے وہ نقوش ہیں جو اس گھر کے ایک ایک پتھر پر اور اس کے جوار میں ایک ایک چپے پر سلسلہ رُشد ہدایت کے امامِ اولین حضرت ابراہیمؑ نے اللہ کی راہ میں اپنے مقام عالی سے ثبت کیے ہیں۔ انہوں نے ربِ واحد کی بندگی کی خاطر وطن چھوڑنے کے بعد اپنی بیوی اور شیر خوار بچے کو اس گھر کے جوار میں لا بسایا انہوں نے اپنے دستِ مبارک سے اس گھر کی دیواریں تعمیر کیں، انہوں نے اس گھر کی زیارت کے لیے مشرق و مغرب کو پکارا۔ انہوں نے اس گھر کو طواف، اعتکاف، قیام رکوع و سجود کا مرکز بنایا یہیں پر انہوں نے بارگاہِ محبوب میں اپنے بیٹے کی قربانی پیش کی۔

سورۃ الحج (87.22) ترجمہ:

قائم ہو جاؤ اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر اللہ نے پہلے بھی تمہارا نام مسلم رکھا تھا۔

مزید سورۃ آل عمران (79.3) میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ترجمہ کہ ''اور اس کا حال یہ ہے کہ جو اس میں داخل ہوا مامون ہو گیا۔''

مکہ کی بے آب و گیاہ وادی میں یہ اللہ کا گھر جس شان و شوکت پاکیزگی، نور ہی نور میں گھرا ہوا تھا وہ بیان سے باہر ہے ابھی اس کی تعریف لکھنے کے لیے حروفِ تہجی ایجاد ہونا باقی ہیں۔ ہمارے سمیت عشاقِ بے تاب کا ہجوم بے پناہ دنیا کے گوشے گوشے سے پروانہ وار جمع تھے اور مزید ہو رہے تھے۔ اس گھر کے ایک طرف زم زم رواں دواں ہے جو کم و بیش چار ہزار سال سے پیاسوں کی پیاس بجھا رہا ہے اور انشاءاللہ قیامت تک بجھاتا رہے گا لیکن مجھے نہایت افسوس سے یہ حقیقت لکھنی پڑ رہی ہے کہ آج 16 رمضان المبارک ہے اور آج فتح مکہ کا دن ہے۔ بے حد خاموشی سے یہ اہم دن بھی گزر رہا ہے اور حسبِ سابق گزر جائے گا مگر ہماری نوجوان نسل کو Valentine کے دن کا تو پتہ ہے اس دن وہ گلاب کے پھول ہاتھوں میں لیے قیس بنے پھرتے ہیں۔

اور نوجوانوں کو کچھ پتہ ہیں کہ Valentine Day کی حقیقت کتنی شرمناک ہے اس کا ہمارے مذہب، معاشرے اور خاندانی روایات سے دور تک کوئی تعلق واسطہ نہیں ہے اور نہ ہی تہذیب سے کوئی تعلق ہے خود جن اقوام نے اس کو ہماری تہذیب میں درآمد "Export" کیا ہے۔ انہوں نے تو اس کو پھانسی دے دی تھی خیر اس کی ناپاک تفصیل میرا موضوع نہیں ہے۔ بلکہ میں اپنے نوجوان بچوں کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ 16 رمضان المبارک فتح مکہ کا دن ہے۔ پوری دنیا کے غیر مسلم اس کو ایک عظیم کامیابی قرار دیتے ہیں۔ جو کہ ہمارے پیارے آقا حضرت محمد ﷺ نے بہت تکالیف کے بعد حاصل کی تھی اور یہ دن ہمارے ملک میں خاموشی سے گزر جاتا ہے جبکہ غیر اقوام کا دن ہم پاگلوں کی طرح اچھل کود کر کے اپنی Frustration (مایوسی) دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس اہم دن کا

Scanned with CamScanner

خیال نہ جانے ہمارے علما حضرات کو کب آئے گا جبکہ مسالک کی دلدل میں غرق ان علما کو چاہیے۔16 رمضان المبارک سے پہلے ہی نوجوان نسل کو اس دن کی اہمیت سے آگاہ کریں اور ہر مسجد اور ہر گھر میں درود شریف کی محفل ہونی چاہیے۔اللہ تعالیٰ ہم ب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ثمہ آمین آج خانہ کعبہ میں اپنی اہلیہ سمیت عبادت میں وقت گزرا۔آج اہلیہ محترمہ کی طبیعت کچھ ناساز تھی کھانا پینا نہ ہونے کے برابر تھا۔چہرہ بھی اترا ہوا تھا۔شوخی اور حسِ مزاح بھی نہ تھی جو کہ ان کی شخصیت کا خاصہ ہے۔میں بظاہر تو ان کو تسلی تشفی دیتا رہتا تھا مگر آج میں بھی اندر ہی اندر ٹوٹ پھوٹ رہا تھا اور بار بار۔بار بار دل ہی دل میں دعا مانگ رہا تھا۔کہ ''اے میرے رب العالمین، اے میرے مالک، خالق، رازق دونوں جہانوں کے مالک میری اہلیہ محترمہ کو صحت عطا فرمادے اس کا میرا ساتھ قائم و دائم رکھ یہ خاتون گرہستیت، شوہر پرست بہت حوصلہ مند ہے۔ہمارے بچے ماشاءاللہ کینیڈا اور یورپ جبکہ لاہور اور اسلام آباد میں قیام پذیر ہیں اور عرصہ دراز سے اپنے اپنے کارِ زندگی میں مصروف ہیں۔میں بطور مرد بچوں کی یاد میں حوصلہ ہار دیتا ہوں مگر یہ خاتون نہ صرف مجھے حوصلہ دیتی ہے بلکہ بچوں کے لیے ہر وقت دعا گو رہتی ہے اگر اسے کچھ ہو گیا تو میں بے موت مارا جاؤنگا۔آخر اس کے چہرے پر نظر جماتے ہوئے میں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے اور خانہ کعبہ کی طرف نظریں جماتے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا۔''اے میرے مالک اگر اس کی زندگی کے دن پورے ہو چکے ہیں تو میری بقایا زندگی جتنی بھی ہے وہ آپ جانتے ہیں وہ اس کو دے دیں۔اے خدائے ذوالجلال، والاکرام مجھ میں ہمت نہیں ہے اور نہ ہی ایسا دل ہے کہ میں اس کی تجہیز و تکفین دیکھ سکوں اور مجھ سے کہیں زیادہ یہ بچوں کی نگہداشت کرتی ہے دعائیں دینے کی قدرتی مشین ہے۔ابھی علی، سونو اور سالار کی ذمہ داریاں ہم پر واجب ہیں۔سب بچے اس سے بے حد لگن رکھتے ہیں۔ماں تو پھر ماں ہے میری کمی بچے شاید برداشت کر جائیں مگر ماں کی کمی کو وہ بہت شدت سے محسوس کرینگے اور گھر کا شیرازہ تو بکھرے گا ہی بچے بھی بکھر جائیں گے میں آپ کو حاضر ناظر جان کر آپ کے گھر کو گواہ بنا کر سچے اور پُرخلوص دل سے اپنی زندگی اپنی اہلیہ محترمہ کو دان کرتا ہوں بس اسے شفائے کاملہ عطا فرمادیں اور اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ نے میری اہلیہ محترمہ کا ہاتھ پکڑا ہوا ہے اور میرا ہاتھ پکڑ کر بولے میں تمہیں یہ تحفہ دیتا ہوں بے حد سنبھال کر رکھنا۔اس دوران میری آنکھ کھل گئی میں نے اہلیہ کی طرف دیکھا تو وہ گہری نیند سوئی ہوئی تھی۔چہرہ پُرنور تھا سانس میں خرخراہٹ نام کو بھی نہ تھی میری طبیعت مطمئن تھی کہ انشاءاللہ یہ صحت مند ہو جائے گی۔ساتھ میں ذہنی طور پر تیار تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعائیں قبول فرمالیں ہیں اور اب مجھے جانا ہے لیکن وہ غفور رحیم ہے میرا خلوص اور اللہ پر بھروسہ دیکھ کر اس نے مجھے میری زندگی کے ساتھ ساتھ میری بلقیس بھی مجھے لوٹا دی۔اے اللہ تیرا شکر ہے۔'الحمدللہ رب العٰلمین۔اے رب

Scanned with CamScanner

عظیم تیری بخشی ہوئی ہر نعمت کا شکر ہے بس گناہ معاف فرمادے کہ پچھتاوے کی آگ ٹکنے نہیں دیتی۔ زندگی ایک خواب تھی جو گزر گئی مگر یہ پچھتاوہ جان نہیں چھوڑتا آپ کے دربار سے معافی ہوگی تو دل مطمئن ہوگا۔

رحم۔ رحم۔ رحم میرے مالک و خالق رحم فرمادے معاف فرمادے۔ آمین ثمہ آمین میں آج بہت خوش اور مطمئن ہوں کہ میں نے اپنا سچ لکھا ہے۔

کیونکہ دوسروں کا سچ لکھنے سے بہتر ہے کہ انسان اپنا سچ لکھے حضورؐ کا ارشاد مبارک ہے کہ دعا ہی اصل عبادت ہے جبکہ اسلامی عبادات میں دعا کی اہمیت پر بہت زور دیا گیا ہے۔

دعا عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے ''پکارنا'' اور بلانا شریعتِ محمدیؐ کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی ضروریات اور اپنی درخواست پیش کرنے کو دعا کہتے ہیں۔ قرآن شریف کی آیات اور احادیث کی کثیر تعداد دعا کی فضیلت اور اہمیت کو آشکار کرنے کے لیے موجود ہیں جبکہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبؐ کے ذریعے اپنی مخلوق کو دعا مانگنے کی تعلیم دی جیسا کہ سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 86 ارشادِ باری تعالیٰ سے ترجمہ:

''اے نبیؐ جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق سوال کریں تو آپ فرمادیں کہ میں قریب ہوں اور جب کوئی مجھے بلاتا ہے تو میں اس کی التجا سُنتا ہوں۔''

سورۃ مومن آیت نمبر 60 ترجمہ:

''ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ تم مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کرونگا۔''

قرآن کریم میں ایک جگہ پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ تم اپنے پروردگار سے دعا مانگا کرو۔ رو رو کر اور چپکے چپکے بھی بے شک اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔''

سرکارِ دو عالمؐ نے بھی متعدد مقامات پر دعا کی اہمیت اور فضیلت پر زور دیا ہے۔ ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ سرکارِ دو عالمؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا سے زیادہ کوئی عمل عزیز نہیں گویا کہ دعا میں وہ طاقت ہے جو رحمتِ خداوندی کو بندے کی طرف موڑ سکتی ہے اسی طرح ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم نے فرمایا کہ تم میں سے جس کے لیے دعا کا دروازہ کھل گیا اس کے لیے رحمت کا دروازہ کھُل گیا۔ سُنن ابی داؤد کی ایک روایت کے مطابق سرکار دو عالمؐ نے فرمایا کہ تمہارا رب بہت حیا اور غیرت والا ہے اس کو اس بات سے حیا آتی ہے کہ کوئی بندہ اس کے سامنے ہاتھ پھیلائے اور وہ خالی لوٹادے اور دعا نہ مانگنا اللہ کو سخت ناپسند ہے کیونکہ یہ تکبر کی علامت ہے سورۃ مومن آیت نمبر 14 ترجمہ:

''تم لوگ اللہ کو خالص اعتقاد رکھ کر پکارو یعنی کہ دعا کے قبول ہونے کا پورا یقین رکھ کر دعا مانگو۔''

Scanned with CamScanner

میں خانہ کعبہ کے سامنے کھڑا آدابِ دعا کو ملحوظ خاطر رکھ کر اپنی زندگی کے عوض اپنی اہلیہ محترمہ کی زندگی اور صحت مانگ رہا تھا آنکھوں سے اشکوں کی روانی جاری تھی ایک مقام پر جا کر سکون کی سی کیفیت پیدا ہوتی گئی۔ پیچھے مُڑ کر اہلیہ کو دیکھا تو جس دروازے کے اندر کی طرف وال کلاک لگا ہوا ہے اس کی منڈیر پر بیٹھی خانہ کعبہ کے اندر آنے والے جنازے کو دیکھ رہی تھی۔ چہرے پر معصومیت ایسی جیسے 5/6 سال کی بچی کے چہرے پر ہوتی ہے۔ چہرہ پُرنور مزاج میں بے حد نرمی شگفتی اور پاکیزگی جو عام زندگی میں بھی اہلیہ محترمہ کا خاصا تھا اور تا حال ہے ہم دونوں ہی فرائض سے فارغ ہو کر اپنی دعائیں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر چکے تھے اور طبیعت ایسی مطمئن تھی کہ الفاظ میں بیان نہیں کی جا سکتی۔ قادرِ مطلق نے زندگیاں بھی واپس کر دیں اور صحت بھی عطا کی۔ ایک سائنسی تحقیق کے مطابق جو کہ برلن جرمن کے سائنسدانوں نے ثابت کیا ہے کہ دعا مانگنے سے انسان کو اپنے رویے اور جذبات کو قابو رکھنے میں مدد ملتی ہے، اعتماد میں اضافہ ہوتا ہے۔ قوتِ ارادی میں مضبوطی آتی ہے لالچ اور غیر ضروری ترغیبات کو قابو رکھنے میں مدد ملتی ہے۔

خانہ کعبہ کی برکات زیارات اور دیگر روحانی، قلبی اہمیت کا شمار کرنا ناممکن ہے ایک سعودی عمر رسیدہ بزرگ کے مطابق حضرت ہاجرہ خانہ کعبہ کے اندر کسی کونے میں دفن ہیں خانہ کعبہ کے عین اوپر خدائے ذوالجلال واکرام اپنے پورے جاہ وجلال کے ساتھ تمام آسمانوں کے مقامات سے بلند اپنے خاص مقام پر موجود ہیں اور خانہ کعبہ آسمانوں کے بالکل درمیان واقع ہے اب جو واقعہ میں لکھنے جا رہا ہوں وہ پہلے بھی مختلف انداز میں تحریر کیا جا چکا ہے اور سعودی کلچر کا حصہ ہے اس کو اردو میں ڈھالنے کا کارنامہ بھی عربی کتب کو اردو کے تراجم میں ڈھالنے والے علمائے کرام کا ہے۔

بحوالہ کُتب: (1) میزان الادیان (2) کتاب المستطرف (3) حجۃ اللہ علی العالمین (4) تاریخ ابن عساکر۔

سبحان اللہ میں صدقے یا رسول اللہ ﷺ حضور ﷺ سے ایک ہزار سال پہلے یمن کا بادشاہ تبع حمیری تھا ایک مرتبہ وہ اپنی سلطنت کے دورہ کو نکلا بارہ ہزار عالم اور حکیم، ایک لاکھ بتیس ہزار سوار ایک لاکھ تیرا ہزار پیادہ اپنے ہمراہ لیے ہوئے اس شان سے نکلا کہ جہاں بھی پہنچتا اس کی شان وشوکت شاہی دیکھ کر مخلوق خدا چاروں طرف نظارہ کو جمع ہو جاتی تھی یہ بادشاہ جب دورہ کرتے ہوئے مکہ معظمہ پہنچا تو اہل مکہ سے کوئی اسے دیکھنے نہ آیا۔ بادشاہ حیران ہوا اور اپنے وزیر اعظم سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ اس شہر میں ایک گھر ہے۔ جسے بیت اللہ کہتے ہیں، اس کی اور اس کے خادموں کی جو یہاں کے باشندے ہیں تمام لوگ بے حد تعظیم کرتے ہیں اور جتنا آپ کا لشکر ہے اس سے کہیں زیادہ دور اور نزدیک کے لوگ اس گھر کی زیارت کو آتے ہیں اور یہاں کے باشندوں کی خدمت کر کے

Scanned with CamScanner

چلے جاتے ہیں، پھر آپ کے لشکر کا خیال ان کے دل میں کیوں آئے۔

یہ سُن کر بادشاہ کو غصہ آیا اور قسم کھا کر کہنے لگا کہ میں اس گھر کو کھدوا دونگا اور یہاں کے باشندوں کو قتل کروا دوں گا یہ کہنا تھا کہ بادشاہ کے ناک منہ اور آنکھوں سے خون بہنا شروع ہو گیا اور ایسا بدبودار مادہ بہنے لگا کہ اس کے پاس بیٹھنے کی بھی طاقت نہ رہی اس مرض کا علاج کیا گیا مگر افاقہ نہ ہوا شام کے وقت بادشاہی علماء میں سے ایک عالم جن کا نام ربانی تھا تشریف لائے اور نبض دیکھ کر فرمایا مرض آسمانی ہے اور علاج زمین کا ہو رہا ہے۔ اے بادشاہ آپ نے اگر کوئی بُری نیت کی ہے تو فوراً اس سے توبہ کریں، بادشاہ نے دل ہی دل میں بیت اللہ شریف اور خدامِ کعبہ کے متعلق اپنے ارادے سے توبہ کی۔

توبہ کرتے ہی اس کا خون اور مادہ بہنا بند ہو گیا اور پھر صحت کی خوشی میں اُس نے بیت اللہ شریف کو ریشمی غلاف چڑھایا اور شہر کے ہر باشندے کو اس نے سات اشرفیاں اور سات سات ریشمی جوڑے نذر کیے۔ پھر یہاں سے چل کر وہ یثرب (مدینہ شریف) پہنچا تو ہمراہی علما نے جو کُتب سماویہ کے عالم تھے وہاں کی مٹی کو سونگھا اور کنکریوں کو دیکھا اور نبی کریم ﷺ کو نبی آخر الزماں ﷺ کے طور پر اور ان کی ہجرت گاہ کی جو علامتیں انہوں نے پڑھیں تھیں ان کے مطابق اس سرزمین کو پایا تو باہم عہد کر لیا کہ ہم یہاں ہی مر جائیں گے مگر اس سرزمین کو نہ چھوڑیں گے۔ اگر ہماری قسمت نے یاوری کی تو کبھی نہ کبھی جب نبی آخر الزمان ﷺ تشریف لائیں گے ہمیں بھی زیارت کا شرف حاصل ہو جائیگا۔ ورنہ ہماری قبروں پر تو ضرور کبھی نہ کبھی ان کی جوتیوں کی مقدس خاک اَڑ کر پڑ جائے گی جو ہماری نجات کے لیے کافی ہے۔

یہ سن کر بادشاہ نے ان عالموں کے لیے چار سو مکان بنوائے اور اس بڑے عالم ربانی کے مکان کے پاس حضورؐ کی خاطر دو منزلہ عمدہ مکان تعمیر کروایا اور وصیت کر دی کہ جب آپ ﷺ تشریف لائیں تو یہ مکان آپ کی آرام گاہ ہو اور ان چار سو علما کی کافی مالی امداد بھی کی اور کہا کہ تم ہمیشہ یہیں رہو اور اس بڑے عالم ربانی کو ایک خط لکھ دیا اور کہا کہ میرا یہ خط اس نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کر دینا اور اگر زندگی بھر تمہیں حضورؐ کی زیارت کا موقع نہ ملے تو اپنی اولاد کو وصیت کر دینا کے نسل در نسل میرا یہ خط محفوظ رکھیں حتیٰ کہ سرکار ابد قرار ﷺ کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا جائے یہ کہہ کر بادشاہ وہاں سے چل دیا۔ وہ خط نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک ہزار سال بعد پیش ہوا۔ کیسے ہوا اور خط میں کیا لکھا تھا! ملاحظہ فرمائیں اور حضورؐ کی شان دیکھیں۔

کمترین مخلوق تبع اول حمیری کی طرف سے شفیع المذنبین سید المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ اما بعد: اے اللہ کے حبیب! میں آپ پر ایمان لاتا ہوں اور جو وحی نازل ہوگی اس پر بھی ایمان لاتا ہوں اور میں آپ کے دین پر ہوں،

Scanned with CamScanner

پس اگر مجھے آپ کی زیارت کا موقع مل گیا تو بہت اچھا اور غنیمت اور میں اگر آپ کی زیارت نہ کرسکا تو میری شفاعت فرمانا اور قیامت کے روز مجھے فراموش نہ کرنا میں آپ کی پہلی اُمت میں سے ہوں اور آپ کے ساتھ آپ کے آنے سے پہلے ہی بیعت کرتا ہوں۔ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور آپؐ اس کے سچے رسولؐ ہیں''۔

شاہِ یمن کا یہ خط نسل در نسل ان چار سو علما کے اندر حرزِ جان کی حیثیت سے محفوظ چلا آیا یہاں تک کہ ایک ہزار سال کا عرصہ گزر گیا۔ ان علماء کی اولاد اس کثرت سے بڑھی کہ یثرب کی آبادی میں کئی گنا اضافہ ہوگیا اور یہ خط دست بدست مع وصیت کے اس بڑے عالم ربانی کی اولاد میں سے حضرت ابوایوب انصاریؓ کے پاس آپہنچا اور آپؓ نے یہ خط اپنے غلامِ خاص ابولیلیٰ کی تحویل میں رکھا اور جب حضورؐ نے مدینہ ہجرت فرمائی اور مدینہ کی الوداعی گھاٹیوں سے آپ کی اونٹنی نمودار ہوئی اور مدینہ کے خوش نصیب لوگ اللہ تعالیٰ کے محبوب کا استقبال کرنے کو جوق در جوق آرہے تھے اور کوئی اپنے مکان کو سجا رہا تھا۔ تو کوئی گلیوں اور سڑکوں کو صاف کر رہا تھا اور کوئی دعوت کا انتظام کر رہا تھا اور سب یہ ہی اصرار کر رہے تھے کہ حضورﷺ میرے گھر تشریف لائیں حضورؐ نے فرمایا میری اونٹنی کی نکیل چھوڑ دو جس گھر میں یہ ٹھہرے گی اور بیٹھ جائے گی وہ ہی میری قیام گاہ ہوگی چنانچہ جو دو منزلہ مکان تبع خمیری شاہِ یمن نے حضورؐ کی خاطر بنوایا تھا وہ اس وقت حضرت ابوایوب انصاریؓ کی تحویل میں تھا اسی میں حضورؐ کی اونٹنی جا کر ٹھہر گئی۔

لوگوں نے ابولیلیٰ کو بھیجا کہ جاؤ حضورؐ کو شاہ یمن تبع خمیری کا خط دے آؤ جب ابولیلیٰ حاضر ہوا تو حضورؐ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا تو ابولیلیٰ ہے؟ یہ سُن کر ابولیلیٰ حیران ہوگیا۔ حضور نے فرمایا میں محمدؐ رسول اللہ ہوں۔ شاہِ یمن کا جو خط تمہارے پاس سے لاؤ وہ مجھے دو چنانچہ ابولیلیٰ نے وہ خط دیا حضورؐ نے پڑھ کر فرمایا۔

''صالح بھائی تبع کو آفرین وشاباش ہے۔''

میرے نوجوان بچو! اس اللہ کے گھر کی اہمیت صرف مندرجہ بالا واقعہ ہی نہیں ہے بلکہ بے شمار روحانی اور مقدس واقعات اس مقدس خانہ کعبہ کے متعلق لکھے جاسکتے ہیں جس کے لیے ایک الگ ضخیم کتاب تحریر کرنے کی ضرورت ہے۔

یہاں پر تو میں اپنی بے بندگی والی زندگی اور اہلیہ محترمہ کی جان لیوا بیماری کی وجہ سے بے حد پریشان تھا آپ خود سوچیں کہ جس انسان کی غذا والی نالی ہی بند ہو جائے جس کو ڈاکٹرز "Food Piple" کا نام دیتے ہیں اور میڈیکل اصطلاح میں "Esophogus" کے نام سے جانا جاتا ہے ایک شخص جس کی متاح عزیز اس کی بیوی ہو اس کی پریشانی کا اندازہ آپ خود لگا سکتے ہیں جبکہ اہلیہ محترمہ کا دل رکھنے اور ذہنی طور پر مریض کو مرض کی شدت کا

Scanned with CamScanner

احساس تک نہ ہونے دینا بھی ایک صبر آزما کام تھا۔غم اور مایوسی (Frustration) کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی میرا دل پھٹ جائے گا۔میری سوچ کبھی مجھے دھکیلتی ہوئی بحرِ بے کراں میں لے جاتی اور میں سوچوں کے سمندر میں ڈبکیاں کھانے لگتا غرقِ غم، ہوا ہی چاہتا تھا کہ اسی خانہ کعبہ سے روئی کی طرح سفید اُونچی لمبی، ایک شخصیت نے مجھے دھکا دے کر اس غم کے سمندر سے باہر پھینکا اور بولا ان اللہ مع الصابرین اور نظروں سے اوجھل ہو گیا۔میں دھڑام سے خانہ کعبہ کے سامنے مقامِ ابراہیم کے بالکل پاس فرش پر گرا اور وہاں پر ہی آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا بہت بے صبری بے یقینی وسوسوں کی ملی جلی کیفیت میں مبتلا ہو کر آنکھوں سے رواں اپنی عاجزی کو اپنے مالک وخالق کے حضور پیش کرتا رہا کبھی کبھی اپنی اہلیہ کی طرف دیکھ لیتا جو نفلی طواف میں مگن ہرنی کی طرح قلانچیں بھر رہی تھی اور ایک نور کا ہالہ اس پر سایہ فگن تھا میری سوچ نے پھر زقند بھری اور ایک اللہ والے کی تحریر دل ودماغ میں اُمڈ اُمڈ کر آ رہی تھی کہ اگر عورت پرندے کی صورت میں خلق ہوتی تو ضرور ''مور'' ہوتی اگر عورت چوپائے کی صورت میں خلق ہوتی تو ضرور ''ہرن'' ہوتی اگر عورت کیڑے مکوڑے کی شکل میں خلق کی جاتی تو ضرور ''تتلی'' ہوتی لیکن وہ انسان خلق ہوئی تا کہ ماں، بہن، بیٹی اور عشق (بیوی) بنے۔عورت اتنی عظیم اشرف المخلوق ہے اور اس حد تک نازک مزاج ہے کہ ایک پھول اس کو راضی اور خوش کر دیتا ہے جبکہ ایک لفظ اسے مار دیتا ہے۔

''تو بس اے مرد وخیال رکھو عورت تمہارے دل کے نزدیک بنائی گئی ہے تا کہ تم اپنے دل میں اس کو جگہ دو''

عورت اپنے بچن میں اپنے باپ کے لیے برکت کے دروازے کھلواتی ہے، اپنی جوانی میں اپنے شوہر کا ایمان کامل کرتی ہے اور جب ماں بنتی ہے تو جنت اس کے قدموں تلے ہوتی ہے۔عورت جس روپ میں بھی آپ کی زندگی میں شامل ہے اس کی قدر کرو۔رب تعالیٰ ہم سب کو ایسا ہی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔امین ثمہ آمین میں خود بھی غلطیوں کا پُتلا ہوں اور زندگی بھر اپنی کروفر اور جھوٹی اکڑ کے باعث غلطی پر غلطی کرتا رہا ہوں اور اسی احساسِ ندامت کی وجہ سے میں اللہ کے گھر میں کھڑا اپنے آپ کو اپنی اہلیہ محترمہ کا مجرم تصور کرتا ہوا۔معافی کا خواستگار رہا کیونکہ جب میں اس کو تکلیف میں دیکھتا تھا اور تصور میں اس کو دنیا میں نہ پاتا تھا تو مجھے سانس نہیں آتا تھا بس یہ ہی انسانیت ہے یہ ہی حکم ربی ہے۔یہ ایک دوسرے سے، محبت عزت اور احترام کا رشتہ ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسا کرنے کی اور سوچنے کی ہمت طاقت اور عزتِ نفس عطا فرمائے۔آمین! اب کچھ تاریخی حقائق ملاحظہ فرمائیں۔

''کیا کیا خضرؑ نے سکندر سے''
اب کسے رہنما کرے کوئی

Scanned with CamScanner

آج کا سعودی عرب حضرت ابراہیمؑ اور حضرت محمد ﷺ کے دور میں بھی حجاز کے نام سے جانا جاتا تھا جس کو حجازِ مقدس کہا جاتا تھا اس حجاز مقدس میں اُردن، ترکی، مصر، شام، اسرائیل، عراق، فلسطین، ایران، مشرق وسطیٰ اور شمالی افریقہ کے ممالک شامل تھے۔ 1914ء میں سلطنتِ عثمانیہ کے آخری خلیفہ سلطان عبدالحمید خان نے خلافت کے خاتمے کا اعلان کر دیا اور وہاب پاشا کو حجاز کا گورنر اور فوج کا سربراہ مقرر کر دیا جبکہ انگریز مسلمانوں سے دو بدو جنگ کرنے سے خائف تھے۔

لیکن در پردہ ایک سازش تیار کی گئی جس کی رو سے حجاز کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لیے انگلستان نے دو سعودی خاندانوں کی خدمات حاصل کیں جن کا نام السعود اور شریف حسین تھا السعود۔ جو کہ حجاز کے شہر نجد میں مقیم تھا یہ قبیلہ 225 سال یعنی 1780ء سے حجاز کی حکومت پر قابض ہونے یعنی اقتدار حاصل کرنے کی کوششوں میں مصروف تھا۔ السعود خاندان نے 1790ء میں مکہ مدینہ اور طائف فتح کر لیا۔ 1830ء میں اسی خاندان کے عبدالعزیز السعود نے عراق کے شہروں کربلا اور نجف اشرف پر حملہ کر دیا۔ جس کے نتیجے میں پندرہ سو سے زاید مسلمان قتل کر دیے گئے اور السعود خاندان نے ان حملوں کے دوران عراق میں خوب لوٹ مار کی اور اس طرح بیش بہا ہیرے جواہرات، نوادرات پر قبضہ کر لیا۔ انہی ایام میں السعود نے کربلا سے گزرنے والوں کا قتل عام شروع کر دیا اور ان سے مال و زر چھین لیا جاتا۔ ان سنگین جرائم کے علاوہ السعود نے سلطنتِ عثمانیہ کے مسلمانوں کا حج ایک سال کے لیے بند کر دیا۔ عثمانی خلیفہ سلطان محمود دوئم کی طرف سے ابراہیم پاشا نے 1818 میں نجد پر چڑھائی کر دی اور نجد فتح کر لیا۔ دارالحکومت دریسیہ کو تباہ کر دیا اور عبداللہ ابن سعود کو گرفتار کر کے استنبول بھیج دیا اس کے بعد 1880ء میں السعود قبیلہ انگریزوں کی پشت پناہی سے دوبارہ اقتدار میں آ گیا شریف حسین یا شریفِ مکہ کے لیے۔

برطانوی تاریخ کے دو معروف ترین جاسوسوں کو السعود اور شریف حسین قبائل کی جاسوسی کا کام سونپا گیا۔ مشہور ٹی وی لارکن جو کہ لارنس عرف عربیہ کے نام سے مشہور ہوا۔

لارنس آف عربیہ نامی ایک فلم بھی بنائی گئی تھی جس میں ضیا محی الدین بھی بطور اداکار اداکاری کرتے نظر آئے تھے۔ لارنس برطانوی راج کے لیے مسلسل خدمات انجام دینے کے صلے میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے شریف خاندان کا حصہ بھی بنا دیئے گئے۔

جبکہ ایک اور جاسوس کیپٹن ولیم شیکسپیئر کو السعود خاندان کی جاسوسی پر تعینات کیا گیا۔ 1918ء انگلستان السعود اور شریف حسین قبائل کی بدولت سلطنتِ عثمانیہ کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہوا۔ اب حجاز پر حکومت کے لیے انگریز کو اپنے نمائندے چاہیے تھے۔ لہٰذا السعود کو اقتدار سونپ دیا گیا۔ دوسری جانب سلطنتِ عثمانیہ کی شکست و

Scanned with CamScanner

ریخت کے ساتھ ہی شریف خاندان نے تمام عرب ممالک پر مبنی حکومت کا بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ شریف حسین کے اس اقدام سے انگریز ناراض ہوئے۔ السعود ایک ایسی فکر کے پیروکار تھے جو اپنے نظریے کے علاوہ ہر کسی کو کافر قرار دیتے تھے۔ السعود کی فکر کی بدولت انگریز با آسانی مسلمانوں میں نفاق پیدا کر کے اپنا مقصد حاصل کرتے رہے۔ ابتدا میں السعود شیعہ اور سُنی دونوں کو مشرک قرار دیتے تھے۔ السعود نے شریف حسین خاندان کی طرح تمام عرب ممالک پر مبنی حکومت طلب کیے جانے کی بجائے آقا انگریز سے صرف حجاز کا علاقہ طلب کیے جانے کا مطالبہ کیا۔ شریف حسین کو خلافت سے ہٹا کر سائپریس ملک بدر کر دیا گیا اور اس کے حجاز داخلے پر پابندی لگا دی گئی جبکہ شریف حسین کے چار بیٹے تھے جنہوں نے لارنس آف عربیہ کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا۔ آخر کار حجاز کی حکومت السعود کے حصے میں آئی اور شریف حسین کے بیٹوں کو عراق، شام، مصر اور اردن کی حکومتیں دے دی گئیں۔

اُردن اس وقت ملک نہ تھا بلکہ Trans Jorden کا علاقہ تھا جسے ایک ملک میں تبدیل کر کے شریف حسین کے ایک بیٹے کو دے دیا گیا۔ عراق اور شام میں حکومت کرنے والے شریف حسین خاندان کے افراد مسلسل بغاوتوں کی وجہ سے ختم ہو گئے جبکہ اُردن کے موجودہ حاکم کا تعلق شریف خاندان سے ہے جو آج بھی انگریز اور اس کے حرامی بچے کے لیے خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ 1918ء میں سلطنتِ عثمانیہ کے خاتمہ کے بعد السعود نے حجاز کا نام جو حضرت ابراہیمؑ اور نبی کریم ﷺ کے زمانے سے چلا آ رہا تھا تبدیل کر کے سعودی عرب رکھ دیا۔ سعودی عرب دو الفاظ کا مجموعہ ہے سعودی کے معنی السعود سے ہے اور عرب سے مراد عرب قومیت ہے۔ مزید یہ کہ السعود کا خاندان جو کے نجدی ہے۔ انیسویں صدی کے آغاز میں ہی جزیرہ نما عرب کے بڑے حصے پر قابض ہو گیا تھا جسے مصری حکمران محمد علی پاشا نے آل سعود کی حکومت کو 1818ء میں ختم کر دیا تھا۔ سعودی خاندان کے افراد تقریباً 80 سال تک پریشان پھرتے رہے یہاں تک کہ 20 ویں صدی کے اوائل میں اسی خاندان میں ایک اور زبردست شخصیت پیدا ہوئی جس کا نام عبدالعزیز ابن سعود تھا جو عام طور پر سلطان ابن سعود کے طور پر مشہور تھا۔ ابن سعود 19 ویں صدی کے آخر میں عرب کے ایک ساحلی شہر کویت میں اپنے والد کے ہمراہ جلاوطنی کی زندگی گزار رہا تھا وہ بڑا با حوصلہ انسان تھا اور ہر وقت اپنے آباؤ اجداد کی کھوئی ہوئی حکومت حاصل کرنے کی دھن میں رہتا تھا۔ آخر کار 1902ء میں جبکہ اس کی عمر صرف 30 سال تھی اس نے صرف 25 ساتھیوں کی مدد سے نجد کے صدر مقام ریاض پر قبضہ کر لیا اس کے بعد انہوں نے باقی نجد بھی فتح کر لیا۔ 1913ء میں ابن سعود نے عثمانی ترکوں کے زیر اثر خلیج فارس کے ساحلی صوبہ الحناء پر قبضہ کر لیا۔ جبکہ یورپ پہلی جنگ عظیم کی لپیٹ میں آ گیا جس کے دوران ابن سعود نے برطانیہ سے دوستانہ تعلقات قائم رکھے اور ترکوں کے خلاف کارروائی کا حصہ رہا۔ جنگ کے خاتمے کے بعد شریف

Scanned with CamScanner

حسین نے خلیفہ بننے کا اعلان کر دیا۔ جس پر ابن سعود نے حجاز پر بھرپور حملہ کر دیا۔ اور چار ماہ کے اندر پورے حجاز پر قبضہ کر لیا اور 8 جنوری 1926ء کو ابن سعود نے حجاز کا بادشاہ بننے کا اعلان کر دیا۔ سب سے پہلے جس ملک نے ابن سعود کی بادشاہت کو تسلیم کیا، وہ روس تھا۔ روس نے 11 فروری 1926ء حجاز و نجد پر سعودی حکومت کو تسلیم کر لیا لیکن برطانیہ نے تاخیر سے کام لیا اور معاہدہ جدہ کے بعد تسلیم کیا اس طرح سعودی مملکت اپنے زوال کے ایک سو سال کے بعد ایک بار پھر پوری قوت سے ابھر آئی اور عرب کی سب سے بڑی طاقت بن گئی۔ یہ تھے سیاسی علاقائی اور بین الاقوامی حالات ملک حجاز کے جس کو ایک عظیم الشان فتح کے ذریعے نبی کریم ﷺ نے فتح کیا جو تاریخ میں فتح مکہ کے نام سے جانا جاتا ہے اور ہماری نوجوان نسل کو اس کا علم تک نہیں ہے مگر افسوس صد افسوس وہ ''ویلنٹائن ڈے'' بہت جوش و خروش سے مناتے ہیں میں اس پاک گھر کے سامنے بیٹھا سوچ رہا تھا کاش ہم فتح مکہ کا جشن مناتے۔ امام انبیاءؐ، خاتم النبیینؐ درود و سلام کی محفل برپا کرتے لیکن یہ ہماری نوجوان نسل کس طرف چل پڑی میں اپنے بچوں کو ویلنٹائن ڈے کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں۔

ویلنٹائن ڈے کی سب سے پہلی روایت روم (اٹلی) میں مسیح دور سے ملتی ہے جب رومن کے بت پرست مشرکین 15 فروری کو جشن مناتے تھے جو Feast of Lupercaoius for Feast of the Worl کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ جشن وہ اپنے دیوی دیوتاؤں کے اعزاز میں انہیں خوش کرنے کے لیے مناتے تھے۔ ان دیوی دیوتاؤں میں Pan فطرت کا دیوتا Febnuata Jano عورتوں اور شادی کی دیوی، Pastaral gol Luparcalius رومی دیوتا جس کے کئی دیویوں کے ساتھ عشق و محبت کے تعلقات تھے شامل تھے۔ اس جشن کے موقع پر ایک برتن میں تمام نوجوان لڑکیوں کے نام لکھ کر ڈالے جاتے تھے جس میں سے تمام لڑکے باری باری ایک پرچی اٹھاتے اور اس طرح قرعہ اندازی کے ذریعے منتخب ہونے والی لڑکی کی ایک دن، ایک سال یا تمام عمر کی ساتھی Sexual Companion قرار پاتی یہ دونوں محبت کے اظہار کے طور پر آپس میں تحفے تحائف کا مقابلہ کرتے اور بعض اوقات شائع بھی کر لیتے تھے اس طرح ویلنٹائن کارڈ پر دکھائے جانے والے نیم برہنہ تیر کمان اٹھائے ہوئے کیوپڈ (Cupid) کی تصویر بھی ویلنٹائن ڈے کی علامت ہے۔ یہاں میں یہ وضاحت کرتا چلوں کہ کیوپڈ یونانی دیومالائی کہانیوں میں حُسن عشق کا دیوتا ہے جس کا حوالہ میں نے اپنی گزشتہ تصانیف میں موقع محل کے حساب سے دیا ہے۔

رومن عقیدے کی روح سے وینس محبت اور خوبصورتی کی دیوی کا بیٹا جو کہ لوگوں کو اپنے تیر سے نشانہ لگا کر محبت میں مبتلا کر دیتا تھا جب روم میں عیسائیت غالب آئی تو عیسائیوں نے اس جشن کو اپنے رنگ میں رنگنے کی

Scanned with CamScanner

کوشش کی اس مقصد کے لیے 14 کی تاریخ کا انتخاب کیا گیا جس دن رومیوں نے ایک عیسائی پادری ''ویلنٹائن'' کو سزائے موت دی تھی واقع کچھ یوں ہے کہ رومی بادشاہ Caludius II کے عہد میں روم کی سرزمین مسلسل کشت وخون کی وجہ سے جنگوں کا مرکز بنی رہی اور یہ عالم ہوگیا کہ ایک وقت Caludius II کو اپنی فوج کے لیے مردوں کی تعداد کم نظر آئی جس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ روم کے نوجوان اپنی بیویوں کو چھوڑ کر پردیس لڑنے کے لیے جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ بادشاہ نے اس کا حل یہ نکالا کہ ایک خاص عرصے کے لیے شادیوں پر پابندی عائد کردی تا کہ نوجوانوں کو فوج میں بھرتی ہونے کے لیے آمادہ کیا جائے اس موقع پر ایک پادری سینٹ ویلنٹائن'' نے خفیہ طور پر نوجوانوں کی شادی کرانے کا اہتمام کیا جب یہ راز فاش ہوا تو بادشاہ Caludius-II کے حکم پر سینٹ ویلنٹائن کو گرفتار کر کے سزائے موت سنادی گئی لیکن جیل میں یہ پاری جیلر کی بیٹی کو دل دے بیٹا جو روزانہ اس کو ملنے آیا کرتی تھی۔ لیکن یہ ایک راز تھا کیونکہ اس وقت کے عیسائی قوانین کے مطابق پادریوں اور راہبوں کی شادی یا محبت کرنا ممنوع تھا اس کے باوجود عیسائی ویلنٹائن کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کیونکہ جب رومی بادشاہ نے اس کو پیش کش کی کہ اگر وہ عیسائیت چھوڑ کر رومی خداؤں کی عبادت کرے تو اسے معاف کر دیا جائیگا۔ بادشاہ اسے اپنی قُربت دے گا اور اپنی بیٹی سے اس کی شادی بھی کر دے گا۔ لیکن اس پادری نے ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انکار کر دیا۔ جس کے نتیجے میں اس پادری کو رومی جشن سے ایک دن پہلے 14 فروری 670ء کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ مرنے سے پہلے اس نے جیلر کی بیٹی کو ایک خط لکھا جس کا خاتمہ "From your Valentine" کے الفاظ سے کیا۔

بہت سے کارڈز پر لکھے جانے والے Greetings کے الفاظ From Your Valentine اسی واقع کی یاد دلاتے ہیں۔ ویلٹائن کے نام سے کم از کم تین مختلف پادری ہیں اور تمام کی موت کا دن 14 فروری ہے 496ء میں یورپ Gelasius نے سرکاری طور پر 15 فروری کے رومی فیسٹول Lupercalia کو بدل کر 14 فروری کو سینٹ ویلنٹائن ڈے منانے کا اعلان کیا اور لاٹری کے ذریعے لڑکی کے انتخاب کی رومی رسم میں یہ ردوبدل کیا کہ پرچی میں نوجوان لڑکی کے نام کی بجائے عیسائی پادریوں کے نام لکھے جاتے اور تمام مرد اور عورتیں ایک ایک پرچی اٹھائے اس کا مقصد یہ تھا کہ ہر مرد اور عورت جس عیسائی پادری کے نام کی پرچی اٹھاتے اُسے اگلے سال تک اس پادری کے طور طریقے اپنائے ہوتے تھے۔ ایک عیسائی پادری ویلنٹائن کے حوالے سے منایا جانے والا یہ دن اس ''یوم'' کی تاریخ وتہوار، رسم ورواج تحریف در تحریف کے عمل سے گزر کر تاریخ میں ایسی شرمناک شکل اختیار کر چکا ہے جس کی عملی، عقلی، فکری بنیادیں ابھی تک مغرب بھی تلاش نہیں کر سکا اور نہ ہی کر سکے گا کیونکہ اس

Scanned with CamScanner

میں جنسی لذت ہے اور نوجوان نسل چاہے کسی بھی ملک کی ہو وہ کچھ بھی سننے کے لیے تیار نہ ہوگی مگر ہمیں بطور مسلمان اپنے آقا نبی اکرم ﷺ کے احکامات پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ ویلنٹائن ڈے کی تاریخ ''اسرائیلیات'' سے بھی بدتر درجے کی چیز ہے جبکہ لوگوں نے اپنے سفلی جذبات کی تسکین کے لیے سینٹ ویلنٹائن کے حوالے سے کیا کچھ تخلیق کیا اس کی ہلکی سی جھلک درج روایتوں میں بیان ہوئی ہے جس کا مطالعہ مغربی تہذیب میں بے حیائی بے شرمی کی تاریخ کے آغاز کا اشارا دیتا ہے۔

ملک عزیز میں یہ تہوار برگر فیملیز، این جی اوز اور نام ونہاد قلم کاروں کے ذریعے اپنے پاؤں پھیلانے کی کوشش کر رہا ہے۔ ویلنٹائن ڈے کے مندرجہ بالا تاریخی پس منظر سے آگاہی کے بعد کوئی بھی صاحبِ بصیرت انسان اس بات سے انکاری نہیں ہوسکتا کہ یہ یوم اوباشی، کلی طور پر فحاشی و بے حیائی اور بدتہذیبی پر مبنی ہے بدقسمتی سے باعثِ افسوس ہے کہ اب مسلمان بھی اس بے حیا بے شرم اور دوسروں کی بیٹوں کی عزت پر ڈاکہ ڈالنے والے عیسائی پادری کی روایات کو زندہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ کچھ ایسی ہی سوچوں میں غرق تھا کہ فاروق بھائی محترمہ بھابھی صاحبہ اور اہلیہ محترمہ نے آگھیرا اور ہم حرم پاک سے باہر آگئے دل ودماغ پر جتنا بھی بوجھ تھا وہ اتر گیا اور میں اپنے آپ کو فریش محسوس کر رہا تھا تو کوئی شک نہ وسوسہ نہ بیچارگی، نہ تیرگی بس دل یہی کرنے پر آمادہ تھا کہ خانہ کعبہ کے سامنے بیٹھا اپنے مالک، خالق، رازق سے فرمائش کرتا رہوں۔ معافیاں مانگ مانگ کر اپنا سفرِ آخرت آرام دہ کرلوں اہلیہ محترمہ کو صحت مند گل گلاب اور مزاج سے بھرپور دیکھنے کی حسرت پوری کرلوں میرے مالک نے میری ہر ایک دعا قبول فرمائی میں نے جو بھی مانگا اس نے عطا کیا۔ الحمدوللہ رب العالمین۔

دوسرے روز پھر خانہ کعبہ میں نفلی طواف کرنے کے بعد عین خانہ کعبہ کے سامنے بیٹھ گیا میرا دماغ مختلف خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا پیاس بہت لگی ہوئی تھی اٹھ کر آب زم زم پینے چلا گیا آنسوؤں سے تربتر چہرے کو آبِ زم زم سے دھویا اور ساتھ ساتھ دعا کرتا جاتا یا اللہ جس طرح اس پاک پانی نے تیرے چہرے کی کثافت کو دھویا ہے اسی طرح اپنے نور سے میرے دل کی کثافت کو بھی دھویا ہے اسی طرح اپنے نور سے میرے دل کی مزید کثافت کو بھی دھودے آب زم زم اُمِ اسمٰعیل علیہا السلام حضرت ہاجرہ کی بے آب وگیاہ وادیوں میں کی گئی کوشش جس کی وجہ سے آج پورے عالمِ اسلام کو روئے زمین کا سب سے افضل، مقدس اور معطر آبِ زمزم میسر ہے۔

زم زم کا کنواں حرم شریف کے صحن میں کعبہ شریف سے 15 میٹر دور جنوب مشرق کی سمت میں حجرِ اسود کے سامنے واقع ہے کنواں زم زم کعبہ شریف سے بھی پرانا ہے۔

بمطابق توریت شریف (پیدائش 21 ص 17 تا 20) ''خدا کے فرشتے نے آسمان سے حضرت ہاجرہؑ کو پکارا

Scanned with CamScanner

اور کہا اے ہاجرہ! تجھ کو کیا ہوا؟ مت ڈر کیونکہ خدا نے اس جگہ سے جہاں لڑکا پڑا ہوا ہے اس کی آواز سُن لی ہے اُٹھ اور لڑکے کو اُٹھا اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال کیونکہ میں اس کو ایک بڑی قوم بناؤں گا خدا نے اس کی آنکھیں کھولیں اور اس نے پانی کا ایک کنواں دیکھا اور جا کر مشک کو پانی سے بھر لیا اور لڑکے کو پلا دیا'' یہاں پر توریت شریف کی آیت کا ترجمہ اس لیے میں نے پیش کیا ہے کہ نوجوانوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ آبِ زمزم کا ذکر دیگر آسمانی کتابوں میں بھی آیا ہے۔ آبِ زمزم کے دیگر نام عربی کلچر کے مطابق ساٹھ سے زیادہ ہیں اس کے دیگر انتالیس نام جو کے عربی لغت کے مطابق اور بامعنی ہیں جس کے مطابق یہ پانی سیدۃ ہے یعنی کے تمام پانیوں کا سردار ہے۔

بے شمار عربی شعرا نے آب زمزم کی شان اپنے قصیدوں میں لکھی۔ میں یہاں پر صرف علامہ جلال الدین سیوطی کے کلام کا ترجمہ پیش کرونگا۔ آپ کا وصال 911ھ میں ہوا اور آپ کی تصنیفی خدمات آج بھی اسلام کی شمع روشن کیے ہوئے ہیں۔

ترجمہ کلام: ''ہم نے بیت اللہ کے سائے میں زندگی کے جو لمحات گزارے ان کو غنیمت جانا اور اس کی قدر کی اور ہم نے اس پُرامن مقام پر خوشگوار اور پاکیزگی سے بھری زندگی گزاری اور زمزم کے پانی کی گردش دیکھ کر میرے دل میں یہ خیال آیا کہ ہمارے لیے ایک ایسا منظر پانی کے چشمے سے بھی ہوا اس صاف پانی کے جو جنت میں جنتیوں کے لیے ہوگا (انشاءاللہ)

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضورؐ سرورِ دو عالم کی نبوت کی خبریں سنی تو میرا دل چاہا کہ میں فوراً آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرلوں چنانچہ اس لیے میں نے رختِ سفر باندھا اور مکہ پہنچ گیا مکہ مکرمہ میں میری کسی سے شناسائی نہ تھی اور ایک ماہ تک مجھے آپ کی زیارت و ملاقات کا موقع نہ مل سکا میرے پاس زادِ راہ کے طور پر بھی کچھ نہ تھا میں صرف زم زم پی کر وقت گزار رہا تھا۔ ایک ماہ تک میں نے زم زم ہی پیا۔ آبِ زمزم طعام ہے۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان عالی شان ہے۔

نبی کریم ﷺ آبِ زم زم نوش فرماتے ہوئے مندرجہ ذیل دعا کرتے ترجمہ: اے میرے اللہ! بے شک میں تیری جناب میں سوال کرتا ہوں ایسے علم کا جو نفع مند ہو۔

وسیع رزق کا جس میں کسی کی محتاجی نہ ہو ظاہری و باطنی بیماری سے شفا طلب کرتا ہوں جامع صغیر کی ایک روایت کے مطابق۔

زم زم کا پانی اور جہنم کی آگ یکجا نہیں ہو سکتے تفسیرِ واحدی کی ایک حدیث کے مطابق جسے حضرت جابرؓ نے

Scanned with CamScanner

روایت کیا ہے کہ سرور کائنات رحمتہ اللعالمین ﷺ کا فرمان ذیشان ہے کہ جس نے بیت اللہ کا سات چکروں کا طواف کیا اور مقامِ ابراہیم علیہ السلام کے عقب میں دو رکعات نماز پڑھی اور پھر زم زم شریف کا پانی بھی پیا تو اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے گئے۔ خواہ وہ گناہ کتنے زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔ ابھی میں یہ باب یہاں تک ہی لکھ پایا تھا کہ نعمان ملک سے بات ہوئی نعمان ملک ایک انٹرنیشنل ٹورسٹ ہیں۔

Couch Surfing کے ماہر ہیں اس مقصد کے لیے انہوں نے ایک فارم ہاؤس بھی (Develop) کیا ہوا ہے کیونکہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں اس لیے ان کی گفتگو، طور طریقے اور دیگر امورِ زندگی نفاست سے بھرپور ہیں پنج گانہ صوم وصلوات کے پابند ہیں جس کی وجہ سے ان کی شخصیت پرکشش اور دلکش ہے ان کا فارم ہاؤس Oasis کے نام سے بہاولپور کا بہت مشہور ترین فارم ہاؤس ہے نعمان ملک نے میری توجہ آب زم زم کی سائنسی تحقیق کی طرف مبذول کروائی ہے۔ ان کے نزدیک قارئین کرام کے لیے مندرجہ ذیل تفصیل بہت ضروری اور فائدہ مند ہوگی شکریہ نعمان ملک۔

جاپانی، مصری اور پاکستانی سائنسدانوں کی آب زم زم پر تحقیق کے مطابق نبی کریم ﷺ کے فرامین درست ہو رہے ہیں۔ آپؐ کے اقوال وفرامین کی صداقت نے ہر دور کے حکماء کو ورطہ حیرت میں رکھا۔ حکماء نے زم زم کے طبی خواص کو جانچنے کے لیے اپنے اپنے دور میں اپنے اپنے انداز میں کوششیں کیں ہیں جبکہ نبی کریمؐ کے فرمان کے مطابق ''آبِ زم زم طعام ہے'' پیاس ختم کرتا ہے، بھوک سے نجات دیتا ہے، ہر مرض سے شفا دیتا ہے پرانے زمانے کے نامور حکماء کے مطابق حجازِ مقدس میں قدرتی طور پر سونے کی کانیں موجود ہیں اس لیے آبِ زمزم میں سونے کا عنصر موجود ہے۔ جس کی وجہ سے پینے والوں کو توانائی محسوس ہوتی ہے۔

جب زم زم کے کنویں کی صفائی کرائی جاتی ہے تو سونے کے ذرات کنویں کی دیواروں کے ساتھ لگے ہوئے دیکھے جا سکتے ہیں۔ ان سنہری ذرات سے کنویں کی دیواریں چمک رہی ہوتیں ہیں۔ سعودی لوگوں کا یہ اعتقاد بہت پختہ ہے کہ چاہِ زمزم سونے کی کان میں کہیں موجود ہے۔ یا زم زم کا منبع زیرِ زمین سونے کی کان میں ہے۔ زم زم کی میڈیکل ریسرچ کے مطابق زم زم کی کیمیاوی تحلیل سے اس میں مندرجہ ذیل معدنی اجزا کا وجود پایا گیا جس کی بدولت آبِ زمزم انسانی جسم کے لیے راحتِ جاں ثابت ہو رہا ہے۔

1) Magnesium Sulphate.
2) Sodium Sulphate.
3) Sodium Choloride.

Scanned with CamScanner

4) Calcium Carbonate.

5) Potassium Nitrate.

6) Hydrogen Sulphide.

اب ہم علمِ کیمیا اور طب کی روشنی میں ان معدنی اجزا کا انسانی جسم پر اثر کا جائزہ لیتے ہیں۔

(1) میگنیشیم سلفیٹ بدنِ انسانی میں غیر ضروری حرارت کو ختم کرتا ہے کیونکہ انسانی جسم میں حرارت کی مقدار اگر بڑھ جائے تو قے اور متلی آنا شروع ہو جاتی ہے۔ سر میں بھاری پن محسوس ہوتا ہے چکر آنے لگتے ہیں۔ دوران خون بڑھ جاتا ہے شعمی مادوں کی زیادتی ہونے لگتی ہے۔ میگنیشیم سلفیٹ کو اگر میڈیکل کی روشنی میں پرکھا جائے تو یہ ہمارے اعصابی اور عصبی نظام کے لیے ایک قدرتی دوا ہے یہ ہماری آنتوں میں پانی کی مقدار کو بڑھائے رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اتنے فوائد والی اس معدنیات کو مفت میں بطورِ نعمت آب زم زم میں عطا کر دیا ہے۔ اس لیے زم زم پینے والے چہرے اور جسم خوبصورت نظر آتے ہیں۔

(2) سوڈیم سلفیٹ ہمارے ملک میں پایا جانے والا کالا نمک ہے۔ یہ پاکستان بنگلہ دیش اور نیپال میں پایا جاتا ہے ہمالیہ کے پہاڑی سلسلے میں اس کی کثرت ہے عام طور پر اسے گلابی نمک کہا جاتا ہے۔ یہ شیشہ اور کاغذ بنانے کے کام بھی آتا ہے مگر 1670-1604ء کی دہائی میں ایک جرمن کیمسٹ Mr. Pothecary Jhon Rudult Gluaber. کی دریافت ہے جس نے 1625ء میں اس عنصر کو آسٹریلین چشمہ کے پانی میں دریافت کیا اس نے اس کا نام Mirabilis رکھا۔ یہ نام اس کے طبعی خواص کی وجہ سے ہے حکماء اس کو عمومی طور پر پیٹ کے امراض میں استعمال کرتے ہیں، یہ قبض کشا ادویات کا جزو لازم ہے۔ زم زم میں اس کا موجود ہونا پیٹ کے مہلک امراض کا شافی علاج ہے۔ ذیابیطس وخونی پیچش اور پتھری وغیرہ کے لیے بے حد مفید ہے یہ انسانی بدن کے لیے ایک لازمی عنصر ہے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ آبِ زمزم میں قدرتی طور پر پایا جاتا ہے اور انسانی بدن کی تمام ضروریات کو قدرتی طور پر پورا کرتا ہے۔

(3) سوڈیم کلورائیڈ بھی نمک ہے انسانی خون میں اس کی موجودگی بہت اہم ہے یہ خون کے 100ml میں 09 کے تناسب سے موجود ہے یہ Red Cell کو برقرار رکھنے میں مدد دیتا ہے۔ پروٹین کو جذب کرنے میں مدد دیتا ہے۔ سوڈیم انسانی رطوبتوں، خون آنتوں اور معدے'' کی تیزابیت کے توازن کو باقاعدگی دینے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ تحقیق کے مطابق سوڈیم کلورائیڈ کی زیادتی یا کمی کا انسانی فشارِ خون پر بھی بڑا اثر پڑتا ہے۔ زم زم میں اس کی مناسب مقدار کا موجود ہونا پیٹ اور آنتوں کی بیماریوں میں بے حد مفید ہے۔

Scanned with CamScanner

(4) کیلشیم کاربونیٹ کا انسانی بدن کے لیے کارآمد ہونے سے کسی کو بھی انکار نہیں اور نہ ہی یہ ممکن ہے اس کا کردار انسانی جسم میں خوراک کو ہضم کرنے میں نمایاں ہے اور نہ ہی یہ جسم میں پتھری بننے دیتا ہے۔ جسمانی اعضا کی مدت کو کنٹرول کرتا ہے اور لوگنے کے اثرات کو زائل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی بدن کے لیے آبِ زمزم کا تحفہ عطا فرمایا ہے جس کا اہم جز کیلیشیم کاربونیٹ جو انسانی جسم کا بنیادی جزو ہے۔

(5) ہائیڈروجن سلفائیڈ کا تعلق انسانی جلد سے ہے ہر قسم کے جلدی امراض سے بچاؤ کے لیے یہ نہایت مفید ہے۔ قوتِ مدافعت کی بدولت انسانی جسم میں کام کرتا ہے۔ یہ جراثیم کو ختم کر کے قوت ہاضمہ، قوت حافظہ کے علاوہ دیگر دفاعی قوتوں میں بھی اضافے کا باعث بنتا ہے۔ الرجی کی روک تھام میں بھی اس کا نمایاں کردار ہے۔ یہ جراثیم کش بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو آب زم زم میں شامل کر کے اپنی مخلوق پر بہت احسان اور رحم فرمایا ہے۔

(6) پوٹاشیم نائٹریٹ یہ بدبو کے خاتمے کے لیے کارآمد ہے یہ پسینہ لاتا ہے جس سے انسانی جسم تروتازہ رہتا ہے تھکن کے اثرات، لو کے اثرات کو زائل کرتا ہے۔ دمہ کے لیے بہت مفید ہے زم زم کے پانی کو ٹھنڈا رکھنے کے لیے اس کا ایک بڑا حصہ پانی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے شامل ہے۔

مصری سائنسدانوں کی تحقیق نے یہ ثابت کیا ہے کہ روئے زمین پر ایک ایسا پانی بھی پایا جاتا ہے جو بدنِ انسانی کی تمام ضروریات پوری کرتا ہے۔ یہ پانی بھوک پیاس و بیماری کو مٹا دیتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ آبِ زمزم ضرور باعثِ شفا ہے اس کی مدد سے دوا بھی موثر ہو جاتی ہے سبحان اللہ ڈاکٹر راجہ ابوسمن اور طرابلس کے ماہرین کی ٹیم نے آب زم زم میں موجود کیمیائی عناصر کی ترتیب کی تفصیل اس طرح جاری کی ہے۔

(1)	Total Diaolved.	1620
(2)	Chlorine.	234
(3)	Sulphate.	190
(4)	Calcuim.	+ve
(5)	Magnesium Iron.	+ve
(6)	Sulpher.	+ve
(7)	Nitrates	-ve

خانہ کعبہ کے قریب تین آبی کنویں اور بھی ہیں جن کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

Scanned with CamScanner

(1) محلّہ داؤدیہ کا کنواں جو کے حرم شریف کے قریب واقع ہے۔

(2) محلّہ سلفہ کا کنواں جو حرم شریف کے قریب ترین واقع ہے۔

(3) لہندز بیدہ کا کنواں جو کہ مکہ مکرمہ سے 18 میل دور ہے۔

یہ کنواں جبلِ عرفات کے قریب ہے۔اس کے کیمیاوی اجزاء بھی آبِ زم زم کے قریب قریب ہیں۔محلّہ داؤیہ اور محلّہ سلفہ کے کنوں کا پانی کیمیاوی لحاظ نہ ہونے کے برابر ہے لیکن باری تعالیٰ نے جو خواص آبِ زمزم کے کنویں کے پانی کو عطا کیا ہے وہ دنیا بھر کے کسی بھی پانی کو حاصل نہیں ہے۔کیمیاوی اجزا سے واقفیت اور رہنمائی کے لیے میں اپنے دوست ڈاکٹر زاور ساؤتھ افریقہ کے پتھالوجسٹ کا بہت احسان مند ہوں کہ انہوں نے مصدقہ کلینیکل رپورٹس ارسال فرمائیں جن کی روشنی میں یہ باب لکھنے میں کامیاب ہوا۔

Sir Immense Thanks to Every One.

آبِ زم زم کیا ہے؟

جنت کے چشموں میں سے ایک چشمہ ہے۔

آبِ زمزم کو فضیلت حضرت اسماعیلؑ سے حاصل ہوئی۔قلبِ مصطفیٰ کو اس سے دھویا گیا اس کی فضیلت اور بڑھ گئی۔مکہ مکرمہ کی آبادی میں زم زم کو بے حد اہمیت حاصل ہے۔

حرم شریف کی نشانیوں میں اللہ کی ایک نشانی ہے۔

آبِ زم زم پینے سے دل اکتاتا نہیں بلکہ اور زیادہ پینے کی رغبت ہوتی ہے۔

زم زم پیتے وقت جو نیت کی جائے وہ پوری ہوتی ہے۔

زم زم کو کھودنے کا کام فرشتوں کے سردار جبرائیلؑ نے کیا۔

زم زم کا کنواں روئے زمین میں سے اعلیٰ ترین ٹکڑے پر موجود ہے۔

زم زم کے پانی میں حضرت محمد ﷺ کا لعابِ دہن بھی شامل ہے۔

زم زم مشروبِ الابرار ہے۔

زم زم صرف مشروب ہی نہیں طعام بھی ہے۔

زم زم میں اللہ نے ہر مرض کے لیے شفا رکھی ہے۔

زم زم کو بطور غذا استعمال کرنا بھی باعثِ تقویت ہے۔

زم زم پینے والے جسمانی طور پر خوبصورت نظر آتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

زم زم انسانی جسم کے لاغرپن کو ختم کرتا ہے۔

زم زم قوتِ حافظہ کو بڑھاتا ہے۔

زم زم انسانی نظامِ انہضام کو درست کرتا ہے۔

زم زم قلبی امراض اور چشمی امراض کے لیے قدرت کا انمول تحفہ ہے۔

زم زم دورانِ خون اور فشارِ خون کے نظام کو درست رکھتا ہے۔

زم زم پیٹ بھر کر پینا ایمان کی علامت ہے۔

زم زم سے بغض صرف منافق ہی کر سکتا ہے۔

زم زم کا پینا ہر حاجت کے پورا کے ہونے میں معاون ہوتا ہے۔

زم زم کو ہی شراب الابرار کہا گیا ہے۔

زم زم کو دیکھنا بھی عبادت ہے اس سے نظر تیز ہوتی ہے۔

زم زم بیت اللہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہترین مہمان نوازی ہے۔

زم زم سے جتنا بھی پانی لیا جائے اس میں کمی واقع نہیں ہوتی اہل کتاب زم زم کو سونے سے زیادہ قیمتی جانتے ہیں۔

زم زم جسم کی بہترین نشوونما کرتا ہے۔

زم زم کی برکت سے اہل مکہ ہمیشہ کُشتی میں غالب رہے۔

زم زم کے پینے کی برکت سے اہل مکہ کی سواریاں دوڑ میں جیت جایا کرتیں۔

اہل کتاب اپنی مقدس کتابوں کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ جس نے زم زم کو اپنے سر پر ڈالا وہ کبھی ذلت کا شکار نہ ہوا۔

زم زم تمام نیک مقاصد پورا کرنے میں معاون ہے۔

زم زم پی لینے کی برکت سے مومن کے جسم کو جہنم کی آگ نہ چھوئے گی۔

زم زم کی طرف دیکھنا قربتِ باری تعالیٰ کا ذریعہ ہے۔

زم زم ایک لذیذ غذا ہے جو اپنے پینے والوں کو کسی اور غذا کا محتاج نہیں رکھتی۔

زم زم کا پینا خطاؤں کے اثرات کو زائل کرتا ہے۔

معراج شریف کے سفر سے پہلے قلبِ مطہر حضور ﷺ کو آبِ زم زم سے غسل دیا گیا۔

Scanned with CamScanner

زم زم بخار کو دُور کرتا ہے۔

زم زم مرگی کے اثر کو مریض سے ہمیشہ کے لیے دور کر دیتا ہے۔

زم زم پینے سے خوف اور اضطراب دور ہو جاتا ہے۔

زم زم کیمیاوی اعتبار سے سب پانیوں سے بہتر ہے۔

زم زم میں بدنِ انسانی کی ضرورت کے عین مطابق کیمیاوی اجزاء ہیں۔ مکہ میں بالخصوص اور پوری دنیا میں بالعموم زم زم کے خواص جیسا کوئی بھی پانی نہیں ہے۔

زم زم کو اللہ نے مسلمانوں کے لیے خاص فرمایا۔

زم زم روئے زمین پر تمام اہلِ اسلام کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضائل، برکات والا تحفہ ہے۔

آب زم زم عام پانیوں کی طرح خراب نہیں ہوتا۔

زم زم حجاج کے لیے بہترین مہمان نوازی ہے۔

زم زم پینے والا کبھی برکت سے خالی نہیں رہتا۔

زم زم کے پینے والا کبھی بھی کسی اور پانی کو زم زم پر ترجیح نہ دے گا۔

زم زم کے خواص اور برکات اسقدر ہیں کہ عقل محوِ حیرت ہے۔

زم زم کے خواص پر ہر دور کے سائنس دان تحقیق کر چکے ہیں۔

زم زم وہ واحد پانی ہے جس کو دنیا بھر کے اطباء نہ صرف خود پینا پسند کرتے ہیں بلکہ دوسری کو تجویز بھی کرتے ہیں۔

زم زم شریف وہ واحد پانی ہے جس کو حکماء اپنی ادویات کی تیاری میں استعمال کرتے ہیں۔

زم زم وہ واحد پانی ہے جو بطور تحفہ دینا اور قبول کرنا ہر مسلمان پسند کرتا ہے۔

زم زم کو کھودنے کے لیے خود اللہ تعالیٰ نے خواب میں اشارہ فرمایا۔

زم زم پیتے وقت دنیا میں ہر جگہ حضرت ہاجرہ علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو یاد کیا جاتا ہے۔

زم زم روئے زمین پر موجود تمام پانیوں کا سردار ہے۔ یعنی کے سیّد پانی ہے سبحان اللہ

ماخوذ از:۔

آبِ زم زم۔	ابن ماجہ
معجزات الشفا بماء زم زم	صحیح بخاری
لسان العرب	صحیح مُسلم

Scanned with CamScanner

قصص الانبیاء صحیح ابن خزیمہ ترجمہ مولانا عبدالمنان

سُنن نسائی

ترجمہ: ''بے شک ان قصوں میں عقل والوں کے لیے عبرت ہے مکہ مکرمہ کا شمار دنیا کے قدیم ترین شہروں میں ہوتا ہے۔ جس کی آبادی تقریباً 20 لاکھ ہے مگر حج کے دنوں میں کم وبیش 50 لاکھ لوگوں کا مزید اضافہ ہو جاتا ہے اس شہر میں کوئی چیز پیدا نہیں کی جاتی مگر اتنا بڑا حجم غفیر ہونے کے باوجود کھانے پینے اور علاج معالجہ کی کسی بھی چیز کی کمی کبھی بھی نہیں ہوئی۔

کلارک ٹاور مکہ 30 میل دور سے ہی نظر آنا شروع ہو جاتا ہے۔ مکہ معظمہ کی مارکیٹیں جو بیس گھنٹے کھلی رہتی ہیں۔ مکہ معظمہ میں زیادہ تر خریداری خواتین کرتی ہیں۔ کرائم نہ ہونے کے برابر ہے اور یہ سب اعجاز اسلامی قوانین کی وجہ سے ہے اتنا بڑا ہجوم دنیا بھر کے مسلمانوں کا اور پورے حرم شریف کی صفائی بلکہ پورے شہر مکہ اور گردونواح کی صفائی کمال درجے کی پورا شہر آپ کو شیشے کی مانند صاف ستھرا نظر آئے گا بلدیہ مکہ کے کارندے شہر کے تمام کچرے کو مکہ شہر سے 70 کلومیٹر کی دوری پر لے جا کر پہاڑیوں میں دفن کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مکہ معظمہ کو سونے کے پہاڑ سے نوازا ہوا ہے مکہ میں سالہا سال سے کبھی بجلی کا ڈاؤن فال نہیں ہوا۔ مسجد الحرام کا ساؤنڈ سسٹم دنیا کا واحد اور مہنگا ترین ساؤنڈ سسٹم ہے جو صرف مسجد الحرام کے لیے ہی بنایا گیا ہے اور پوری دنیا میں کہیں اور نہیں ہے۔

آب زم زم چار ہزار سال سے نکالا جا رہا ہے۔ (ماشاءاللہ اور انشاءاللہ تا قیامت نکالا جاتا رہے گا)۔

ایک روایت کے مطابق قیامت کے قریب روئے زمین سے تمام میٹھے پانی زمین کی تہہ میں اُتر جائیں گے۔ ماسوائے آب زم زم کے مسجد حرام دنیا کی مہنگی ترین مسجد ہے۔ سبحان اللہ

جس پر 100 بلین ریال خرچ ہو چکا ہے۔

حضور ﷺ مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے مکہ معظمہ ہر مسلمان کے لیے مقدس ترین شہر ہے اور اس شہر کے لیے ہر مسلمان اپنی جان قربان کر سکتا ہے (انشاءاللہ)۔

مکہ مکرمہ میں 200 سے زائد قسم کی کھجوریں مارکیٹ میں فروخت کے لیے موجود ہوتی ہیں۔

دنیا کا سب سے مہنگا کپڑا مکہ مکرمہ میں فروخت ہوتا ہے۔

مکہ مکرمہ میں 6 سے بارہ لائن کی سڑکوں پر دنیا کی مہنگی ترین کاریں بھاگی پھرتی ہیں۔ مرسیڈیز اور اوڈی جیسی گاڑیاں یہاں بطور ٹیکسی چلائی جاتی ہیں جبکہ سعودی عرب کے ہر گھر میں وائی فائی ہوتا ہے۔ دنیا کا 18% پٹرول

Scanned with CamScanner

سعودی عرب میں پیدا ہوتا ہے۔ دنیا بھر سے کہیں زیادہ مرغیاں، بکرے، اور دیگر جانور مکہ مکرمہ میں ذبح کیے جاتے ہیں۔

یہاں پر پڑھنے والے ہر بچے کو 600 سے لے کر 800 ریال ہر ماہ گورنمنٹ کی طرف سے ادا کیے جاتے ہیں۔

سعودی طالب علم دنیا کے جس ملک میں بھی تعلیم حاصل کرنا چاہے اس کو اعلیٰ تعلیم کے لیے سکالرشپ دی جاتی ہے۔

اہلیہ محترمہ کامیابی سے پانچ عمرے کرنے پر بہت بلکہ بے حد خوش تھیں۔ بچوں کی طرح اظہار کرتیں ماشاء اللہ چہرہ بہت پُرنور مگر میری اندرونی کیفیت بہت دگرگوں تھی کیونکہ میں اس کے مرض کی شدت اور خطرناکی خوب سمجھتا تھا کیونکہ دو چیزیں ہمیشہ ٹوٹنے والی ہوتی ہیں اور ضرور بضرور ٹوٹنے والی ہیں اور وہ ہیں ''سانس اور ساتھ'' سانس کے ٹوٹنے سے انسان ایک ہی بار مرتا ہے اور اگر ساتھ ٹوٹ جائے تو انسان ہر پل مرتا ہے!! اور میں ہر پل نہیں مرنا چاہتا تھا اور دعا گو تھا کہ یا اللہ میری اہلیہ کو شفائے کاملہ عطا فرما اور اللہ جل شانہٗ نے عطا فرما دی۔ الحمدللہ رب العالمین۔ میں نے زندگی میں کبھی ایسی بے چینی محسوس نہ کی تھی جو اپنی اہلیہ کو بیمار دیکھ کر محسوس کی خانہ کعبہ کے سامنے عجیب سی کیفیت میں بیٹھے ہوئے مجھ سے پوچھا گیا، یا میرے دل میں خیال آیا، شاید میں نے بے خودی میں ہی اپنے آپ سے پوچھا ہوگا کہ اگر بلقیس اللہ تعالیٰ کے پاس جا کر جنت مکانی ہو جائے تو کیا تم اس کے بغیر شاد و آباد رہ سکو گے ''جواب تھا'' نہیں، یہ ممکن ہی نہیں حالانکہ میں اپنی پہلے کی تحریروں میں لکھ چکا تھا کہ دنیا کا سب سے بڑا جھوٹ، میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا یا سکتی مگر اب جو حالات تھے وہ بلقیس کے بغیر جان لیوا سے بھی زیادہ گھمبیر تھے بس اللہ تعالیٰ سے اس کے گھر کے سامنے بیٹھ کر رحم رحم رحم پکارتا رہتا اور رحم میرے مالک و خالق نے فرمایا اور میری آس امید سے کہیں زیادہ فرمایا۔ میری کیفیت تو اس وقت بقول شاعر کچھ ایسی تھی۔

لکھا ڈاکٹر نے دوا کی جگہ اس کا نام
اور یہ بھی لکھا صبح دوپہر شام

اور اہلیہ کے بغیر اکیلے جینے کا تصور بھی سوہانِ روح بنا ہوا تھا۔

بقول شاعر:

اک عمر گزار آئے تو محسوس ہوا ہے
اس طرح تو جینے کا ارادہ ہی نہ تھا

اور میں چاہتا کیا تھا بقول حافظ خرم بہاولپوری

Scanned with CamScanner

بے حجابانہ تیرا نظارہ کروں
تیری زُلفِ پریشاں سنوارہ کروں

دل تو کرتا ہے کہ اللہ کے گھر کے بارے میں لکھتا جاؤں لکھتا جاؤں اور بس لکھتا جاؤں۔ فتح خانہ کعبہ سے لے کر آج تک کے حالات ایک بحرِ بیکراں کی مانند ہیں کیا کوئی پورا اُتر سکتا ہے؟

کل ہم نے مدینہ شریف آقائے نامدار حضرت محمدؐ کے دربار میں حاضری کے لیے چلے جانا ہے۔ غلام اپنے آقاؐ کے دربار میں حاضر ہو کر سلام و درود کا نذرانہ پیش کرینگے۔ اہلیہ محترمہ کی کیفیت صحت کے لحاظ سے درمیانی سی تھی۔ کھا پی نہیں سکتی تھی۔ کبھی خوش اور کبھی پریشان ہوتی..... محبت کیا ہے؟ محبوب کے لیے جو تڑپ پیدا ہوتی ہے۔ محسوس ہوتی ہے مچھلی کی طرح تڑپاتی ہے۔ بے چین کرتی ہے اور فنا کر دیتی ہے۔ وہ محبت ہے۔ یہ مجھے اہلیہ محترمہ کی صحت کے مسائل دیکھ کر محسوس ہوا۔ حُسن، عشق کیا ہے؟ کسی چہرے کا بے حد اچھا لگنا اس کو بار بار دیکھنا، فرحت محسوس ہونا اس کی شخصیت، خوشبو، اس کے نظر نہ آنے پر بے چینی محسوس کرنا۔ تڑپ تڑپ جانا انسانی ضروریات سے بے نیاز ہو جانا حسن و عشق ہے۔ یہ مجھے بھی آج ہی احساس ہوا باقی رہا سوال آج دل، حوصلہ، لگن، تجسس و عاجزی (Self- Denial) اور Self accountability یعنی کے اپنا محاسبہ اور اپنی ذات کی نفی کے ملے جلے جذبات کے ایک مدوجزر میں پھنسا ہوا تھا۔

مجھے Sense of Timing یعنی کہ لمحوں کی نزاکت کا احساس بے حد شدت سے تھا کہ یہ سیاہ کار غلام اپنے آقا کے دربار میں کیا منہ لے کر جائے گا۔ شرمندہ شرمندہ لیکن جوش اور ولولے سے بھرپور جذبات چھلکتی ہوئی آنکھیں و عشقِ رسولؐ میں غرق دل و دماغ، کیونکہ مجھے تو ظاہری، باطنی اور روحانی عشق کے علاوہ اور کوئی کام نہیں آتا۔ میری تڑپ نے خود ہی آقائے نامدارؐ کے دربار میں اپنے آپ کو کھڑے ہوئے پایا اور فریاد کرتے ہوئے عرض کی اے اللہ کے محبوبؐ مجھے تو عشق کے علاوہ کچھ اور آتا ہی نہیں میں نے روحانی عشق آپ سے کیا قیامت تک اور قیامت کے بعد بھی کرتا رہونگا بے شک میں بہت گناہ گار ہوں مگر آپ کا امتی ہوں میری اور میری نسل کی شفاعت فرما دیجیے گا۔ میرے غم اور دکھ درد کچھ اس طرح کے ہیں (پہلے میں تماشائی تھا لیکن اب میں تماشا ہوں؟) کے مداوے کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور سفارش فرما دیں لوگ کہتے ہیں کے وقت کے ساتھ غم دور ہو جاتا ہے۔ زخم مندمل ہو جاتے ہیں۔ مگر سچ تو یہ ہے کہ میں درد کے ساتھ جی رہا ہوں کیونکہ میں نے غموں کے ساتھ دوستی کر لی ہے اور میرے غم دُکھ درد ایک بے وفا سفاک قاتل حسینہ کی طرح میرے ساتھ ساتھ سائے کی طرح چلتے ہیں آج آپ کا غلام ادریس احمد آفتاب دربارِ رسالت میں فریاد لے کر آ رہا ہے۔ سلام درود کا ورد کرتا ہوا اپنے آپ میں کھویا ہوا

Scanned with CamScanner

روحانی طور پر دربار رسالتؐ میں حاضر تھا کہ فاروق بھائی نے دو ہتڑ مار کر چونکا دیا اور نیم غصے سے بولے ادریس بھائی تشریف لے آئیں۔ آپ مدینہ شریف پہنچ چکے ہیں میں نے دیکھا کہ ہم Dar Al Taqwa Inter continental Hotel, Madinah. کے پورچ میں پہنچ چکے ہیں۔ اپنے اپنے کمرے میں جا کر فریش ہوئے اتنے میں مسجدِ نبویؐ سے موذن نے کہا ''آؤ نماز کی طرف آؤ۔ آؤ فلاح کی طرف آؤ'' ہوٹل سے بمشکل 2 منٹ کی دُوری پر مسجد نبوی تھی اگر کرٹن ہٹا دیتے تو روضہ رسولؐ کا سبز گنبد آنکھوں کو خیرہ کرتا ہوا نظر آتا تھا۔ نمازِ ظہر ادا کرنے کے لیے ہمارے سمیت ہر کوئی چاہے وہ عجمی تھا یا عربی، بھاگا جا رہا تھا۔ ہم دونوں اپنی خواتین سمیت احاطہِ مسجد نبوی میں داخل تو اکٹھے ہوئے۔ مگر مسجد کے اندر داخل ہونے سے پہلے خواتین ہم سے علیحدہ ہو گئیں یہاں پر مستورات کے لیے نماز کا الگ حصہ مقرر کیا گیا ہے جو کہ ہے تو مسجد نبویؐ کا حصہ مگر پردے کی خاطر مرد حضرات سے علیحدہ ہے اور ہم دونوں باب جبرئیل سے مسجد نبوی میں داخل ہو گئے۔ نماز باجماعت کے بعد مسجد میں ہی بیٹھ گئے۔ ریاض الجنہ میں نوافل ادا کرنا، حضورؐ کے منبر اور مصلے والی جگہ پر نوافل ادا کرنا اور بار بار بائیں طرف دیکھنا۔ میرا محبوب ترین یقین ایمان ہے۔ کیونکہ حضورؐ کے روضہ مبارک کی جالیاں اس طرف بھی ہیں یہاں پر بھی مجھے ریاض الجنہ اور حضورؐ کے روضے کی جالیاں نظر نہ آئیں تو میں نے بے چینی کے عالم میں فاروق بھائی سے پوچھا کہ ریاض الجنہ کدھر ہے وہ بولے تم ریاض الجنہ میں ہی بیٹھے ہو اور وہ سامنے بائیں طرف حضورؐ کا روضہ مبارک ہے۔ دل خون کے آنسو رو رہا تھا اور میں اپنی کیفیت صرف محسوس کر سکتا تھا بیان نہیں کر سکتا تھا۔ میں ایک بہت ہی پر امید انسان ہوں اور پوری زندگی اللہ تعالیٰ کے توکل پر گزاری ہے۔(A man with Indestructible) لیکن یہاں بے صبری اور مایوسی اتنی محسوس ہوئی کے بیان سے باہر ہے ذہن میں صرف ایک ہی بات سمائی ہوئی تھی کہ مجھے نظر کیوں نہیں آ رہا ہے۔ یہ میرا مجرم ضمیر تھا جو گناہ سے آلودہ تھا جو روحانی اور باطنی اندھیروں کی وجہ سے یہاں کی تجلیاں برداشت نہیں کر رہا تھا بس پھر کیا تھا۔ نینوں سے مینہ چھم چھم برسنے لگا سینے سے کڑکڑاتی بجلی کی طرح آوازیں نکلنے لگیں۔ معافی کا طلب گار ہوا سرکار دو عالمﷺ کو رحم آ گیا اندھیرے چھٹنے لگے۔ طلاطم سے سکون کی طرف گامزن ہوا۔ ہر چیز واضح ہوتی چلی گئی پھر اٹھ کر آبِ زم زم سے نہ صرف پیاس بجھائی بلکہ چہرہ بھی دھویا حضورؐ کے روضہ مبارک کے اطراف میں کئی چکر لگائے جتنی بھی دعائیں یاد اور بھولی ہوئیں تھیں سب یاد آ گئیں اور بار بار بار بار پڑھنے لگا اور پڑھتا چلا گیا۔ عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد ہم اپنے اپنے کمرے میں واپس آ گئے اس طرح نماز مغرب اور نماز عشاء ادا کی گئی۔ دوسرے روز نماز فجر ادا کرنے کے بعد اہلیہ محترمہ فاروق بھائی اور بھابھی صاحبہ اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے اور میں جنت البقیع چلا گیا کیونکہ نماز فجر کے بعد کچھ دیر کے لیے صرف مردوں کے

Scanned with CamScanner

لیے جنت البقیع کے گیٹ کھول دیئے جاتے ہیں صبح کا وقت ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اصحابہ اکرام کی قبور۔ شہدا کی قبریں نام ور اور اللہ تعالیٰ کے نامزد کردہ جنتیوں کی قبور حضرت خدیجہؓ حضرت عثمانؓ اور اسلام کے دیگر گنج ہائے بے بہا کے مدفن اور روحانی طور پر اگر محسوس کریں تو روضہ مبارک اور ان قبور کے درمیان روحانی رابطہ کا گمان ہوتا ہے۔

آج کل کے سیاسی حالات عدالتِ عالیہ اور عدالت عظمیٰ کا وطیرہ جو کے عوام میں بے چینی، بے یقینی، اپنے اعلیٰ ترین ادارے پر عدم اطمینان اور عدم اعتماد کا باعث بنا ہوا ہے۔ اس کے تناظر میں اسلام کی عظمت انصاف اور گواہی کے بارے میں عرض کرونگا جو کہ حضورؐ نے اپنے فرمودات اور قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق فرمایا ہے جبکہ مغربی اسکالرز بھی اسلام کی عظمت کو تسلیم کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر جب آپ Howard University جو کہ 1867ء میں وجود میں آئی تھی جب آپ یونیورسٹی کے لاڈیپارٹمنٹ میں داخل ہوتے ہیں تو پہلی نظر سورۃ النساء آیت 35 پر پڑتی ہے جس پر کچھ یوں لکھا ہوا ہے۔

O Ye Who believe!

Stand out firmily for Justice, as Witnesses

To Allah, even as against

Your selves, or you parents,

or your kin and whether

It be (against) rich or poor:

For Allah can best proteet both.

Qur'an, Surrah An-Nisa Ai 135

ترجمہ: ''اے ایمان والو! عدل و انصاف پر مضبوطی سے جم جانے والے اور اللہ کی خوشنودی کے لیے سچی گواہی دینے والے بن جاؤ گو کہ وہ خود تمہارے اپنے خلاف ہو یا اپنے ماں باپ یا رشتہ دار، عزیزوں کے، وہ شخص اگر امیر ہو تو اور فقیر ہو تو دونوں کے ساتھ اللہ کو زیادہ تعلق ہے اس لیے خواہش نفس کے پیچھے پڑ کر انصاف نہ چھوڑ دینا اور اگر تم نے کج بیانی یا پہلو تہی کی تو جان لو کہ جو کچھ تم کرو گے اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے'' (سورۃ النساء آیت 135)

جبکہ انصاف کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے اللہ کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ نے فرمایا تھا کہ چوری کی جو سزا ایک عام شخص کو ملے گی وہ ہی سزا میری پیاری بیٹی فاطمہؓ کو ملے گی۔ اگر اس نے چوری کی تو! ان ہی خیالات کی

Scanned with CamScanner

آماجگاہ میرا ذہن مطمئن ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔ بے چینی بے صبری ذرا ذرا سی جگہ کی زیارت اس جگہ کو چھونا وہاں نفل ادا کرنا اور تصور میں حضورؐ کے دور میں جا کر اپنے دل و دماغ کو روشن کرنا ایک بے بس انسان اور کر ہی کیا سکتا ہے۔

آنکھیں بند، دماغ روشن اور روضہ مبارک سے تجلیوں کی بارش باہر نور ہی نور، روضہ مبارک کے اندر نور البشر بیان کرنے سے الفاظ قاصر ہیں ریاض الجنہ میں بیٹھے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے نور کے ہالے جالیوں میں سے اُڑتے ہوئے آتے ہیں اور زائرین پر پرواز کر کے چلے جاتے ہیں۔

مسجدِ نبوی میں چھ محرابیں ہیں۔ ان میں سے ایک رحمتِ دو عالم ﷺ سے منسوب ہے درحقیقت یہ وہ ہی جگہ ہے جہاں آپؐ تبدیلی قبلہ کے بعد کعبہ مشرفہ کی جانب رخ انور کر کے نماز ادا فرماتے تھے اہل علم کا اتفاق ہے کہ موجودہ محراب نبوی وہی ہے اور پیغمبر اسلامؐ یہاں نماز پڑھاتے تھے اس میں کوئی بھی تبدیلی نہیں ہوئی کتب سے ثابت ہے کہ محراب کے دروازے کے اوپر بسم اللہ کے بعد قرآن کی وہ آیت تحریر ہے جس میں قبلے کی تبدیلی کا تذکرہ ہے اس متبرک محراب کی تزئین مختلف طریقوں سے کی گئی ہے۔

سلطان الظاہر بیبرس نے مسجدِ نبوی کی تعمیر میں نہ صرف غیر معمولی دلچسپی لی بلکہ 1267ء میں خوبصورت منبر بھجوایا جس پر بہت ہی نفیس کام کیا گیا تھا مسجد نبوی میں آتشزدگی کے واقعہ کے بعد سلطان اشرف کائتبانی نے نئی محراب بنوائی جس میں رنگین سنگِ مرمر جو کہ بہت منفرد شکل کا تھا استعمال کیا گیا اور یہ محراب پہلی محراب سے بہت زیادہ خوش شکل تھی اس پر خوبصورت کنندہ کاری اور آیات تحریر کی گئی تھیں اور یہ محراب آج تک موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبؐ کی عظمت نہ صرف بیان کی بلکہ اشرف المخلوقات کو درود سلام اور اپنے پیارے محبوب کی عظمت بیان کرنے کا نہ صرف حکم دیا بلکہ ان کے اُسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کا بھی حکم دیا۔ دنیا کے کروڑوں مسلمان ہر وقت درود و سلام کا نذرانہِ عقیدت حضور کو پیش کرتے ہیں بلکہ غیر مسلم سکالرز بھی حضور کی عظمت کے قائل ہیں یہاں پر میں چند نظائر پیش کرونگا۔ جو کہ ترجمہ شدہ ہیں۔

(۱) ''میں نے حضور محمد ﷺ کے مذہب کی، حیران کن استقامت کی بنا پر ہمیشہ تعظیم کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ وہ واحد مذہب ہے جس میں گہرائی ہے اور یہ ہی چیز لوگوں کے لیے دلکش ثابت ہوئی ہے۔ میں محمد ﷺ کے مذہب کے بارے میں پیش گوئی کرنا چاہتا ہوں کہ آج جسے یورپ کہتے ہیں وہاں یہ مانا جانے لگے گا'' (جارج برناڈ شاہ)

(۲) ''صرف ایک ہی مذہب ہے جس کی میں عزت کرتا ہوں اور وہ اسلام سے صرف ایک ہی نبیؐ ہے جس

Scanned with CamScanner

کی شان کا میں قائل ہوں اور وہ محمد ﷺ ہیں'' (ایڈولف ہٹلر)

(۳) ''اب پوری دنیا میں صرف محمد ﷺ کے قانون کی حکمرانی ہوگی۔'' (روسیفلا سفر لیوٹالسٹائے)

(۴) ''محمدؐ ایسے لیڈر تھے کہ جن کے نزدیک ان کا اور ایک عام آدمی کا Status ایک تھا انہوں نے کبھی خود اپنی ذات کو مالی مفاد سے نہیں نوازا، یہ ہی وجہ تھی کہ لوگوں نے ان کا تب بھی ساتھ دیا کہ جب محمدؐ غربت کی زندگی گزار رہے تھے اور تب بھی ان کے اعتماد کا پیمانہ وہ ہی تھا کہ جب محمدؐ ایک عظیم سلطنت کے شہنشاہ تھے۔'' (ہنیزی ہینڈ مین)

(۵) ''اگر میں حضرت محمد ﷺ کے زمانے میں موجود ہوتا تو میں ان کے قدموں میں بیٹھ کر ان کے پاؤں دھوتا.....'' (رومن کنگ ہرکولیس)

(۶) اگر غیر معمولی طور پر Genius ہونے کا فیصلہ ان تین چیزوں پہ کیا جائے۔
عظیم مقصد، انتہائی محدود ذرائع، بے مثال نتیجہ.....تو کوئی بھی شخص محمدؐ کا مقابلہ کرنے کی جرات نہیں کرسکتا.....'' (فرانسیسی فلاسفر الفانسی دے لامارٹائین)

(۷) ''کائنات میں اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ اس نے منصفانہ طور پر ایمانداری سے حکومت کی ہے تو وہ صرف حضرت محمد ﷺ کی ذات ہے.....'' (سر باسورتھ سمتھ)

(۸) ''لفظ ''محمدؐ'' فطرت کی آواز کا نام ہے۔
باقی جو کچھ بھی ہے وہ سب ہوا ہے دھواں ہے.....'' (تھامس کارلائل)

''مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کے ساتھیوں میں شامل نہیں تھا اے محمد ﷺ انسانیت نے ایک ہی بار چُنی ہوئی شخصیت کو دیکھا تھا پھر کبھی نہیں دیکھے گی میں انتہائی خشوع سے آپؐ کے آگے جھکتا ہوں.....'' (اوٹو بسمارک)

دو جہاں کی سب سے بڑی ہستی کے دربار میں سلام، درود پیش کرتے ہوئے ہر قسم کی خواہش اور خاص کر گناہ معاف کرانے کی خواہش کہ حضورؐ اللہ تعالیٰ کے دربار سے معافی کی سفارش فرمادیں لیکن ساتھ ساتھ ان کی عظمت اور سرکار کے رُتبے کو بھی ملحوظِ خاطر رکھے ہوئے تھا۔ میرے جیسے انسان کا یہاں آنا اور اللہ تعالیٰ کا مہمان بن کر دربار نبویؐ میں حاضر ہونا ہی ایک عنایت خاص تھی ایک ایسی روح جو کہ نور بھی ہے اور بشر بھی ہے اور جس کو اللہ نے دنیا بنانے سے بھی پہلے تخلیق کر کے محفوظ کرلیا تھا اور انبیاء اکرام تشریف لاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام بجالاتے رہے اور جب باری تعالیٰ نے مناسب سمجھا تو سردارِ انبیاء کو محمدؐ کی شکل میں دنیا میں بھیج دیا میرے آقا کے نام کا کلمہ حضرت

Scanned with CamScanner

آدم علیہ السلام کا حق مہر بنا یہ اعزاز تو صرف نور البشر کا ہی ہوسکتا ہے۔ سبحان اللہ کیونکہ خواتین کے لیے علیحدہ بندوبست ہوتا تھا میں اور فاروق بھائی مسجد نبوی کے چپہ چپہ پر جاتے مقدس جگہوں کی زیارت کرتے نوافل ادا کرتے اور آ کر ایک خاص جگہ پر بیٹھ جاتے ہمارے سامنے عثمانیہ دور کی تعمیرات ہوتیں جس کے ماتھے یہ کلمات لکھے ہوئے تھے۔ اور اب تو روضہ مبارک کی جالیوں پہ بھی الصلاۃ والسلام علیکہ یارسول اللہ لکھا ہوا دیکھا گیا ہے۔ ورنہ یہ نجدی ایسے کلمات کے منکر ہیں۔ مندرجہ ذیل کلمات عثمانیوں نے لکھوائے تھے جو آج تک موجود ہیں۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَادِقُ الْوَعْدِ الْاَمِیْنُ

ترجمہ: ''نہیں ہے کوئی معبودِ حق سوا اللہ کے وہ بادشاہِ حق اور ظاہر ہے۔ محمدؐ اللہ کے رسول اور وعدے کے سچے امانت دار ہیں۔''

جو عقیدت ہم لوگ اپنے آقاؐ سے رکھتے ہیں اُس سے یہ نجدی نابلد ہیں جبکہ امام غزالیؒ نے انسانی سوچ کی محدودات بیان کرنے کے ساتھ عقیدت کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے اور کہا ہے کہ کائنات بے مقصد پیدا نہیں کی گئی جبکہ انسانی زندگی ایک مقصد رکھتی ہے۔ عقیدت کے ساتھ نبی اکرمؐ کے فرمودات تو ہمارے ایمان کا حصہ ہیں جس کے بغیر ایمان مکمل ہی نہیں ہوتا چونکہ چنانچہ کے یا IF اینڈ But یہ لوگ زبردستی لے آئیں ہیں۔ ورنہ اسلام سے زیادہ آسان اور مکمل دین کوئی اور نہیں ہے جبکہ مسالک کی بھرمار نے دین کے لیے بے حد مشکلات کھڑی کی ہوئی ہیں اور میں ایک بے حد کم علم، گناہ گار اور بے عمل لیکن اپنے آقا کا غلام مسالک کی اجارہ داری سے پاک ایک سادہ اور پُر جوش عقیدت مند جس کے ایمان کا حصہ فرامینِ رسول اکرمؐ ہیں اور میں ایک راسخ العقیدہ مسلمان ہوں جس کو اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اپنے آقاؐ کے فرمودات سے اپنا ایمان مکمل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے اور میں اپنے آقاؐ کے روضہ مبارک اور مسجد نبوی میں بے چینی سے گھوم رہا ہوں۔ ہاں یہ مدینہ ہے اور میں عشق رسولؐ میں سرشار اپنی مستی میں رنگا ہوا کہتا ہوں کہ مدینہ تو مدینہ ہے کیونکہ مدینہ منورہ میں کائنات کا محبوبؐ بلکہ ربِ کائنات کا محبوبؐ جلوہ گر ہے مدینہ منورہ عشق کی بستی، عطا کی بستی، شفا کی بستی، سخا کی بستی، صبر کی بستی، جزا کی بستی، عفو کی بستی، جذب کی بستی، غنا کی بستی، ضیا کی بستی، نور کی بستی اور ہمارے، تمہارے، میرے آقا حضرت محمدؐ کی بستی ہے۔ یہ کائنات کے شہروں میں سے لاکھوں خوبیوں کا حامل منفرد شہر ہے کیونکہ اس میں کعبہ کے کعبہ رونق افروز ہیں۔ مدینہ شہر کے فضائل بھی منفرد ہیں۔ مدینہ کا نام طیبہ ہے۔ ہجرت سے پہلے مدینہ کا نام یثرب تھا۔ رسول اکرمؐ جب ہجرت کر کے اس شہر میں تشریف لے گئے تو یہ شہر مدینہ منورہ ہوگیا۔ طیبہ کی نسبت سے مدینہ طیبہ کہا جاتا ہے۔ حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہؐ سے سُنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا'' مسلم

Scanned with CamScanner

کی روایت میں طابہ کی جگہ طیبہ آیا ہے'' لیکن ان دونوں لفظوں کے معنی پاکی اور عمدگی کے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہؐ کی آمد کے بعد یہ شہر شرک سے پاک ہوگیا۔ اس لیے اسے طیبہ کہا گیا۔ امام نوریؒ نے اپنی کتاب مناسک میں اس شہر کے پانچ نام بیان کیے ہیں۔ مدینہ، طابہ، یثرب، وار۔ ان میں سے یثرب زمانہ جاہلیت کا نام ہے حضورؐ نے اس کو پسند نہیں فرمایا جبکہ صحیح بخاری کی حدیث میں آیا ہے کہ لوگ اس کو یثرب کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ مدینہ سے حضور کی ناپسندیدگی کی وجہ یثرب کے معنی (ملامت اور حزن) کے ہیں۔ حضورؐ اس نام یثرب کو بدل کر مدینہ رکھنا پسند فرماتے تھے اس لیے آپؐ نے نام بدل کر مدینہ رکھ دیا۔ امام نوریؒ فرماتے ہیں اس شہر میں اللہ کی اطاعت کی جاتی ہے مدینہ غالب بستی ہے اور یہ بستی تمام بستیوں پر غالب آگئی۔

اس کے بارے میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا مجھے ایسی بستی کی طرف ہجرت کا حکم دیا گیا جو تمام بستیوں پر غالب آجائے گی اور آکر رہتی دنیا نے بھی دیکھا۔

مدینہ شریف کی حُرمت کے بارے حضورؐ کا فرمان ہے کہ مدینہ کے دونوں کناروں کے درمیان نہ تو خون ریزی کی جائے اور نہ ہی ہتھیار اٹھائے جائیں، جانوروں کی غذا کے علاوہ درختوں کے پتے نہ جھاڑے جائیں، شکار نہ کیا جائے، آپؐ نے اُحد پہاڑ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے کہا یہ پہاڑ مجھ سے محبت کرتا ہے اور میںؐ اس پہاڑ کو محبوب رکھتا ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ نے مکہ کو حُرمت دی اور میںؐ ان دونوں پہاڑوں کے درمیان جو زمین (مدینہ) ہے اس کو حُرمت دیتا ہوں، حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میںؐ مدینہ کے دونوں کناروں کو حرام کرتا ہوں، اس علاقہ میں نہ تو خاردار درخت کاٹا جائے اور نہ ہی اس میں شکار کیا جائے۔

سرزمین مدینہ میں جس کو مرنے کا شرف حاصل ہوجائے تو حضور اکرمؐ اس کی شفاعت فرمائیں گے۔

حضرت اُنسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کوئی شہر ایسا نہیں جو دجال کی پامالی سے محفوظ رہے گا ماسوائے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے ان شہروں میں داخلے کا کوئی راستہ نہیں ہے کیونکہ ان شہروں پر فرشتوں کا پہرا ہے۔ جو صفین بنا کر اس کی نگہبانی کرتے ہیں۔ آپ ﷺ کی آمد نے انسانیت کو حیاتِ نو بخشی۔

''روشنی پھیل گئی خاک سے افلاک تلک''

جب تصور میں ترا چہرہ انور آیا

جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کو اپنے پیارے حبیب ﷺ کی اطاعت سے مشروط کر دیا اور اپنی محبت کو آپؐ کی محبت سے لازم وملزوم ٹھہرایا یعنی بارگاہِ باری تعالیٰ میں حاضر ہونے سے پہلے ''اتباعِ سُنت'' کا لباسِ فاخرہ پہننا بہت ضروری ہے۔

Scanned with CamScanner

جبکہ قرآن پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے ہم نے آپؐ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا (رحمت العالمین) آپ کی آمد کائنات کے انسانوں کے لیے اللہ کا عظیم انعام ہے۔ حضور اکرمؐ کی آمد سے کائنات کے انسانوں کو نئی زندگی ملی اور ایک اللہ کی وحدانیت کا ڈنکا بجنے لگا۔ کعبہ میں سجے 360 بُت منہ کے بل گر کر ریزہ ریزہ ہو گئے۔

جب اللہ رب العزت نے حضور نبی اکرمؐ کو دنیا میں بھیجا تو قرآن پاک میں ارشاد فرمایا میں نے مومنوں پر عظیم احسان کیا کہ انہیں اپنا پیارا محبوب عطا کر دیا پھر فرمایا جب اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں پر اپنی رحمت فرماتے ہیں تو وہ اس نعمت کے عطا ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شُکر بجالاتے ہیں اور خوشیاں مناتے ہیں۔ سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنین پر بڑا احسان فرمایا کہ ان میں ایک رسولؐ بھیجا جو اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور ان کو پاک فرماتا ہے اور ان کو کتاب۔ حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ ہر مقام پر شانِ اولیت کی مظہر مخلوق میں حضورِ اقدسؐ کی ذات ہے۔ انبیا میں آخری نبیؐ آپ ہیں۔ حضورؐ کا ظہوری قدس آخری ہے۔ ختم النبین آپؐ ہیں آخری شریعت آپ ہی کی ہے۔ آخری الہامی کتاب قرآنِ کریم آپؐ ہی کو عطا کی گئی۔ آپ کا دین آخری دین ہے۔ ظاہر، باطن کی شان کا کمال یہ ہے کہ حضورؐ سب پر ظاہر ہیں اور ہمیشہ سے ظاہر تھے جیسا کہ پہلے انبیا اکرامؑ حضورؐ کی بعثت کی خوشخبریاں سُناتے رہے اور لوگ آپؐ کے وسیلہ سے دعائیں مانگا کرتے تھے جیسے کہ سورۃ بقرہ میں جس کو جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت کیا ہے۔ یارسول اللہ ﷺ مجھ کو خبر دیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کون سی چیز پیدا کی۔ آپؐ نے فرمایا اے جابر اللہ تعالیٰ نے تمام اشیا سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور کے فیض سے پیدا کیا پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا نہ بہشت تھی نہ دوزخ تھی نہ فرشتہ تھا نہ سورج تھا نہ چاند تھا نہ جن تھا اور نہ انسان تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو نورِ محمدیؐ کے چار حصے کیے ایک حصہ سے قلم ایک حصہ سے لوح ایک حصہ سے عرش پیدا کیے پھر چوتھے حصے کے چار حصے کیے۔ ایک حصے سے حاملانِ عرش دوسرے حصے سے کرسی تیسرے حصے سے باقی فرشتے اور چوتھے حصے کے چار حصے کیے ایک حصے سے آسمان دوسرے سے کرسی تیسرے سے جنت، دوزخ بنائے۔

حضورؐ نے فرمایا کہ میں حضرت آدمؑ کی تخلیق سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے رب کی بارگاہ میں نور کی صورت میں موجود تھا۔ حضرت کعب الاحبارؓ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے محمد عربیؐ کے پیکر بشری کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ ایسی مٹی میرے پاس لے آؤ جو میرے محبوبؐ پاک کے جسمِ اقدس اور جسم اطہر کی تخلیق کے لائق ہو تو وہ سفید مٹی کی ایک مٹھی روضہ اطہر والی جگہ سے لے کر بارگاہِ باری تعالیٰ میں حاضر

Scanned with CamScanner

ہوئے۔

تو امرِ باری تعالیٰ سے اس مٹی کو تسنیم کے پانی سے گوندھا گیا جنت کی نہروں میں دھویا گیا پھر نورِ نبوت اس میں رکھ کر اس کو عرش، کرسی، لوح، قلم اور آسمانوں اور زمینوں میں ہر جگہ پھرایا گیا تا کہ ہر شے حضورؐ کے شرف، کمال کو پہچان لے آپ سے ہی مروی ہے کہ تخلیق آدمؑ کے بعد نورِ محمدی کو ان کی پُشت میں ودیعت کیا گیا جو کے آدم علیہ السلام کی پیشانی سے جھلکنے والے انوار سے محسوس ہوتا تھا اور ان سے کہا گیا اے آدم یہ تیری نسل سے پیدا ہونے والے انبیاء مرسلین کے سردارؐ ہیں جب حضرت حواءؓ کے بطنِ اطہر میں حضرت شیث علیہ السلام منتقل ہوئے تو وہ نور بھی حضرت حوا کے بطنِ اقدس کی طرف منتقل ہو گیا۔ اور وہ ہر بار دو بچوں کو جنم دیتی تھیں۔ ماسوائے حضرت شیث علیہ السلام کے کیونکہ وہ حضرتؐ کے جدِ امجد ہونے کی برکت سے تنہا پیدا ہوئے اور سب بھائیوں سے مرتبہ، کمال کے لحاظ سے یکتا تھے۔ نبی انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نورِ انور یکے بعد دیگرے پاک پشتوں پاک رحموں میں منتقل ہوتا رہا تا آنکہ آپ کی ولادت باسعادت ہوئی اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت شیث علیہ السلام کو وصیت فرمائی کہ تمہاری پشت میں سید دو عالمؐ کا نور مبارک ہے اسے پاکیزہ رحم میں منتقل کرنا۔ سوائے پاک عورتوں کے کسی کا رحم اس نور کا ٹھکانہ نہیں بن سکے گا۔ سو یہ نصیب نسل بعد نسل حضورؐ کے نسب مبارک کا ہر فرد اپنے بیٹے کو کرتا رہا تا آنکہ یہ نور تمام زمانوں میں پاکیزہ پشتوں اور پاکیزہ رحموں میں منتقل ہوتا ہوا حضرت عبدالمطلبؓ کے فرزند حضرت عبداللہؓ کی پشت مبارکہ تک آن پہنچا۔

حضرت سیدہ آمنہؓ ارشاد فرماتی ہیں کہ مجھ پر سونے اور جاگنے کی کیفیت تھی کہ کوئی آنے والا آیا (فرشتہ) اس نے کہا کیا آپ کو علم ہے کہ آپ اس اُمت کی سردار اور اس کے نبیؐ کی والدہ بننے والی ہیں۔ حضرت آمنہؓ کا اپنا بیان ہے کہ میں نے کھجور کی طرح لمبی خواتین کو دیکھا جیسے قبیلہ عبد مناف کی عورتیں ہوتی ہیں۔ انہوں نے مجھے اپنے گھیرے میں لے لیا۔ میں نے ان سے زیادہ خوبصورت روشن چہرے والی عورتیں نہیں دیکھیں۔ ان میں سے ایک آگے بڑھی میں نے اس کے ساتھ ٹیک لگا دی۔ پھر دوسری آگے بڑھی اس نے پینے کے لیے ایک پاکیزہ مشروب پیش کیا۔ جو دودھ سے زیادہ سفید برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا بڑے پیار سے بولی پی لو میں نے پی لیا۔ دوسری بولی اور پیو میں نے اور پی لیا۔ حضرت آمنہؓ فرماتی ہیں کہ میرے استفسار پر ان خوبصورت عورتوں نے مجھے بتایا کہ وہ حضرت آسیہؓ اور حضرت مریمؑ ہیں اور ان کے ساتھ جنت کی حوریں ہیں۔

فاطمہ بنت عبداللہؓ نے بیان کیا کہ میں حضورؐ کی ولادت کے وقت حضرت آمنہؓ کے پاس موجود تھی میں نے اس وقت جس چیز کو بھی دیکھا اُسے نور ہی نور پایا اور میں نے دیکھا کہ ستارے قریب آتے جا رہے ہیں حتیٰ کہ میں

Scanned with CamScanner

سوچنے لگی کہ یہ مجھ پر گر پڑیں گے پس جب حضرت آمنہؓ نے حضورؐ کو جنم دیا تو ان سے نور نکلا جس سے گھر اور سب درودیوار منور ہو گئے اور ہر طرف نور ہی نور دکھائی دینے لگا۔

حضرت آمنہؓ کا ہی بیان ہے کہ میں نے تین جھنڈے دیکھے ایک جھنڈا مشرق میں لہرا رہا تھا ایک مغرب میں ایک کعبہ معظمہ کی چھت پر لہرا رہا تھا۔ ابن سعد اور آپؐ کے والدِ گرامی آپ کی دنیا میں آمد سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے۔ فرشتوں نے کہا یا اللہ تیرا نبیؐ یتیم پیدا ہوگا۔ اللہ پاک نے فرمایا میں اس کا محافظ و نگہبان اور مددگار ہوں۔ سب نے سرکار دو عالم کے مولد مبارک کے ساتھ برکت حاصل کی اور اس خوشی میں جنتوں اور آسمانوں کے دروازے کھول دیے۔ حضرت آمنہؓ فرماتی ہیں جب حمل مبارک کو چھ ماہ گزرے تو خواب میں ایک ہستی تشریف لائی اور کہا اے آمنہؓ کائنات کی افضل ترین ہستی تیرے بطن میں جلوہ گر ہے۔ جب وہ منقولہ ہو تو اس کا نام محمدؐ رکھنا پھر وہ بعد کا واقع بیان فرماتی ہیں کہ جب وہ لمحہ قریب آیا اور وہ کیفیت طاری ہوئی جو اس موقع پر خواتین پر طاری ہوتی ہے اس وقت میرے پاس کوئی نہیں تھا کہ اچانک میں نے ایک گرج دار آواز سُنی جس نے مجھ پر ہول طاری کر دیا پھر دیکھا جیسے کسی نے سفید پرندے کے پَر جیسی کوئی چیز میرے سینے پر مل دی ہے اس سے میرا خوف جاتا رہا اور ہر تکلیف زائل ہو گئی اس وقت میں پیاس محسوس کر رہی تھی کہ اچانک دودھ کی طرح سفید مشروب میرے سامنے پیش کیا گیا جو میں نے پی لیا اس سے ہر چیز منور ہو گئی جیسے مجھ سے نور پھوٹ رہا ہو اور لمبی لمبی نہایت خوبصورت عورتوں نے مجھے گھیر رکھا تھا پھر اچانک زمین، آسمان کے درمیان ریشمی لباس دیکھا کسی نے کہا اس نومولود مبارک کو لے لو اور لوگوں کی نگاہوں سے چھپا لو۔ پھر میں نے کچھ لوگ دیکھے وہ چاندی کی صراحیاں لے کر ہوا میں کھڑے ہو گئے۔ پرندوں کی ایک ڈار دیکھی انہوں نے میرے مکان کو ڈھانپ لیا عجیب و غریب پرندوں کی چونچیں جن کے پر یاقوت کے تھے اللہ پاک نے میری نگاہوں سے حجابات اٹھا دیے۔ میں نے مشرق اور مغرب کو دیکھا جب تولد کا عمل مکمل ہو گیا تو میں نے بے مثل نومولود کو دیکھا وہ حالتِ سجدہ میں تھا۔ انگلی اوپر اٹھائی ہوئی تھی جیسے کوئی نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ دعا کر رہا ہو۔ پھر میں نے سفید بادل دیکھا جو نیچے اُترا اور نومولود کو چھپا لیا وہ میری نظروں سے غائب ہو گیا۔ میں نے کسی کی آواز سنی وہ ندا دے رہا تھا۔ محمد ﷺ کو مشرق و مغرب کی سیر کراؤ اور سمندروں میں بھی لے جاؤ تا کہ سب اس کے نام ذات و صفات کو پہچان لیں اور جان لیں ان کا نام ماحی بھی ہے (یعنی مٹانے والا) یہ اپنے وقت میں شرک کی تمام نشانیوں کو مٹا ڈالیں گے اس کے بعد وہ اچانک میری نگاہوں کے سامنے ظاہر ہوئے اس وقت وہ سفید لباس میں ملبوس تھے۔ نیچے سبز ریشم بچھا ہوا تھا آبدار موتی سے بنی ہوئی تین چابیاں ان کی مٹھی میں تھیں کوئی کہہ رہا تھا کہ محمدؐ نے فتح، نصرت، نبوت اور ہواؤں کی چابیوں پر قبضہ کر لیا ہے پھر دوسرا بادل

Scanned with CamScanner

نمودار ہوا اس سے گھوڑوں کے ہنہنانے اور پروں کے پھڑ پھڑانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اس بادل نے بھی انہیں ڈھانپ لیا اور وہ میری نظروں سے غائب ہو گئے میں نے سنا کوئی کہہ رہا تھا محمدؐ کو مشرق و مغرب اور انبیاء اکرام کے اماکنِ ولادت پر لے جاؤ اور جن، انس، درندوں، پرندوں اور ہر قسم کی روحانی مخلوق سے ان کا تعارف کراؤ اور انھیں حضرت آدمؑ کی صفوت و حضرت نوح علیہ السلام کی رقت اور گریہ زاری، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلعت اور دوست، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زبان، حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارت و حضرت یوسف علیہ السلام کا حُسن، حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر، حضرت یحییٰ علیہ السلام کا زہد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سخاوت عطا فرما اور اخلاقِ انبیاء اکرام سے معمور کر دو۔ پھر دوبارہ آپؐ میری نگاہوں کے سامنے ظاہر ہوئے اس وقت ایک سبز پارچہ ریشم آپؐ کی مٹھی مبارک میں تھا۔ کسی نے کہا مبارک ہو! حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے پوری دنیا پر قبضہ کر لیا ہے اور ساری مخلوق ان کی غلامی میں آ گئی ہے پھر میں نے تین اشخاص دیکھے ایک کے ہاتھ میں چاندی کی صراحی تھی دوسرے کے ہاتھ میں سفید ریشم کا ٹکڑا تھا اس نے وہ کھولا اور اس میں سے ایک مُہر نکالی اس کی چمک دمک سے دیکھنے والوں کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ اس صراحی کے پانی سے اسے سات مرتبہ دھویا پھر سرکارؐ کے دونوں کاندھوں کے درمیان مُہر لگا دی اور ریشم کے پارچہ میں لپیٹ دیا۔ پھر انھیں میرے سُپرد کر دیا۔ یہ ہی وجہ ہے کہ آمدِ محبوبؐ اللہ پر اس کائنات میں رونقیں آ گئیں۔ ظلمتیں چھٹ گئیں اور نور کا اجالا ہر سُو ہو گیا۔ خود مہربان والدہ ماجدہ سیدہ کائنات آمنہؓ ارشاد فرماتی ہیں۔ جب ظہورِ قدسی کا لمحہ قریب آیا تو میں نے دیکھا کہ ساری زمین جگمگا اٹھی۔ ستارے خوشی اور احترام کے مارے آپؐ کے آگے جھکنے لگے۔ اور سارے عالم میں عجیب و غریب علامات کا ظہور ہوا۔ یہ آپؐ کی نبوت کی ابتدا اور آپؐ کے ظہورِ قدسی کے اعلان، احترام کے طور پر تھا آپ ﷺ کی پیدائش نہایت پاکیزگی کی حالت میں ہوئی آپؐ مسرور مختون دستِ قدرت الٰہیہ و پیراستہ معطر جلوہ گر ہوئے۔

(یعنی کہ قدرتی طور پر آپؐ کے ختنہ ہوئے تھے)۔

پیر کے روز بمطابق 571ء یہ احسانِ عظیم اس کائنات ارضی پر ظاہر ہو گیا آپؐ کی ذات سے پہلے اُمتیں اور نیک لوگ والہانہ غائبانہ عشق کرتے تھے جس دن کوئی عظیم واقع پیش آئے نہ صرف وہ تاریخ اہم ہوتی ہے بلکہ وہ دن بھی اہم ہو جاتا ہے جب پیر کے دن آپؐ تشریف لائے تو آپ کے چچا ابولہب کو اس کی کنیزہ ثوبیہ نے آپ کی آمد کی خوش خبری سنائی خبر سنتے ہی ابولہب نے انگلیوں کے اشارے سے کنیزہ کو اسی وقت آزاد کر دیا۔ جب ابولہب مر گیا تو (حضرت سیدنا عباس بن عبدالمطلبؓ) کے خواب میں آیا حضرت نے پوچھا، کیسی گزر رہی ہے تو کہا بہت

Scanned with CamScanner

بُری گزر رہی ہے مگر پیر کے دن عذاب میں کمی ہو جاتی ہے۔ اس دن میں اپنی انگلیوں کو چومتا ہوں جن سے اشارہ کر کے میں نے اپنی کنیز ثوبیہ کو آزاد کیا تھا ان انگلیوں سے پانی نکلتا رہتا ہے اور میں اپنی انگلیوں کو چوستا رہتا ہوں۔ قارئین کرام! آپ غور فرمائیں۔ آج عرصہ دراز کے بعد غلام ایک بار پھر اپنے آقاؐ کے دربار میں دست بستہ حاضر تھا جن کے چچا نے خوشی مناتے ہوئے اپنے بھتیجے کی آمد پر خبر سنتے ہی کنیز ثوبیہ کو اپنی اُنگلیوں کے اشارے سے آزاد کر دیا تھا لیکن آپ کی نبوت کا منکر رہا جس کی مذمت میں سورۃ لہب نازل ہوئی (سبحان اللہ) بطور چچا خوشی منانے پر بھی اس منکر کو عذاب میں تخفیف دی جاتی ہے)۔

جبکہ ولادت باسعادت اور معراج النبیؐ والی دونوں راتیں دنیا کی دیگر راتوں سے افضل ترین ہیں اور وہ دن جو ان دو راتوں کے اختتام پر طلوع ہوئے باقی تمام ایام سے افضل ہیں اور اس نعمتِ عظمیٰ کی عطا پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے اور حقِ غلامی کے اظہار اور تجدیدِ ایمان کے لیے ہر وقت اللہ تعالیٰ کا شکر اور نبی کریمؐ پر درود و سلام کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔

بقول تائب:

خیرات مجھے اپنی محبت کی عطا کر
آیا ہوں تیرے در پہ بہ دامان دریدہ
یوں دُور ہوں تائب میں حریم نبوی سے
صحرا میں ہو جس طرح کوئی شاخِ بریدہ

ڈاکٹر حافظ محمد ثانی اپنے ایک مضمون وارفعنا لك ذكرك ترجمہ: (اور ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کیا) رقمطراز ہیں کہ فخرِ موجودات، سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰؐ کی عالمگیر عظمت و محبوبیت آپؐ کے ظہورِ قدسی سے ایک عالمِ نو طلوع ہوا، دنیا ایمان کے نور سے منور ہوئی، ظلم جہالت اور طبقاتی امتیازات کا خاتمہ ہوا، اعلیٰ انسانی اقدار کے تحفظ اور احترام انسانیت کا تصور اجاگر ہوا۔ (سبحان اللہ)

محبوب رب العالمین، سید المرسلین، خاتم النبیین، فخرِ موجودات، سرورِ کائنات، نیرِ تاباں، مہر درخشاں، حاصلِ قران، نورِ مبین، رحمت اللعالمین، امام الاولین والآخرین، صاحبِ قلب قوسین، بشیر، نذیر، سراج، منیر، مولائے کُل، ختم المرسل، محسنِ انسانیت، آدمیت، یتیمِ عبداللہؓ، جگر گوشہ آمنہؓ، سیّدِ عرب، عجم، ہادی عالم، حضرت محمدؐ مصطفیٰ ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری ایک ایسا تاریخ ساز لمحہ اور عظیم انقلاب ہے جس نے کائنات کو فلاح اور کامرانی کا ایک نیا دستور عطا کیا۔ انسانیت کو جینے کا حوصلہ اور زندہ رہنے کا سلیقہ عطا کیا اس نورِ مبین کی آمد سے

Scanned with CamScanner

حیاتِ انسانی کا گوشہ گوشہ جگمگانے لگا۔ ظلم، جہالت، ناانصافی، کفر وشرک اور بت پرستی میں غرق انسانیت مثالی ضابطہ حیات۔ احترام انسانیت کے شعور سے باخبر، عدل، انصاف کے تصور سے آگاہ اور ایمان کے نور سے منور ہوئی توحید کا نور عام ہوا جبکہ کفر شرک کی تاریکی چھٹ گئی۔

(حاکم المستدرک) کے مطابق اُم المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''جبرائیل'' نے مجھ سے کہا کہ ''میں نے مشرق، مغرب میں آپؐ سے افضل اور بلند مرتبہ کسی کو نہ دیکھا۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

چشمِ اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعتِ شان ''رفعنالک ذکرک'' دیکھے

علامہ قاضی سلیمان منصور پوری خصائصِ مصطفیٰؐ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بحری الکاہل کے مغربی کنارے سے دریائے ہوانگ ہو کے مشرقی کنارے تک رہنے والوں میں سے کون ہے جس نے صبح کے روح افزا جھونکوں کے ساتھ آذان کی آواز نہ سُنی ہو جس نے رات کی خاموشی میں اشہدان محمدا رسول اللہ کی سُریلی آواز کو جاں بخش نہ پایا ہو یہ ہی وہ الفاظ ہیں جو جاگنے والوں اور سونے والوں کو ان کی صبح کے بہترین آغاز، انجام کے اعلان سے سامعہ نواز ہیں اور یہ اعلان پردہ ہائے گوش کو چیرتا ہوا دل کی گہرائی تک اتر جاتا ہے۔

عبدالرحمٰن ابن الجوزیؒ، الوفا، باحوالِ المصطفیٰ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ ارشادِ باری تعالیٰ کی تفسیر سے منقول کرتے ہیں کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے پروردگارِ عالم کی طرف سے ایک عظیم مقام ہے جس میں نہ کوئی نبی مُرسل کھڑا ہوگا اور نہ ہی مقرب فرشتہ اس مقام پر فائز فرما کر اللہ تعالیٰ آپ کا فضل ومشرف ساری مخلوق اور اولین واخرین پر ظاہر فرمائے گا۔ یہ اعلان آپ کے نامِ نامی کا ہی نہیں بلکہ آپؐ کے کام کا بھی ہے اور صرف کام کا ہی نہیں بلکہ آپؐ کے پیغام کا بھی اعلان ہے۔ بے شک یہ اعلیٰ خصوصیت اس برگزیدہ نامؐ کے نامِ نامی کو حاصل ہے جس کی رفعتِ ذکر کا ذمہ دار خود رب العالمین بنا ہے جس کی بابت یسعیاؤ نبی کی کتاب میں پیش گوئی فرمائی گئی تھی کہ ان کے نام کو برکت دی جائے گی۔

''رحمت اللعالمین'' از قاضی محمد سلیمان، منصور پوری''

موصوف مزید لکھتے ہیں کہ وقتِ واحد آپؐ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح صاحبِ حکومت تھے اور ہارون علیہ السلام کی طرح صاحبِ امامت بھی ذات مبارک میں حضرت نوح علیہ السلام کی سی گرمی، حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی نرمی، حضرت یوسف علیہ السلام کی سی درگزر، حضرت داؤد علیہ السلام کی سی فتوحات، حضرت ایوب علیہ

Scanned with CamScanner

السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا سا صبر، حضرت سلیمان علیہ السلام کی سی سطوت، حضرت عیسٰی علیہ السلام کی سی خاکساری، حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سا زہد، اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سی سُبک رُوحی کامل ظہور بخش تھی۔

گویا وہ تمام فضائل و کمالات جو پروردگارِ عالم نے متفرق طور پر حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسٰی علیہ السلام تک تمام انبیاء اکرام اور رسولوں کو علیحدہ علیحدہ عطا فرمائے تھے۔ وہ ایک جا اور مکمل طور پر افضل الانبیاء سید المرسلینؐ کے دامن رحمت میں ودیعت کر دیے۔ معروف محقق ادیب اور سیرت نگار ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی اپنی تصنیف میں لکھتے ہیں کہ آپؐ کی رسالت نے مشرق و مغرب کو مستقبل کے سفر کے لیے ایک دوسرے کے بہت قریب کر دیا ہے یہ تو تھیں رحمتِ عالمین کی برکات اور اعزازات لیکن شاید ابھی آجکل کے فرعونوں کو دو چار جھٹکوں کی سخت ضرورت ہے۔ یہ دین فروش، وطن فروش اور عہدِ حاضر کے فراعین، خائن اور مسالک کی آڑ میں خوں ریزی کرا کر اپنی ہوس پوری کرنے والے اپنی فرعونیت کے بحرِ بیکراں میں خود ہی غرق ہو جائیں گے انشاء اللہ۔ اور ان کے بعد انسان خود ہی محمدؐ عربی کے ساحل تک پہنچ جائے گا۔

''انشاء اللہ'' یاں مشرق و مغرب میں تفاوت نہیں کشفی
دامانِ رسالتؐ کی ہوا سب کے لیے ہے
دیارِ مشرق سے لے کر دیارِ مغرب تک
یہ مُشتِ خاک تری جستجو میں زندہ ہے

آپؐ کے معجزات آپؐ کی تعریف کوئی ہستی بھی لکھنی چاہے اور قیامت تک لکھتے رہیں تو حق ادا نہ ہو سکے گا بس میں نے تو تاریخ کے ایک آدھ جھروکے سے جھانکنے کی کوشش کی ہے ورنہ میں کیا میری اوقات کیا بس ایک بھرم ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبؐ کے صدقے عطا کیا ہوا ہے جیسے ہی ہم ہوٹل کی لفٹ سے نکل کر راہ داری سے آگے آتے تو روضۂ اطہر ہمارے سامنے ہوتا اور مجھے روحانی طور پر محسوس ہوتا کہ آسمان جھک کر روضہ مبارک کا بوسہ لے رہا ہے لیکن جو کچھ میرے دل، دماغ پر بیت رہی ہے میں اس کو لکھنے کی قدرت نہیں رکھتا اور جب حضرت محمد ﷺ کا دربارِ عالیہ سامنے ہو اور ایک سیاہ کار اس میں حاضر ہو اور جس کا ماضی اِس وقت حال میں بدل کر اس کی نگاہوں کو جھکائے ہوئے تھا میرے کانپتے ہونٹوں سے اور آنکھوں سے آرزو کے پھول تمنا بن کر اپنی مہک پر نازاں تھے کیونکہ گنبدِ خضریٰ کے سائے میرے اوپر سایہ فگن تھے اور ایک ایسا نور قلب مسلمان جس کا عکس ہے ایک ہالہ بنائے ہوئے آنکھوں کو خیرہ کر رہا تھا۔ جب میں اپنے آپ کو روضہ اطہر کے سامنے پاتا تو محسوس ہوتا کہ میں اپنے آقاؐ کے حضور بہ نفسِ نفیس حاضر ہوں مجھے روحانی طور پر اپنے سامنے ایک آئینہ محسوس ہوا جب میں نے اس آئینے میں

Scanned with CamScanner

دیکھنے کے لیے اپنی پلکیں اوپر کیں تو اپنا ہی عکس نظر آیا لیکن یہ عکس میرا نامہ اعمال تھا میرے داغ عیوب برہنگی تھے۔ اپنی زندگی کی ہر شکن میرے سامنے تھی میری نگاہیں جھک گئیں۔ میری پلکیں منوں بوجھ میں دبی محسوس ہو رہی تھیں۔ بہت زور لگا کر جب آنکھیں کھولیں تو آئینہ زندگی پھر میرے سامنے تھا اور زندگی بھر کے داغ اس آئینے میں موجود تھے اور ان داغوں کے درمیان میرا دل تھا جو کہ سیاہ تو تھا ہی مگر ہوس کا مارا ہوا بغضِ معاویہ سے داغ داغ اور حادثاتِ زندگی جنہوں نے (مجھے تماشائی سے تماشہ بنا دیا تھا) مگر ان داغوں کے درمیان ایک روشن نقطہ بھی تھا دیکھتے ہی دیکھتے یہ نقطہ بڑا ہوتا گیا نقطے سے دائرہ بنا دائرے سے ہالہ بنا اور روشن ہوتا چلا گیا اور نور ہی نور پھیلتا چلا گیا۔ میری ذات کیا پورے کا پورا حرم روشن ہو گیا۔ وہاں پر موجود ہر ذی روح اس نور کو محسوس کر سکتا تھا تب مجھے احساس ہوا بلکہ یقین ہوا کہ یہ عشق محمدیؐ کا وہ نقش ہے جو ہر مسلمان کی طرح میرے دل میں بھی بحر بیکراں کی طرح موجزن ہے اور جسے مسجد نبویؐ کے نور کے آئینہ نے مہر صفت بنا دیا۔ ابھی اسی بے خودی کی کیفیت میں تھا کہ فاروق بھائی نے بہت نرمی سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ میری طرف سے جواب نہ پا کر میری بے خودی میں مُخل ہوتے بہت پیار سے مخاطب ہوئے اور یس بھائی آج ہم روضہِ رسولؐ کے سامنے موجود ہیں یہ زندگی کا بہترین موقع ہے۔ آپ نہ صرف میرے اور اپنے مرحومین بلکہ دنیا بھر کے مرحوم مسلمانوں کے لیے دُعائے مغفرت کریں میں آپ کے ساتھ آمین ثمہ آمین کہوں گا میں نے اپنی بند آنکھیں کھولیں اور شکوہ بھری نظر ان پر ڈالی تو وہ مجھے بہت معصوم نظر آئے اور بار بار درخواست درخواست کے الفاظ ادا کر رہے تھے۔ میں نے فاتحہ شریف پڑھنے کے بعد تمام بزرگان کا نام لے کر دعائے مغفرت کی ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے بہت بوجھ میں نے اٹھا رکھا تھا جواب نہیں ہے قدرتی طور پر طبیعت بہت مطمئن اور شاد ہو گئی جو اشارہ تھا کہ اللہ رب العزت نے دعا قبول فرما کر مرحومین کے درجات بلند فرما دیے ہیں۔

وجد کی کیفیت سے فاروق بھائی نے مجھے دعا گو کر دیا تھا۔ روضہ رسولؐ کی جالیوں کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے مجھے بہت وقت گزر چکا تھا۔ ڈیوٹی پر موجود بدوشُرطہ ناراضگی کی حد تک مجھ سے اُکتا چکا تھا۔ میں پیچھے ہٹ کر دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ نہ جانے کب بیخودی نے آلیا اور خیالات کے تانوں بانوں میں اُلجھتا چلا گیا اور میں سوچ رہا تھا کہ آپؐ نے ابوبکرؓ کو دیکھا تو وہ صدیق ہو گئے۔ عمرؓ پر نظر پڑی تو وہ فاروقیت کے مرتبہ پر فائز ہو گئے۔

عثمانؓ آپ کی بزم میں آئے تو غنی ہو گئے۔

علیؓ آپ کے سینے سے لگے بابِ العلم ہو گئے۔

Scanned with CamScanner

میں نے حسرت بھری نظروں سے روضۂ مبارک کی طرف دیکھا اور صرف یہ ہی کہہ سکا حضور معافی دلوا دیجیے بس پھر کچھ ہوش نہ رہا نہ جانے کب تک وہاں بیٹھا رہا۔ فاروق بھائی تلاش کرتے ہوئے آئے اور مجھے یہ کہتے ہوئے چلنے کا کہا کہ باہر خواتین انتظار میں ہیں۔ آؤ چلیں اور میں نہ چاہتے ہوئے بھی ان کے ساتھ جا رہا تھا کیونکہ انہوں نے میرا ہاتھ بہت مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا۔ اپنے اپنے کمرے میں آرام کرنے کے بعد عصر کی نماز کے لیے پھر حرم پاک میں حاضری تھی نماز ادا کرنے کے بعد فاروق بھائی ہمیشہ ایک خاص مقام پر جا کر بیٹھ جاتے تھے۔ مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھ کر ہوٹل کے ڈائننگ ہال سے پیٹ پوجا کرتے یہ روزمرہ کا معمول تھا ایک روز میں اور فاروق بھائی اپنی پسندیدہ جگہ پر بیٹھے درود وسلام کا نذرانہ بحضور سرورِ کونین ﷺ پیش کر رہے تھے کہ میں نے بے خیالی میں فاروق بھائی سے اس جگہ کی وجہ تسمیہ کا پوچھ لیا۔ انہوں نے ایک لمبا سانس لیا اور بولے میں اور حاجی محمد سعید مرحوم اکثر حج یا عمرہ کے لیے اکٹھے آیا کرتے تھے اور ان ہی اوقات میں اسی جگہ بیٹھا کرتے تھے (حاجی محمد سعید مرحوم فاروق بھائی کے ماموں زاد بھائی تھے اور میرے برادر نسبتی (بہنوئی) تھے لیکن ہم دونوں کی حاجی صاحب مرحوم سے بھائی ہونے کے علاوہ بہت پیار محبت بلکہ بے انتہا عزت احترام اور دوستی کا رشتہ تھا بس ان کی وفات ہمارے لیے دُکھ اور اداسی کا باعث بنی اور ہم دونوں ہی ان کے دعائے مغفرت کرتے رہے۔ ہم کائنات کی ایک ایسی ہستی کے دربار میں حاضر تھے جن کی تعریف انسان تو انسان چرند پرند درند کائنات کی تمام مخلوق کرتی ہے اور سلام و درود کا سلسلہ ہر وقت جاری رہتا ہے۔ بلکہ یہاں تک کہ کائنات میں استعمال کیے جانے والے حروف بھی نبی پاک ﷺ کی مدحت بیان کرتے ہیں میں یہاں تفصیل بیان کرتا ہوں۔

الف اللہ کا نبی آ رہا ہے

ب بانیِ اسلام آ رہا ہے

ت تاجدارِ حرم آ رہا ہے

ث ثروت والا آ رہا ہے

ج جلیل القدر آ رہا ہے

ح حبیب اللہ آ رہا ہے

خ خاتم النبیین آ رہا ہے

د داعی اللہ آ رہا ہے (دلوں کو جوڑنے والا)

ذ ذٰلِکَ الْکِتٰب آ رہا ہے

Scanned with CamScanner

ر رحمت اللعالمین آ رہا ہے

ز زمانوں کا امام آ رہا ہے

س ساقیِ کوثر آ رہا ہے

ش شافیِ محشر آ رہا ہے

ص صادق اور امین آ رہا ہے

ض ضعیفوں کا والی اور وارث آ رہا ہے

ط طٰہٰ کی شان والا آ رہا ہے

ظ ظلم کو مٹانے والا آ رہا ہے

ف فاتح کائنات آ رہا ہے

ق قرآن والا آ رہا ہے

ک کلمے والا کملی والا آ رہا ہے

ل لا الاہ الا اللہ آ رہا ہے

م محمدؐ رسول اللہ آ رہا ہے

ن نبیوں کا امام آ رہا ہے

و والضحیٰ کی شان والا آ رہا ہے

ہ ہدایت کا امام آ رہا ہے

ی یتیموں کا وارث آ رہا ہے

ہمارے آقاؐ کی شانِ کریمی دیکھیں جبکہ ہم اپنے اپنے مسلک کے لیے لڑتے ہیں، مرتے ہیں بلکہ مر مٹتے ہیں لیکن اپنے آقاؐ کی پیروی کرتے ہوئے مذہب کے مطابق زندگی بسر نہیں کرتے۔

ہم اپنے آقاؐ کے غلام دعا کرتے ہیں کہ حج نصیب ہو عمرے پہ عمرہ کرتے چلے جاتے ہیں جنت البقیع میں دفن ہونے کی خواہش رکھتے ہیں لیکن اخلاقی اور مذہبی طور پر ہمارا قد بہت چھوٹا ہے۔ ہمیں رات 12 بجے عدالتِ عظمیٰ سے انصاف بھی فراہم کر دیا جاتا ہے لیکن جسٹس سید عون شیرازی اپنی 20 لفظوں کی کہانی میں رقمطراز ہیں کہ

بھوکا تھا روٹی چرائی

بوڑھا کانپا

Scanned with CamScanner

جج بولا.....سزا ملے گی

اگلا مقدمہ اربوں کی کرپشن

جج مسکرایا ''کمیشن بناؤ''

اور دنیا کا سب سے بڑا انصاف ہو گیا.....وزیر اعظم بن گیا۔ بقول راحت اندوری:

چوراچکوں کی کرو قدر

کہ معلوم نہیں کون کب کون سی سرکار میں آجائے

جبکہ قرآن کہتا ہے کہ مجھے یاد کرو گے تو حافظ بن جاؤ گے

مجھے سنوار کر پڑھو گے تو قاری بن جاؤ گے

میری تشریح کرو گے تو مفسر بن جاؤ گے

میری تقریر کرو گے تو مبلغ بن جاؤ گے

میرے مطابق فیصلے کرو گے تو قاضی بن جاؤ گے

مجھ پر عمل کرو گے تو ولی اللہ بن جاؤ گے

اور قرآن ہمارے آقاؐ پر نازل ہوا یہ ہی ہمارا ایمان ہے کوئی بھی مسلک ہمارے ایمان کا حصہ نہیں ہے اور نہ ہی فرمان رسولؐ اللہ ہے۔ ہمارے علماء نے پاکستان بنانے میں جو کردار ادا کیا۔ پاکستان کی ترقی میں جو کردار ادا کیا ،مسالک کی بھرمار میں جو کردار ادا کیا اور کر رہے ہیں ہر ذی شعور جانتا ہے۔ اب میں اپنے آقاؐ کے وصال کو سیرتِ نبیؐ کی روشنی میں بیان کرونگا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ ہماری نوجوان نسل اس علم سے بے بہرہ ہے میں اپنے نوجوان بچوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ انٹرنیٹ سے بھی دوستی رکھیں، لیکن کتابیں ضرور پڑھیں سیرت النبیؐ کا بہت غور سے مطالعہ کریں۔ کسی بھی مسلک سے متاثر نہ ہوں قرآن پاک کی تفسیر کا مطالعہ کریں۔ ادبی رسائل، میگزین، فکشن ،فلاسفی، سائیکولوجی، تاریخ، جمالیات، سفرنامے، خودنوشت اور دیگر تمام ملکی و غیر ملکی ادب ضرور اپنے مطالعہ میں شامل کریں پھر آپ کی شخصیت نکھر کر زمانے کے سامنے ہوگی اور میرے بچو! ''زمانہ بہترین اُستاد ہے'' اور علم کے بغیر انسان ایسے ہی ہے جیسے بنجر زمین۔

حضرت سیدہ فاطمہؑ فرماتی ہیں کہ میں حضورؐ کے سرہانے بیٹھی تھی کہ کس شخص نے السلام علیک یا اہلِ بیت نبوہ کہہ کر اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ میں نے کہا: اے اللہ کے بندے اللہ تعالیٰ تمہیں بیمار پُرسی کی جزائے خیر عطا فرمائے آپؐ کو آرام کرنے دو آنے والے نے بلند آواز میں کہا مجھے اندر آنے کی اجازت دیں کیونکہ اس کے بغیر

Scanned with CamScanner

کوئی چارہ کار نہیں۔ اسی اثناء میں حضورؐ کی غشی کچھ کم ہوئی انہوںؐ نے آنکھیں کھولیں اور حضرت سیدہ طاہرہؓ سے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہو تم کس سے باتیں کر رہی ہو۔ سیدہ طاہرہؓ نے کہا نہیں حضورؐ نے کہا یہ ملک الموت ہے۔ اسے اندر آنے کی اجازت دے دو۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام اندر آئے اور آتے ہی السلام علیک یارسول اللہؐ کہا آپؐ نے بھی جواب میں وعلیکم السلام یا آمین اللہ کہا پھر یوں گویا ہوئے مجھے اُس خداوندِ جہاں کی قسم ہے جس نے آپ کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اُس سے پیشتر میں نے کبھی کسی سے اجازت طلب نہیں کی اور آیندہ بھی طلب نہیں کرونگا۔ حضورؐ کے وصال شریف کے وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام امین حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آج آسمانوں پر حضورؐ کے استقبال کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جہنم کے داروغہ مالک کو حکم دیا ہے کہ مالک میرے حبیب کی روحِ مطہرہ آسمانوں پر تشریف لا رہی ہے۔ اس کے اعزاز میں دوزخ کی آگ بجھا دے اور حورانِ جنت سے فرمایا کہ تم سب اپنی تزئین و آراستگی کرو اور سب فرشتوں کو حکم دیا کہ عظیم روح مصطفیٰؐ کے لیے صف بہ صف کھڑے ہو جاؤ اور مجھے حکم فرمایا کہ میں آپ جناب کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو بشارت دوں کہ تمام انبیاء علیہ السلام اور ان کی امت پر جنت حرام ہے جب تک کہ آپؐ اور آپ کی اُمت جنت میں داخل نہ ہو جائے۔ اور کل قیامت کے روز اللہ تعالیٰ آپ کی اُمت پر آپؐ کے طفیل۔ اس قدر بخشش اور مغفرت کی بارش فرمائے گا کہ آپؐ راضی ہو جائیں گے۔ ماخوذ از مدارج النبوت وفات کے وقت حضورؐ نے ملک الموت سے فرمایا کہ اے ملک الموت مجھے اپنے رب کی ملاقات کا شوق ہے اب تم جس کام کے لیے آئے ہو وہ کام کرو ملک الموت نے عرض کیا مجھے حکم ہے کہ اگر حضورؐ کی مرضی ہو تو پھر رُوح مبارک قبض کرنا حضورؐ نے روح قبض کرنے کی اجازت فرمائی۔ ملک الموت نے رُوح مبارک قبض کرنی شروع کی موت کی تکلیف سے حضورؐ کی پیشانی مبارکہ پر پسینہ آیا سکرات کی تکلیف شروع ہوئی تو فرمایا اے اللہ! اے اللہ موت کی بہت سخت تکلیف ہے..... (اللھم اغنی فی سکرات الموت) الٰہی! تو ہی موت کی تکلفی کو آسان کرے گا..... مٹی کے پیالے میں پانی بھر کر رکھوایا..... موت کی گھبراہٹ میں گھڑی گھڑی پانی میں ہاتھ ڈالتے..... وہ ہاتھ منہ پر پھیرتے اور فرماتے: اے اللہ مجھے اپنے پاس بلا لے۔ حضرت فاطمہؓ اللہ عنہا نے کہا یا حضرت آج آپ کو بہت تکلیف ہے۔ فرمایا اے فاطمہ آج کے سوا پھر کبھی تیرے باپ پر تکلیف نہ ہوگی۔ اے فاطمہؓ جب میرا انتقال ہو جائے تو تم انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا اور پھر فرمایا اے ملک الموت اپنا کام پورا کر پھر آپؐ نے فرمایا اے جبرئیل علیہ السلام کیا اس وقت تمہیں میرا منہ اچھا معلوم نہیں ہوتا جو تم نے منہ پھیر لیا ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام روئے اور عرض کیا: یارسول اللہ کس دل سے آپ کی نزع کی حالت دیکھ سکتا ہوں..... پھر حضورؐ نے فرمایا: ''الصلواۃ الصلواۃ اے لوگو! دیکھو نماز کی حفاظت کرنا'' یہ فرما کر پھر فرمایا ''یارب

Scanned with CamScanner

امتی یارب امتی'' یہ کہتے کہتے جان سینہ مبارک تک سمٹ آئی۔ نیچے کے جسم کی جان نکل چکی تھی مگر اُمت گناہ گار کا کلمہ زبان مبارک پر جاری تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا: رب العالمین کی امت سے اس قدر محبت آپؐ کے دل میں کس نے ڈالی؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے..... عرض کیا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم آپ کی امت پر ایک ہزار درجہ آپ سے زیادہ مہربان ہیں..... اے نبیؐ! آپ اپنی امت کو میرے سپرد کر کے موت کی تکلیف کو آسان کیجئے..... یہ سن کر فرمایا اب میرا دل ٹھنڈا ہوا۔

''اللھم بار فیق الاعلی'' (اے اللہ اب مجھے بلا لے) معاً آپؐ پر اب بیہوشی طاری ہوئی اور ماتھے پر مُشک کی خوشبو کا پسینہ جاری ہوا۔ یہ رات کا وقت ہے۔ سید الکونین ﷺ نزع کی حالت میں ہیں اور حجرہ مبارک میں دنیا کی قلت کے سبب تیل نہیں ہے۔ حضرت عائشہؓ نے اٹھ کر ہمسایہ کی عورت کے پاس چراغ بھیج کر کہا اللہ کے واسطے دو بوندیں تیل کی ہمارے چراغ میں ڈال دو کہ جناب رسول اللہ! اندھیرے میں وفات پا رہے ہیں۔ ہاتھ آپؐ کا آسمان کی طرف تھا۔

''الھم بالرفیق الاعلی'' کا کلمہ زبان مبارک پر تھا۔ اچانک گردن مبارک کا مہرہ ایک طرف مائل ہوا روح مبارک آسمان کی طرف پرواز کر گئی۔ معاً ایک خوشبو حجرہ مبارک میں پیدا ہوئی۔ طبیعت نے جان لیا کہ حضورؐ براق پر سوار ہوئے واپس نہ آئیں گے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نے ملک الموت کی آواز سنی کہ روح مبارک قبض کر کے چلے تھے روتے جاتے اور واہ محمدؐ۔ واہ محمدؐ آہ محمدؐ کہتے جاتے۔

بی بی فاطمہؓ نے جب دیکھا کہ روح محمدؐ پرواز کر گئی حضورؐ کے پاس آ کر چہرہ مبارک کھولا..... دیکھا کہ گویا آپؐ آرام فرما رہے ہیں..... ماتھے پر پسینہ ہے پکارا: اے نبیؐ! رب کا بلاوا منظور کر لیا اور ہمیں چھوڑ کر اپنے رب کے پاس چلے گئے ایسے نبی! اگر جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کو تلاش کرتے ہوئے آئیں گے تو ہم کہیں گے کہ تم کسے تلاش کرتے ہو جنہیں تم دیکھتے ہو وہ اس جہاں سے تشریف لے گئے۔ اے نبیؐ جنت الفردوس میں ٹھکانا کر لینا..... جب گھر میں سے رونے کی آواز باہر آئی اور صحابہ اکرام نے سُنی گھبرا کر بیتاب ہو کر دہلیز مبارک پر سر مارنے لگے حضورؐ کی وفات کی خبر سُن کر صحابہ اکرام کی عقلیں جاتی رہیں..... حضرت عبداللہ بن انیسؓ صدمہ سے انتقال کر گئے۔ حضرت عمرؓ بھی دیوانہ ہو گئے۔ دیوانوں کی طرح حجرہ مبارک پر ایک نظر حضورؐ سے مجھے ملا دو..... اہل بیعت نے عمرؓ کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ آپؐ لیٹے ہوئے ہیں..... آپؐ کے چہرہ مبارک سے چادر سرکا کر دیکھا اور کہا آج ایسی غشی اور بے ہوشی ہوئی کہ آپؐ ہوشیار نہیں ہوئے کیا وحی اتری ہے، آنکھ سے بھی دیکھ لیا مگر دل کو یقین نہ ہوا کہ آپؐ وفات پا گئے..... جب رسولؐ اللہ کا وصال ہوا تو آپؐ کے غُسل کا

Scanned with CamScanner

سوال پیدا ہوا کہ آپ ﷺ کو عام آدمیوں کی طرح برہنہ غسل دیا جائے یا کپڑے میں: ناگاہ تمام حاضرین پر خواب کا غلبہ ہو گیا یہاں تک کہ تمام اپنے اپنے سینوں پر ٹھوڑیاں رکھ کر آرام کرنے لگے اسی اثنا میں ان کے کانوں میں آواز آئی: رسول اللہ ﷺ کو ان کے پیراہن میں ہی غُسل دو..... حضرت سیدنا امیر المومنین حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضورؐ نے وصیت فرمائی کہ میرے غُسل کا انتظام تم ہی کرنا کیونکہ میرے ستر پر تمہارے سوا جس کی بھی نظر پڑے گی وہ نابینا ہو جائے گا۔ حضرت سیدنا علی مرتضیٰؓ نے آپ کو غسل دیتے ہوئے آپ کے بدن مبارک پر کسی بھی قسم کا کوئی میل نہ دیکھا تو برجستہ ان کی زبان پر آیا: آپؐ پر میرے ماں باپ قربان آپ کی حیات ممات پاکیزہ مطہر ہیں۔ حضورؐ کی تدفین کے دن اس قدر تاریکی چھا گئی کہ صحابہ اکرام ایک دوسرے کو دیکھ نہ پائے اگر اپنی ہتھیلی کھولتے تو کچھ نظر نہ آتا یہ تاریکی حضورؐ کی تدفین تک چھائی رہی..... حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ جب حضورؐ کا انتقال ہوا تو غیب سے آواز آئی السلام علیک اہل بیعت ورحمتہ اللہ وبرکاۃ۔

کل نفس ذائقہ الموت وانما توفون اجورکم یوم القیامہ کہتے ہیں، جب حضورؐ کی وفات کی خبر عبداللہ بن زید انصاریؓ نے سُنی تو وہ اس قدر غم زدہ ہوئے کہ نابینا ہونے کی دعا مانگنے لگے۔ چونکہ میرے آقاؐ کے بغیر یہ دنیا میرے لیے قابل زیست نہیں رہی..... آپ اسی وقت نابینا ہو گئے لوگوں نے کہا کہ تم نے یہ دعا کیوں مانگی؟ لذت نگاہ تو آنکھوں میں ہے مگر حضورؐ کے وصال کے بعد اب میری آنکھیں کسی دیدار کا ذوق نہیں رکھتیں۔ حضرت سیدنا علیؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم حضور کو دفن کر رہے تھے تو ایک اعرابی آ کر حضور کی تربت انور پر لیٹ گیا..... اور کہتا تھا کہ: یا رسول اللہ آپؐ نے حکم دیا اور ہم نے سنا..... آپؐ نے قرآن کریم اللہ تعالیٰ سے سیکھا اور ہم نے آپ کی ذات گرامیؐ سے سیکھا..... اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر یہ لوگ اپنے نفسوں پر ظلم کریں تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر استغفار کریں اور اللہ کا رسولؐ ان کی بخش طلب کرے۔ تو وہ اللہ کو توجہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پائیں گے ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں تا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے ہماری بخشش طلب کریں اسی وقت قبر اطہر سے آواز آئی۔ ''تم بخشے گئے ہو''

(سیرت النبیؐ کے واقعات سے ماخوذ)

میں اکثر..... نماز فجر کے فوراً بعد جنت البقیع قبرستان میں زیارت قبورِ مقدسہ کے لیے چلا جاتا یہ قبرستان مدینہ شہر کے جنوب مشرقی حصہ میں واقع ہے۔ اس میں داخل ہونے کے لیے ایک دروازہ (گیٹ) ہے۔ جو باب البقیع کہلاتا ہے۔ اس مقدس قبرستان میں تقریباً دس ہزار اصحابہ اکرام کے علاوہ حضورؐ کی ازواج المطہراتؓ ام المومنینؓ آپؐ کے فرزند ابراہیمؓ بہت سے تابعین، صالحین اور تبع تابعین مدفون ہیں۔ لہٰذا یہ زمین اسلام کے

Scanned with CamScanner

گرانقدر سرمایہ یعنی کہ مقدس ترین ہستیوں کی قیامت تک امانت دار ہے۔ روز قیامت اس مقدس ٹکڑا زمین کو یہ مقدس امانتیں حکم ربی کے تابع واپس کرنا ہونگیں اور میں ان قبور کے درمیان صبح صبح آیت الکرسی اور درود شریف کا تحفہ لیے ہوئے حاضر تھا زبان پر متواتر ورد جاری تھا میری نظریں گنبد خضرا پر تھیں جسم قبور کے درمیان میرے جسم کا انگ انگ روحانی طور پر سرشار محوِ رقص تھا میں بے خودی میں خود بھی اپنے آپ میں نہ تھا میں روحانی طور پر ایک ذات کو اپنے بہت قریب محسوس کر رہا تھا اس ذات نے مجھے نہ کبھی اکیلا چھوڑا، نہ مایوس کیا، میں نے جو کچھ بھی مانگا اس نے عطا کیا میں نے رحم مانگا اس نے عطا کیا میں نے سفلی قوت پر فتح مانگی۔ اس نے عطا کی میں نے شفا صحت اور زندگی میں توسیع مانگی اس نے عطا کی میں نے عزت، توقیر، اولاد مانگی اس نے عطا کی میں نے دنیا کی بہترین بیوی مانگی اس نے نہ صرف عطا کی بلکہ بہترین اولاد بھی عطا کی غرض یہ کہ اُس ذاتِ باری تعالیٰ نے مجھے کبھی مایوس نہیں کیا اور آج بھی وہ ذاتِ باری تعالیٰ میرے احساسات کے ساتھ ساتھ ہے اور میں ان مقدس گنج ہائے بے بہا کے درمیان کھڑا جب گنبدِ خضرا کی طرف آنکھیں اٹھا کر دیکھتا ہوں تو گنبد خضرا پر سایہ فگن انمول رتنِ باری تعالیٰ کی موجودگی کو صرف محسوس کر سکتا ہوں۔ کچھ شعاعیں گنبدِ خضرا سے لہراتی ہوئی برآمد ہوتی ہیں اور ان پر اس مقدس قبرستان کی مقدس ترین قبروں پر سایہ فگن ہو جاتی ہیں گویا کہ رُشد ہدایت، محبت، شفقت اور روحانیت کا سلسلہ جاری وساری ہے۔

ان ہی قبروں کے درمیان کھڑے ہو کر میں نے اپنے آقائے نامدارؐ کے سبز گنبد کی طرف بھیگی آنکھوں سے فقیرانہ صدا لگائے ہوئے بھیک مانگی کہ آقاؐ اس غلام کو معافی دلوادیں اور ساتھ ہی ضبط کے تمام بندھن ٹوٹ گئے اور سیلاب چشم اپنی جولانیوں پر تھا کہ آقاؐ کے سبز گنبد سے لہریں اُٹھیں ابھی میں ان کی طرف حسرت بھری نظروں سے دیکھ ہی رہا تھا کہ نجدیوں نے شور مچانا شروع کر دیا ٹائم ختم ہو گیا ہے باب بقیع بند کیا جا رہا ہے لہٰذا تمام زائرین قبرستان سے باہر چلے جائیں۔

عربی میں بقیع اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں جھاڑ جھنکار اور کانٹے دار جھاڑیاں ہوں اس جگہ پر ہجرتِ مدینہ کے دور میں ایک کانٹے دار درخت غرقد کثرت سے ہوتا تھا جس کا اب صفایا کر دیا گیا ہے اور یہ میدان ایک بے آب و گیاہ چٹیل میدان کی صورت میں موجود تھا اس میدان بقیع میں سب سے پہلے عثمان بن مضعونؓ کا مدفن بنا جس کی وجہ سے اس میدان کی عظمت میں اضافہ ہوا اور لوگ اس کو جنت البقیع کہنے لگے حالانکہ بقیع کے نام سے اور جگہیں بھی موجود ہیں۔ اس کے بعد حسین بن ایلی کا مقبرہ بنا جو بہت اونچا بنایا گیا تھا بعد میں نجدی حکمرانوں نے اس مقبرے کو گرا دیا صرف کچی قبریں باقی بچیں جو آج بھی موجود ہیں جب حضورؐ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے

Scanned with CamScanner

تو مسلمانوں کو دفن کرنے کے لیے الگ جگہ مختص کرنا چاہی جب حضورؐ میدان بقیع پہنچے تو فرمایا کہ یہ ہی وہ جگہ ہے جس کو قبرستان کے لیے مختص کرنے کا مجھے حکم ہوا ہے۔ لہٰذا اس بقیع نامی میدان یا غرقدِ بقیع کو آج دنیا جنت البقیع کے نام سے جانتی ہے پہلے پہلے اس قبرستان میں خاص خاص لوگ دفن کے لیے جاتے تھے پھر اس قبرستان کو اہل مدینہ کا قبرستان ہونے کا شرف حاصل ہو گیا۔

جب ۲ ہجری میں غزوہ بدر کے بعد حضرت عثمان بن مضمون بن حبیب قریشی کُنیت ابو صائب مشہور صحابی رسولؐ کی وفات ہوئی تو انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ آپؓ طبیعت کے ایسے نیک تھے کہ زمانہ جاہلیت میں بھی کبھی شراب کو ہاتھ نہ لگایا۔ آپ 13 افراد کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ نے غزوہ بدر میں بھی حصہ لیا تھا۔

آپ کی وفات پر حضورؐ نے آپ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور فرمایا ہمارا پیش رو بہت اچھا ہے۔ آپ کی قبر پر آپؐ نے اپنے دستِ مبارک سے پتھر رکھا اور فرمایا جو بھی اہل بیت سے وفات پائے اُس کو ان کے قریب دفن کیا جائے۔

مہاجرین میں سے حضرت عثمان بن مضعونؓ اور انصار میں سے حضرت زرارہ بن انصاری اور حضرت اسد انصاری سب سے پہلے میدانِ بقیع غرقد میں دفن ہوئے جو کہ مقدس ہستیوں کا مدفن بنتے ہی جنت البقیع بن گیا (سبحان اللہ) اس کے بعد جو بھی فوت ہوتا تو آپؐ سے پوچھا جاتا کہ کس سمت میں دفن کیا جائے تو آپؐ فرماتے کہ ہمارے پیش رو حضرت عثمان بن مضعونؓ کے پاس دفن کیا جائے۔

حضرت عثمان بن عفانؓ کی عبداللہ بن صالح کے فتنہ کے نتیجے میں جب شہادت ہوئی تو آپؓ کو باغِ کوکب جس کو آپؓ نے خرید کر لیا تھا میں دفن کیا گیا جس کو بعد میں حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے دورِ حکومت میں قبرستان جنت البقیع میں شامل کر دیا اور یہ قبرستان جنت البقیع کی پہلی توسیع تھی اس کے بعد عرصہ دراز تک توسیع نہ ہو سکی۔ آخر کار سعودی حکومت نے بقیع عمادنامی جگہ جس میں حضورؐ کی دو پھوپھیاں حضرت صفیہؓ اور حضرت عاطقہؓ دفن تھیں کو جنت البقیع میں شامل کر دیا۔ زمین سے ملحقہ ایک تکون نما ٹکڑا زمین بھی موجود تھا جو کہ بلدیہ مدینہ کے زیر انتظام تھا اس کو بھی جنت البقیع میں شامل کر دیا گیا اور تا حال مزید توسیع نہیں ہوئی اور اس طرح جنت البقیع کا کل رقبہ 5929 مربع میٹر ہو گیا۔

مغرب کی جانب دو باب موجود تھے لیکن اب شمالی سمت میں بھی دو باب بنا دیئے گئے ہیں یعنی کہ اب جنت البقیع کے چار باب ہیں۔

قبرستان کے درمیان پختہ راستے بنا دیے گئے اور اموات کے غسل، کفن اور تدفین کا مکمل بندوبست کر دیا

Scanned with CamScanner

گیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جو مدینہ میں فوت ہوگا میں اس کی شفاعت کروں گا اس لیے جنت البقیع میں دفن ہونے کی بہت فضیلت ہے حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ رات کے تیسرے پہر قبرستان جنت البقیع تشریف لے جاتے اور فرماتے سلام ہو تم پر اے دارِ قوم مومنین ہم اگر اللہ نے چاہا تو تم سے بہت جلد ملنے والے ہیں اور اللہ بقیع غرقد والوں کی مغفرت فرمائے۔ آمین ثمہ آمین۔

میری دعا ہے کہ اللہ تمام دنیا کے مسلمان مرحومین کی مغفرت فرمائے آمین ثم آمین۔

خاتونِ جنت حضرت فاطمہؓ کی قبر پر شرطہ کھڑا تھا اگر زائرین میں سے کوئی ادھر جاتا تو وہ فوراً بدھو بن جاتا۔ ٹائم ختم ہوتے ہی یہ شُرطے بے ہنگم شور مچانا شروع کر دیتے۔ بات بات پر شرک شرک پکارنے والے وہاب اور لارنس آف عربیا کے پیروکار بھی اس تاڑ میں رہتے ہیں کہ ہاتھ اٹھا کر اگر کوئی فاتحہ شریف پڑھ رہا ہو تو وہ شرک شرک پکارتے ہوئے اس کے ساتھ بدتمیزی کریں۔

میرے خیال میں صرف اپنے اپنے فرقے کی کتابیں پڑھ کر حق کا فیصلہ کر لینا ایسا ہی ہے جیسے اکیلے دوڑ کر پہلے نمبر پر آ جانا۔ کیونکہ ہم مذہب کے مطابق زندگی بسر نہیں کرتے البتہ مذہب کے لیے لڑنے جھگڑنے میں ہمارا من حیثیت القوم کوئی ثانی نہیں ہے۔ ہمارے ہاں علما کی مہربانی اور شفقت سے مذہبی منافرت عام سے سادہ لوح اور عام آدمی پر یشان ہے علما خوشحال صحت منداور مسلمان ہیں آپ اور میں کافر ہیں جبکہ مستقبل کے علما غنڈوں کی طرح ہاتھوں میں ڈنڈے لیے سڑکوں پر برسرِ پیکار ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ یہ کون سا دین ہے؟ قارئین اکرام کیا آپ کو معلوم؟ بقول شاعر۔

ہم نے کردار کو کپڑوں کی طرح پہنا ہے
تم نے کپڑوں کو ہی کردار سمجھ لیا ہے

اگر ہم قرآن کو ترجمے کے ساتھ پڑھیں اور سمجھیں تا کہ آپ پر وہ سارے جھوٹ عیاں ہوں جو دین کے نام پر بولے جاتے ہیں تو ہم ان مذہبی فسّوں کاروں اور سیاسی طوائفوں کے چنگل سے نکل سکتے ہیں۔

یہ تمام تر خیالات میرے ذہن میں سمائے ہوئے تھے۔ اور میرے دماغ میں ایک بحرِ بے کراں موجزن تھا اور بے اختیار درخواست پر درخواست حضورؐ کی خدمت میں پیش کیے جا رہا تھا کہ میرے آقاؐ میرے پاک پیارے وطن کی سفارش فرما دیں کہ اس ملک کو مذہبی بھیڑیوں اور سیاسی طوائفوں سے نجات مل جائے اور ملکِ عالم اسلام کا قلعہ بن جائے میں اپنے آقاؐ کا غلام ہوں اور اکثر اپنے آقاؐ کے بارے میں سوچتا رہتا ہوں اور آج بھی سبز گنبد کی طرف دیکھ کر سوچ رہا تھا کہ میرے آقاؐ نور البشر ہیں بشری تقاضوں کے باوجود اس کائنات کے ہر انسان سے

Scanned with CamScanner

افضل ترین ہستی ہیں محبوبؐ رات اپنے خالق مالک رازق کے پاس گزارتے ہیں جو انہیں کھلاتا اور پلاتا بھی ہے میرے آقاؐ جیسے آگئے، دیکھتے تھے اسی طرح پشت سے بھی دیکھتے تھے میرے آقاؐ اللہ کا پیغام اپنی امت تک پہنچاتے رہے اور قرآن پاک کی صورت میں ایمان مکمل بھی ہوگیا۔

میں دھاڑتے مولویوں کو اور نام ونہاد سیاسی خاندانوں کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم کیا ہے جس سے نبی کریمؐ کا دین مکمل ہوتا ہے۔

(1) گفتگو کے درمیان بدتمیزی نہ کیا کرو۔

سورۃ بقرہ آیت نمبر 83

(2) غصے کو قابو میں رکھو۔

سورۃ آل عمران آیت نمبر 134

(3) دوسروں کے ساتھ بھلائی کرو۔

سورۃ القصص آیت نمبر 77

(4) تکبر نہ کرو۔

سورۃ النحل آیت نمبر 23

(5) دوسروں کی غلطیاں معاف کردیا کرو۔

سورۃ النور آیت نمبر 22

(6) لوگوں کے ساتھ آہستہ بولا کرو

سورۃ لقمان آیت نمبر 19

(7) اپنی آواز نیچی رکھا کرو۔

سورۃ لقمان آیت نمبر 19

(8) دوسروں کا مذاق نہ اُڑایا کرو

سورۃ الحجرات آیت نمبر 11

(9) والدین کی خدمت کیا کرو۔

سورۃ الاسراء آیت نمبر 23

(10) والدین سے اُف تک نہ کرو۔

Scanned with CamScanner

سورۃ الاسراء آیت نمبر 23

(11) والدین کی اجازت کے بغیر ان کے کمرے میں داخل نہ ہوا کرو۔

سورۃ النور آیت نمبر 58

(12) لین دین کا حساب لکھ لیا کرو۔

سورۃ البقرۃ آیت نمبر 282

(13) کسی کی اندھا دھند تقلید نہ کرو۔

سورۃ الاسراء آیت نمبر 36

(14) اگر مقروض مشکل وقت سے گزر رہا ہو تو اسے ادائیگی کے لیے مزید وقت دے دیا کرو۔

سورۃ البقرہ آیت نمبر 280

(15) سود نہ کھاؤ۔

سورۃ البقرہ آیت نمبر 278

(16) رشوت نہ لو۔

سورۃ المائدہ آیت نمبر 42

(17) وعدہ نہ توڑو۔

سورۃ الرعد آیت نمبر 20

(18) دوسروں پر اعتماد کیا کرو۔

سورۃ الحجرات آیت نمبر 12

(19) سچ میں جھوٹ نہ ملایا کرو۔

سورۃ البقرہ آیت نمبر 42

(20) لوگوں کے درمیان انصاف قائم کیا کرو۔

سورۃ ص آیت نمبر 26

(21) انصاف کے لیے مضبوطی سے کھڑے ہو جایا کرو۔

سورۃ النساء آیت نمبر 135

(22) مرنے والے کی دولت خاندان کے تمام ارکان میں تقسیم کیا کرو۔

Scanned with CamScanner

سورۃ النساء آیت نمبر 8

(23) خواتین بھی وراثت میں حصہ دار ہیں۔

سورۃ النساء آیت نمبر 7

(24) یتیموں کی جائیداد پر قبضہ نہ کرو۔

سورۃ النساء آیت نمبر 2

(25) یتیموں کی حفاظت کرو۔

سورۃ النساء آیت نمبر 127

(26) دوسروں کا مال بلاضرورت خرچ نہ کرو۔

سورۃ النساء آیت نمبر 6

(27) لوگوں کے درمیان صلح کراؤ۔

سورۃ الحجرات آیت نمبر 10

(28) بدگمانی سے بچو۔

سورۃ الحجرات آیت نمبر 12

(29) غیبت نہ کرو۔

سورۃ الحجرات آیت نمبر 12

(30) جاسوسی نہ کرو۔

سورت الحجرات آیت نمبر 12

(31) خیرات کیا کرو۔

سورۃ البقرہ آیت نمبر 271

(32) غُربا کو کھانا کھلایا کرو۔

سورۃ المدثر آیت نمبر 44

(33) ضرورت مندوں کو تلاش کر کے ان کی مدد کیا کرو۔

سورۃ البقرہ آیت نمبر 273

(34) فضول خرچی نہ کیا کرو۔

Scanned with CamScanner

سورۃ الفرقان آیت نمبر 67

(35) خیرات کر کے جتلایا نہ کرو۔

سورۃ البقرہ آیت نمبر 262

(36) مہمانوں کی عزت کیا کرو۔

سورۃ الذاریات آیت نمبر 24 تا 27

(37) نیکی پہلے خود کرو پھر دوسروں کو تلقین کرو۔

سورۃ البقرہ آیت نمبر 44

(38) زمین پر برائی نہ پھیلایا کرو۔

سورۃ العنکبوت آیت نمبر 36

(39) لوگوں کو مسجدوں میں داخلے سے نہ روکو۔

سورۃ البقرہ آیت نمبر 114

(40) صرف ان کے ساتھ لڑو جو تمہارے ساتھ لڑیں۔

سورۃ البقرہ آیت نمبر 190

(41) جنگ کے دوران جنگ کے آداب کا خیال رکھو۔

سورۃ البقرہ آیت نمبر 190

(42) جنگ کے دوران پیٹھ نہ دکھاؤ۔

سورۃ الانفال آیت نمبر 15

(43) مذہب میں کوئی سختی نہیں۔

سورۃ البقرہ آیت نمبر 256

(44) تمام انبیاء علیہ السلام پر ایمان لاؤ۔

سورۃ النساء آیت نمبر 150

(45) حیض کے دنوں میں مباشرت نہ کرو۔

سورۃ البقرہ آیت نمبر 222

(46) بچوں کو دو سال تک ماں کا دودھ پلاؤ۔

Scanned with CamScanner

سورۃ البقرہ آیت نمبر 233

(47) جنسی بدکاری سے بچو۔

سورۃ الاسراء آیت نمبر 32

(48) حکمرانوں کو میرٹ پر منتخب کرو۔

سورۃ البقرہ آیت نمبر 247

(49) کسی پر اس کی ہمت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو۔

سورۃ البقرہ آیت نمبر 286

(50) منافقت سے بچو۔

سورۃ البقرہ آیت نمبر 14 تا 16

(51) کائنات کی تخلیق اور عجائب کے بارے میں گہرائی سے غور کرو۔

سورۃ آل عمران آیت نمبر 190

(52) عورتیں اور مرد اپنے اعمال کا برابر حصہ پائیں گے۔

سورۃ آل عمران آیت نمبر 195

(53) بعض رشتہ داروں سے شادی حرام ہے۔

سورۃ النساء آیت نمبر 23

(54) مرد خاندان کا سربراہ ہے۔

سورۃ النساء آیت نمبر 34

(55) بخیل نہ بنو۔

سورۃ النساء آیت نمبر 37

(56) حسد نہ کرو۔

سورۃ النساء آیت نمبر 54

(57) ایک دوسرے کو قتل نہ کرو۔

سورۃ النساء آیت نمبر 29

(58) فریب (فریبی) کی وکالت نہ کرو۔

Scanned with CamScanner

سورۃ النساء آیت نمبر 135

(59) گناہ اور زیادتی میں دوسروں کے ساتھ تعاون نہ کرو۔

سورۃ المائدہ آیت نمبر 2

(60) نیکی میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔

سورۃ المائدہ آیت نمبر 2

(61) اکثریت سچ کی کسوٹی نہیں ہوتی۔

سورۃ المائدہ آیت نمبر 100

(62) صحیح راستے پر رہو۔

سورۃ الانعام آیت نمبر 153

(63) جرائم کی سزا دے کر مثال قائم کرو۔

سورۃ المائدہ آیت نمبر 38

(64) گناہ اور ناانصافی کے خلاف جدوجہد کرتے رہو۔

سورۃ انفال آیت نمبر 39

(65) مردہ جانور خون اور سُور کا گوشت حرام ہے۔

سورۃ المائدہ آیت نمبر 3

(66) شراب اور دوسری منشیات سے پرہیز کرو۔

سورۃ المائدہ آیت نمبر 90

(67) جوا نہ کھیلو۔

سورۃ المائدہ آیت نمبر 90

(68) ہیرا پھیری نہ کرو۔

سورۃ الاحزاب آیت نمبر 70

(69) چغلی نہ کھاؤ

سورۃ الھمزۃ آیت نمبر 1

(70) کھاؤ اور پیو لیکن فضول خرچی نہ کرو۔

Scanned with CamScanner

سورۃ الاعراف آیت نمبر 31

(71) نماز کے وقت اچھے کپڑے پہنو۔

سورۃ الاعراف آیت نمبر 31

(72) آپ سے جو لوگ مدد اور تحفظ مانگیں ان کی حفاظت کرو۔ انہیں مدد دو۔

سورۃ التوبہ آیت نمبر 6

(73) طہارت قائم رکھو۔

سورۃ التوبہ آیت نمبر 108

(74) اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔

سورۃ الحجر آیت نمبر 56

(75) اللہ نادانستگی میں کی جانے والی غلطیاں معاف فرما دیتا ہے۔

سورۃ النساء آیت نمبر 17

(76) لوگوں کو دانائی اور اچھی ہدایت کے ساتھ اللہ کی طرف بلاؤ۔

سورۃ النحل آیت نمبر 125

(77) کوئی شخص کسی کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

سورۃ فاطر آیت نمبر 18

(78) غربت کے خوف سے اپنے بچوں کو قتل نہ کرو۔

(سورۃ النحل آیت نمبر 31)

(79) جس چیز کے بارے میں علم نہ ہو اس پر گفتگو نہ کرو۔

سورۃ النحل آیت نمبر 36

(80) کسی کی ٹوہ میں نہ رہا کرو (تجسس نہ کرو)۔

سورۃ الحجرات آیت نمبر 12

(81) اجازت کے بغیر دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہو۔

سورۃ النور آیت نمبر 27

(82) اللہ اپنی ذات پر یقین رکھنے والوں کی حفاظت کرتا ہے۔

Scanned with CamScanner

سورۃ یونس آیت نمبر 103

(83) زمین پر عاجزی کے ساتھ چلو۔

سورۃ الفرقان آیت نمبر 63

(84) اپنے حصے کا کام کرو۔ اللہ اس کا رسول ﷺ اور مومنین تمہارا کام دیکھیں گے۔

سورۃ توبہ آیت نمبر 105

(85) اللہ کی ذات کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔

سورۃ الکہف آیت نمبر 110

(86) ہم جنس پرستی میں نہ پڑو۔

سورۃ نمل آیت نمبر 55

(87) حق (سچ) کا ساتھ دو غلط (جھوٹ) سے پرہیز کرو۔

سورۃ توبہ آیت نمبر 119

(88) زمین پر ڈھٹائی سے نہ چلو۔

سورۃ الاسراء آیت نمبر 37

(89) عورتیں اپنی زینت کی نمائش نہ کریں۔

سورۃ النور آیت نمبر 31

(90) اللہ شرک کے سوا تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔

سورۃ النساء آیت نمبر 48

(91) اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔

سورۃ زمر آیت نمبر 53

(92) برائی کو اچھائی سے ختم کرو۔

سورۃ حم سجدۃ آیت نمبر 34

(93) فیصلے مشاورت کے ساتھ کیا کرو۔

سورۃ الشوری آیت نمبر 38

(94) تم میں سے وہ زیادہ معزز ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔

Scanned with CamScanner

سورۃ الحجرات آیت نمبر 13

(95) اسلام میں ترک دنیا نہیں ہے۔

سورۃ الحدید آیت نمبر 27

(96) اللہ علم والوں کو مقدم رکھتا ہے۔

سورۃ المجادلہ آیت نمبر 11

(97) غیر مسلمانوں کے ساتھ مہربانی اور اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔

سورۃ الممتحنہ آیت نمبر 8

(98) خود کو لالچ سے بچاؤ۔

سورۃ النساء آیت نمبر 32

(99) اللہ سے معافی مانگو وہ معاف کرنے اور رحم کرنے والا ہے۔

سورۃ البقرہ آیت نمبر 199

(100) جو دستِ سوال دراز کرے اسے نہ جھڑکو بلکہ حسبِ توفیق کچھ دے دو۔

سورۃ الضحیٰ۔ آیت نمبر 10

مسجد نبویؐ کے گوشے گوشے میں میری بے چینی اور بے خودی مجھے لے جاتی۔ بھانت بھانت کے لوگ ان کی بولیاں ان کا کلچر میں بے حد دلچسپی سے دیکھتا سنتا اور کچھ نہ کچھ سمجھنے کی کوشش بھی کرتا۔ بے چینی مجھے چین نہ لینے دیتی جو کچھ میں سمجھ سکا اس کا خلاصہ کچھ یوں بنتا ہے۔ قرآن پاک میں دیے گئے احکامات اور نصیحتیں نبی کریمؐ کے اسوۂ حسنہ خطبہ حجۃ الوداع ہی مسلمانیت۔ قرآن شریف کے ایک ایک لفظ میں رہنمائی اور خیر ہے غرض یہ کہ یہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جس کو علماء حضرات نے مسلکوں کے بھنور میں پھنسایا ہوا ہے۔ دنیا کے آسان ترین، عظیم ترین مذہب کو مشکل ترین بنا دیا گیا ہے۔ جبکہ غیر مسلم سکالرز بھی مذہبِ اسلام سے متاثر نظر آتے ہیں۔

بھارت کے سابق صدر 1992ء تا 1997ء ڈاکٹر پنڈت شنکر دیال شرما کی قرآن اور مسلمانوں کے تناظر میں سالوں پہلے کہی ایک نظم ہمیں آئینہ دکھانے کے لیے کافی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

عمل کی کتاب تھی — دعا کی کتاب بنا دیا
سمجھنے کی کتاب تھی — پڑھنے کی کتاب بنا دیا
زندوں کا دستور تھی — مردوں کا منشور بنا دیا

Scanned with CamScanner

جو علم کی کتاب تھی　　لاعلموں کے ہاتھ تھما دیا
تسخیر کائنات کا درس دینے آئی تھی　　صرف مدرسوں کا نصاب بنا دیا
مُردہ قوموں کو زندہ کرنے آئی تھی　　مُردوں کی بخشش پر لگا دیا
اے مسلمانوں یہ تم نے کیا کیا؟

جب ہمارے جید علما پاک وطن جو کہ لا الٰہ الا اللہ کے نام پر بن رہا تھا کے سخت مخالف تھے اور مولانا آزاد ایک خاص وقت میں ناؤنوش کی محفل سجاتے تھے اور کٹر کانگریسی تھے تو پھر غیر مسلم رہنماؤں کو کیا دوش دیں۔ جبکہ قرآن پاک نے تو ایک ایک لفظ میں انسانیت کی فلاح کا ذکر کیا ہے یہاں تک کہ قرآن کے سپاروں کے نام بھی بامعنی ہیں جو آپ آگے ملاحظہ فرمائیں گے۔ اب ہمارے سفری شیڈول کے مطابق صرف دو روز باقی رہ گئے ہم نے مدینہ شریف سے ہی کراچی کی فلائٹ لینی تھی میں اپنے بزرگ دوست محسن و مربی کا اگر شکریہ ادا نہ کروں تو ناشکری ہوگی مجھے اس کا نام لکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ میرے اس بزرگ رہنما نے مجھے تمام مقدس جگہوں سے نہ صرف متعارف کروایا بلکہ اس کی تاریخ اور حوالہ جات سے بھی آگاہ کیا۔ مجھے ان کا چاند چہرہ بہت متاثر کرتا جبکہ ان کی عمر اس وقت 107 سال تھی۔ فصاحت اور بلاغت کمال کی تھی۔ شفقت اور رحم دلی میں لاثانی تھے اگر میں اپنی بے خودی میں آنکھوں کی ندی پر قابو نہ رکھ سکتا تو مجھے بازو سے پکڑ کر روزہ رسول کی جالیوں کے پاس لے جاتے اور عربی میں کچھ کہتے جاتے۔ مجھے حکم کرتے کہ معافی کی سفارش کرنے کی درخواست پیش کرو اور کرتے رہو اور خود جالیوں پر صفائی شروع کر دیتے۔ ایک روز فرمانے لگے تمہیں پتہ ہے کہ حضورؐ خانہ کعبہ میں طواف فرما رہے تھے ایک اعرابی کو اپنے آگے طواف کرتے ہوئے ''یا کریم یا کریم'' پڑھتے ہوئے پایا جو کہ صدا لگا کر پڑھ رہا تھا۔ حضورؐ نے بھی یا کریم یا کریم پڑھنا شروع کر دیا۔ وہ اعرابی رکن یمانی کی طرف جاتا تو پڑھتا یا کریم سرکار دو عالمؐ بھی پیچھے سے پڑھتے یا کریم، وہ اعرابی جس سمت بھی رُخ کرتا اور پڑھتا یا کریم سرکارِ دو عالمؐ بھی اس کی آواز سے آواز ملاتے ہوئے یا کریم پڑھتے۔ اعرابی نے تاجدارِ کائناتؐ کی طرف دیکھا اور کہا اے روشن چہرے والے اے حسین قد والے اللہ کی قسم اگر آپ کا چہرہ اتنا روشن اور عمدہ قد نہ ہوتا تو آپ کی شکایت اپنے محبوب نبی کریمؐ کی بارگاہ میں ضرور کرتا کہ آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔ سیدِ دو عالمؐ مسکرائے اور فرمایا کیا تو اپنے نبی کو پہچانتا ہے؟ عرض کیا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا پھر تم ایمان کیسے لائے؟ عرض کیا بن دیکھے اپنے نبیؐ کی نبوت اور رسالت کو تسلیم کیا مانا اور بغیر ملاقات کے میں نے انؐ کی رسالت کی تصدیق کی۔ آپؐ نے فرمایا۔ مبارک ہو میں دنیا میں تیرا نبی ہوں اور آخرت میں تیری شفاعت کرونگا۔ وہ حضورؐ کے قدموں میں گرا اور بوسے دینے لگا۔ آپؐ نے فرمایا میرے ساتھ وہ معاملہ نہ کر جو عجمی

Scanned with CamScanner

لوگ اپنے بادشاہوں کے ساتھ کرتے ہیں اللہ نے مجھے متکبر و جابر بنا کر نہیں بھیجا بلکہ اللہ نے مجھے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ اسلام آئے اور عرض کیا کہ اللہ جل جلالہ نے آپ کو سلام فرمایا ہے اور فرماتا ہے کہ اس اعرابی کو بتا دیں کہ ہم اس کا حساب لیں گے اعرابی نے کہا: یا رسولؐ اللہ کیا اللہ میرا حساب لے گا؟ فرمایا ہاں اگر وہ چاہے تو حساب لے گا۔ عرض کیا اگر وہ میرا حساب لے گا تو میں اس کا حساب لونگا۔ آپؐ نے فرمایا تو کس بات پر اللہ سے حساب لے گا۔ اس نے کہا اگر وہ میرے گناہوں کا حساب لے گا تو میں اس کی بخشش کا حساب لونگا میرے گناہ زیادہ ہیں کہ اس کی بخشش؟ اگر اس نے میری نافرمانیوں کا حساب لیا تو میں اس کی معافی کا حساب لونگا۔ اگر اس نے میرے بخل کا حساب لیا تو میں اس کے فضل و کرم کا حساب لونگا۔

حضور اکرم سید عالم ﷺ یہ سب سماعت کرنے کے بعد اتنا روئے کہ ریش مبارکہ آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ پھر جبرئیل علیہ السلام آئے۔ اور عرض کیا کہ اللہ کے رسولؐ اللہ سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ رونا کم کریں آپؐ کے رونے نے فرشتوں کو تسبیح و تحلیل بھلا دی ہے۔ اپنے اُمتی کو کہیں نہ وہ میرا حساب لے نہ میں اس کا حساب لوں گا اور اس کو خوشخبری سنا دیں کہ یہ جنت میں آپ کا ساتھی ہوگا۔

میرے بزرگ رہنما نے اس حکایت کیلیے۔

کتاب مسند احمد بن حنبل کا حوالہ بھی پیش کیا۔

جواب میں صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہوں۔

''کیا عقل نے سمجھا ہے کیا عشق نے جانا ہے۔''

ان خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے۔

بزرگ نے مزید فرمایا کہ دیکھو اللہ کی شان جو قرآن شریف کی سب سے چھوٹی سورت ہے اور ایک سطر پر مشتمل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے اپنے بندے پر جو کچھ نازل کیا ہے اگر تمہیں اس میں شک ہو تو اس جیسی ایک سُورت ہی لے آؤ مثال کے طور پر سورۃ کوثر کے 10 الفاظ ہیں۔

سورۃ کوثر کی دوسری آیت میں 10 حروف ہیں۔

سورۃ کوثر کی تیسری آیت میں 10 حروف ہیں۔

اس پوری سُورت میں جو سب سے زیادہ تکرار سے حرف آیا ہے۔ وہ صرف ''ا'' ہے جو 10 دفعہ آیا ہے۔

وہ حروف جو اس سورت میں صرف ایک ایک دفعہ آئے ہیں۔ ان کی تعداد 10 ہے۔ سورۃ الکوثر کی تمام آیات

Scanned with CamScanner

کا اختتام حرف ''ر'' راہ پر ہوا جو کہ حروف ابجد میں دسواں حرف شمار ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی وہ سورتیں حرف ''ر'' را پر اختتام پذیر ہو رہی ہیں۔ ان کی تعداد 10 ہے جن میں سورۃ الکوثر آخری سورت ہے سورت میں جو 10 کا عدد ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ ذ لحج کے مہینے کا دسواں دن ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

''فصل لربک وانحر'' (پس نماز پڑھو اور قربانی کرو)۔

وہ دراصل قربانی کا دن ہے۔

مزید انہوں نے میری توجہ اس معجزہ کی طرف مبذول کروائی کہ یہ قرآن پاک کی سب سے چھوٹی صورت ہے جس میں یہ سب سمو دیا گیا ''سبحان اللہ'' پھر مجھے مخاطب کیا کہ بڑی سورتوں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟

میں کیا؟ میرا خیال کیا؟

دبی دبی سسکیوں میں صرف اتنا ہی کہہ سکا

مجھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ مبارک پانی پلائے آمین

قرآن مجید کی سورتوں کے نام بمع مطلب

سورۂ بقرہ:	گائے۔	(2)
سورۂ آل عمران:	عمران کی اولاد	(3)
سورۂ نساء:	عورتیں	(4)
سورۂ مائدہ:	دسترخوان	(5)
سورۂ انعام:	جانور، مویشی	(6)
سورۂ اعراف:	بلندیاں	(7)
سورۂ انفال:	اموال غنیمت	(8)
سورۂ توبہ:	معافی	(9)
سورۂ یونس:	ایک پیغمبر کا نام	(10)
سورۂ ہود:	ایک پیغمبر کا نام	(11)
سورۂ یوسف:	ایک پیغمبر کا نام	(12)
سورۂ رعد:	بادل کی گرج	(13)
سورۂ ابراہیم:	ایک پیغمبر کا نام	(14)

Scanned with CamScanner

سورۂ الحجر:	ایک مقام کا نام	(15)
سورۂ نحل:	شہد کی مکھی	(16)
سورۂ بنی اسرائیل:	حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد	(17)
سورۂ کہف:	غار	(18)
سورۂ مریم:	عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام	(19)
سورۂ طٰہٰ:	حروف تہجی کے دو حروف	(20)
سورۂ انبیاء:	اللہ کے پیغمبر، نبی کی جمع	(21)
سورۂ حج:	زیارت	(22)
سورۂ مومنون:	ایمان والے لوگ	(23)
سورۂ نور:	روشنی	(24)
سورۂ فرقان:	حق و باطل میں امتیاز کرنے والی چیز	(25)
سورۂ شعراء:	شاعر کی جمع	(26)
سورۂ نمل:	چیونٹی	(27)
سورۂ قصص:	قصے، سچے واقعات	(28)
سورۂ عنکبوت:	مکڑی	(29)
سورۂ روم:	روم	(30)
سورۂ لقمان:	ایک صالح بزرگ کا نام	(31)
سورۂ سجدہ:	جھکنا، سجدہ کرنا	(32)
سورۂ احزاب:	حزب: گروہ، جمع: احزاب، جنگ	(33)
سورۂ سبا:	ایک قوم	(34)
سورۂ فاطر:	پیدا کرنے والا	(35)
سورۂ یسین:	رسول کا نام	(36)
سورۂ صافات:	صف بستہ	(37)
سورۂ ص:	حروف تہجی کا ایک حرف	(38)
سورۂ زمر:	گروہ در گروہ	(39)

Scanned with CamScanner

سورۂ مومن:	ایمان والا	(40)
سورۂ حم:	حروف تہجی کے حروف	(41)
سورۂ شوریٰ:	صالح ومشورہ	(42)
سورۂ زخرف:	سونا	(43)
سورۂ دخان:	دھواں	(44)
سورۂ جاثیہ:	گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہونا	(45)
سورۂ الحقاف:	ایک جگہ کا نام	(46)
سورۂ محمد:	پیغمبر اسلام حضرت محمد ص کا نام مبارک	(47)
سورۂ فتح:	جیت، کامیابی	(48)
سورۂ حجرات:	حجرے، کمرے	(49)
سورۂ ق:	حروف تہجی کا ایک حرف	(50)
سورۂ ذاریات:	گرد اڑانے والی ہوا	(51)
سورۂ طور:	ایک پہاڑ کا نام	(52)
سورۂ نجم:	ستارہ	(53)
سورۂ قمر:	چاند	(54)
سورہ رحمٰن:	بہت زیادہ رحم فرمانے والا، اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ	(55)
سورۂ واقعہ:	قیامت	(56)
سورۂ حدید:	لوہا	(57)
سورۂ مجادلہ:	بحث، تکرار، جھگڑا	(58)
سورۂ حشر:	جمع ہونا، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا، قیامت	(59)
سورۂ ممتحنہ:	امتحان لینے والی	(60)
سورۂ صف:	صف بستہ	(61)
سورۂ جمعہ:	دنوں میں سے ایک مبارک دن	(62)
سورۂ منافقون:	منافق لوگ	(63)
سورۂ تغابن:	خسارہ سے دوچار ہونا	(64)

Scanned with CamScanner

سورۂ طلاق:	آزاد کرنا، طلاق دینا	(65)
سورۂ تحریم:	حرام کر دینا	(66)
سورہ ملک:	بادشاہی	(67)
سورۂ قلم:	قلم	(68)
سورۂ حاقہ:	حقیقت، قیامت	(69)
سورۂ معارج:	بلندیاں	(70)
سورۂ نوح:	ایک پیغمبر کا نام	(71)
سورۂ جن:	آگ سے پیدا کردہ ایک مخلوق	(72)
سورۂ مزمل:	چادر لپیٹنے والا	(73)
سورۂ مدثر:	چادر اوڑھنے والا	(74)
سورۂ قیامت:	یقیناً قائم ہونے والی، قیامت	(75)
سورۂ الدھر:	بنی آدم	(76)
سورۂ مرسالت:	ہوائیں	(77)
سورۂ نبا:	اہم خبر	(78)
سورۂ نازعات:	کھینچنے والیاں، ہوا کی صفت	(79)
سورۂ عبس:	تیوری چڑھانا	(80)
سورۂ تکویر:	لپیٹنا	(81)
سورۂ الانفطار:	دراڑ	(82)
سورۂ المطففین	ناپ تول میں کمی	(83)
سورۂ الانشقاق:	شق ہونا	(84)
سورۂ البروج:	آسمانی برج	(85)
سورۂ الطارق:	چمکتا تارا	(86)
سورۂ الاعلیٰ:	اعلیٰ	(87)
سورہ الغاشیہ:	آنے والی آفت	(88)
سورۂ الفجر:	فجر	(89)

Scanned with CamScanner

سورۃ البلد:	شہر	(90)
سورۃ الشمس:	سورج	(91)
سورہ اللیل:	رات	(92)
سورۃ الضحیٰ:	دن کا اجالا	(93)
سورۃ الشرح:	سکون قلب	(94)
سورۃ التین:	انجیر	(95)
سورۃ العلق:	جمع ہوا خون	(96)
سورۃ القدر:	قدر	(97)
سورہ البیان:	واضح قسم	(98)
سورہ الزالزال:	زلزلہ	(99)
سورہ العادیات:	سرپٹ دوڑنے والے گھوڑے	(100)
سورۃ القارعہ:	کھڑکھڑانے والی	(101)
سورۃ التکاثر:	کثرت کی خواہش	(102)
سورۃ العصر:	دور عصر	(103)
سورۃ الھمزہ:	عیب جوئی والا	(104)
سورۃ الفیل:	ہاتھی	(105)
سورۃ القریش:	قریش	(106)
سورۃ الماعون:	عام استعمال کی چیزیں	(107)
سورۃ الکوثر:	حوض کوثر	(108)
سورہ الکافرون:	کافر	(109)
سورۃ النصر:	مدد	(110)
سورۃ لہب:	آگ کے شعلے	(111)
سورۃ الاخلاص:	وحدانیت	(112)
سورۃ الفلق:	صبح	(113)
سورہ الناس:	انسان، لوگ	(114)

Scanned with CamScanner

نزول قرآن انسانیت پر اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان ہے اور نبی کریم خاتم انبیاءؐ کا عظیم معجزہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الجمعہ میں قرآن کریم کا مقصد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ ہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے حضرت محمد ﷺ کو پیغمبر بنا کر بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے اور ان کو پاک کرتے اور اللہ کی کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور اس سے پہلے تو لوگ صریح گمراہی میں تھے۔

سورۃ الفرقان میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ بہت برکت والا ہے۔ جس نے قرآن مجید کو اپنے بندے محمدؐ پر نازل فرمایا کہ وہ سب لوگوں کو آگاہ کرنے والا بن جائے۔ اسی اللہ (یکتا) کی حکومت، سلطنت ہے۔ آسمانوں اور زمین کی نہ اس کی اولاد ہے اور نہ ہی اس کا کوئی شریک ہے۔ اللہ نے ہر چیز کو پیدا کیا اور مناسب اندازے پر رکھا۔ ان آیات کا مقصد انسانیت کی معراج کی بابت ہے تاکہ انسانیت اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر کے جنت رضائے الٰہی اور صراطِ مستقیم کی طرف گامزن ہو جائے ''سبحان اللہ''

آج ہمارا آخری دن تھا جو کہ ہم نے اپنے آقاؐ کے دربار میں گزارا ظہر کی نماز کے بعد ایئرپورٹ جانا تھا، ہوٹل سے Check in کر کے آئے تھے۔ سامان ہوٹل کے کاؤنٹر پر جمع کرا کر حرم پاک میں موجود تھے۔ درود و سلام میں وقت گزرا اور ایسا گزرا کہ سمٹ کر ایک لمحہ بن گیا۔ بزرگوں سے اجازت لینے کی خاطر نظریں ان کو تلاش کر رہی تھیں وہ مجھے ریاض الجنہ کی طرف والی روضہ رسولؐ کی جالیاں صاف کرتے ہوئے نظر آ گئے۔ میں نے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں مدعا بیان کیا وہ خاموشی سے سنتے رہے اور کوئی بھی جواب نہ دیا۔ میں ان کے پاس ہی بیٹھ گیا کہ اتنے میں موذن مسجد نبویؐ نے ظہر کی نماز کے لیے آؤ نماز کی طرف آؤ۔ آؤ فلاح کی طرف آؤ کی صدا لگائی۔ انہوں نے وہاں میرے ساتھ ہی نیت باندھ کر سنتیں پڑھنا شروع کر دیں اور اشارے سے مجھے بھی حکم صادر کیا اس طرح ہم نے اکٹھے ہی نماز ادا کی۔ سلام و درود پیش کیا میری کمر پر تھپکی دے کر چلے گئے۔ بولے کچھ نہیں میری نظریں انہیں دوبارہ تلاش کرنے میں ناکام رہیں۔

دوزخ کو ہر طریقے کا گناہ گار چاہیے
لیکن جنت کو صرف محمدؐ کا وفادار چاہیے

اتنے میں فاروق بھائی ایک بلائے ناگہانی کی طرح ظاہر ہوئے۔ ہاتھ میں کلائی پکڑی اور گھسیٹتے ہوئے مجھے حرم پاک سے باہر لائے اور بولے تمہیں احساس ہے کہ فلائٹ کا ٹائم ہو گیا ہے اور ہم لیٹ ہو رہے ہیں۔ باہر خواتین اور تمام سامان کار میں موجود تھا میں الوداعی نظر روضہ رسولؐ پر ڈالتا ہوا گاڑی میں بٹھایا نہیں گیا بلکہ ٹھونسا گیا۔ مدینہ ایئرپورٹ کے تمام مراحل سے گزرتے ہوئے جہاز میں سوار ہو گئے۔

Scanned with CamScanner

واپسی پر بھی فسٹ کلاس میں ہم ہی ہم تھے۔ جبکہ بزنس کلاس کی ہمسایہ گیری میں ہمایوں سعید اینڈ کمپنی بھی تھی۔ سفر بہت خوشگوار تھا جہاز پاکستانی فضاؤں میں پرواز کر رہا تھا کہ اچانک اہلیہ محترمہ کو شدید تکلیف شروع ہو گئی۔ دوسرے روز آغا خاں ہسپتال لے گئے۔ دو روز تک وہ ٹسٹ وغیرہ کرتے رہے جبکہ ہر ٹسٹ کلیر آتا تھا ڈاکٹر حسنین جو امریکہ سے تشریف لائے تھے نے چیک کر کے بتایا کہ غذا کی نالی (Food Pipe) بند ہے اور (Dilation of Food Pipe) ہوگی۔ فوراً اہلیہ محترمہ کو داخل کرایا گیا دوسرے روز آپریشن ہونا قرار پایا اور ہسپتال کا عملہ بلقیس صاحبہ کو میرے ہاتھوں سے لے کر آپریشن تھیٹر میں لے گیا۔ ڈاکٹر حسنین نے صلاح مشورہ کرنے کے درمیان بتایا تھا کہ ہم غذا کی نالی میں "Balloon" (غبارہ) ڈال کر صفائی کریں گے۔ انشاء اللہ۔ رکاوٹ دور ہو جائے گی کہنے کو تو یہ بہت آسان لگتا ہے۔ مگر یہ مشکل ترین کام تھا اور میری زندگی کے مشکل ترین لمحات تھے عجیب سے وسوسے مجھے گھیرے ہوئے تھے میں آپریشن تھیٹر کے باہر بینچ پر بیٹھا سوچوں میں غرق تھا۔ زندگی میں اتنے کرب آمیز لمحات پہلے بھی آئے تھے۔ جب میری شخصیت کو ایک بدمعاش بھائی نے مسخ کیا تھا۔ جب ریگستان میں گم ہوا اور پیاس کی شدت سے جون کے مہینے میں بیہوش ہو کر صحرا میں گر پڑا۔

جب گہرے پانی میں ڈوب کر پانی کی تہہ میں چلا گیا۔

جب کوبرا سانپ جنگل میں میرے کندھے اور گردن پر آ گرا۔

جب میری والدہ ماجدہ وفات پا گئیں۔

بس اک خدا نہیں ہوتی
ورنہ ماں کیا نہیں ہوتی

جب قبلہ و کعبہ میرے والدِ محترم وفات پا گئے۔

جب میں تماشائی سے تماشہ بنا دیا گیا۔

جب بھائی شفیق احمد رحلت فرما گئے۔

ابھی حال ہی میں میری آپا خالدہ رحلت فرما گئیں۔

جب آپا زبیدہ رحلت فرما گئیں۔

جب میری دو بھانجیاں رانی اور عائشہ رحلت فرما گئیں۔

مندرجہ بالا کرب میری زندگی میں بہت خاص اہمیت رکھتے ہیں اور آج میں کربِ اعظم میں مبتلا ہو کر نہ زندوں میں اور نہ ہی مُردوں میں شمار کیا جا سکتا تھا کیونکہ میں نے اپنے آپ سے سوال کیا کہ اللہ نہ کرے اگر بلقیس

Scanned with CamScanner

جانبر نہ ہوسکی تو تم بچوں کو کیا جواب دو گے؟ جواب تھا ہی نہیں کوئی بھی؟ کیا تم بلقیس کے بغیر "Survive" کر سکو گے؟ جواب No میں تھا۔ اس وقت میں اکیلا ہی تھا جبکہ عثمان فاروق ہر وقت ہر مصیبت میں ہمارے ساتھ ساتھ رہتا تھا میں غم اور سوچوں میں غرق خوفناک قسم کے وسوسوں میں گرا ہوا تھا۔ اس لیے قوت برداشت کم سے کم تر ہوتی جارہی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا تھا کہ یہ آپریشن ایک گھنٹہ سے زیادہ کا ہوگا مگر اب تو ساڑھے تین گھنٹے گزر چکے تھے۔ میری حیثیت اس وقت ایک ایسی شکستہ دیوار کی تھی جس کو ایک بچہ بھی دھکا دے کر گرا سکتا تھا۔ من حیث فیملی گھر میں اختلاف رائے بھی ہوتا تھا۔ ڈانٹ ڈپٹ بھی ہوتی تھی۔ ناراضگی کبھی زیادہ کبھی کم کبھی بہت زیادہ بھی ہو جاتی تھی۔ جس کو بچے بھی محسوس کرتے تھے مگر میں کیا کروں؟

اس اصول پر مجھے شکست منظور نہیں میرا بچپن روز روشن کی طرح سب کے سامنے عیاں ہے (تفصیل کے لیے فرشتے کی ایف آر جلد اول) کا مطالعہ کریں میری اسی روش کو میرا بیٹا علی ضیا کاشف اپنی ماں پر ظلم قرار دیتا ہے دیگر کچھ بچے سیاست دان ہیں کچھ لوٹے بھی ہیں مگر سب محبت عزت احترام کے جذبے سے ماں باپ کو دیکھتے ہیں بڑا بیٹا نوید کاشف میری معاشی مضبوطی کا باعث ہے اگر میرے بچے آج میرے ساتھ ہوتے تو ان کو اپنے خیالات وافکار جو وہ میرے متعلق رکھتے میں بدلنے میں دیر نہ لگتی اور پشیمانی بھی ان کے ساتھ ساتھ ہوتی۔ بس ایک تڑپ تھی فکرمندی تھی اکیلے رہ جانے کا خوف تھا بلقیس کے لیے ایک احساس تھا اس کی قدر و قیمت تو ہر وقت دل و دماغ میں موجود ہوتی تھی اور آج تمام حدیں پار کر کے تڑپ اور احساس کی محسوسیات کے ساتھ دل و دماغ کو زخمی کیے جارہی تھیں۔ کچھ آنکھوں کے راستے اپنا جوبن دکھا رہی تھیں آخر مایوس ہو کر میں نے اپنی گردن لکڑی کے بنچ کے ساتھ لگا دی یا خود ہی لگ گئی۔ دل و دماغ نے اللہ تعالیٰ سے رابطہ کیا کہ اے میرے مالک، خالق، رازق اگر بلقیس کی زندگی آپ کو مزید منظور نہیں ہے تو مجھے بھی ساتھ ہی بلوا لے بچے جہاں اپنی ماں کا غم کریں گے میرا بھی تھوڑا بہت کر لیں گے۔ میں ان کے معصومانہ سوالوں اور طعن و تشنیع سے بچ جاؤں گا بلقیس سے وفا بھی ثابت ہو جائے گی اسی نیم مدہوشی میں تھا کہ ایک نرس نے میرا کندھا زور سے ہلایا میں نے بے بسی سے اسے دیکھا تو مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے دُور بہت دور سے کوئی مجھے کہہ رہا ہے کہ اندر چلو ڈاکٹر صاحب آپریشن تھیٹر میں آپ کو بلا رہے ہیں ایک بجلی سی کوندی اور مجھے جلا کر خاکستر کر گئی۔ میرے پاؤں بوجھل ہو گئے۔ کیفیت بیان نہیں کر سکتا آج مجھے پتہ چلا کہ محبت کس بلا کا نام ہے جیسے مردہ انسان اگر چلنا شروع کر دے تو جو کچھ وہ نظر آئے گا وہ ہی میری کیفیت تھی مجھے نہیں معلوم میں کس طرح نرس کے ہمراہ آپریشن تھیٹر تک چلا گیا جیسے ہی میں اندر داخل ہوا۔ ڈاکٹر حسنین ایک فرشتے کی مانند نظر آئے مجھے مخاطب کر کے کہہ رہے تھے مسٹر ادریس مبارک ہو۔ آپریشن کامیابی سے ہمکنار ہوا ہے میں کوئی

Scanned with CamScanner

بھی جواب دیئے بغیر دائیں بائیں نظریں گھما رہا تھا کہ میری بلقیس مجھے نظر آ جائے۔ ڈاکٹر صاحب میری پریشانی سمجھ گئے میرا ہاتھ پکڑے ایک اور کمرے میں داخل ہو گئے۔ جہاں نرسیں اور ڈاکٹرز بلقیس کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہے تھے اور بلقیس بلقیس کی آوازیں میرے کانوں میں رس گھول رہی تھیں۔ میں نے اس کو چھو کر دیکھا ماتھے پر ہاتھ رکھا مجھے ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ آپ پکاریں میں نے بھی بلقیس کو پکارا کچھ ہلانے جلانے اور پکارنے کے بعد بلقیس نے آدھی آنکھیں کھولیں اور کچھ ہونٹ ہلائے مجھے دیکھ کر مسکرانے کی کوشش کی میں اس کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہوا باہر نکل آیا کیونکہ آنکھوں سے چشمہ رواں ہو چکا تھا۔ جب باہر آیا تو عثمان فاروق واپس آ چکا تھا اور اللہ تعالیٰ نے بے حد کرم کیا مجھے بھی زندگی عطا فرمائی اور میری بلقیس بھی مجھے واپس کر دی۔ الحمدللہ رب العالمین۔

اس طرح کچھ روز کے بعد ہم واپس بہاولپور آ گئے جبکہ فاروق بھائی جیسے ہی ہمارے ساتھ واپس آئے تھے۔ دوسرے روز ہی قطر (دوہا) اپنے آفیشل وزٹ پر چلے گئے تھے اور آج ہی واپس تشریف لائے تھے آتے ہی انہوں نے اپنے بیٹے عثمان فاروق سے آغا خاں ہسپتال کے بل کے بارے میں اِستفسار کیا جو کہ اس نے بتایا کہ انکل ادریس نے اپنے کریڈٹ کارڈ سے ادا کر دیا ہے۔ وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں گئے اور رقم لا کر مجھے دیتے ہوئے کہا کہ چُپ چاپ لے لو مجھے تمہارے بولنے کی آواز نہیں آئے میں جانوں اور میری بھابھی صاحبہ جانیں۔ فاروق بھائی جزاک اللہ خیر احسان الجزا چند روز کے بعد ڈاکٹر صاحب سے اجازت لے کر ہم بہاولپور آ گئے۔ آہستہ آہستہ اہلیہ محترمہ صحت مند ہوتی گئیں اور زندگی کے انگ اور رنگ میں واپس آ گئیں۔ ایک رات خواب میں ریاض الجنہ والے بزرگ نظر آئے۔ ناراض ناراض سے معلوم ہوتے تھے صرف اتنا کہا بہت بے صبرے ہو اپنی دعاؤں پر بھروسہ کیا کرو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے مایوس ہونا گناہ ہے۔

تمہیں یہ احساس نہیں تھا کہ تم نے اپنے آقا سے سفارش کرائی تھی خواب میں مگن تھا کہ موذنِ مسجد نے نماز کے لیے پکارنا شروع کر دیا۔

میں بہت زیادہ خوف زدہ اس لیے تھا کہ ڈاکٹر حسنین نے مجھے بتایا تھا کہ اکثر صفائی کے دوران غذائی نالی پھٹ جاتی ہے جو خطرناک ہو سکتی ہے مگر اس کے بغیر چارہ بھی نہیں ہے کیونکہ زندگی کو شدید خطرہ ہے میں نے اللہ کے حوالے کہتے ہوئے Consent (رضامندی) کے کاغذات پر دستخط کر دیے تھے دستخط کرتے ہی میری حالت غیر ہونا شروع ہو گئی تھی جیسے کسی نے میرا دل نوچ کر نکال لیا ہو۔

محبت بھی مصیبت ہے کریں کیا
تجھے پانے کی حسرت ہے کریں کیا

Scanned with CamScanner

باب نمبر 7

انجمن ستائش باہمی

بقول شوق بہرائچی:

برباد گلستاں کرنے کو، بس ایک ہی اُلو کافی تھا
ہر شاخ، پہ اُلو بیٹھا ہے، انجامِ گلستاں کیا ہوگا

ہمارے عالم فاضل علماء اور اساتذہ کرام کو تو علم ہوگا مگر ہماری نوجوان نسل کو اس حقیقت و سچائی اور اللہ تعالیٰ کے انعامِ عظیم و احسانِ عظیم کا علم نہ ہوگا اس لیے میں اپنا فرض جانتا ہوں کہ اپنے اور ملک و قوم کے بچوں کو آگاہ کروں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رحم و کرم و رہنمائی کی برسات ہم پر کس طرح اور کس کے توسط سے کی ہے اور کی ہوئی ہے جو کہ قیامت تک، روزِ محشر تک اور پھر دائمی طور پر ہمیشہ کے لیے جاری و ساری رہے گی۔ صرف امتی امتی کی صدا بلند ہونے کی دیر ہے۔ بحوالہ حدیث نمبر 2606، ترمذی شریف، جلد دوم کے مطابق حضرت قیس بن کثیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ شریف سے ایک شخص حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس آیا جبکہ حضرت اس وقت دمشق میں تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے پوچھا کہ میرے بھائی تمہیں کیا چیز یہاں لائی ہے؟ اس شخص نے جواب دیا کہ مجھے آپ کی بیان کردہ ایک حدیث یہاں کھینچ لائی ہے جسے آپ رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کی روایت بیان کرتے ہیں۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے پوچھا کیا تم کسی حاجت یا تجارت کی غرض سے آئے ہو تو اس شخص نے جواب دیا نہیں بالکل نہیں، میں تو صرف آپ کی بیان کردہ حدیث کو حاصل کرنے کے لیے آیا ہوں۔ میں نے حضرت محمد ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے جو شخص کسی رستے پر علم کی تلاش کے لیے چلا، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اسے جنت کے راستے پر چلائیں گے۔ بے شک ملائکہ طالب علم کی رضا کے لیے اپنے پر بچھاتے ہیں، بے شک عالم کے لیے زمین و آسمان کی ساری مخلوق مغفرت طلب کرتی ہے یہاں تک کہ مچھلیاں پانی میں عالم باعمل کے لیے مغفرت طلب کرتی ہیں جبکہ عالم باعمل کو عابد پر اس طرح فضیلت حاصل ہے جیسے چاند کو ستاروں پر۔ بے شک اصل علماء، انبیاء کے وارث ہیں۔ یہ یاد رہے کہ آج کل کے سیاسی لوگ جنہوں نے حلیہ تو علماء والا بنا رکھا ہے لیکن عالم باعمل نہیں ہیں، کسی کے اکاؤنٹ سے اربوں نکلتے ہیں اور اربوں کی جائیداد بھی گمنامی سے نکل کر بدنامی میں داخل ہوتی ہے۔ اور کوئی ڈیزل کے پرمٹ فروخت کر کے تمام

Scanned with CamScanner

عمر کے لیے مولانا ڈیزل قرار پاتا ہے اور دیگر اسی قماش کے دوسرے نام نہاد علماء یا مولوی جو قبیح جرائم کی وجہ سے یا تو جیل میں ہیں یا ضمانت پر ہیں، عوام میں اکثر لوگ ان بہروپیوں سے اچھی طرح واقف ہیں اور بہت اچھی طرح جانتے ہیں کہ کون سا مولوی کس کا منیجر ہے کریکٹر کے ساتھ، کون کس طرح کے جرائم میں ملوث رہا ہے۔ اس طرح کے سب ہامان ہیں یا ہامان کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ حدیث مبارکہ کے مطابق ''بے شک انبیاء کا ورثہ دینار و درہم نہیں ہوتے، وہ تو صرف علم کے وارث بنائے جاتے ہیں پس جس نے علم پھیلایا اور جس نے علم حاصل کیا اس نے وافر مقدار میں اپنا حصہ پالیا۔ اس سے پیشتر کے میں اپنے اصل نفس مضمون پر آؤں، کچھ حقائق جان لیں جو آپ کے لیے حیران کن ہو سکتے ہیں۔ اگر آپ ذی شعور ہیں تو ان حقائق کی روشنی میں اپنی لاعلمی کو علم میں بدل سکتے ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ منیر احمد منیر کی تصنیف ''کیا کیا نہ دیکھا'' جو کہ مکتبہ آتش فشاں لاہور نے شائع کی تھی، ایک ہزار سے زائد صفحات کا یہ انٹرویو جو کے 4226 سوالات پر محیط ہے اور اردو زبان کا طویل ترین انٹرویو ہے۔ اس انٹرویو میں حاجی حبیب الرحمٰن سابق آئی جی پولیس پنجاب، سابق آئی جی پولیس سندھ اور سابق ڈائریکٹر انٹیلی جنس بیورو (I.B) نے انٹرویو کے جواب میں بتائیں، یہ صرف باتیں نہیں ہیں، آپ بھی سنیں اور سر دھنیں۔

(1) قومی اتحاد کے "Agitation" (تحریک) اور بھٹو کی پھانسی کے پیچھے اسرائیل کا ہاتھ تھا۔

(2) تحریک کے دوران 30 لاکھ کا غیر ملکی چیک مولانا مودودی کے نام آئی بی کے چیف نے خود پکڑا۔

(3) جماعت اسلامی کے دو اہم آدمی ہمارے لیے مخبری کرتے تھے۔

(4) پیپلز پارٹی کے تین اہم لوگ بھی ہمارے لیے یعنی کہ آئی بی کے لیے مخبری کرتے تھے۔

(5) کوثر نیازی بھی تنخواہ کے علاوہ کوئی نہ کوئی کام کر کے پیسے کما لیتے تھے۔

(6) مولانا غلام غوث ہزاروی آئی بی سے پانچ صد روپے ماہوار لیتے تھے۔ جب میں نہیں پہنچا پاتا تو خود لینے آجاتے تھے۔ مزید حاجی حبیب الرحمٰن فرماتے ہیں کہ کام کا بندہ وہ ہی ہوتا ہے جو بظاہر مخالفت کرے اور اندر خانے حکومت کے لیے کام کرے۔

مزید حاجی حبیب الرحمٰن فرماتے ہیں کہ مولانا مودودی نے یہ چیک جس کی مالیت تیس لاکھ تھی، کیش کرالیا تھا جس کی اطلاع میں نے وزیر اعظم بھٹو کو دی اور انھیں بتایا کہ بیرونی طاقتیں اسی انداز میں اپنے آدمیوں کی مدد کرتی ہیں۔

ڈاکٹر اسرار الحق انکشاف کرتے ہیں کہ امریکہ نے سوشلزم کو روکنے کے لیے لاکھوں کے حساب سے قرآن

Scanned with CamScanner

پاک چھپوا کر تقسیم کرائے تھے جبکہ 1970ء کی دہائی میں جماعت اسلامی نے کسی امریکی یونیورسٹی میں تیار کیا گیا پانچ صد صفحات پر مشتمل ''چراغ راہ'' کا سوشلزم مخالف نمبر تقسیم کرایا اور مولویوں نے بھی امریکی امداد لے کر خوب چیخ چیخ کر دھاڑ دھاڑ کر تقاریر کیں اور اپنا حصہ بقدر جثہ وصول کیا۔

(7) حاجی حبیب الرحمٰن مزید اپنے انٹرویو کے جواب میں فرماتے ہیں کہ ایک جج دونوں پارٹیوں سے پیسے لیتا تھا لیکن فیصلہ انصاف پر کرتا تھا، ہارنے والے کے پیسے واپس کر دیتا تھا۔

(8) طاہرہ سید کو کھر نے فون کیا کہ آپ لندن جا رہی ہیں۔ میں بھی لندن جا رہا ہوں۔ طاہرہ نے جواب دیا آپ جتنی مرضی کوشش کر لیں میں آپ کے قابو میں آنے والی نہیں۔

(9) مشرف کے ساتھ نواز شریف کی ڈیل میں مجید نظامی اور میں یعنی کہ حاجی حبیب الرحمٰن شامل تھے۔

(10) پاکستان سٹیل ملز کا چیئرمین عثمان فاروقی ہر مہینے زرداری کو ایک کروڑ روپے پہنچاتا تھا۔

(11) جب بھٹو صاحب کا مقدمہ زیر سماعت تھا تو پیپلز پارٹی کے تین جیالے ''امان اللہ خان، غیاث الدین جانباز اور امیر حبیب اللہ سعدی'' ہمارے لیے مخبری کرتے تھے، انہیں آئی بی نے سمن آباد میں کوٹھی لے کر دی ہوئی تھی اور سہولتیں (I.B سے مراد Intelligence Bureau ہے) بھی فراہم کر رکھی تھیں۔ ان تینوں کی مخبری پر شیخ رشید کو شیخوپورہ سے گرفتار کر لیا گیا تھا جبکہ وہ عورت بن کر دودھ بلور ہے تھے۔

(12) مولوی مشتاق کی عدالت کو بم سے اڑانے کی منصوبہ بندی بھی ان ہی مخبروں نے I.B کو بتائی تھی۔

(13) نواب آف کالا باغ کو شراب اور عورت سے نفرت تھی اسی لیے چوہدری ظہور الٰہی کو انہوں نے حوالداری پر بحال کر کے ڈیوٹی پر طلب کر لیا تھا۔

(14) بقول حاجی حبیب الرحمٰن کہ مرتضیٰ بھٹو نے آصف علی زرداری کی ایک مونچھ کٹوا دی تھی، دوسری اس نے خود منڈوائی۔ بے نظیر نے زرداری سے مرتضیٰ بھٹو کو صرف پھینٹی لگانے کا کہا تھا مگر؟

(15) فاروق لغاری اگر بے نظیر حکومت ختم نہ کرتے تو ایک اہم آدمی قتل ہو جاتا۔

(16) جوارب پتی بھاگ گیا اس کی سفارش چوہدری شجاعت نے کی تھی۔

(17) میں قاسم بھٹی کے گھر مقیم رہا۔ وہاں آٹھ من سونا زمین میں دفن تھا۔ عبداللہ ملک اور پروفیسر ایرک سپرین کمیونزم میں لیول اور نام کے لحاظ سے اوپر کے لیول کے تھے لیکن ایرک سپرین میرا سورس تھے، دو دفعہ میں نے انہیں ماسکو کے لیے ٹکٹ لے کر دیا۔

(18) نواب صادق حسین قریشی کو اپنے ساتھ ملانے کے لیے نواز شریف نے اس کے نام 35 کنال کی

Scanned with CamScanner

سفارش کردی۔ اقبال ٹکا نے رات بھر میں 35 کنال پر قبضہ کرلیا۔

(19) نواز شریف نے ایم این ایز کے لیے تمام مالشیے ہالی ڈے ان میں جمع کر لیے تھے۔

(20) بھٹو نے قرآن شریف پر لکھ دیا تھا کہ حسینہ شیخ میری بیوی ہے۔ اس کے گھر سے صرف وہ ہی قرآن شریف چوری ہوا تھا۔ بھٹو صاحب کی پہلی بیگم کے گھر نوڈیرو سے جب زیورات چوری ہوئے تو ایس پی لاڑکانہ پنجل خاں نے ممتاز بھٹو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بھٹو صاحب سے کہا سائیں! چور تو آپ کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔

(21) ضیاء الحق نے فوج کی پاسنگ آؤٹ پریڈ پر مودودی کی تفہیم القرآن بانٹی پھر بھٹو سے معافی مانگ لی۔

(22) بھٹو ہر ایک کی بے عزتی کر دیتے تھے۔ جب انہیں اقتدار سے ہٹایا گیا تو ڈاکٹر مبشر حسن، حفیظ پیرزادہ، ملک معراج خالد اور کوثر نیازی وغیرہ ضیاء سے ملتے، تحفظ مانگتے اور اپنی اپنی وفاداری کا یقین دلاتے۔

(23) جام صادق کو نصرت بھٹو نے (باسٹرڈ) "Basterd" کہا تو اس نے بہت سکون سے جواب میں کہا ''اماں آپ نے بجا فرمایا۔''

یہاں پر ذاتی تجزیہ بیان کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔ 1981ء میں ایسٹ ہیم لندن کی الفرڈ آبادی کا ایک فلیٹ جام صادق، کھر، میجر صادق، سندھو جو کہ انکم ٹیکس ایڈوائزر اور کمپنی لاز کنسلٹنٹ تھے، ہمراہ دیگر خواتین وحضرات سے ملاقات ہوئی۔ اہم یہ چاروں نام ہی تھے، باقی کچھ چمچے کڑچھے تھے، لڑکیاں دل ربائی کے لیے تھیں، جام، مینا جس مقصد کے لیے ہوتے ہیں آپ کو معلوم ہی ہے۔ چمچوں میں کچھ دلال (Pimp) ٹائپ بھی تھے جنھیں کچھ پونڈز اور وسکی کی ایک بوتل دے کر روانہ کر دیا گیا۔

پھر ملک ملت کے غم میں ڈوبے ہوئے یہ لوگ ضیاء کا نوحہ پڑھتے رہے اور جام پر جام چڑھاتے رہے۔ آخر کار غم میں اس قدر ڈوب گئے کہ رقص بلانوشی شروع ہو کر رقص شیطانیت پر اختتام پذیر ہوا۔ جو لڑکیاں موجود تھیں وہ ہنود اور کرسچن تھیں۔ اب ذرا ان کی حلیہ نگاری کرتا ہوں، ملاحظہ فرمائیں۔

لڑکیوں میں ایک نیمتا تھی دوسری سلمن تھی اور تیسری ارونا تھی۔ ایک کرسچن تھی۔ اس کو جوڈی کہہ کر مخاطب کیا جا رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی ان لڑکیوں کو حسن وشباب کی صورت میں عطا کیا تھا اس کی نمائش کرنے میں انہوں نے ہرگز ہرگز کنجوسی نہ کی تھی۔ جس جگہ کو بھی ڈھانپنے کے لیے ستر کا استعمال کیا تھا، بڑے انصاف کے ساتھ 50% استعمال کیا تھا مثال کے طور پر گلے کی کرتی جس کے اندر سے برا جھلک رہا تھا اور برا کے مقیم آدھے ظاہر تھے اور آدھے برا کے اندر تھے البتہ قدرت نے نہایت فیاضی کے ساتھ ان کو خوبصورتی اور حجم عطا کیا تھا۔ اس پر صراحی

Scanned with CamScanner

دار گردن، صاف سپاٹ چہرہ، کٹورہ آنکھیں، خوبصورت گیسو جبکہ کرسچن لڑکی جوڈی بوائے کٹ کے ساتھ تھی۔ دوسری لڑکیاں بھی کچھ نہ کچھ فرق کے ساتھ تعریف کے قابل تھیں۔ حلیہ نگاری میں عام انداز میں مشترکہ طور پر اپنے قارئین کو سمجھانے کے لیے کہہ رہا ہوں، اگر الگ الگ لکھنے کا ارادہ کروں تو اپنے مقصد سے ہٹ جاؤں گا اس لیے مجھے اسی طرح ہی برداشت کر لیں۔ پیٹ بھی آدھے ننگے تھے۔ اس کے بعد جین کی نیکرز تھیں جو فیشن کے مطابق سٹون واش تھیں اور ستر ڈھانپنے کی ناکام کوشش کر رہی تھیں البتہ رانوں اور پنڈلیوں کی گولائی، پاؤں کی خوبصورتی دیدنی تھی۔ ایک لطیف احساس تھا۔ نظر ٹھہر ٹھہر کر پھسلتی تھی پھر جمتی تھی پھر پھسلتی تھی پھر جمتی تھی۔ حیاتیاتی (Biological) احساس شدت سے نہ صرف بے چین کرتا تھا بلکہ فزکس کے جھٹکے کیمسٹری کی آمیزش کے ساتھ انسانی انتشار کے ریکٹر سکیل پر 9/10 سے بھی زیادہ محسوس ہو رہے تھے جن کے آفٹر شاکس بھی بہت شدید تھے بقول نسیم امروی:

یہ انتظار نہ ٹھہرا کوئی بلا ٹھہری
کسی کی جان گئی آپ کی ادا ٹھہری

جبکہ ہمارے نام نہاد حادثاتی لیڈر اس وقت مست ہاتھیوں کا غول نظر آ رہے تھے۔ ان کی بدمستی اور ضیاء کی خوش قسمتی کہ اس سازش کا بھانڈا پھوٹ گیا اور میجر صادق و دیگر ذمہ داران سازش میں گرفتار ہو کر کورٹ مارشل کا سامنا کرتے ہوئے سزا پا کر فیصل آباد جیل میں مقیم ہو گئے یا کر دیے گئے۔ ان کو گرفتار کرنے والے کرنل امین بھی میرے دوست ہیں جو کہ اس وقت ملٹری پولیس میں تھے۔ کبھی کبھی وہ بھی لہر میں آ کر ذکر اذکار کر لیتے ہیں اور دیگر رہنمائے قوم یا راہ زن قوم جو بھی آپ محسوس کریں، کہہ لیں، شعور و قوم پرستی اور وطن کی محبت جتنی بھی آپ میں ہے اور ملک و قوم کا درد جو کہ آپ کا درد بھی ہے، آپ جیسا بھی جتنا بھی محسوس کرتے ہیں، جانتے ہیں اسی حساب سے آپ کو اس نام نہاد رہنماؤں، رہزنوں کو نام دے دیں، یہ میں آپ پر چھوڑتا ہوں۔ جن سیاست دانوں کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے آج کے سیاست دان بھی اسی اندازِ سیاست کی کوکھ سے جنم لے کر آپ پر مسلط ہوئے ہیں۔

دراصل جب مینہ چھم چھم برستا ہے، مینڈک ٹرٹر کرتے ہیں، خودرو جھاڑیاں، جنگلی گھاس دیگر انواع و اقسام کی نباتات خود بخود زمین کو ڈھانپ لیتی ہیں۔ ہمارے یہ لیڈر بھی اسی طرح خودرو جڑی بوٹی کی طرح ہیں۔ کچھ زہریلے ہیں، کچھ بے فیض (بے فیض، بے وفا، بے ایمان اور لوٹا تو ان کے لیے بہت چھوٹے الفاظ ہیں) جو کہ ملک اور قوم پر بوجھ ہیں۔ اگر عوام عقل و دانش اور شعور سے کام لیں، ان کا ماضی ہر وقت اپنے سامنے رکھیں تو پھر آپ ایک قوم بن سکتے ہو ورنہ بادشاہ کے بعد شہزادے شہزادیاں آپ پر حکمرانی کرتے کرتے پوری قوم، پورے

Scanned with CamScanner

ملک کوفروخت کر کے خود دوسرے ممالک میں آباد ہیں اور مزید ہو جائیں گے۔ ابھی بھی وقت ہے، ایک قوم بن جاؤ، پٹرول مہنگا ہونے کی صورت میں پٹرول پمپوں پر لائنیں بنا کر پٹرول لینے کے بجائے احتجاج کریں۔ امن کے ساتھ، اتفاق کے ساتھ ایک متحدہ قوم کی صورت میں اور چور ڈاکو، لٹیروں کو رہنما تسلیم کرنے کی بجائے راہزن تسلیم کریں ورنہ ہم سب کے مقدر میں اندھیروں کا راج ہے اور مزید گھپ اندھیرا بھی ہوسکتا ہے (اللہ تعالیٰ ہمیں اس بدبختی سے محفوظ فرمائے۔ آمین) میں درد کا مارا کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ اب میں اپنے عنوان پر واپس آتا ہوں۔

(24) حاجی حبیب الرحمٰن آف انٹیلی جنس بیورو مزید اپنے طویل ترین انٹرویو میں فرماتے ہیں: پپو کے قاتلوں کو سرعام پھانسی اس لیے دی گئی کہ لوگ بھٹو کی پھانسی کے لیے ذہنی طور پر تیار ہو جائیں۔

(25) جرنیل بھٹو کو مئی جون 1978ء میں ہی پھانسی لگا دینا چاہتے تھے۔ ان کی پھانسی پر ضیاء اور انوار الحق متفق تھے۔

(26) ضیاء کی ہدایت پر میں نے لیاقت باغ فائرنگ کیس تیار کر رکھا تھا کہ اگر سپریم کورٹ بھٹو کو چھوڑ دے تو پھر اس کیس میں بھٹو کو پھانسی دے دی جائے۔

(27) حاجی حبیب الرحمٰن مزید فرماتے ہیں کہ بدنیتی کا یہ عالم تھا کہ قصاص اور دیت آرڈی ننس پاس ہونے کے باوجود اسے بھٹو کی پھانسی کے بعد نافذ کیا گیا۔

(28) مسعود محمود کو وعدہ معاف گواہ بنانے میں رابطہ کار سیٹھ عابد تھے۔

(29) ضیاء الحق نے خود کو امیر المومنین بنانے کے لیے ریفرنڈم کا فیصلہ کیا۔

یہاں میں ایک ذاتی تجربہ بیان کرتا ہوں کہ ریفرنڈم والے دن میں لاہور میں تھا مگر میڈیکل کالج کے پولنگ بوتھ پر میرا ووٹ کاسٹ ہوا تھا اور یہ سب ان چمچوں کڑچھوں نے کیا جو بادشاہ سے زیادہ بادشاہ کے وفادار تھے۔

(30) کھر نے ضیاء کو پریڈ گراؤنڈ میں اُڑانے کا پروگرام بنایا مگر سیٹھ عابد نے جا کر ضیاء کو بتا دیا اور اپنا سونا واپس لے لیا۔

(31) نواز شریف سے پہلے اس کے روحانی باپ ضیاء نے لفافوں کی تقسیم کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ حاجی حبیب الرحمٰن آف انٹیلی جنس بیورو نے بعض ایڈیٹروں کے نام بھی بتائے جنہیں ضیاء نے میرے بھائی جنرل مجیب کے ہاتھ لفافے بھیجے تھے۔

(32) نور جہاں کے فون پر بھی ٹیپ لگائی گئی لیکن جلد ہی ہٹا دی گئی کیونکہ وہ بہت ہی گندی گالیاں نکالتی تھی اور

Scanned with CamScanner

اپنے مخاطب سے کہتی تھی ''سوہنیا من موہنیا''

(33) ضیاء نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ انور شمیم کرپٹ ہے، اسے ایئر فورس کا چیف بنا دیا۔ اس کی بیوی اپنا پرس کراچی بھول گئی۔ پرس لانے کے لیے جہاز خاص طور پر کراچی بھیجا گیا۔

(34) جنرل جیلانی جو کہ اس وقت گورنر پنجاب تھے، کو شراب ہلاکو خاں سپلائی کرتا تھا۔ دیگر لوہار ٹائپ لوگ بھی گورنر کو مال از قسم ہر.....؟ سپلائی کرتے تھے۔

(35) جنرل جہانزیب ارباب نے مشرقی پاکستان سے پچاس لاکھ روپے لوٹے تھے۔ ضیاء نے اس کو سندھ کا گورنر لگایا تو ایک برمی عورت کے عشق میں گرفتار ہو گیا۔ اس کے خاوند کو روزانہ پولیس سے جوتے لگواتا۔

(36) ایف کے بندیال ضیاء کے قدموں میں بیٹھ گیا تو ضیاء نے اس کے داماد کو کینیا میں سفیر لگا دیا۔

(37) انور سیف اللہ ہیروئن سمگلنگ میں پکڑا گیا تو غلام اسحاق خان اور کلثوم سیف اللہ دونوں اس کو چھڑانے کے لیے امریکہ پہنچ گئے۔ انٹیلی جنس بیورو کے چیف کا یہ انٹرویو طویل ترین ہے جو کہ کتابی شکل میں چھپ چکا ہے۔ نوجوان نسل میری اس تحریر سے استفادہ کر سکتی ہے۔ بقول شاعر:

نظامِ میکدہ بگڑا ہوا ہے اس قدر ساقی
اسی کو جام ملتا ہے جسے پینا نہیں آتا

اسی مضمون کے آغاز میں انٹیلی جنس بیورو چیف نے کچھ علماء کی عادات واطوار بیان کیے جن کے ناموں کے آگے پیچھے بڑے بڑے القابات بھی لکھے جاتے ہیں۔ اب کچھ علماء کے بارے میں تاریخ سے اخذ کیے گئے کچھ واقعات قارئین کرام کی آگاہی اور مسلکوں کے بت کو پاش پاش کرنے کے لیے پیش کرتا ہوں جبکہ فہم وفراست آپ کی اپنی ہوگی۔ مسلمان نظر آنا بہت معمولی سی بات ہے مگر دل و جان سے مسلمان باعمل ہونا بہت بڑی بات ہے۔ نبی پاک ﷺ کا مسلمان اصل میں باعمل مسلمان ہی ہے۔

اب ملاحظہ فرمائیں نام نہاد علماء کے افکار:

دنیا کا پہلا مطبوعہ قرآن پاک 537ء میں اٹلی کے شہر وینس کے ایک پرنٹنگ پریس میں چھاپا گیا۔

دوسرا قرآ پاک 1694ء میں ہیمبرگ جرمنی اور تیسرا روس میں چھاپا گیا جبکہ مسلم دنیا میں کسی قسم کا پرنٹنگ پریس لگانا یا کوئی مطبوعہ کتاب رکھنا حرام اور سخت جرم تھا۔

خلیفہ سلطان بایزید نے 1485ء میں علماء کی مدد سے پرنٹنگ پریس اور اس کی مطبوعات کو حرام قرار دے کر مسلم دنیا میں بین کر دیا۔ اس کے بعد 1515ء میں سلطان سعید نامی بادشاہ نے اس سے بھی دو قدم آگے بڑھ کر

Scanned with CamScanner

ایک فرمان جاری کیا کہ سلطنت عثمانیہ میں کسی بھی شہری کے پاس کوئی بھی مطبوعہ کتاب پکڑی گئی تو اسے سزائے موت دی جائے گی۔ یہ وہ وقت تھا جب یورپ میں دو کروڑ سے زیادہ کتابیں چھاپ کر فروخت کی جا چکی تھیں۔ اس سے پہلے 1492ء میں سلطنت عثمانیہ کی ہم عصر ریاست (اندلسیہ) ''اندلس، سپین'' کے چند یہودیوں نے عثمانی سلطان کو ایک عرضداشت پیش کی کہ ان کے پاس اپنا پرنٹنگ پریس ہے اور وہ انہیں اس پریس سے استفادہ کرنے کی اجازت دیں۔ سلطان نے اس شرط پر اجازت دی کہ تم کسی بھی مسلمان کو کوئی بھی کتاب فروخت نہیں کرو گے۔

اس طرح سپین کے یہودیوں اور عیسائیوں نے پرائیویٹ پریس سے لاکھوں کتابیں چھپوائیں۔ مسلمانوں کے علاوہ دیگر تمام اقوام اس سے مستفید ہوئیں۔

یہ وہ وقت تھا جب یورپ اور نئے نئے امریکہ میں علوم وفنون بیدار ہو رہے تھے جبکہ مسلم دنیا جمود کا شکار تھی جبکہ غیر مسلم اور جھوٹے گمان کو اوڑھ کر سونے کی تیاری کر رہی تھی۔ اس کتابی انقلاب سے ہزاروں عظیم سائنس دان وڈاکٹرز و ماہرین طبیعات و ریاضی دان اور ماہر فلکیات پیدا ہوئے حالانکہ ساتویں صدی سے تیرہویں (7 to 13) صدی تک سارا یورپ جہالت کی نیند میں سو رہا تھا اور علوم وفنون کا خزانہ مسلمانوں کے پاس تھا۔ پہلی صلیبی جنگ جو کہ گیارہویں صدی میں لڑی گئی جس میں عیسائیوں نے یروشلم پر قبضہ کیا جس میں بہت سارے مال غنیمت کے ساتھ کاغذ بھی ان کے ہاتھ لگا، اسی کاغذ سے بعد میں انہوں نے ایک عظیم انقلاب برپا کیا۔

سترہویں صدی تک مسلمانوں پر یہ جمود پوری طرح برقرار رہا۔ بالآخر 1720ء میں ایک نومسلم جو نیا نیا مسلمان ہوا تھا جس کا نام ابراہیم مقاتر تھا، اس وقت کے مفتی اعظم کے پاس درخواست لے کر گیا کہ 300 سال ہو گئے ہیں، یورپ میں پرنٹنگ پریس کو کام کرتے ہوئے، اللہ کے واسطے مسلم دنیا میں بھی اس کی اجازت دے دو۔ پھر اس نومسلم نے اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی کئی سو صفحات کی کتاب مفتی صاحب کو پیش کی جو کے پرنٹنگ پریس کے بارے میں تھی۔ کتاب کو پڑھ کر مفتی اعظم قائل ہو گئے اور تین کڑی شرائط کے ساتھ اجازت دے دی گئی۔

(1) کوئی عرب کی کتاب طبع نہیں ہوگی۔

(2) کوئی اسلامی کتب طبع نہیں ہوگی۔

(3) ہر چھپنے والی کتاب حکومت سے منظور شدہ ہوگی۔

اس طرح سلطنت عثمانیہ میں پرنٹنگ پریس کی ابتداء ہوئی مگر اس وقت تک بہت دیر ہو چکی تھی۔

یورپ علوم وفنون میں ہم سے 300 سال آگے نکل چکا تھا جبکہ یہ فاصلہ 500 سال کا ہے۔ کیوں؟ یہ فیصلہ

Scanned with CamScanner

آپ پر چھوڑتا ہوں۔

موجودہ ملکی حالات کے تناظر میں دیکھ لیں کہ ہمارا ملک اچھا خاصا ترقی کا سفر طے کر رہا تھا، صرف 550 ملین ڈالر خرچ کر کے ملک کو مغرب کے جوتے چاٹنے پر مجبور کر دیا گیا۔ آبادی کے لحاظ سے دنیا کا پانچواں بڑا ملک، آبادی 22 کروڑ، رقبہ 10 لاکھ مربع میل، دنیا کی چھٹی بڑی پروفشنل فوج، ایٹمی ہتھیاروں سے آراستہ، قومی اسمبلی کے صرف 10 ممبرز پیسے لے کر حکومت کا تختہ الٹ سکتے ہیں اور ایسا کیا بھی گیا۔ بے شرمی، بے غیرتی، ملک دشمنی کی بات یہ ہے کہ صرف 10 بے ضمیروں کے ہاتھ میں ملک کی قسمت کا فیصلہ ہوا۔ تاریخ میں اس سے پہلے کبھی بھی ایسا ہونے کی کوئی مثال موجود نہ ہے۔ 10 بکاؤ ممبر قومی اسمبلی، نام نہاد علماء، ضمیر فروش مولوی اپنی ہی ہم وطن 22 کروڑ عوام کو دشمن کے نرغے میں دینے کے لیے تیار ہیں بلکہ دے دیا گیا ہے۔ ان ظالموں کی آنکھوں پر اقتدار اور لوٹ مار، چوری شدہ دولت کی پٹی بندھی ہے لیکن انہیں دولت کے نشے میں معلوم نہیں ہے کہ اس کا انجام کیا ہو سکتا ہے۔

ظالم جب ظلم کرتا ہے تو اس کی آنکھوں پر پٹی بندھ جاتی ہے، عقل ماؤف ہو جاتی ہے۔ اسی زعم میں وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ خود بھی ظلم کا شکار ہو سکتا ہے۔ مظلوم کی آہ سات آسمانوں سے اوپر عرش تک پہنچتی ہے۔ ظالم کو اللہ تعالیٰ ذلت کے گڑھے میں پھینک دیتا ہے۔ پھر اس کی ہر تدبیر الٹی پڑتی جاتی ہے۔ آج کا ظالم کل کا مظلوم ہو سکتا ہے۔ آج کا قاتل کل کا مقتول ہو سکتا ہے لیکن انسان اقتدار کے نشے میں اور دولت کی ہوس میں اپنا کل یاد نہیں رکھتا۔ بس یاد رکھو دولت اور اقتدار کی ہوس رکھنے والو مکافاتِ عمل کی چکی چلتی آہستہ ہے مگر چلتی ضرور ہے کیونکہ جو بوتا ہے وہ کاٹنا بھی ضرور ہے۔ صرف آج کے ظالموں کو یاد دلانے کے لیے ظلم کی ایک داستان پیش کر رہا ہوں جو ہندوستان میں پیش آئی تھی اور ہماری تاریخ کا حصہ ہے۔

شاہ عالم ثانی نے ضابطہ خان کے غوث گڑھ پر حملہ کیا۔ ضابطہ خان اور اس کے بیوی بچوں کو قید کیا۔ اس کے بیٹے غلام قادر روہیلہ کو زنانہ کپڑے پہنا کر نچوایا کرتا تھا پھر اس کی مردانگی بھی ختم کرا دی۔

شاہ عالم ثانی اقتدار کے نشے میں بھول گیا تھا کہ جس کے ساتھ وہ ظلم کر رہا ہے وہ اس شخص کا پوتا ہے جس نے مصیبت کی ساعت (گھڑی) میں اس کی مدد کی تھی۔ حالات نے پلٹا کھایا۔ غلام قادر نے حملہ کیا اور دہلی فتح کر لیا پھر اپنا انتقام یوں لیا کہ شاہ عالم ثانی کی بیٹیوں کو دہلی کے چوک میں سر بازار نچوایا۔ ساتھ بوڑھے باپ کو بٹھا کر یہ منظر دکھایا گیا تا کہ وہ اپنے ماضی کو یاد کرے۔ اس کا انتقام یہاں رکا نہیں بلکہ اس بوڑھے شاہ عالم کی آنکھیں بھی نکال لیں۔ آنکھیں نکالتے وقت شاہ عالم بولا ان آنکھوں کو چھوڑ دیتے۔ اس سے میں نے چالیس سال کلام اللہ پڑھا ہے لیکن غلام قادر روہیلہ نے ایک نہ سنی۔ اے غافل نام نہاد حکمران تمہاری حیثیت جارج آرویل کے اینمل

Scanned with CamScanner

فارم کے کرداروں سے بھی بہت اور بہت ہی کم ہے۔اس وقت سے ڈرو جو بہت دور نہیں ہے۔تم سب یہ دوسری داستان بھی سن لو جو ظلم اور بربریت کے کس درجے پر ہے۔ یہ فیصلہ بھی تم سب خود ہی کرلو کیونکہ عنقریب تم سب بھی انصاف اور مکافاتِ عمل کی بھٹی کا ایندھن بننے والے ہو۔تو اب داستان سن لو جو کہ تاریخ کا حصہ ہے۔ابو مسلم خراسانی عرب دنیا کا چالاک اور عیار ترین شخص تھا۔بنوامیہ کا ازلی اور بدترین دشمن تھا۔اس نے بنوامیہ کی سلطنت پارہ پارہ کی اور بنوعباس کو اقتدار میں لایا۔بنوامیہ کے نامور بڑے بڑے لوگوں کو قتل کیا۔ان کی لاشوں پر دستر خوان بچھا کر کھانا کھایا۔جو قبروں میں تھے ان کو نکال کر کوڑے مارے گئے۔پھر سولی پر چڑھا دیا گیا اور پھر جب مکافات کی چکی چلی تو بنوعباس بھی نہ بچ سکے۔

ابو جعفر منصور نے اقتدار سنبھالتے ہی ابو مسلم خراسانی کو دربار میں بلایا اور قتل کر کے قالین میں لپیٹ کر دریائے دجلہ کے حوالے کر دیا۔جو شخص ایک بہت بڑا سازشی تھا،آج خود سازش کا شکار تھا۔جس نے بنوامیہ کا خون چوسا،انتقام کی آگ بھڑکائی اور بنوعباس کے لیے اقتدار کی راہ ہموار کی لیکن آج اپنی ہی لگائی ہوئی آگ میں جل کر راکھ ہوگیا۔نہ کفن نصیب ہوا اور نہ ہی جنازہ۔

عوام کی یادداشت بہت کمزور بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ہم ان لٹیروں کی چکنی چپڑی باتوں میں آ کر اپنا ایمان اور اطمینان نہیں قائم رکھ سکتے کیونکہ یہ ہمیں غول کے غول بنا کر اپنا اُلو سیدھا کر رہے ہیں جبکہ ہم ایک قوم ہیں،ہمیں ایک قوم بننا ہوگا۔یہ ڈاکو ہمیں ایک قوم بننے نہیں دیتے کیونکہ جانوروں کا غول لاٹھی سے ہی ہانکا جاتا ہے۔قوم کو دنیا کی کوئی بھی طاقت نہیں ہانک سکتی۔قوم کے افراد نہ تو برادری کی بنیاد پر اپنا حق رائے دہی استعمال کرتے ہیں نہ بریانی،قورمے اور قیمے والے نان کھا کر اپنا ووٹ ڈالتے ہیں۔نہ امیدواروں کی بسوں میں بیٹھ کر اپنا ووٹ ڈالنے جاتے ہیں نہ محلے،گلی اور سڑکوں پر نالیاں،پلیاں اور دیگر ترقیاتی کام کروانے کے لیے اپنا ووٹ دیتے ہیں اور نہ ہی اپنے بچوں کو نوکریاں دلوانے کے لیے اپنا ووٹ دینے کا عزم کرتے ہیں۔اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو وہ جانوروں کا غول ہیں اور لاٹھی سے ہی ہانکے جانے کے حق دار ہیں۔اگر وہ ان تمام مفادات اور اس کی لالچ کے بغیر اپنے ووٹ کا حق استعمال کرتے ہیں تو وہ ایک قوم ہیں۔پھر کوئی بھی چور اچکا،ڈاکو،خائن،بے ایمان اور کسی بھی طرح کا خود ساختہ قوم کا درد رکھنے والا ان کو نہیں ہانک سکتا۔اللہ کا واسطہ ہے ایک قوم بن جائیں۔اگر کوئی چیز مہنگی ہوتی ہے تو مت خریدیں۔اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے بدلے میں متبادل بھی دی ہوئی ہے۔میری یہ بات یاد رکھیں کہ مہنگائی صرف اور صرف عوام کنٹرول کر سکتے ہیں،کوئی بھی گورنمنٹ مہنگائی کنٹرول نہیں کر سکتی۔کیا آپ کو علم ہے کہ آپ کے ملکی سربراہ سے لے کر اکثر وزیر اور پارلیمنٹیرین سب کے سب تاجر ہیں۔ملیں ان کی،پولٹری کا

Scanned with CamScanner

بزنس، دیگر تمام بزنس کے ٹائی کون یہ سیاستدان ہیں بزنس مین (تاجر) ہیں۔ان کی جائز وناجائز اولادیں بیورو کریٹ ہیں یادیگر چارمینگ (پرکشش) آسامیوں پر قابض ہیں۔

دراصل یہ غول ہے جو کہ قوم پر مسلط ہے۔اس سے پیشتر کے یہ درندوں کا غول ایک ایک کر کے عوام کو اور ملکی وسائل کو نگل جائے، ملکی اثاثے خود اور ہنود و یہود کے ساتھ مل کر نگل جائیں، میری درخواست ہے کہ ایک قوم بن جائیں، ایک قوم بن جائیں۔ ہر قسم کا ذاتی مفاد پس پشت ڈال کر آؤ ایک قوم بن جائیں۔فکر کریں اپنا، اپنے ملک کا، اپنی آنے والی نسلوں کا کیونکہ جسم، روح اور دماغ کی صلاحیتوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کے لیے ان کی روزانہ کی بنیاد پر بہتر خوراک اور اس سے بنی طاقت کا مثبت اخراج کا اہتمام ضروری ہے۔ ان گتھیوں کو سلجھانے کے لیے جگر کے خون سے آبیاری کی ضرورت ہوتی ہے۔ ناتواں اور کمزور بنیاد پودے کو کبھی بھی مضبوط، ثمر بار درخت نہیں بنا سکتی۔ دنیا میں وہی لوگ اور معاشرے کامیاب رہے جو وقت سے ہم آہنگ ہوئے۔ بے شک مادی ہوس کے پجاری لوگوں نے ان کی راہ میں لاکھ رکاوٹیں کھڑی کیں، منفی طریقے اپنائے، وقتی شکست بھی ہوئی مگر قوموں کے عظیم پیکران کے سامنے ڈٹ گئے اور اپنے اخلاص کے موضوعات سے انسانیت کی بقاء کے لیے نئے پیراہن دیتے اسی سے وقت اس ڈھب پر پہنچا ہے ورنہ عامیانہ پند ونصائح کرنے والے بے عقل فقط اپنی توندیں بڑھائے قہر منزلت کرتے ہوئے جھوٹ اور چرب زبانی کے ساتھ ہمارے ہاں عام نظر آتے ہیں۔ اللہ ہی ان کو سمجھے۔آمین

متذکرہ بالا عناصر اور یہ بہروپیے جو کہ غیر ملکی جیسے کہ سعودی عرب، ایران، اسرائیل، امریکہ اور یورپی ممالک کی مدد اور فنڈنگ سے اپنی ذات، مفادات، مسالک کی فکر اور اس کی ترقی وترویج میں مصروف ہیں اور آج امریکہ کی نمک خواری میں انہیں یوکرائن کی فکر دامن گیر ہو رہی ہے اور بے حد رحم بھی آ رہا ہے، میں پوچھتا ہوں کہ یہ نام نہاد لیڈر، علماء اور دیگر اسی قماش کے عناصر اس وقت کیوں خاموش تھے جب یوکرائن کے 7000 فوجیوں نے امریکہ اور دیگر کے ساتھ مل کر 2003ء میں ایک خودمختار مسلمان ریاست عراق پر حملہ کیا جبکہ یوکرائن نیٹو کا حصہ بھی نہ تھا۔ انہوں نے جمہوری طور پر منتخب صدر کو پھانسی دینے میں مدد کی۔ عراق پر قبضے کے دوران یوکرائن کا فوجی دستہ تیسرا بڑا فوجی دستہ تھا۔ عراق میں امریکہ اور اتحادی فورسز نے 10 لاکھ سے زیادہ بے گناہ مسلمان شہید کیے، ہزاروں مسلمان خواتین کی عصمت دری کی گئی۔ اس شیطانی لشکر نے ہزاروں بچے یتیم کیے۔ منافقت کا عالم دیکھیں کہ آج جو یوکرائن کا درد محسوس کر رہے ہیں اور بھونک بھی رہے ہیں ان میں سے اس وقت عراقی عوام کے حق میں چوں تک بھی نہ کی کیونکہ مرنے والی قوم مسلمان تھی، مارنے والے انسانیت کے علمبردار تھے اور یہ ناہنجار ڈالر لے کر

Scanned with CamScanner

خاموش تھے۔

آج یوکرائن وہ ہی بھگت رہا ہے جو ماضی میں اس کے اعمال تھے۔ یوکرائینی افواج ہرگز ہرگز قابل رحم نہیں ہیں کیونکہ یہ ہمارے معصوم اور بے گناہ مسلمان بھائیوں کے قاتل ہیں اور ان شاء اللہ وہ اللہ تعالیٰ کے قانون اور مکافاتِ عمل کی چکی میں ضرور بضرور پیسے جائیں گے۔ ان شاء اللہ بے غیرت بھی اسی مکافات سے ضرور انصاف کے لیے جائیں گے۔ بقول شاعر:

میرے جلتے مکان کو کیا معلوم
میرے اپنے ''چراغ'' مجرم ہیں

یوکرائن اپنی اہمیت کے لحاظ سے خطے کا اہم ملک ہے۔ یورپ کا رقبے کے لحاظ سے دوسرا بڑا ملک جس کی آبادی 40 ملین سے زیادہ ہے۔ اس ملک کو روٹی کی باسکٹ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ ملک سالانہ 600 ملین لوگوں کی خوراک کی ضرورت پوری کرسکتا ہے۔ گندم اور دیگر غذائی مصنوعات کے وسیع کھیتوں نے یوکرائن کو ''یورپ کی روٹی کی ٹوکری'' کا عرفی نام دے رکھا ہے۔ CIA ورلڈ فیکٹ بک (C.I.A World Fect Book) کے مطابق یوکرائن سابق سوویت یونین میں تمام زرعی پیداوار کا 25% پیدا کرتا تھا۔

یوکرائن قابل کاشت اراضی کے لحاظ سے یورپ میں نمبر 1 ہے۔

کالی مٹی کے رقبے کے لحاظ سے دنیا میں تیسرا بڑا ملک ہے۔

سورج مکھی اور سورج مکھی کے تیل کی برآمدات میں دنیا میں پہلا مقام رکھتا ہے۔

جو کی پیداوار میں دنیا میں دوسرا اور جو کی برآمدات میں چوتھا مقام رکھتا ہے۔

دنیا میں مکئی کی پیداوار میں تیسرا سب سے بڑا اور چوتھا سب سے بڑا برآمد کنندہ ہے۔

دنیا میں آلو کا چوتھا سب سے بڑا پیدا کنندہ ہے۔

دنیا میں پانچواں سب سے بڑا رائی پیدا کرنے والا ہے۔

شہد کی مکھیوں کی پیداوار میں دنیا میں پانچواں مقام رکھتا ہے۔ شہد کی پیداوار 75000 ٹن سالانہ ہے۔

گندم کی برآمدات میں دنیا بھر میں آٹھویں نمبر پر ہے۔

مرغی کے انڈوں کی پیداوار میں دنیا بھر میں نویں نمبر پر ہے۔

پنیر کی پیداوار میں دنیا بھر میں سولہویں نمبر پر ہے۔

اس کے علاوہ یوکرائن ایک اہم صنعتی ملک بھی ہے۔

Scanned with CamScanner

ایمونیا کی پیداوار میں یورپ میں پہلا۔ یورپ کا دوسرا اور دنیا کا چوتھا سب سے بڑا قدرتی گیس پائپ لائن سسٹم بھی یوکرائن کا ہے۔

ریل نیٹ ورک کے لحاظ سے 21,700 کلومیٹر کی لمبائی کے ساتھ یورپ میں تیسرا اور دنیا میں گیارہواں مقام رکھتا ہے۔

لوکیٹر اور لوکیشن آلات کی تیاری میں دنیا میں تیسرا مقام۔

لوہے کا دنیا بھر میں تیسرا بڑا برآمد کنندہ۔

نیوکلیئر پاور پلانٹس، ٹربائین کا دنیا کا چوتھا بڑا برآمد کنندہ۔

راکٹ لانچر بنانے والا دنیا کا چوتھا بڑا ملک۔

مٹی کی برآمدات میں دنیا کا چوتھا بڑا ملک۔

ٹائیٹینم کی برآمدات میں دنیا کا چوتھا مقام۔

دھاتوں کی برآمدات میں دنیا بھر میں آٹھواں مقام۔

32.4 ملین ٹن سٹیل پیدا کرنے والا دنیا کا دسواں بڑا پیدا کنندہ۔

دنیا میں لوہے کے دوسرے بڑے ذخائر یعنی کہ 30 بلین ٹن کا مالک یہ ملک یوکرائن۔

مرکری ایسک کے ذخائر کے لحاظ سے یورپ کا دوسرا بڑا ملک۔ شیل گیس کے ذخائر میں یورپ بھر میں تیسرا مقام یعنی کہ 22 ٹریلین کیوبک میٹر)

کوئلے کے ذخائر میں دنیا میں ساتویں نمبر پر یعنی کہ 33.9 بلین ٹن۔ اس کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے۔ اس ملک کے پاس قدرتی وسائل کی کل قیمت کے لحاظ سے دنیا میں چوتھے نمبر پر یہ ملک اور اس کی آزادی بہت ضروری ہے۔

(ماخوذ از ریویومیڈن پریس)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس کو ہم نے بہت دیا ہے وہ یہ نہ سمجھے کہ ہم اس سے خوش ہیں اور جس کو نہیں دیا ہے وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہم اس سے ناراض ہیں۔ دراصل دونوں کی آزمائش ہے۔

قرآن کی اس آیت کے ترجمے کا یہ مفہوم ہمیں بہت کچھ بتا رہا ہے۔ اس مضمون کے متذکرہ علماء یہ جان لیں کہ انہیں کن کن اعمال کا حساب دینا ہوگا؟ کیونکہ تمہیں صرف اپنے اپنے مطلب اور مسلک کی فکر ہے۔ ملک کے لیے خلوص نام کی کوئی حس تمہارے پاس نہیں ہے اور شاید تم یہ بھی نہیں جانتے کہ

خلوص کبھی گمراہ نہیں ہوتا

Scanned with CamScanner

خلوص جہاں بھی جائے گا

پہاڑ سے ''چشمہ'' نکال کر لے آئے گا۔ان شاءاللہ

آج کل آپ سب لوگ مل کر اپنے اقتدار، لالچ، اپنے اپنے مفادات اور لوٹا ہوا خزانہ ہضم کرنے کے لیے جو مادرِ وطن کا حشر کر رہے ہو، میں مجبور ہوں لکھنے پر، تمہیں شرم دلانے پر کیونکہ میں صرف یہ ہی کر سکتا ہوں۔ ساؤتھ افریقہ کی ایک یونیورسٹی کے دروازے پر یہ فکر انگیز جملے درج ہیں:

کسی قوم کو تباہ کرنے کے لیے ایٹم بم اور دور مار میزائل کی ضرورت نہیں بلکہ اس کے نظام تعلیم کا معیار گرا دو اور طلباء وطالبات کو امتحان میں نقل لگانے کی اجازت دے دو، وہ قوم خود تباہ ہو جائے گی۔ اس ناکارہ نظام تعلیم سے نکلنے والے ڈکٹرز کے ہاتھوں مریض مرتے رہیں گے۔ انجینئرز کے ہاتھوں عمارات تباہ ہو جائیں گی۔ معیشت دانوں کے ہاتھوں دولت ضائع ہو جائے گی۔ مذہبی رہنماؤں کے ہاتھوں انسانیت تباہ ہو جائے گی۔ ججز کے ہاتھوں انصاف کا قتل ہو جائے گا کیونکہ نظام تعلیم کی تباہی قوم کی تباہی ہی ہوتی ہے۔

جاہل نہ بک سکا
نہ کبھی مفلسی بکی
عالم بکا
شعور بکا
آگاہی بکی

کیا ہم مسلمان ہیں؟ نہیں ہم صرف مسلمان نظر آتے ہیں۔ ہمیں اقتدار، دولت اور طاقت کے نشے نے اللہ کا باغی اور شیطان کا اطاعت گزار بندہ بنا دیا ہے جبکہ اللہ کا ڈر دل سے نکل جانا ہر برائی کی جڑ و ہر گناہ کی بنیاد ہے۔

محترم آغا شورش کاشمیری مرحوم نے ایسے ہی نام نہاد لیڈران کے بارے میں فرمایا تھا۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

کچھ ایرے ہیں کچھ غیرے ہیں
کچھ نتھو ہیں کچھ خیرے ہیں
کچھ جھوٹے ہیں کچھ سچے ہیں
کچھ بڈھے ہیں کچھ بچے ہیں
کچھ ململ ہیں کچھ لٹھے ہیں
کچھ چیمے ہیں کچھ چٹھے ہیں

Scanned with CamScanner

کچھ تیتر اور بٹیرے ہیں
کچھ ڈاکو اور لٹیرے ہیں
کچھ روٹی توڑ پھندر ہیں
کچھ دارا کچھ سکندر ہیں
کچھ اپنی بات کے پکے ہیں
کچھ جیب تراش اچکے ہیں
کچھ ان میں ہر فون مولا ہیں
کچھ رولا ہیں کچھ غولا ہیں
کچھ تاک دھنادھن تاکے ہیں
کچھ الٹے سیدھے خاکے ہیں
کچھ ان میں رنگ رنگیلے ہیں
کچھ خاصے چھیل چھبیلے ہیں
کچھ چورا چوری کرتے ہیں
کچھ سینہ زوری کرتے ہیں
ہر چند یہ بڑے ہشیار ہیں
شہ زور ہیں یہ سردار ہیں
یہ قوم کی خاطر مرتے ہیں
اسلام کا بھی دم بھرتے ہیں

آج کل ہمارے So,Called سیاست دان اسی قماش کے علماء ان کے مددگار ہمارے حکمران اور ان کے ہر طرح کے ساتھی ایک غول کی طرح ہیں۔ ''انجمن ستائش باہمی'' ہیں اور نظر بھی آتے ہیں۔ کچھ جانور رات کو فصل اجاڑنے کے لیے غول در غول آتے ہیں اور کھیت در کھیت گھوم کر ہر طرح کا کھیت اجاڑ دیتے ہیں۔ یہ انسانوں کا غول ہر طرح سے ملک اجاڑ رہا ہے۔ ملکی شہریوں کو اجاڑ رہا ہے۔ ملکی وسائل اجاڑ رہا ہے اور یاد رہے کہ ہمارے نیوکلیئر اثاثے بھی خطرے میں ہیں۔ ہنود و یہود کبھی نہیں چاہیں گے کہ ملک عزیز مضبوط ہو۔ مضبوط ہاتھوں میں رہے۔ اللہ کا واسطہ ہے اب بھی ایک قوم بن جاؤ اور ان جانوروں کے غول کو نکال باہر کرو ورنہ جنگلی جانوروں کے

Scanned with CamScanner

غول کی طرح یہ سب کچھ اجاڑ کر تمہیں اور ہم سب کو غلامی میں دے کر یا ہم میں سے اکثر کو ہلاک کر کے غیر ممالک میں جا کر بسیرا کر لیں گے۔ ٹھکانے تو ان سب نے پہلے سے ہی بنا رکھے ہیں۔ آؤ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اور صدقہ کریں تا کہ ملک عزیز اور عوام اس عفریت سے ہمیں نجات دے۔ آمین ثم آمین

ملک کی دو سیاسی پارٹیاں جو کہ اپنے آپ کو ملک کی سب سے بڑی سیاسی پارٹی تصور کرتی ہیں اور ان کے نام نہاد ارسطو و دیگر وغیرہ وغیرہ قسم کے تھنک ٹینک ایک انجمن ستائش باہمی کی طرح بیان بازی کرتے ہیں اور رات کے دو بجے بھی خاتون ورکر کے گھر ذاتی سیاسی مقصد کے لیے پہنچ کر جوتے کھا کر بڑے حوصلے سے بیان بازی شروع کر دیتے ہیں۔ اگر عوام اپنی یادداشت کو Re Visit کریں تو تیس سال کا ریکارڈ ان کے سامنے آ جائے گا۔ اس لیے میں اپنی اس تصنیف کے باب کا نام ''انجمن ستائش باہمی'' تجویز کرتا ہوں۔ میرے تمام پاکستانی بھائی بہنیں اور بزرگ آج سے صدقہ کریں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور مادرِ وطن کو ان عفریتوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین

صدقہ کیا ہے اور کس کس طرح کیا جا سکتا ہے:

(1) دوسرے کو نقصان پہنچانے سے بچنا صدقہ ہے۔ (بخاری شریف:2518)

(2) اندھے کو راستہ بتانا صدقہ ہے۔ (ابن حبان:3368)

(3) بہرے سے تیز آواز میں بات کرنا صدقہ ہے۔ (ابن حبان:3368)

(4) گونگے کو اس طرح بتانا کہ وہ سمجھ سکے، صدقہ ہے۔ (ابن حبان:3377)

(5) کمزور آدمی کی مدد کرنا صدقہ ہے۔ (ابن حبان:3377)

(6) راستے سے پتھر، کانٹا اور ہڈی ہٹانا صدقہ ہے۔ (مسلم:1007)

(7) مدد کے لیے پکارنے والے کی دوڑ کر مدد کرنا صدقہ ہے۔ (ابن حبان:3377)

(8) اپنے ڈول سے کسی بھائی کو پانی دینا صدقہ ہے۔ (ترمذی:1956)

(9) بھٹکے ہوئے کسی شخص کو راستہ بتانا صدقہ ہے۔ (ترمذی:1956)

(10) لا الہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے۔ (مسلم:1007)

(11) سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے۔ (مسلم:1007)

(12) الحمد للہ کہنا صدقہ ہے۔ (مسلم:1007)

(13) اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے۔ (مسلم:1007)

Scanned with CamScanner

(14) استغفر اللہ کہنا صدقہ ہے۔(مسلم:1007)

(15) نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے۔(مسلم:1007)

(16) برائی سے روکنا صدقہ ہے۔(مسلم:1007)

(17) ثواب کی نیت سے اپنے گھر والوں پر خرچ کرنا صدقہ ہے۔(بخاری:55)

(18) دو لوگوں کے بیچ انصاف کرنا صدقہ ہے۔(بخاری:2518)

(19) کسی آدمی کو سواری پر بٹھانا یا اسکا سامان اٹھا کر رکھنا صدقہ ہے۔(بخاری:2518)

(20) اچھی بات کہنا صدقہ ہے۔(بخاری:2589)

(21) نماز کے لیے چل کر جانے والے کا ہر قدم صدقہ ہے۔(بخاری:2518)

(22) راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا صدقہ ہے۔(بخاری:2518)

(23) خود کھانا صدقہ ہے۔(نسائی کبریٰ:9185)

(24) اپنے بچوں کو کھلانا صدقہ ہے۔نسائی کبریٰ:9185)

(25) اپنی بیوی کو کھلانا صدقہ ہے۔(نسائی کبریٰ:9185)

(26) اپنے خاوند کو کھلانا صدقہ ہے۔(نسائی کبریٰ:9185)

(27) کسی مصیبت زدہ حاجت مند کی مدد کرنا صدقہ ہے۔(نسائی:253)

(28) اپنے بھائی سے مسکرا کر ملنا صدقہ ہے۔(ترمذی:1963)

(29) پانی کا ایک گھونٹ پلانا صدقہ ہے۔(ابویعلی:2434)

(30) اپنے بھائی کی مدد کرنا صدقہ ہے۔(ابویعلی:2434)

(31) ملنے والے کو سلام کرنا صدقہ ہے۔(ابوداؤد:5243)

(32) آپس میں صلح کروانا صدقہ ہے۔(بخاری:259/3)

(33) تمہارے درخت یا فصل سے جو کچھ کھائے وہ صدقہ ہے۔(مسلم:1553)

(34) بھوکے کو کھانا کھلانا صدقہ ہے۔(بیہقی شعب:3367)

(35) پانی پلانا صدقہ ہے۔(بیہقی شعب:3368)

(36) دو مرتبہ قرض دینا، ایک مرتبہ صدقہ کے برابر ہے۔(ابن ماجہ:3430)

(37) کسی آدمی کو اپنی سواری پر بٹھالینا صدقہ ہے۔(مسلم:1009)

Scanned with CamScanner

(38) گمراہی کی سرزمین پر کسی کو ہدایت دینا صدقہ ہے۔(ترمذی:1963)

(39) ضرورت مند کے کام آنا صدقہ ہے۔(ابن حبان:3368)

(40) علم سیکھ کر مسلمان بھائی کو سکھانا صدقہ ہے۔(ابن ماجہ:243)

مگر افسوس کا مقام ہے:

یہ طاقت ور اور جاہل
کسی دلیل کو نہیں مانتے

بطور قوم ضروری نہیں ہے کہ ہم جانور ذبح کر کے ہی صدقہ کریں، ہم ایک دوسرے سے ایثار و محبت کا اظہار کر کے ایک دوسرے کا احترام اور برداشت کے جذبے کو کارگر جان کر بھی صدقہ کر سکتے ہیں جبکہ آج کل کا سیاسی منظر نامہ بے حد مایوس کن، عوام دشمن اور ملک دشمن اعمال پر شروع ہوتا ہے جس کا انجام اتنا برا ہے یا ہو سکتا ہے جس کا لکھنا میرے بس میں نہیں ہے۔ میرا قلم، میری زبان صرف اچھے شگون ہی لوگوں تک پہنچا سکتی ہے۔ پھر بھی محترم جناب خالد عرفان کی ایک نظم آج کے ملکی منظر نامے کے بارے میں ہے، آپ سب کی نذر کرتا ہوں جس کا عنوان ہے:

(منڈی لگی ہوئی ہے ''عدم اعتماد'' کی)

قسمت چمک گئی ہے اب اسلام آباد کی
منڈی لگی ہوئی ہے ''عدم اعتماد'' کی
لگتی ہیں بولیاں جب اسمبلی کے گیٹ پر
بکتے ہیں سب ضمیر فروشی کے ریٹ پر
پے منٹ ہو رہی ہے سیاست کے نام پر
کوے بھی بک رہے ہیں عنادل کے دام پر
ووٹر بکے ہوئے ہیں منسٹر بکے ہوئے ہیں
ناقابل فروخت ہیں اکثر بکے ہوئے ہیں
ڈاکو جو رہ چکا ہے خزانے پر بک گیا
ورکر غریب رات کے کھانے پر بک گیا
اک مولوی تو آم کی پیٹی پہ بک گیا
وہ رویت ہلال کمیٹی پہ بک گیا

Scanned with CamScanner

خاتون ایم این اے تھی وزارت پہ تک گئی
لوٹوں کے ساتھ آج صراحی بھی بک گئی
لوٹوں کی جب دکان میں قیمت بہت گری
دو لیڈروں کی سیل پہ اک رہنما فری
لوٹے جب اپنی قوم کی لٹیا ڈبو گئے
کچھ سینکڑوں کے لوگ کروڑوں کے ہو گئے
اپنا تو پورا ملک برائے فروخت ہے
غالبؔ صریر خامہ نوائے فروخت ہے

سعادت حسن منٹو فرماتے ہیں:

''جس نیت سے طوائف برقع پہنتی ہے۔ کچھ مرد بالکل اسی نیت سے داڑھی رکھ لیتے ہیں''

(Manto)

جبکہ علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وہ پتھروں سے مانگتے ہیں اپنی مرادیں اقبال
ہم ان کے امتی ہیں جن کو دیکھ کر پتھر بھی کلمہ پڑھتے ہیں

(علامہ اقبال)

اگر مولوی کی بجائے قرآن سے ہدایت لینی ہے تو ترجمے کے ساتھ قرآن پڑھیں جو کہ ہمارے رب عظیم کا پیغام اور ہدایت ہے۔ ترجمے کے بغیر پڑھنے سے صرف ثواب ملے گا۔ ترجمے کے ساتھ پڑھنے سے ثواب اور ہدایت دونوں ملیں گے۔ سورۂ قمر میں چار مقامات پر یعنی کہ آیت نمبر 17, 22,32,40 آئی جس کا مفہوم و ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

''اور ہم نے قرآن کو آسان بنایا ہے، ہے کوئی جو اس سے نصیحت حاصل کرے۔ اور ترجمے کے ساتھ پڑھنے سے انسان مولوی کے مسلک سے محفوظ ہو جاتا ہے جس کا 1906ء سے پہلے تصور بھی نہیں تھا۔ سیاسی لوگ اور سیاسی مولوی ہمیں تمہیں اور ہم سب کو غول سمجھ کر اپنے مطلب اور فائدے کی لاٹھی سے ہانک رہے ہیں اس لیے میں نے بار بار آپ سب کو درخواست پیش کی ہے کہ آؤ ہم ایک قوم بن جائیں کیونکہ موجودہ حکومت اور حکمران صرف اور صرف کھیل تماشا ہیں۔ اسی ضمن میں لعل شہباز قلندر کا ایک واقعہ نقل کرتا ہوں جو کھیل تماشا حکومت کو سمجھنے میں آپ

Scanned with CamScanner

کی مدد کرے گا مگر اس سے پہلے بقول شاعر اس پر غور فرمائیں:

کوئی کیوں کسی کا لبھائے دل
کوئی کیا کسی سے لگائے دل
وہ جو بیچتے تھے دوائے دل
وہ دکان اپنی بڑھا گئے

اب کھیل تماشا ملاحظہ فرمائیں:

حضرت لال شہباز قلندر رحمتہ اللہ علیہ تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک ریچھ نچانے والا نظر آیا۔ پوچھا تم کون ہو؟ وہ بولا قلندر۔ کیونکہ اس زمانے میں ریچھ نچانے والے کو قلندر کہتے تھے، آپؒ بے اختیار مسکرا دیے۔ یہ بات ریچھ والے کو پسند نہیں آئی۔ وہ کہنے لگا کہ آپ کون ہیں؟ فرمایا میں بھی قلندر ہوں۔ ریچھ والا کہنے لگا کہ آپ کیسے قلندر ہیں نہ آپ کے پاس ریچھ ہے نہ ڈگڈگی، تماشا کیسے دکھائیں گے؟ فرمایا پہلے تم تماشا دکھاؤ پھر میں دکھاتا ہوں۔

ریچھ والے نے ڈگڈگی بجائی تو ریچھ کھڑے ہو کر ناچنے لگا۔ پھر ریچھ والے نے کہا اب آپ کی باری۔

حضرت لال شہباز قلندر رحمتہ اللہ علیہ دو درختوں کی ٹہنیوں پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا نیچے سے گزر جاؤ مگر یاد رکھنا آگے جانا مگر واپس کبھی مت آنا۔ جیسے ہی وہ نیچے سے گزرا، ماحول ہی بدل گیا۔ نہ سورج کی گرمی نہ گرد و غبار۔ جہاں تک نظر دیکھے خوبصورت پہاڑ، سبز وادیاں، نہ موسم گرم نہ ٹھنڈا۔ ابھی اسی سوچ میں ہی غرق تھا کہ دیکھا کہ ایک عظیم لشکر فوج کا گھوڑوں پر سوار تیزی سے اس کی طرف بڑھ رہا ہے۔ وہ گھبرا گیا کہ آج تو جان گئی۔ پاس پہنچ کر لشکر رکا اور سپہ سالار آگے بڑھا اور بولا بادشاہ سلامت آپ کہاں غائب ہو گئے تھے۔ آپ کی سلطنت آپ کا انتظار کر رہی ہے اور ملکہ عالیہ کا رو رو کر برا حال ہے۔ اب وہ حیران پریشان شاہی گھوڑے پر سوار ہو کر ساتھ چل دیا۔ جب وہ محل میں پہنچا تو عظیم الشان عمارات دیکھ کر حیران ہوا اور اندر داخل ہوا تو خوبصورت ملکہ گلہ شکوہ کرتی لپٹ گئی۔ بولی کہاں رہ گئے تھے آپ؟ اب یہ مداری سب کچھ بھول کر نہا دھو کر، لباس فاخرہ پہن کر تخت پر بیٹھ گیا۔ سالوں گزر گئے، بچے ہوئے، شہزادے شہزادیاں بڑے ہو گئے، بڑھاپا آ گیا۔ جسم سے جان منہ سے ذائقہ چلا گیا۔ ایک دن اپنی سلطنت میں دریا کے کنارے بیٹھے خیال آیا آخر ہوا کیا تھا۔ اسی جستجو میں وہاں پہنچا جہاں پر لشکر تھا تو دیکھا کہ وہ درخت اب بھی موجود ہیں۔ سوچا چلو دیکھتے ہیں درخت کے بیچ سے گزرتے ہیں۔ گزرتے ہی ماحول بدل گیا۔ وہ ہی وقت، وہ ہی مقام، سامنے اس کا ریچھ اور گڈگڈی پڑی ہے۔ وہ ہی گرمی، وہ ہی گرد و غبار۔ پیچھے

Scanned with CamScanner

دیکھا تو حضرت لال شہباز قلندر رحمتہ اللہ علیہ کھڑے تھے۔ اس کی حالت غیر ہوگئی۔ بولا جناب میری سلطنت، میری ملکہ، میرے شہزادے اور شہزادیاں؟ جواب میں آپ نے فرمایا سب تماشا تھا۔

اسی طرح موجودہ مداریوں نے عوام کو تماشا بنا رکھا ہے۔ اگر عوام ایک قوم بن جائیں اور ان کی ڈگڈگی پر تماشا اور دیگر لوگ تماش بین نہ بنیں تو ملک ترقی کر سکتا ہے۔ میں عوام کو بتاتا ہوں کہ پاکستان اپنے قدرتی وسائل کے لحاظ سے دنیا کا چھٹا امیر ترین ملک ہے جس کا عدالتی نظام اپنے خرچ، اخراجات، ظاہری جاہ وجلال اور ظاہری چمک دمک کے لحاظ سے دنیا کے 10 ٹاپ ممالک میں شمار ہوتا ہے لیکن انصاف کے لحاظ سے دنیا میں 134 ویں نمبر پر ہے۔ جب کسی طاقتور کو اس کے جرم کی سزا نہیں دی جاتی تو وہ سزا پورے سماج پر تقسیم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ہم ایک غول ہیں، قوم نہیں ہیں۔ اب دوسری طرف توجہ فرمائیں۔ بھوک مداری کو لگتی ہے، ناچنا بندر کو پڑتا ہے۔ یہ ہی حال میرے وطن کا ہے۔ گزشتہ 35/30 سالوں سے عوام فاقہ زدہ ہیں کیونکہ انجمن ستائش باہمی فیصلے کرتی ہے، فاقہ کشی عوام کو کرنا پڑتی ہے۔

انجمن ستائش باہمی کا اگر صرف سرکاری پٹرول اور پروٹوکول کی مد میں بجٹ بند کر دیا جائے تو سالانہ 350 ارب روپے کی بچت ہو سکتی ہے جبکہ عوام کو مہنگا پٹرول اور ڈیزل نہیں خریدنا پڑے گا۔

یہ صرف انجمن ستائش باہمی کی ایک عیاشی ہے اور قیمت عوام مہنگائی برداشت کر کے دیتے ہیں۔

اگر ان سے CC 2500 سے اوپر کی گاڑیاں لے لی جائیں تو اربوں روپے کی بچت ہو سکتی ہے۔ بقول شاعر:

میں انقلاب پسندوں کے اک قبیل سے ہوں
جو حق پر ڈٹ گیا اس لشکر قلیل سے ہوں
میں یوں ہی دست گریباں نہیں زمانے سے
میں جس جگہ کھڑا ہوں کسی دلیل سے ہوں

کیونکہ اگر آپ حق کے ساتھ نہیں کھڑے تو پھر تاریخ کو اس سے کوئی غرض نہیں کہ آپ مسجد کے حجرے میں تھے یا طوائف کے کوٹھے پر..... منقول ہے:

ایک سوئس بینک کے ڈائریکٹر نے بتایا کہ پاکستان کے 97 ارب ڈالر کی رقم سوئس بینکوں میں پڑی ہے جو کہ 30 سال کے ٹیکس فری بجٹ کے لیے کافی ہے۔ 6 کروڑ پاکستانیوں کو ملازمت دی جا سکتی ہے۔ ملک کے کسی بھی کونے سے اسلام آباد تک چار رویا سڑکیں بن سکتی ہیں۔ 500 سے زیادہ پاور پراجیکٹس کے ذریعے بجلی ہمیشہ کے

Scanned with CamScanner

لیے فری دی جاسکتی ہے۔ ہر پاکستانی ماہانہ 20,000 روپے 60 سال تک لے سکتا ہے اور ورلڈ بینک اور IMF (International Monetary Fund) مجھے حیرانی اس بات پر ہوتی ہے کہ آئی ایم ایف نے کبھی بھی بیوروکریسی، ارکان اسمبلی اور حکومتی اخراجات کم کرنے یا حکومتی عیاشیاں ختم کرنے کا مطالبہ آج تک نہیں کیا۔ ان بے ایمانوں کا سارا زور بجلی، گیس، پٹرول یعنی عوام کی کمر توڑنے پر ہی ہوتا ہے۔ اگر ہم بطور قوم درود شریف پڑھتے ہیں، پڑھتے رہیں اور پڑھ پڑھ کر ملک کی بہتری، ترقی اور جواری ٹائپ حکمرانوں سے نجات کی دعا کریں تو درود شریف رحم کی ایک ایسی اپیل ہے جو کبھی مسترد نہیں ہوتی۔ بے شک آزما کر دیکھ لیں۔ دعا میں ہامان وفرعون اور قارون سے نجات کی دعا ضرور فرمائیں۔ ووٹ ہو گواہی ہو یا انصاف کرنا ہو حدیث مبارکہ ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ! قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا..... جب امانت میں خیانت ہو تو قیامت کا انتظار کرنا۔ اس شخص نے پوچھا امانت میں خیانت سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا امانت میں خیانت یہ ہے کہ معاملات نااہل لوگوں کے سپرد کر دیئے جائیں۔ (صحیح بخاری، حدیث 59) ہم نے ہر محکمے میں سفید ہاتھی پالے ہوئے ہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے خائن پاکستان میں پائے جاتے ہیں اور پاکستانی خائن دنیا کے دیگر ممالک میں بھی پائے جاتے ہیں۔ اب واپڈا کی مثال لے لیں۔ واپڈا (Water and Power Development Authority) کے 48 ہزار آفیسر ایک لاکھ 5 ہزار ملازمین سالانہ 39 کروڑ 10 لاکھ فری یونٹ یعنی کہ 5 ارب 25 کروڑ روپے کی فری بجلی استعمال کرتے ہیں اور عوام ان کا بل ادا کرتے ہیں۔ کیا یہ سفید ہاتھی تنخواہ نہیں لیتے؟

میں نے اپنی اس تحریر میں کئی بار انجمن ستائش باہمی کا ذکر کیا ہے۔ کیوں کیا ہے؟ ایک مثالی واقعہ پیش کر رہا ہوں، پڑھتے جائیں اور شرماتے جائیں کیونکہ پڑھنے کے بعد آپ اپنے سفید ہاتھیوں اور کافروں کے درمیان موازنہ ضرور کریں گے اور پھر شرمانے کی بجائے دعا کریں، دعا ضرور کیا کریں کیونکہ دعا ہی اللہ تعالیٰ کو فریاد سنانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اے ہمارے مالک وخالق ورزاق اس جان سے بھی پیارے ملک کے دشمنوں، اس کو ہر طرح کا نقصان پہنچانے والوں، اس کو لوٹنے والوں، ہر طرح کے خائن، بے ایمانوں، انصاف نہ فراہم کرنے والوں اور اس کے ہر مخالف کو نیست ونابود فرما دے۔ آمین ثم آمین۔ اب یہ ہمسایہ ملک کے کافر وزیراعظم کا واقعہ جان لیں۔

نوے برس کے ضعیف آدمی کے پاس مالک مکان کو پانچ ماہ کا کرایہ دینے کے لیے رقم نہ تھی۔ بار بار مطالبہ کرنے کے باوجود کرایہ مکان نہ مل سکا۔ آخر ایک دن مالک مکان نے طیش میں آکر بزرگ آدمی کا سامان گھر سے

Scanned with CamScanner

باہر پھینک دیا۔اب سامان ملاحظہ فرمائیں:

ایک چارپائی

ایک پلاسٹک کی بالٹی

چند پرانے برتن

پیرانہ سالی میں مبتلا شخص بے چارگی کی تصویر بنا فٹ پاتھ پر بیٹھا ہوا تھا۔احمد آباد کے عام سے محلے میں جب یہ واقعہ پیش آیا تو محلے والے اکٹھے ہو کر مالک مکان کے پاس گئے اور التجاء کی کہ اس بوڑھے آدمی کو گھر سے نہ نکالیں اور دو ماہ کی مہلت عطا کر دیں، آپ کا کرایہ ادا ہو جائے گا مگر مالک مکان نے صاف انکار کر دیا۔اتفاقاً ایک اخبار کا رپورٹر وہاں سے گزر رہا تھا۔اسے اس بوڑھے اور لاچار شخص پر بہت ترس آیا۔تمام معاملات کی تصویر کشی کی اور اپنے ایڈیٹر کے پاس لے گیا کہ کیسے ایک مفلوک الحال بوڑھے شخص کو گھر سے نکالا گیا اور پھر محلّہ داروں نے منت سماجت کر کے دو ماہ کا ٹائم لے کر دیا۔ایڈیٹر نے جب اس بزرگ شخص کی تصاویر دیکھیں تو چونک اٹھا اور رپورٹر سے پوچھا کہ کیا تم اس شخص کو جانتے ہو؟ رپورٹ کا جواب نفی میں تھا۔

ایڈیٹر نے حد درجہ سنجیدگی سے کہا کہ یہ ہندوستان کا دو مرتبہ وزیر اعظم رہ چکا ہے۔وزیر اعلیٰ اور وزیر اعظم کو بھی معلوم ہو گیا کہ سابق وزیر اعظم گلزاری لال نندہ مفلسی میں سانس لے رہا ہے۔خبر چھپنے کے چند گھنٹے بعد ریاست کا وزیر اعلیٰ، چیف سیکرٹری اور کئی وزیر اس محلے میں پہنچ گئے۔سب نے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ آپ کو سرکاری گھر میں منتقل کر دیتے ہیں اور سرکار وظیفہ بھی لگا دیتی ہے۔مگر گلزاری لال نندہ نے سختی سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ کسی بھی سرکاری مراعات پر ان کا کوئی حق نہیں ہے۔جب تک گلزاری لال نندہ زندہ رہا، اسی معمولی کوارٹر میں رہا۔

حیرت انگیز کردار کا یہ انسان سیالکوٹ میں 4 جولائی 1898ء میں پیدا ہوا اور 15 جنوری 1998ء میں احمد آباد میں فوت ہو گیا۔ایف سی کالج لاہور سے اقتصادیات کی تعلیم حاصل کی اور اقتصادیات کا استاد مقرر ہوا۔ممبئی اور احمد آباد کی یونیورسٹیوں میں پڑھاتا رہا۔سیاست میں آیا تو یونین منسٹر، وزیر خارجہ اور ڈپٹی چیئرمین پلاننگ کمیشن کے عہدوں پر فائز رہا۔کئی بار لوک سبھا کا ممبر بھی رہا۔99 سال کی عمر میں فوت ہوتے وقت اس کے پاس کسی قسم کی جائیداد، بینک بیلنس اور ذاتی گھر تک نہیں تھا لیکن عزت و احترام کا ایک خزانہ تھا جو آج کے امیر کبیر، نام نہاد لیڈر حکمرانوں کے پاس نہیں ہے۔موازنہ خود کر لیں۔میں تو موازنہ بہ زبانِ شاعر ہی پیش کروں گا۔

مال و متاع کوچہ و بازار بک گئے

عہد ہوس میں سب در و دیوار بک گئے

Scanned with CamScanner

قصر شہر میں جبہ و دستار بک گئے
نیلام گھر میں قافلہ سالار بک گئے
جنس وفا کے چاؤ میں آئے تھے صبح دم
بولی لگی تو خود بھی خریدار بک گئے
شب بھر رہی فضا میں وفاداریوں کی گونج
سورج چڑھا تو سارے وفادار بک گئے
وہ زور تھا گرانی جنس ہنر کا آج
میں خود بھی بک گیا میرے افکار بک گئے
ہوش و حواس قلب و نظر سجدہ و قیام
اے عشق تیرے سارے ہی غم خوار بک گئے

ہمارے حکمرانو! اب بھی وقت ہے، معافی تلافی کرلو ورنہ یاد رکھو:

جہنم میں کوئی لکڑیاں نہیں ہوں گی
وہاں ہر کوئی اپنی آگ خود ساتھ لائے گا
جہنم کی آگ بغیر دھوئیں کی ہو گی
جو دھویں والی آگ سے ہزار گناہ زیادہ تیز ہوگی

میں اپنی عوام جو میرے لیے بہن بھائی اور بزرگوں کا درجہ رکھتی ہے، اپنے نوجوانانِ پاکستان جو میرے لیے بیٹوں اور بیٹیوں کا درجہ رکھتے ہیں، کو درخواست کرتا ہوں کہ آؤ ایک قوم بن کر ان خودساختہ لیڈران جو کہ غریب عوام کا درد لیے قوم کو کسی بھی درجے کے ڈاکو سے زیادہ لوٹ رہے ہیں، سے نجات حاصل کریں۔ یہ لوگ کھاتے پاکستان کا ہیں، ان کے پاس جو کچھ بھی ظاہری اور پوشیدہ ہے وہ ملک عزیز کو خونخوار درندوں کی طرح نوچ نوچ کر جمع کیا ہوا ہے۔ 30 سال ہو گئے ملک معاشی طور پر لہولہان ہے۔ دونوں پارٹیوں کی ''انجمن ستائش باہمی'' بنی ہوئی ہے اور ملک ان لٹیروں اور خارجی ڈاکوؤں کے رحم و کرم پر ہے اور قوم بن کر دعا کریں، صدقہ دیں تا کہ اللہ تعالیٰ اس قوم کو خیر و برکت عطا فرمائیں۔ صرف ایک معمولی سی مثال ہمسایہ ملک سے پیش کر کے صدقہ کا صلہ اور برکت بیان کروں گا جو کہ ایک واقعہ کی شکل میں ہماری آنکھیں کھولنے میں مددگار ثابت ہوگا۔

افغانستان میں پٹرول 88 روپے فی لیٹر دستیاب ہے جبکہ یو ایس ڈالر 95 روپے میں دستیاب ہے جبکہ وہاں

Scanned with CamScanner

40 سال جنگ رہی اور یہاں 40 سال سے دونوں پارٹیوں کے چور ڈاکو حکومت میں ہیں اور ہمارے بھولے بھالے یادداشت کے کمزور نان، قورمہ، بریانی اور قیمے والے نان کھا کر اپنا ہی ملک ان لٹیروں کے ہاتھوں تباہ و برباد کرتے رہے اور یہ لٹیرے ملک عزیز کا خزانہ و وسائل اور اثاثے لوٹ کر امپورٹڈ پالیسی پاکستانی عوام پر ٹھونس چکے ہیں۔

ملک شام میں حافظ الاسد کا دور حکومت تھا، دمشق کا معروف اور مشہور تاجر رات کے وقت سڑک پر ٹہل رہا تھا۔ موسم خوشگوار ہونے کے باوجود اس کا دم گھٹتا جا رہا تھا کیونکہ ڈاکٹروں کے مطابق اس کے پاس ہفتہ یا دس دن سے زیادہ ٹائم نہیں تھا۔ دنیا کی ہر آسائش کے ہوتے ہوئے بے بسی کا یہ عالم تھا۔ ٹائم سے پہلے ہی سب کچھ ختم ہوتا محسوس ہو رہا تھا کیونکہ ملک کے ڈاکٹروں نے جواب دے دیا تھا لیکن ایک امید ابھی باقی تھی کہ امریکہ میں علاج ہو سکتا ہے مگر جلد ہی وہ بھی دم توڑ گئی جب وہاں ہر قسم کے ٹیسٹ کروانے کے بعد سینئر ترین ڈاکٹرز نے آ کر بہت ہی نرمی سے سمجھایا کہ آپ کے پاس زیادہ ٹائم نہیں ہے۔

لہٰذا میرا مشورہ بھی ہے اور عقل مندی بھی یہ ہی ہوگی کہ آپ اپنا آخری ٹائم اپنے بیوی بچوں کے ساتھ گزاریں۔ لہٰذا وہ واپس دمشق آ گیا۔ رات گئے تک بے خبری، بے چینی اور پریشانی کے عالم میں نہ جانے کب تک وہ سڑک پر ٹہلتا رہا۔ اس کی سوچوں کا تسلسل تب ٹوٹا جب وہ چلتے چلتے ایک تنگ سے بے رونق پل پر پہنچ چکا تھا۔

سڑک کے اس پار دوسری طرف سٹریٹ لائٹس کے نیچے ایک خاتون کھڑی کسی آدمی سے گفتگو کر رہی تھی۔ تیس سال کی عمر کے لگ بھگ خاتون کا انداز گفتگو نہایت ہی منت سماجت والا تھا جبکہ آدمی نہایت ہی اوباش قسم کا معلوم ہوتا تھا جو کہ خاتون کی منت سماجت نہیں مان رہا تھا۔ تاجر کے چلنے کی رفتار خود بخود آہستہ ہوگئی جس کی وجہ سے گفتگو کچھ اس طرح سے کانوں میں آنا شروع ہوگئی۔ خاتون کی آواز آئی، وہ کہہ رہی تھی اللہ کے واسطے مان جاؤ، مجھے اتنے پیسوں کی سخت ضرورت ہے۔ بچے دو دن سے بھوکے ہیں۔ میں تمہارے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہوں جبکہ وہ اوباش آدمی اس مصیبت کی ماری خاتون کو اس کے مطالبے سے آدھی رقم سے بھی کم دینے کو کہہ رہا تھا اور احسان بھی جتلا رہا تھا کہ میں تم پر مہربانی کر رہا ہوں ورنہ اس سے بھی کم قیمت تمہاری بنتی ہے۔ پھر وہ ٹھٹھہ مذاق کرتا ہوا چلا گیا اور خاتون حسرت کی تصویر بنی کھڑی رہ گئی۔

تاجر نے یہ سب کچھ سن کر سمجھ لیا کہ ماجرا کیا ہے۔ وہ اپنا غم اور پریشانی بھول کر پشیمانی میں مبتلا ہو گیا اور خوفِ ربِ کائنات کی وجہ سے لرزنے لگا اور اچانک ہی وہ خاتون کی طرف چل دیا۔ اسے نزدیک آتا دیکھ کر خاتون چوکنا ہوگئی۔ تاجر نے قریب پہنچ کر سلام کیا۔ خاتون گھبرائی ہوئی تھی۔ وہ بولا میری بہن! میں نے اس آدمی کے ساتھ

Scanned with CamScanner

آپ کی گفتگو سن لی ہے۔ مجھے بتاؤ میری بہن! آپ کا کیا مسئلہ ہے۔ خاتون نے روتے ہوئے کہا میں ایک بیوہ عورت ہوں۔ میرے بچے ابھی چھوٹے ہیں۔ شوہر کو فوت ہوئے ایک سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے۔ پہلے تو پڑوسی اور رشتے دار کچھ مدد کر دیتے تھے پھر آہستہ آہستہ سب نے ہاتھ کھینچ لیا ہے۔ گھر میں راشن نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ مالک مکان کا ضمیر بھی ختم ہو گیا ہے۔ اس نے کل شام تک کی آخری مہلت دی ہے۔ اگر کرایہ نہ دیا تو سامان سمیت گھر سے نکال دے گا۔ میرے پاس اب کوئی چارہ نہیں رہا کہ اپنے آپ کو..... یہ کہتے ہوئے اس کی آواز بیٹھ گئی اور سسکیاں آنے لگیں۔

تاجر بھی اپنے آنسو نہ روک سکا۔ اس کا دل ایسے ہو گیا جیسے مٹھی میں آ گیا ہو جبکہ عورت کہہ رہی تھی قسم ہے مجھے اس ذات پاک کی جو ہماری گفتگو سن رہا ہے۔ میں اس قماش کی عورت نہیں ہوں۔ تاجر بولا بس بس بہن! کوئی بات نہیں اور اپنی جیبوں میں ہاتھ ڈالتے ہوئے جو کچھ بھی تھا، وہ اس عورت کو دے دیا اور بولا فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، جب میں اپنے گھر سے ٹہلنے کے لیے نکلا تھا تو اپنے ہوش وحواس میں نہیں تھا۔ مجھے تمہاری تکلیف اور پریشانی دیکھ کر احساس ہوا ہے کہ انسان ایک دوسرے کے کیسے کام آ سکتے ہیں جو کہ بے حد ضروری بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی ہے۔ آپ مجھے اپنے گھر کا ایڈریس بتا دیں اور بے فکر ہو کر اپنے گھر جائیں، ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔

خاتون نے کچھ پس پیش کے بعد اپنا ایڈریس بتا دیا اور اپنے گھر کی طرف چلی گئی۔ تاجر تھوڑی دیر تک اس خاتون کو جاتا دیکھ کر پریشان سا کھڑا رہا اور آسمان کی طرف دیکھ کر ایک لمبا سانس لیا اور تیز تیز قدموں سے اپنے گھر کی طرف چل پڑا۔ اب اپنے آپ میں وہ بہتر محسوس کر رہا تھا۔ گھر پہنچ کر اس نے کافی مقدار میں نقدی لی اور ڈرائیور سے بڑی وین نکالنے کو کہا۔ پھر وین کو خود ڈرائیو کرتے ہوئے شہر کے 24 گھنٹے کھلے رہنے والے سٹور سے راشن کی بڑی مقدار وین میں بھری اور خاتون کے بتائے ہوئے ایڈریس پر پہنچ کر سارا راشن اس کے گھر اتارا۔ خاتون کو اچھی خاصی رقم بھی دی اور کہا کہ صبح مالک مکان سے وہ خود بات کر لے گا اور کرائے کا معاملہ بھی نپٹا دے گا۔ ان شاء اللہ آئندہ بھی ایک مخصوص رقم ہر ماہ آپ کو مہیا کی جائے گی۔ یہ کہہ کر وہ کچھ کہے بغیر واپسی کے لیے مڑ گیا۔

خاتون بت بنی بے یقینی کے عالم میں آنسو بھری آنکھوں سے کھڑی دیکھتی رہی اور تاجر وین سمیت نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ تاجر کی کیفیت اب کافی بلکہ بہت مختلف تھی۔ اس کے انگ انگ سے خوشی پھوٹ رہی تھی۔ کچھ گھنٹوں پہلے جو اس کی حالت تھی، اب وہ یکسر بدل گئی تھی۔ ڈاکٹروں کے مطابق ہفتہ دس دن کی جو فکر دامن گیر کی

Scanned with CamScanner

گئی تھی وہ بہت حد تک کم ہوگئی تھی۔ ہفتہ دس دن کا خیال آتے ہی اس نے کاغذ قلم لے کر خاتون کا ایڈریس لکھا اور وصیت لکھی کہ ہر ماہ چار لوگوں کے خرچے سے زیادہ معقول رقم اس ایڈریس پر بھجوائی جائے اور کاغذ کو لفافے میں بند کر کے تجوری میں رکھ دیا۔ اب وہ اپنے آپ میں مطمئن تھا کہ اپنے سفر آخرت کے لیے اس نے تھوڑی بہت تیاری کر لی ہے۔ پھر ہفتہ گزرا، 10 دن بھی گزر گئے۔ ایک ماہ گزر گیا۔ گھر والوں کے کہنے کے باوجود وہ اپنے ڈاکٹر کے پاس نہیں گیا۔ اگلے مہینے کی رقم بھی اس نے خاتون کو بھجوادی۔ پھر ایسے ایک ایک ماہ کرتے پورا سال گزر گیا اور وہ معمول کے مطابق رقم بھجواتا رہا۔ ایسا کرتے کرتے 20 سال گزر گئے اور پورے 20 سال گزر جانے کے بعد ایک رات حسب معمول وہ تہجد کے لیے اٹھا۔ وضو کر کے نماز تہجد شروع کی اور سجدے میں دعا کرتے کرتے اس کی وفات ہوگئی اور وہ سجدے کی حالت میں ہی اس جہانِ فانی سے کوچ کر گیا۔ گھر والوں کو صبح پتہ چلا۔ تجہیز و تکفین کے بعد اولاد کا جب تجوری کھولنے کا وقت آیا تو تجوری میں سے بند لفافہ بھی نکل آیا جو 20 سال پہلے کی تاریخ کا تاجر کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ لفافہ کھولنے کے بعد انہوں نے محسوس کیا کہ ادائیگی سات دن لیٹ ہوگئی ہے کیونکہ وہ سب لوگ تجہیز و تکفین اور رشتہ دار لوگوں کے آنے جانے میں مصروف رہے اور تجوری 7 دن بعد کھولی گئی تھی۔ اس طرح وصیت کے مطابق رقم کی ادائیگی سات دن لیٹ ہوگئی تھی۔ رقم لے کے وہ لوگ جب اس ایڈریس پر پہنچے تو دروازہ کھٹکھٹانے پر خاتون باہر آئی جو کہ اب 50 سال سے زیادہ کی ہو چکی تھی۔ سلام دعا کے بعد تاجر کے بڑے لڑکے نے خاتون سے مؤدب انداز میں کہا ہم آپ کو ماہانہ مخصوص رقم جو ہمارے والد صاحب دیا کرتے تھے، وہ دینے آئے ہیں اور معذرت چاہتے ہیں کہ رقم کی ادائیگی سات دن والد صاحب کے فوت ہونے کی وجہ سے لیٹ ہوگئی۔ وہ نہایت افسوس سے بولی کہ آپ کے والد صاحب کے ہم پر بے حد احسانات ہیں۔ ہم ہر وقت ان کے لیے دعا گو رہتے تھے اور تاحیات اب بھی رہیں گے مگر اب ہمیں رقم کی ضرورت نہیں ہے۔ بیٹا حیرانگی سے بولا کیوں اب ضرورت کیوں نہیں ہے رقم کی۔ خاتون نے آنسوؤں سے لبریز آواز میں جواب دیا اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مہینہ پہلے میرے بڑے بیٹے کی ملازمت لگی تھی اور 7 دن پہلے ہی میرے بیٹے کو پہلی تنخواہ ملی ہے۔ خاتون روانی میں بہت کچھ بولے جا رہی تھی جبکہ لڑکوں کے کانوں میں خاتون کا یہ ہی جملہ اٹک کر رہ گیا:

''سات دن پہلے میرے بیٹے کو پہلی تنخواہ ملی۔''

''سات دن پہلے میرے بیٹے کو پہلی تنخواہ ملی۔''

(یہ سچا واقعہ عربی سے منقول ہے)

''رازداری سے کیا گیا صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ صدقة السر تطفی غضب

الرب.''(فرمانِ رسول ﷺ)

آؤ ایک غول سے ایک قوم بن کر دعائیں کریں، صدقہ کریں کہ ملک سے در پردہ غیر ملکی تسلط جو کہ غیر ملکی قوتوں نے اپنے گماشتوں کے ذریعے آپ پر، مجھ پر اور پورے ملک پر قبضہ جما رکھا ہے اور ہمارے ہر طرح کے اثاثے خطرے میں ہیں، ختم ہو اور وطن کے وفادار لیڈر ملک کی حکومت سنبھالیں۔ اگر حکمران نیک، ایماندار اور محبِ وطن ہو تو ملک ترقی کرتا ہے ورنہ عوام کا یہ ہی حال جو کہ آج کل ہے، مہنگائی کا ایک طوفان ہے، پٹرول 250 روپے فی لیٹر آٹا 130 روپے کلو ہے۔ ملک کی تاریخ میں بلند ترین اور بدترین سطح پر ہے، ہم نے چور ڈاکو، عیاش، غیر ملکی اشاروں پر چلنے والوں کو لیڈر بنا کر اپنے اوپر مسلط کیا ہوا ہے اور ان نام نہاد لیڈروں نے لوٹ مار، ڈاکہ زنی، منی لانڈرنگ، کک بیک (کمیشن) کو سیاست سمجھ رکھا ہے۔ میرے ملک عزیز کے باسیو! نہ یہ سیاست ہے اور نہ ہی یہ سیاست دان ہیں، یہ سب ابن الوقت خودرو زہریلے پودے ہیں جن کی آبیاری کسی اور نے کی ہے تاکہ آپ کی پوری قوم اور ملک خطرے میں رہے۔ آپ ان کا ہر حکم مانتے رہیں اور غلام ابن غلام ابن غلام رہیں اور ان ڈاکوؤں کے اثاثے غیر ممالک میں محفوظ رہیں۔ اگر یہ لیڈر جن کو لیڈر کہتے ہوئے پوری قوم کو شرم آنی چاہیے اور آتی بھی ہے، اپنے آقاؤں کا حکم نہ مانیں تو ان کی موت ہے، اگر مانتے ہیں تو پوری قوم اور ملک کی موت ہے۔ اب آپ نے فیصلہ کرنا ہے کہ آپ کو کس کی زندگی عزیز ہے۔ ان کی یا ملک عزیز کی؟

نیک لیڈر ہو، بادشاہ وقت ہو یا کوئی بھی حکمران ہو، مندرجہ ذیل ایک مثال پیش کر رہا ہوں وہ ہمیشہ رہتا ہے، اس کی برکات اور کام سے ملک ترقی کرتا ہے۔

قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کا جب وصال ہوا تو ان کی وصیت ان کی نماز جنازہ کے وقت پڑھ کر سنائی گئی جس میں لکھا تھا کہ میری نماز جنازہ وہ شخص پڑھائے جس کی تمام عمر نمازِ فجر سے لے کر نماز عشاء تک کوئی بھی نماز قضا نہ ہوئی ہو۔ بار بار یہ وصیت پڑھ کر سنائی گئی۔ کوئی بھی شخص سامنے نہ آیا۔ جب نمازِ جنازہ خطرے میں پڑ گئی تو ایک شخص بڑبڑاتا ہوا نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے آگے بڑھا اور اس کی بڑبڑاہٹ کے الفاظ یہ تھے:

''خود تو فوت ہو گئے مگر دوسرے کا راز فاش کر گئے۔''

یہ شخص بادشاہ وقت ''سلطان شمس الدین التمش'' تھا۔

ایک اور بادشاہ کا سچا واقع بیان کرتا ہوں جو اپنے وقت کا طاقتور ترین بادشاہ تھا۔ 410 ہجری میں سلطان محمود غزنوی کی وفات ہوئی۔ اس بادشاہ نے دنیا پر 33 سال حکومت کی ہے۔ مندرجہ ذیل یہ سچا واقعہ افغانستان کی تاریخ کا حصہ ہے اور انفرادی حیثیت کا حامل ہے۔ 1974ء میں شہر غزنوی میں زلزلہ آیا جس کے نتیجے میں پورا شہر ٹوٹ

Scanned with CamScanner

پھوٹ کر کھنڈر بن گیا اور سلطان محمود غزنوی کا مزار بھی ٹوٹ پھوٹ گیا۔ سلطان محمود غزنوی کی قبر پھٹ گئی۔ سلطان ظاہر شاہ مرحوم نے مزار کو از سر نو تعمیر کروایا۔ تعمیر کے وقت معلوم ہوا کہ قبر مکمل طور پر شکستہ ہو کر پھٹ چکی ہے اس لیے قبر کو مکمل طور پر کھول لیا گیا۔ قبر کے معمار اور دیگر افراد نے جب زیارت قبر اور زیارت صاحب قبر کی تو حیرانگی ان کا مقدر ٹھہری کیونکہ صاحب قبر کو فوت ہوئے سینکڑوں سال ہو گئے ہیں لیکن اس کے تابوت کی لکڑی صحیح سلامت ہے۔ شاہ ظاہر شاہ کے حکم پر جب تابوت کو کھولا گیا تو سینکڑوں سال پہلے فوت شدہ سلطان ایسے اپنے تابوت میں تھا جیسے کوئی شخص سویا ہوا ہوتا ہے اور آواز دینے سے ابھی جاگ جائے گا۔ اس کا سیدھا ہاتھ سینے پر تھا اور الٹا ہاتھ اور بازو جسم کے متوازی اور سیدھا تھا۔ ہاتھ اور جسم ایسے نرم جیسے زندہ انسان کے ہوتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ نے ایک جھلک دکھائی کہ جو میرے محبوب کی غلامی اختیار کرتے ہیں وہ بادشاہ بھی ہو گئے تو وہ اللہ کے محبوب، اللہ کے پیارے بن کر اللہ کے دربار میں کامیاب ہو کر پیش ہوں گے جبکہ ہماری زندگیاں مختصر ہیں اور وقت تیزی سے گزر رہا ہے۔ وقت کے آگے طاقتور سے طاقتور بادشاہ کمزور اور بے بس ہے۔ وقت کو کوئی نہیں روک سکتا لیکن وقت پر جس شخص نے اللہ کی مخلوق کی بہتری، بھلائی اور اللہ کی خوشنودی کو مقدم رکھا وہ ہی شخص مرنے کے بعد لافانی ہو گیا۔

میرے ہم وطن لوگو! ایسے ہوتے ہیں حکمران۔

حکمران ہوں، علماء ہوں یا نام نہاد سیاست دان، عوام کی سادگی، کم علمی اور روزی کی فکر کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ دراصل جس روپ میں مندرجہ بالا کریکٹر اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں بظاہر تو وہ اپنے آپ کو عوام کے سامنے اپنی چکنی چپڑی باتوں، وعدہ فردا اور نقلی روپ یعنی کہ Impersonation کے ذریعے عوام کو طفل تسلیاں دے کر بے وقوف بناتے رہتے ہیں اور بنا بھی رہے ہیں۔ اب نام نہاد مولوی صاحبان کو دیکھیں اکثر مسجد میں جمعہ کے خطبے سے پہلے کی تقاریر میں مسلک کے اختلافات لے کر خوب تقریر جھاڑیں گے۔ ٹی وی، انٹرنیٹ وغیرہ بھی ان کی زد میں آئے گا حالانکہ یہ لوگ خود بھی یہ سب ایجادات استعمال کرتے ہیں اور خوب کرتے ہیں..... اکثر میں نے دیکھا اور سنا ہے سورۂ بقرہ کی آیت مبارکہ کا سہارا لے کر خوب جنتی مزے لیتے ہیں جبکہ مسجد میں بچے بھی ہوتے ہیں جبکہ لاؤڈ سپیکر پر ان کی دھاڑتی ہوئی آواز پورا محلہ اور خواتین بھی سن رہی ہوتی ہیں۔

نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی مثلتکم.

ترجمہ: تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں جس طرح چاہو اپنی کھیتی میں جاؤ۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانی نسل کو بڑھانے کے لیے ایک اجازت، ایک طریقہ کار اور تابع ضابطہ اسلامی کر دیا گیا ہے جو کہ اولاد کے حصول کے لیے عورت یعنی کہ بیوی سے جڑا ہوا ہے۔

Scanned with CamScanner

لیکن یہ مولوی لوگ سادہ عوام کو یہ کیوں نہیں بتاتے کہ اگر آپ کسان ہیں یا مثال کے طور پر آپ کے پاس زمین ہے لیکن آپ اس پر توجہ نہیں دیتے، اس کی ترقی کے لیے پیسے خرچ نہیں کرتے، اسے وقت نہیں دیتے، اس سے محبت نہیں رکھتے، اپنا آرام وسکون غارت کر کے اس کی خدمت نہیں کرتے، اسے ہرا بھرا بنانے کے لیے اپنا آرام سکون بھول نہیں جاتے۔ اس کی طرف آنے والے سور اور دیگر جانوروں سے اس کی حفاظت نہیں کرتے۔ اسے دوسروں کی گزرگاہ بننے سے بچانے کی کوشش نہیں کرتے، اسے اس کے مزاج کے مطابق کھاد اور پانی نہیں دیتے تو کیا ہوگا؟ کھیتی سوکھ جائے گی، اجڑ جائے گی۔ آپ کو پھل، اناج نہیں ملے گا اور یہ تباہ و برباد ہو جائے گی۔ یہ سب بھی ایک لفظ کھیتی میں ہی چھپا ہوا ہے۔

آپ کی بیوی بھی اسی کھیتی کی طرح ہے۔ وہ آپ کی توجہ چاہتی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ آپ ہر بات بھول کر اس کے نخرے اٹھائیں۔ اسے توجہ دیں۔ اس سے اپنی محبت کا اظہار کریں۔ ہر روز اسی کے پاس رہیں۔ اس کی ضروریات کا خیال رکھیں۔ اس کے محافظ بنیں۔ اس کے اخراجات پورے کریں۔ اس کے تحفظ کے لیے دوسروں کے سامنے ڈٹ جائیں۔ اس کی طرف دیکھنے والے سوروں کو مار بھگائیں۔ اسے خوش دیکھنے کے لیے اپنا آرام، سکون، اپنی لگن، جستجو، اپنی زوجہ محترمہ کی طرف منتقل کریں۔ جب آپ اسے مندرجہ بالا سب کچھ مہیا کریں گے تو یقیناً ہری بھری رہے گی۔ اس کا لہلہانا آپ کے دل کو خوش کرے گا لیکن اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو وہ مرجھا جائے گی۔

یہ ہی فطرت ہے۔ قدرت کا اصول ہے اور یہ قرآن کی آیت مبارکہ کے الفاظ میں چھپی ہوئی ایک حقیقت ہے۔ اپنی بیگم کو توجہ دیں، عزت دیں، روزانہ کی بنیاد پر اپنا وقت دیں، اس کی تمام ضروریات فوراً پوری کریں۔

خاتون خانہ اتنی ہی توجہ چاہتی ہے جتنی کسی بھی کھیتی کو اپنے کسان کی توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ بدقسمتی سے آپ کو اس آیت مبارکہ کی تشریح جہاں بھی ملے گی وہ جنسی ملاپ تک ہی محدود ملے گی حالانکہ اس آیت مبارکہ کا ایک ایک لفظ اتنا وسیع مفہوم رکھتا ہے کہ مجھ جیسا گنہگار دنگ رہ جاتا ہے۔

ملک عزیز میں مولویوں کی بھرمار ہے۔ قرآن پاک پر ریسرچ کا تصور (Concept) ویسا نہیں ہے جیسا ہونا چاہیے۔ قرآنی الفاظ کے مفہوم پر ہی توجہ دی جائے تو بہت سے نئے جہان سامنے آ جاتے ہیں لیکن یہاں فرقہ وارانہ دلائل کے سوا کوئی علمی کام ہی نہیں ہوتا۔ دعا ہے کہ اللہ پاک ہم پر اور ہمارے مولویوں پر علم، مذہبی رواداری و مذہبی برداشت اور ہم آہنگی کے دروازے کھول دے۔ آمین ثم آمین

میں نے اپنے اس باب میں لفظ غول متعدد بار استعمال کیا ہے اور قوم کو جگانے کی کوشش کی ہے کہ آؤ ہم غول

Scanned with CamScanner

سے قوم بن جائیں مگر قوم کو معلوم ہی نہیں ہے کہ انہیں در پردہ اور ظاہراً کون کون ہانک رہا ہے۔ حکمران، سیاست دان، بیوروکریٹ اور ہر وہ سرکاری و نیم سرکاری لوگ جن کے پاس کوئی بھی اختیار ہے، ملٹی نیشنل کمپنیاں و نیشنل کمپنیاں، آڑھتی حضرات، دکاندار، ملاوٹ کرنے والے، بلیک کرنے والے ہر آدمی اپنی اپنی جگہ چھوٹا موٹا فرعون بنا ہوا ہے۔

فرعونیت کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ نہایت ہی پر آسائش لائف سٹائل اور وہ بھی عوام کے خرچے پر۔ میں آپ کی خدمت میں ایک موازنہ پیش کرتا ہوں، غور ضرور فرمائیں۔ میں نے کئی قسم کے قصے کہانیاں جو کہ سچ ہیں، ان میں جھوٹ کا تصور تک نہیں ہے، صرف اور صرف اس لیے بیان کی ہیں کہ شاید میری قوم ایک بہترین متحدہ قوم بن جائے۔ مجھے امید کامل ہے کہ ان شاء اللہ ایک نہ ایک دن ضرور ہم ایک غول کی بجائے ایک متحدہ قوم بن جائیں گے جس میں نہ کوئی سنی ہوگا، نہ کوئی شیعہ ہوگا، نہ کوئی اہل حدیث ہوگا، نہ دیوبندی ہوگا، نہ کوئی بریلوی ہوگا اور نہ ہی دیگر مسالک ہوں گے۔ ہم صرف اور صرف رب العالمین اور رحمتہ للعالمین کے احکام پر عمل کرنے والے ہوں گے ان شاء اللہ۔ پھر کوئی بھی لٹھ بردار ہمیں بھیڑ بکریوں کی طرح ہانک نہ سکے گا۔

اب ملاحظہ فرمائیں لائٹ سٹائلز اور موازنہ بھی فرمائیں۔ ایک ایسا ملک جس میں نایاب ہیروں کی دوسو اقسام پائی جاتی ہوں اور یہ دولت تمام قرضہ کئی بار اتارنے کے لیے کافی ہو اور ملک قرضے میں جکڑا ہوا ہو اور مزید قرضے کے لیے بھیک مانگ رہا ہو اور خود تسلیم بھی کر رہا ہو کہ ہم فقیر ہیں اور ہمارے پاس اور کوئی راستہ نہیں ہے سوائے دوسرے ملکوں کی بلیک میلنگ برداشت کرنے، اپنی ہی عوام کا خون چوسنے کے پھر وہ ملک جس کے حکمران، وزیر، مشیر، بیوروکریٹس، تاجر، بڑے گھروں، بڑے دفتروں میں رہتے ہیں۔ وہ ملک وہ معاشرہ زوال پذیر ہوگا جبکہ پورا عالم اسلام بڑے گھروں کے خبط میں مبتلا ہے۔ اس وقت دنیا کا سب سے بڑا محل برونائی کے سلطان کے پاس ہے۔ عرب دنیا میں سینکڑوں محلات ہیں جن میں سونا اور چاندی کا بے دریغ استعمال کیا گیا ہے۔ اسلامی دنیا اس وقت قیمتی اور مہنگی ترین گاڑیوں کی سب سے بڑی مارکیٹ ہے۔

اب ملک عزیز کی طرف آجاؤ اور دیکھو ایوانِ صدر، وزیراعظم ہاؤس، گورنر ہاؤس، کور کمانڈر ہاؤس، آئی جی ہاؤس وغیرہ وغیرہ۔

وزیراعظم ہاؤس کا رقبہ قائداعظم یونیورسٹی کے مجموعی رقبہ سے چار گنا زیادہ ہے۔ لاہور کا گورنر ہاؤس پنجاب یونیورسٹی سے بڑا ہے جبکہ ایوانِ صدر کا سالانہ خرچ پاکستان کی تمام یونیورسٹیوں کے مجموعی بجٹ سے زیادہ ہے۔

ہمارے حکمرانوں کے دفاتر، ان کی شان و شوکت کیا کسی فرعونیت سے کم ہے۔ کیا یہ سب کچھ ہونے کے

Scanned with CamScanner

باوجود اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہوگا۔نہیں، ہرگز نہیں کیونکہ.....

غربت جب انقلاب پیدا نہ کرے تو پھر مجرم پیدا کرتی ہے۔

اس کے برعکس دنیا کی ترقی یافتہ قوموں کا لائف سٹائل ملاحظہ فرمائیں:

بل گیٹس دنیا کا امیر ترین شخص ہے۔دنیا میں صرف 18 ممالک ایسے ہیں جو دولت میں بل گیٹس سے امیر ہیں جبکہ باقی 192 ممالک اس سے کہیں غریب ہیں لیکن یہ شخص اپنی گاڑی خود ڈرائیو کرتا ہے۔

اپنے برتن خود دھوتا ہے۔

وہ سال میں صرف دو مرتبہ ٹائی لگاتا ہے۔

اس کا دفتر مائیکروسافٹ کے کلرکوں سے بڑا نہیں ہے۔

وارن بفٹ دنیا کا دوسرا امیر ترین شخص ہے۔

اس کے پاس 50 برس پرانا اور چھوٹا گھر ہے اور 1980ء ماڈل گاڑی استعمال کرتا ہے اور روزانہ کوکا کولا کے ڈبے سٹور پر سپلائی کرتا ہے۔

برطانیہ کے وزیراعظم کے پاس صرف دو بیڈروم کا گھر ہے۔

جرمنی کی چانسلر کو ایک بیڈروم اور ایک چھوٹا سا ڈرائنگ روم سرکاری طور پر ملا ہوا ہے۔

اسرائیل کا وزیراعظم دنیا کے سب سے چھوٹے گھر میں رہ رہا ہے۔کبھی کبھی بل نہ برداشت کرنے پر اس کی بجلی بھی کٹ جاتی ہے۔

بل کلنٹن کو لیونسکی کیس کے دوران کورٹ فیس ادا کرنے کے لیے دوستوں سے ادھار لینا پڑا۔

وائٹ ہاؤس کے صرف دو کمرے صدر کے استعمال میں ہیں۔

اوول آفس میں صرف چند کرسیوں کی گنجائش ہے۔

جاپان کے وزیراعظم کو شام 4 بجے کے بعد سرکاری گاڑی کی سہولت حاصل نہیں ہے۔

اب آپ خود موازنہ کرلیں کہ یہ چھوٹے گھروں والے حکمران ہم جیسے بڑے گھروں والے حکمرانوں پر حکمرانی کررہے ہیں۔یہ ممالک آگے بڑھ رہے ہیں اور ہمارے حکمرانوں کے ہاتھ میں کشکول ہے اور پوری قوم کو انہوں نے فقیر قرار دے دیا ہوا ہے۔

اب مزید ملاحظہ فرمائیں اور سر بھی دُھنیں:

(1) کمشنر سرگودھا کی رہائش گاہ 104 کنال پر محیط ہے۔یہ پاکستان کے کسی سرکاری ملازم کی سب سے

Scanned with CamScanner

بڑی رہائش گاہ ہے۔اس کی نگہداشت کے لیے 33 ملازم ہیں۔

(2) ڈی پی او ساہیوال کی رہائش گاہ جس کا رقبہ 98 کنال ہے۔

(3) ڈی سی او میانوالی کی کوٹھی 95 کنال پر محیط ہے۔

(4) ڈی سی او فیصل آباد کی رہائش گاہ 92 کنال پر محیط ہے۔

(5) پنجاب پولیس کے سات ڈی آئی جیز اور 32 ایس ایس پیز کی رہائش گاہیں 860 کنال پر محیط ہیں۔

(6) ڈی آئی جی گوجرانوالہ 70 کنال پر قیام فرماتے ہیں۔

(7) ڈی آئی جی سرگودھا 40 کنال پر قیام فرماتے ہیں۔

(8) ڈی آئی جی راولپنڈی 20 کنال۔

(9) ڈی آئی جی فیصل آباد 20 کنال۔

(10) ڈی آئی جی ڈیرہ غازی خان 20 کنال۔

(11) ڈی آئی جی ملتان 18 کنال۔

(12) ڈی آئی جی لاہور 15 کنال۔

مندرجہ بالا آفیسرز ان محلات میں رہتے ہیں۔

(13) SSP میانوالی 70 کنال۔

(14) SSP قصور 20 کنال۔

(15) SSP شیخوپورہ 32 کنال۔

(16) SSP گوجرانوالہ 25 کنال۔

(17) SSP گجرات 8 کنال۔

(18) SSP حافظ آباد 10 کنال۔

(19) SSP سیالکوٹ 9 کنال۔

(20) SSP جھنگ 18 کنال۔

(21) SSP ٹوبہ ٹیک سنگھ 5 کنال۔

(22) SSP ملتان 13 کنال۔

(23) SSP وہاڑی 20 کنال۔

Scanned with CamScanner

(24) SSP خانیوال 15 کنال۔

(25) SSP پاک پتن 14 کنال۔

(26) SSP بہاول پور 15 کنال۔

(27) SSP بہاولنگر 32 کنال۔

(28) SSP رحیم یار خان 22 کنال۔

(29) SSP لیہ 6 کنال۔

(30) SSP راولپنڈی 5 کنال۔

(31) SSP چکوال 10 کنال۔

(32) SSP جہلم 6 کنال۔

(33) SSP اٹک 29 کنال۔

(34) SSP خوشاب 6 کنال۔

(35) SSP بھکر 8 کنال۔

(36) SSP راجن پور 37 کنال۔

(37) SSP نارووال 10 کنال۔

مندرجہ بالا پولیس ملازمین کی سرکاری رہائش گاہیں کتنی بڑی ہیں، یہ اب آپ خود موازنہ کریں۔

پولیس کے ان سرکاری محلات اور رقبہ کی حفاظت، مرمت، تزئین و آرائش پر ہر سال ایک ارب روپے سے زیادہ خرچ ہوتا ہے جو لاہور کے تین بڑے ہسپتالوں کے سالانہ بجٹ کے برابر ہے۔ ان رہائش گاہوں پر ملازمین کی ایک فوج ظفر موج موجود ہے۔ صرف ان کے لانوں پر 20 کروڑ روپے سالانہ خرچ ہوتے ہیں۔ یہ تمام رہائش گاہیں پرائم لوکیشن پر ہیں اور نہایت ہی قیمتی ہیں۔ صرف ان رہائش گاہوں کی وجہ سے پبلک کا پیسہ ضائع ہو رہا ہے بلکہ ملک کے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ ایک ارب روپے ہر سال اللے تللوں میں ضائع کر دیے جاتے ہیں جبکہ قوم کو بھکاری قرار دے دیا گیا ہے۔ کیا پاکستان ان گورنمنٹ ملازمین کی باندی ہے؟ کیا پبلک سرونٹس ایسے ہوتے ہیں؟

دنیا کے پبلک سرونٹس دیکھیں اور موازنہ کریں، غول کیا ہوتا ہے اور قوم کیا ہوتی ہے:

(1) 10 ڈاؤننگ سٹریٹ (وزیراعظم برطانیہ کی رہائش گاہ) سے لے کر چیف کمشنر و ڈپٹی وزیراعظم و ڈپٹی

Scanned with CamScanner

سیکرٹری و دیگر بڑے بڑے افسران دو اور تین کمروں کے فلیٹس میں قیام پذیر نظر آئیں گے اور کوئی ملازم بھی نہیں ہوتا۔ وہ اپنا تمام کام خود ہی سرانجام دیتے نظر آئیں گے۔

آؤ اب امریکہ چلتے ہیں جہاں کا وائٹ ہاؤس (صدر امریکہ کی سرکاری رہائش گاہ) پنجاب کے گورنر ہاؤس سے چھوٹی ہے۔

جاپان میں وزیراعظم ہاؤس سرے سے ہی نہیں ہے۔

دیگر سرکاری ملازم، تمام بیوروکریٹ، اعلیٰ افسران پورے یورپ میں آپ کو یہ لوگ عام بستیوں کے عام فلیٹوں میں عام شہریوں کی طرح قیام پذیر نظر آئیں گے جبکہ ملک عزیز میں آپ کو ضلع بہ ضلع قوم کے یہ نوکر (خادم) بڑے بڑے محلات میں فروکش ملیں گے۔ ٹیکسوں پر پلنے والے یہ لوگ ملک کی ترقی میں کیا کردار ادا کر رہے ہیں، اس کا موازنہ آپ خود کریں۔ جب تک ایک قوم نہیں بنیں گے اسی طرح ہانکے جائیں گے۔ کشکول اب حکمرانوں کے ہاتھوں میں ہے۔ پھر عوام کے ہاتھوں میں ہوگا۔ اللہ کے واسطے ابھی بھی وقت ہے، جاگ جائیں۔ آپ کے ساتھ ساتھ ملک کا بھی بھلا ہوگا اور انجمن ستائش باہمی سے چھٹکارا بھی ملے گا۔ ان شاء اللہ ملک بھی ترقی کی طرف گامزن ہوگا۔ بقول شاعر:

زلزلے سیلاب آئے
اب کون سا عذاب آئے
جاہلوں کی بستی میں
کیسے انقلاب آئے

یہ نام نہاد سیاسی لٹیرے عوام کو اور اپنے آپ کو کیسا اور کتنا عظیم خیال کرتے ہیں ذرا ملاحظہ فرمائیں اور شرماتے جائیں اور اگر پھر بھی ان کو ووٹ دیں تو آپ بھی اسی قبیل سے ہیں اور مادرِ وطن کا اللہ حافظ!

(1) جام شورو میں میڈیکل کالج کا نام بلاول بھٹو زرداری میڈیکل کالج رکھ دیا گیا ہے۔

(2) زمیندار نواب شاہ نے پرانے وقتوں میں 1200 ایکڑ اراضی اس شہر کے لیے دی تھی، تب جا کر برٹش انڈیا گورنمنٹ نے اس شہر کا نام نواب شاہ رکھا تھا۔

(3) زرداری نے ایک مرلہ زمین دیے بغیر اس شہر کا نام بدل کر بے نظیر آباد رکھ دیا۔

(4) نواب شاہ کے کیڈٹ کالج کا نام بختاور بھٹو کیڈٹ کالج رکھ دیا گیا ہے۔

(5) نواب شاہ میں یونیورسٹی کا نام بے نظیر بھٹو شہید یونیورسٹی رکھ دیا گیا ہے۔

Scanned with CamScanner

(6) نواب شاہ میں ہی ایک سکول کا نام بے نظیر بھٹو سکول رکھ دیا گیا ہے۔ اس کا افتتاح بختاور بھٹو زرداری نے کیا تھا۔

(7) اپر دیر میں ایک شہید بے نظیر بھٹو یونیورسٹی قائم کی گئی ہے۔

(8) پشاور میں بھی شہید بے نظیر بھٹو یمن یونیورسٹی قائم کی گئی ہے۔

(9) لاڑکانہ میں بھی شہید بے نظیر بھٹو یونیورسٹی قائم کی گئی ہے۔

(10) لاڑکانہ میں ہی شہید بے نظیر بھٹو گرلز کالج قائم کیا گیا ہے۔

(11) کراچی میں ہی شہید بے نظیر بھٹو ڈگری کالج قائم کیا گیا ہے۔

(12) کراچی میں شہید بے نظیر بھٹو ویٹرنری اینڈ اینمل سائنسز کی یونیورسٹی قائم کی گئی ہے۔

(13) کراچی میں شہید بے نظیر بھٹو یونیورسٹی قائم کی گئی۔

(14) کراچی میں ہی شہید بے نظیر بھٹو دیوان یونیورسٹی قائم کی گئی۔

(15) راولپنڈی جنرل ہسپتال کا نام بدل کر شہید بے نظیر بھٹو ہسپتال رکھ دیا گیا ہے۔

(16) لیاری میں بھی شہید بے نظیر بھٹو میڈیکل کالج قائم کیا گیا ہے۔

(17) کراچی میں قائم اے این ایف ہسپتال کو اب بے نظیر بھٹو شہید اے این ایف ہسپتال کہا جاتا ہے۔

بے شک بے نظیر بھٹو شہید ہیں اور قابل احترام بھی ہیں مگر کیا پاکستان میں وہ واحد شہید ہیں اور واحد قابل احترام ہیں؟ اب آپ حساب خود لگائیں کہ اس ملک میں محمد علی جناح، اقبال اور مادرِ ملت کے نام پر کتنے ادارے ہیں؟ بقول شاعر:

نہیں اٹھتا بغاوت کو تو مر جاؤں کہیں جا کر
یہ سہنا روز کی ذلت، یہ جینا روز گھبرا کر
جو بزدل رہ کر زندہ ہوں، مقدر ان کا سوتا ہے
ہم اس کے مستحق ہیں، جو ہمارے ساتھ ہوتا ہے

PIA کا سالانہ نقصان 45 ارب روپے ہے۔

PIA کا روزانہ کا نقصان 13 کروڑ روپے ہے۔

PIA کے اثاثہ جات ڈیڑھ سو ارب روپے ہیں۔

PIA پر قرض 480 ارب روپے ہے۔

Scanned with CamScanner

PIA سالانہ 3 لاکھ مفت ٹکٹ بانٹتا ہے جس کی وجہ سے PIA کو 5 ارب روپے سالانہ نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے جبکہ بنگلہ دیش کی ایئر لائن کو سالانہ ایک سو پچاس کروڑ ٹکہ منافع ہوتا ہے۔

پاکستان ریلوے کا سالانہ نقصان 41 ارب روپے ہے جبکہ روزانہ کا نقصان 11 کروڑ روپے ہے۔

انڈین ریلوے سالانہ سات ہزار چھ سو کروڑ انڈین روپے منافع کماتی ہے۔

پاکستان سٹیل ملز کا سالانہ نقصان 1180 ارب روپے ہے۔

وزیراعظم کے غیر ملکی دوروں پر یومیہ 55 لاکھ روپے خرچ ہوتا ہے۔

بجلی کے شعبے (Wapda) کا کل نقصان 922 ارب روپے ہے۔

ایوان صدر کا روزانہ خرچ 22 لاکھ روپے ہے۔

کابینہ ڈویژن کا یومیہ خرچ ڈیڑھ کروڑ روپے ہے جبکہ ہر پاکستانی کی اوسط انکم صرف تین سو روپے یومیہ ہے۔

پاکستان کے قومی اداروں کی حالت زار، ان میں لوٹ کھسوٹ، اقربا پروری، رشوت لے کر بھرتیاں کرنا، سیاسی ڈاکوؤں کے کہنے پر اور بلیک میل کرنے پر دھونس جمانے، ناجائز اور بے ضرورت تقرریاں کرنے کی وجہ سے ان اداروں کا جو حال ہے، میرا قلم قاصر ہے۔ بس عوام یہ جان لیں کہ ہم انٹرنیشنل بے غیرت ڈاکوؤں کے چنگل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اگر کوئی قومی غیرت والا لیڈر آیا تھا تو ہم نے دنیا کے بڑے بدمعاشوں کی خوشنودی حاصل کرنے اور اپنے جرائم چھپانے اور بریت حاصل کرنے کے لیے بین الاقوامی لٹیروں کے حوالے کر دیا۔ بجٹ نے عوام کا سانس لینا بھی دوبھر کر دیا ہے اور کیوں نہ ہو، لاٹھی والا تو غول کو ہانک کر باڑے میں لے جاتا ہے لیکن متحدہ قوم کو نہیں لے جا سکتا۔

بجلی آپ کے پاس نہیں ہے۔ جو کچھ ہے تو دنیا کی مہنگی ترین ہے۔ ڈیزل، پٹرول کا حال احوال اور ریٹ آپ کے سامنے ہیں۔ مہنگائی کا ہمالیہ آپ کے سر پر سوار ہے۔ بقول شاعرہ فہمیدہ مقبول:

بجٹ کا تقاضا ہے کم کھائیے
اگر بھوک زیادہ ہو تو غم کھائیے
کسی کو بھی گھر اپنے آنے نہ دیں
مگر جتنا ہو سب کے گھر جائیے
اگر دال روٹی بھی نہ مل سکے
تو جتنا بھی ہو صبر فرمائیے

Scanned with CamScanner

بھلے لاکھ بھوکے پیاسے رہیں
ذرا بھی نہ جینے پر پچھتائیے
چلیں تو کرایہ بھی بچ جائے گا
کہ جتنا بھی پیدل چلے جائیے
بجٹ کے لیے خود نہ سوچا کریں
بجٹ میں زمانے کو الجھائیے
جہاں پر گئے کافی دن ہو گئے
وہاں پر ابھی آپ ہو آئیے
جو ہفتوں سے کھایا نہ ہو آپ نے
وہی آپ اب اُن سے پکوائیے
جہاں بیٹھنے کا سہارا ملے
وہیں آپ تشریف فرمائیے
جو چاہے بدلنا بجٹ کو کبھی
اُسے آپ سولی پر چڑھوائیے

کیا ہم دھمالی غول ہیں؟ میرا یہ سوال بہت اہم ہے کیونکہ بے نظیر کی حکومت جب بھی بنی اور گری بھنگڑے ڈالے گئے۔ نواز شریف کی حکومت جتنی بار بھی بنی یا گری بھنگڑے ڈالے گئے۔ 1999ء میں فوجی حکومت آئی، بھنگڑے ڈالے گئے۔

2008ء میں مشرف صدارت سے گرے، بھنگڑے ڈالے گئے۔
2013ء میں پیپلز پارٹی الیکشن میں گری، بھنگڑے ڈالے گئے۔
2017ء میں جے آئی ٹی بنی، بھنگڑے ڈالے گئے۔
نواز حکومت گئی، شاہد خاقان عباسی آئے تو بھنگڑے ڈالے گئے۔
وزیراعظم کے جہاز میں ایک مجرم کو فرار کرایا گیا تو بھنگڑے ڈالے گئے۔
عمران خان وزیراعظم بنے تو بھنگڑے ڈالے گئے۔

جب عمران خان کی حکومت امریکہ اور مقامی طاقت ور لوگوں کی مدد سے گرائی گئی تو قوم نے بھنگڑے نہیں ڈالے کیونکہ لوگ غول سے قوم بن چکے تھے۔ یہ بھنگڑے ڈالنے والے جن کا نہ کوئی نظریہ ہے اور نہ ہی کوئی منشور

Scanned with CamScanner

ہے،ان کا ایمان صرف بریانی، قیمے والے نان اور قورمہ ہے۔

اور یہ دھمالی غول لٹیرے حکمران کب تک ایک قوم پر مسلط رہیں گے اور حیران کن سچائی یہ ہے کہ ہر لٹیرے حکمران نے یہ ہی کہا کہ قوم ہمارے ساتھ ہے۔ وہ ایک خاص غول کو قوم قرار دے رہے ہیں لیکن یہ نہیں جانتے کہ یہ ہی نام نہاد غول جس کو وہ قوم قرار دے رہے ہیں وہ اگلا بھنگڑا ڈالنے کے لیے بے قرار کھڑی ہے کیونکہ ان کے پاس بلکہ ہر کسی کے پاس نہ کوئی گلیمر ہے نہ موسیقی ہے نہ رقص ہے، تہوار نہیں، کھیل نہیں، میچز نہیں، لیبارٹریز نہیں، تحقیق نہیں، کتب نہیں، لکھاری نہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ قومی اسمبلی سطح پر گولز ہیں جن کو پانے کے لیے کوئی سمت اور روڈ میپ نہیں۔ ہمارے پاس صرف جھوٹی سیاست ہے۔ ہمارے پاس دنیا کا عظیم ترین سچا مذہب ہے مگر ہم اس پر عمل نہیں کرتے۔ مذہب ہم نے دوسرے کو کافر قرار دینے کے لیے استعمال کرنا ہے۔ ظاہری طور پر ہم مسلمان ہیں، باطن نہ جانے کہاں جا کر ملتا ہے۔ قرآن پاک ہم نے چومنے کے لیے رکھا ہوا ہے۔ ترجمے کے ساتھ پڑھ کر ہدایت پانے کے لیے نہیں رکھا۔ شادی بیاہ پر ہندوؤں کی تمام رسمیں ادا کرنے اور انڈین گانوں پر ڈانس کرنے کے بعد دلہن کو روانہ کرتے سمے اس کے سر پر قرآن کا سایہ فگن ہونا ضروری خیال کرتے ہیں۔ سیاسی مولویوں کو روز آپ ٹی وی پر دیکھتے ہیں۔ ان کی چال ڈھال، حلیہ اور باڈی ٹاک اعمال لالچ ارب پتی ہو کر بھی بھوک نہیں جاتی۔ ان کا پیٹ صرف قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے۔

اگر آپ کہیں بھی گدھ کے اوپر کتے کو سوار دیکھیں، کتے کے اوپر بلی کو سوار دیکھیں اور بلی کے اوپر مرغے کو سوار دیکھیں تو جارج آرویل کہتا ہے کہ یہ کسی طاقتور کے پالتو ہیں اور آج کل ملک عزیز میں یہ سین اکثر نظر آ جاتا ہے۔

ہائے میں کیا کروں، میری ماں، میرا مادر وطن، میری دھرتی لہولہان ہے، دشمنوں کے نرغے میں ہے، چوروں، ڈاکوؤں، لٹیروں کے بسیرے میں ہے۔ یا اللہ پاک میری دھرتی کے محافظوں کو فہم و فراست، ہمت اور عظمت عطا فرما کہ وہ اس پاک وطن کی حفاظت نہ صرف بیرونی دشمن بلکہ اندرونی دشمن سے بھی کر سکیں۔ آمین۔ اپنے عوام کے لیے آرام و سکون، روزی اور خاص طور پر یہ مصنوعی مہنگائی کو ختم کر کے عوامی سہولیات بحال کروا سکیں۔ آمین ثم آمین

ہمارے جو نام نہاد سیاست دان ہیں وہ تمام دکاندار ہیں۔ چینی، پولٹری، آٹا، لوہا اور دیگر تمام انسانی ضرورت کی اشیاء صرف ان کے کنٹرول میں ہیں اور یہ خاندان پاکستان کی تمام مصنوعات کے اجارہ دار ہیں۔ یہ جب چاہیں مارکیٹ سے چینی، گھی، آٹا، گندم اور دیگر ہر قسم کی مصنوعات غائب کر کے مصنوعی مہنگائی پیدا کر دیتے ہیں۔ ریٹ آسمان سے باتیں کرنے لگتے ہیں۔ کاروباری بھی یہ خود ہیں، حکومت بھی یہ خود ہیں، سیاست دان بھی یہ ہی ہیں۔ ان کے بعد اور ان کی زندگی میں بھی ان کے شہزادے شہزادیاں آپ پر حکومت کریں گے اور کر رہے ہیں۔ اب

Scanned with CamScanner

یہ ان کی میراث ہے۔ کیا آپ نے کبھی غور کیا۔ سیاست دان کی بیٹی، بیٹا، داماد بھی سیاست دان اور حکمران ہے۔

حکمرانوں کی نرسری اور مزید تیار ہو رہی ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ انقلاب آنے تک ان کا کوڑا ہو گا اور آپ کی کمر ہو گی۔ بیوروکریٹ کا بیٹا، بیٹی، داماد بھی بیوروکریٹ ہو گا۔ ڈاکٹرز کے بچے بھی ڈاکٹرز ہیں اور آئندہ ہوں گے۔ ایک اور ایسا سیٹ اپ متعارف کرا دیا گیا ہے جس کے تحت خود کار نظام چلتا ہے اور شہزادے، شہزادیاں اپنے آپ ٹیلنٹ کو کچلتے ہوئے گلیمر، حکومت اور ماں باپ بھائی کے اختیارات کی وجہ سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے آئندہ کی ایلیٹ کلاس بن کر آپ کو بائی پاس کر چکے ہیں اور آئندہ بھی زور وشور سے یہ سب ہوتا رہے گا۔ ہماری بدقسمتی، ہمارے ملک کی بدقسمتی ایک نئی کلاس بھی خفیہ خفیہ ہمارے معاشرے میں داخل ہو چکی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

علاقہ ٹبی نزد شاہی قلعہ لاہور، لاہور کا مشہور ترین تھانہ ہے اور بازار حسن اس کا علاقہ ہے مگر اب بازار حسن وہاں لاہور کی پوش آبادیوں میں مدغم ہو چکا ہے۔ صرف آثار اور عمارات کوٹھے باقی ہیں جن کی ایک الگ کہانی ہے۔ آج کل وہاں ڈھابے کھابے کھلے ہوئے ہیں اور لوگ ان تاریخی کوٹھوں میں قید اور پھر بکتی ہوئی ناچتی ہوئی بلبلوں، کوئلوں، میناؤں اور کبوتریوں کی جھنکاریں گیتوں کے الاپ، گھنگھرو کی جھنکار اور آہیں تصور میں سننے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کی تفصیل اور مختلف حادثاتی کہانیاں آپ میری آئندہ کی تصنیف ''حسینائیں'' میں ملاحظہ فرمائیں۔ اس وقت میرا عنوان کچھ اور ہے۔

جب یہ کوٹھے اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ کام کر رہے تھے تو مشہور ترین فلم ایکٹریسز یہاں سے ہی سپلائی کی جاتی تھیں یا انٹروڈیوس (Introduce) کی جاتی تھیں کیونکہ یہ تو بازار حسن ہے اور دنیا کا قدیم ترین بزنس بھی ہے۔ یہاں ادائیں بکتی ہیں، حسن کی چکا چوند سے بڑے بڑے حکمران، بیوروکریٹ، دیگر بڑی توپ قسم کی شخصیات فنا ہو جاتی تھیں اور ہوتی ہیں۔ ان کنجروں کی اولاد جو کہ ان توپ قسم کے جگادری لوگوں کے نطفے سے ہوتی رہی، ان میں سے جو بچے لاہور کی ماڈرن آبادیوں میں قیام پذیر اور اعلیٰ تعلیم یافتہ بھی ہوئے وہ ڈاکٹر، انجینئرز، سول سرونٹ اور دیگر شعبہ جات میں بہت کامیاب رہے۔ بس کبھی کبھار وہ اپنے DNA (Maternal) پر واپس ضرور جاتے پھر ان کی گفتگو، باڈی ٹاک اور ان کا اترانا قابل دید اور قابل عبرت بھی ہوتا ہے۔ یہ کنجر کون لوگ ہیں، ان کو کنجر کیوں کہا جاتا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

کنجر ایک بدنام لفظ ہے بلکہ گالی ہے۔ ہماری سوسائٹی ایسا سمجھتی ہے ہم ناچنے گانے والے کو بغیر سوچے سمجھے کنجر کہہ دیتے ہیں بلکہ گالی کے طور پر بھی اکثر استعمال کر لیتے ہیں۔ کسی کی بے عزتی کرنی ہو تو اسے کنجر کہہ دیتے ہیں۔ جبکہ کنجر کا اصل مطلب خانہ بدوش ہے یعنی کہ "Gypsy" اور اصل میں یہ ایک قوم ہے جو مستقل ٹھکانہ بنا کر قیام نہیں کرتی تھی بلکہ شہر بہ شہر، گاؤں بہ گاؤں سفر میں ہی رہتی تھی۔ میر تقی میر کا ایک شعر ہے، آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

Scanned with CamScanner

میر جی اس طرح سے آتے ہیں
جیسے کنجر کہیں کو جاتے ہیں

کیا میرؔ نے اپنے آپ کی بے عزتی کی، نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے۔ جب جوش ملیح آبادی سے اس شعر کا مطلب لاہور میں پوچھا گیا تو وہ مسکرائے اور بولے یہ آپ کے پنجاب والا کنجر نہیں ہے بلکہ گنگا جمنا کے آر پار کنجر خانہ بدوش کو کہتے ہیں مگر سوال یہ ہے کہ ہمارے ہاں جسم فروشی کرنے اور کروانے والوں کو کنجر کیوں کہا جاتا ہے۔

صدیوں پہلے کچھ خانہ بدوش مسلمان ہو گئے تھے۔ اس زمانے میں کنیزوں اور لونڈیوں کی خرید و فروخت عام تھی اور یہ خانہ بدوش لوگ تجارت کرتے تھے پھر آہستہ آہستہ یہ لوگ جسم فروشی کی طرف مائل ہو گئے اور لفظ کنجر ان کے ساتھ جڑا ہوا تو پہلے ہی سے تھا، لوگ ان کو عورتیں فروخت کرتے یا جسم فروشی کرتے پیشے میں دیکھتے تو انہوں نے کنجر کا مطلب جسم فروش جان لیا جو آج تک یہ ہی مفہوم لیے ہوئے ہے حالانکہ کنجر کا مطلب خانہ بدوش ہی ہے۔ اسی طرح عربی میں کنجر کے معنی خانہ بدوش کے ہیں، اردو لغت میں کنجر کم تر ذات کے فرد کو کہتے ہیں جو جنگلی جانوروں کا شکار کرتا ہے۔ ''خانہ بدوش'' ہے اور چھابیاں، سرکیاں بنا کر فروخت کرتا ہے۔

یہ تو تھی گنگا جمنا کی وادی سے کنجر کی پہچان و معنی اور مختصر تاریخ، اب لاہور میں کنجروں کا قیام و کام، عادات واطوار اور تاریخ کی دلچسپ معلومات۔ آپ نے اکثر سنا ہوگا یا پڑھا ہوگا اکثر کہا جاتا ہے کہ فلاں جسم فروشی کروانے والا ہماری برابری نہیں کر سکتا یا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

''ہم تو حسب نسب کے لحاظ سے خاندانی کنجر ہیں۔''

لاہور میں پرانے وقتوں میں ''میاں بڈھا کنجروں کا رہنما تھا جو کے بعد میں ساہوکار ہیرا چند کے نام سے مشہور ہوا۔ اس نے بازار شیخوپوریاں، ہیرا منڈی چوک و علاقہ نوگزے پیر وحیدری سٹریٹ، کوچہ سبز پیر ووفورٹ روڈ (آج کا فوڈ سٹریٹ) اُچا چیت رام روڈ، نیواں چیت رام روڈ، مین بازار (شاہی محلّہ) اور دیگر گلیوں میں کنجروں کی منڈی لگائی اور اسی بڈھا کنجر نے نئی نئی اختراعات ایجاد کیں مثلاً ہیرا منڈی میں گانے بجانے والے کمرے کو کوٹھا کہا جاتا ہے۔ کوٹھے کو چلانے والی نائکہ کہلاتی ہے۔ اس کا مددگار میراثی یا منشی کہلواتا ہے۔

تماش بین (گاہک) کو ججماں کہا جاتا ہے۔

شاہ خرچ گاہک کو لاڑا کہا جاتا ہے۔

کنجوس گاہک کو لینجھ کہا جاتا ہے۔

لاڑے کی کوٹھے پر آمد پر نائیکہ اس کو سات سلام کرتی ہے۔

کنجوس گاہک یعنی لینجھ کی آمد پر بیٹھے بیٹھے ہی سلام کا جواب دے دیتی ہے۔

Scanned with CamScanner

دلال یعنی کے (دلے) کی اقسام:

نشہ وجوا اور بدمعاشی کرنے والے دَلے کو بدمعاش کہا جاتا ہے اور جس دلے میں مندرجہ بالا عیوب نہ ہوں اس کو شریف اور عزت دار سمجھا جاتا ہے کیونکہ ایسا دَلا گاہک کے تعاقب میں نہیں جاتا بلکہ گاہک خود عزت دار دلے کے پیچھے آتا ہے۔ ہیرا منڈی میں کنجروں کی لڑکی اور میراثی کے لڑکے کی عزت ہوتی ہے کیونکہ یہ دونوں کمائی کا ذریعہ ہیں جبکہ کوٹھے کی پہچان بیٹی ہوتی ہے۔

کسی گویے ''خان صاحب'' اور عطائی گویے کو ماسٹر کہا جاتا ہے۔ جس کنجر کے گھر لڑکے ہی لڑکے پیدا ہوتے رہتے ہوں وہ ''سان'' کہلاتے (Male Stud) جیسے کبھی افزائش نسل کے لیے دیہاتوں میں سرکاری سانڈ رکھے جاتے تھے۔ سان جو کہ حکیم اللہ دتہ قصوری کی دکان پر بیٹھا رہتا تھا، صرف دعوت ملنے پر ہی جس کنجر کے گھر رات گزارتا تھا وہاں لڑکی ہی پیدا ہوتی۔ لاہور کی ہیرا منڈی کی ابتدائی تاریخ میں دو ناموں کا ذکر بار بار آتا ہے۔

(1) بلاقی شاہ: ہیرا منڈی میں بہت اثر رسوخ رکھتا تھا۔ جو رئیس زادہ بھی ہیرا منڈی میں آتا وہ بلاقی شاہ کا مقروض ہو کر پھر اسی کا دم بھرتا تھا۔ نت نئے طریقہ واردات بلاقی شاہ خود ایجاد کرتا اور نئے نئے شوقین تماش بین اس کے جال میں بٹیروں کی طرح پھنستے چلے جاتے۔

(2) ہیرا منڈی کا بہت ہی اہم کردار بلکہ ہیرو سیٹھ چمریا تھا جس کا انتظار ہیرا منڈی میں بہت ہی شدت سے کیا جاتا تھا کیونکہ نتھ اتروائی کے لیے سیٹھ لال چمریا پورے ہندوستان میں مشہور تھا۔ وہ جس بھی شہر کے بڑے سے بڑے چکلے میں چلا جاتا تھا، اس کا استقبال بہت ہی طمطراق سے کیا جاتا۔ سیٹھ لال چمریا دولت کا بستر بچھاتا، رات گزارتا اور نتھ اتارتا، صبح نتھ جیب میں ڈالتا اور چلا جاتا۔ پورے ہندوستان میں مشہور تھا کہ سیٹھ لال چمریا کے پاس نتھوں سے بھرا ہوا صندوق ہے۔

تھیٹر کی ابتدائی تاریخ کے لحاظ سے اس میں کام کرنے والی لڑکیاں کنجریاں ہوتی تھیں جو کہ کلکتہ اور رنگون (برما) تک ہیرا منڈی سے سپلائی ہوتی تھیں جبکہ پندرہ بیس ناچنے گانے والیاں گروپ بنا کر فلموں میں کام کے لیے کلکتہ اور رنگون تک جاتی تھیں۔ موجودہ ٹبی تھانہ کے قریب گیتی تھیٹر (ترنم سینما) پر پروموٹر لڑکیوں کے گروپ کو اکٹھا کر کے پنجاب میل ٹرین میں سفر کرتے ہوئے لاہور سے کلکتہ پہنچتا۔ اس گروپ میں جو لڑکیاں شامل ہوتیں ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

نور جہاں، رشیدہ، ممتاز، سردار اختر اور بہار اختر۔ رشیدہ فلمساز سیٹھ کرنانی کو پسند آ گئی تو اس کی رکھیل بن کر پشپا رانی کہلوانے لگی۔

جب کلکتہ میں پنجابی فلمیں پسند کی جانے لگیں تو پارسی سیٹھ اپنا اپنا فلمی یونٹ لے کر لاہور آ گئے۔ لاہور میں

Scanned with CamScanner

دھڑا دھڑ پنجابی فلمیں بننے لگیں۔ بمبئی ٹاکیز کی پہلی بولتی فلم ''عالم آرا'' آئی تو لاہور ہیرا منڈی سے کنجریاں بمبئی جا پہنچیں۔ ان میں ثریا کی نانی گوجرانوالہ کی پری چہرہ نسیم کی ماں شمشاد بھی شامل تھی۔ جب ہیرا منڈی ترقی کرتی ہوئی زور پکڑنے لگی تو شام ہوتے ہی لاہوری دروازے کے باہر نئے تانگوں کی لائن لگ جاتی جو تماش بینوں کو لے کر بھاٹی دروازے سے راوی روڈ کے راستے ٹکسالی دروازے تک جاتے۔ جب متحدہ پنجاب اسمبلی کا اجلاس شروع ہوتا تو ہیرا منڈی کی رونق بہت بڑھ جاتی۔ متحدہ ہندوستان کی مشہور ترین ہیرا منڈیاں کچھ اس طرح تھیں۔ بمبئی، کلکتہ، لکھنؤ، لاہور، ملتان، کہروڑ پکا، بہاول نگر، حیدر آباد، کراچی اور انڈیا کے دیگر شہر۔ کوٹھوں کو سنوارہ جاتا، کنجریاں بن سنور کر پارلیمنٹیرین کا انتظار کرتیں۔ شام ہوتے ہی لمبی لمبی کاریں ہیرا منڈی میں پارک ہوتیں۔ پھولوں والوں کو انعام واکرام سے نوازا جاتا۔ کنجر اثر ورسوخ والے کیسے ہوئے اور آج تک بھی ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

خضر حیات ٹوانہ وزیر اعظم متحدہ پنجاب ہیرا منڈی کا داماد بنا۔

ممتاز دولتانہ چیف منسٹر پنجاب نے ہیرا منڈی کی الماس بائی سے شادی کی۔

ممتاز دولتانہ کے جاگیردار باپ نے اپنی بہو کی چھوٹی بہن کو بطور رکھیل رکھ لیا اور یہ روایت پروان چڑھتی رہی اور آج تک بھی موجود ہے۔ کھر اور دیگر سیاست دانوں کا ریکارڈ عوام کے سامنے ہے۔ اگر میں گنوانے لگوں کہ کون کون سے مرد وخواتین حکومتی اداروں میں اہم مقام رکھتے ہیں اور وہ کن کن سیاست دان حکمرانوں کی اولاد ہیں تو ایک تہلکہ مچ جائے گا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ کنجروں نے خفیہ طور پر اپنا نام اور پہچان آئے بغیر اپنی اولاد کو بہت ٹاپ کلاس تعلیمی اداروں میں تعلیم دلوائی ہے۔ پھر ان کے سیاست دان باپوں نے اور حکمران باپوں نے ان کو اعلیٰ عہدے دلوائے ہیں یعنی کہ ان کے سیاہ کارناموں، عیاشیوں، بدمعاشیوں کا خمیازہ عوام بھگت رہے ہیں اور آئندہ بھی بھگتیں گے۔ عہدے عوام کے، دولت عوام کی، لوٹنے والے چند ڈاکو مختلف بھیس میں بگلا بھگت بنے ہوئے ملک میں عوام کا ایک جنگل، غولوں کے غول، کمی اگر ہے تو اس عوامی غول کی ایک قوم میں بدلنے کی پھر کوئی بدمعاش ولیرا، ڈاکو جس کے آباؤ اجداد بازار حسن میں پھول بیچا کرتے تھے، آپ کے ملک عزیز کو لوٹ نہ سکے گا کیونکہ قوم جب غیرت مند بن جائے پھر اس کے سامنے کنجری اور بدمعاش کا جوڑ بہت مضبوط سمجھا جاتا تھا کیونکہ بطور بازاری عورت اس کو تحفظ درکار ہوتا تھا۔ ہیرا منڈی میں سب کو علم ہوتا کہ کون سا بدمعاش کس کنجری کا یار ہے کیونکہ بدمعاش کا تانگہ اس کنجری کے کوٹھے کے سامنے کھڑا ہوتا تھا۔ ون یونٹ بنا تو ہیرا منڈی کی رونق اور بڑھ گئی۔ پنجاب یونیورسٹی اورنٹل کالج لاہور کے کالجوں میں بھی کلچر کے نام پر رقص موسیقی کے ورائٹی شو ہونے لگے۔

1962ء میں گورنر پنجاب نواب آف کالا باغ نے حکم جاری کر دیا کہ دھندا بالکل بند، گانا رات 10 بجے تک ہوگا اور ہر جگہ پولیس چوکیاں بنا دیں۔ اس طرح تھانہ ٹبی کی اہمیت بڑھ گئی اور لاہور کے تھانوں میں سب سے مہنگا

Scanned with CamScanner

تھانہ بن گیا جس کی بڑی بول لگتی۔

گورنمنٹ کی سخت پالیسی اور خوبصورت طوائفوں میں اعلیٰ تعلیم کا عام ہونا ان ناگنوں کو مجبور کر رہا تھا کہ نقل مکانی کر کے پوش آبادیوں میں بسیرا کیا جائے۔ پھر یہ الپ سرائیں نیا مزنگ، گل برگ و ماڈل ٹاؤن اور اب تو DHA و دیگر پوش آبادیوں میں بھی مکین ہیں۔ یحییٰ دور میں ان لوگوں پر بہت نرمی رہی کیونکہ آغا صاحب خود بھی سرفراز بلکہ سیراب ہوتے تھے۔ بھٹو دور میں بھی بے حد نرمی رہی۔ بھٹو کے گورنر پنجاب بھی بازار حسن کے داماد تھے اور بہ نفس نفیس اپنی محفل بمع اپنے نورتنوں کے ان کے کوٹھوں پر برپا کرتے تھے۔ بدقسمتی سے بھٹو دور میں ان کنجروں کو خاندانی تماش بین میسر نہ ہو سکے، عیاشی کر کے پیسے نہ دیتے حکمران، سیاست دان اور لیڈری کا رعب دیتے ایک رات لائل پور کا مزدور لیڈر عیاشی کے لیے ہیرا منڈی آیا اور بہت زیادہ شور شرابہ کیا۔ پولیس نے گرفتار کیا تو نشے میں بک بک کرتا رہا جو کچھ یوں تھا: ''لائل پور سے انقلاب چلا ہی تھا کہ ٹبی لاہور نے روک دیا۔'' پھر ٹیپ ریکارڈ اور وی سی آر کا زمانہ آیا۔ بلیو پرنٹ بننے لگے۔ دلا پر موٹرز دفتر کھول کر بیٹھ گئے۔ میوزیکل گروپ کی آڑ میں ہر قسم کا کھیل کھیلا جانے لگا۔ مزید ترقی ہوئی حسن شباب دبئی اور دیگر عرب ممالک یہاں تک کہ لندن سپلائی کیا جانے لگا۔

ضیاء کے دور میں ان کنجروں پر زوال آیا کیونکہ سیاسی عداوت اور پی پی پی کا فوبیا اس کے گماشتوں کو ہیرا منڈی تک لے آیا جو کہ سیاسی لیڈروں کا گڑھ تھا۔ عوام کی غربت کا غم لیڈران یہاں آ کر ہی غلط کرتے تھے لہٰذا یہ کنجر بھی اسی سازش کا شکار ہوئے اور بے حد سختی ہونے لگی جبکہ کھسروں کی موجیں لگ گئیں۔ (Transgender)

جب ہم ہیرا منڈی لاہور کی ابتدائی تاریخ کو وزٹ کریں تو معلوم پڑتا ہے کہ میاں حمید نامی ایک شخص نے اس دھندے کے لیے ایک کٹڑی بنائی جس کی گیارہ گلیاں تھیں۔ ہر گلی کے دونوں طرف کوٹھی خانہ جو تین منزلہ ہوتا تھا اور ہر منزل پر تین کوٹھریاں اور ہر کوٹھری کی ایک کھڑکی گلی میں کھلتی اور ہر کھڑکی میں ایک طوائف بیٹھتی۔ اس وقت طوائف کو رنڈی کہا جاتا تھا اور سرکاری ریکارڈ میں لفظ رنڈی لکھ کر رجسٹر میں درج کیا جاتا تھا اور پھر عصمت فروشی کا لائسنس جاری کیا جاتا تھا کیونکہ لائسنس کنواری عورت کو نہیں ملتا تھا، صرف طلاق یافتہ یا بیوہ کو مل سکتا تھا۔ میاں حمید جو کہ حوا کی بیٹیوں کی عصمت کا تاجر تھا، کشمیر و کابل اور علاقہ غیر سے حوا کی بیٹیوں کو خرید کر لاتا اور ان کوٹھریوں میں ان سے عصمت فروشی کرواتا۔ پنجاب کے دیگر علاقوں سے بھی حسن و شباب دستیاب تھا کیونکہ روزِ ازل سے ہی مجبوری بکتی چلی آ رہی ہے اور عصمت فروشی دنیا کا قدیم ترین بزنس ہے۔

میاں حمید کی اور دیگر کنجروں کی یہ کوٹھریاں ہر علاقے سے آنے والی عورتیں کرائے پر لے کر اپنا دھندا شروع کر دیتی تھیں۔ بہاولپور کے ایک شخص نے بھی مہر شریف نامی ایک شخص کی حصہ داری میں عورتیں خرید کر چکلہ کھولا

Scanned with CamScanner

جو کہ یحییٰ دور میں بند کیا گیا۔ بذریعہ ایس ایچ او تھانہ صدر رشید اللہ خاں چھاپوں کا سلسلہ ایک عرصہ تک جاری رہا۔

جس عورت پر شوہر ظلم کرتا، خرچہ بھی نہ دیتا، طلاق بھی نہ دیتا وہ کورٹ کچہری جانے کی بجائے میاں حمید کے پاس آتی۔ وہ اس کا نام رجسٹر میں درج کر کے اسے رنڈی ہونے کی پرچی دے دیتا پھر شوہر بھی طلاق دے دیتا۔ دھندے کے بعد دَلے کوٹھریوں کو بند کر دیتے تا کہ کنجریاں بھاگ نہ جائیں۔ جو کنجری اپنے دلال کی بات نہ مانتی وہ اسے چاہے کیسے بھی مارتا، کوئی بھی اس کو بچانے نہ آتا۔ ٹبی تھانے کی پولیس کو بھی حکم تھا کہ کسی بھی کنجری کی مدد نہیں کرنی۔ علاج کے لیے کسی بھی کنجری کو ہیرا منڈی سے باہر جانے کی اجازت نہ ہوتی۔ جو کنجری مر جاتی اس کی لاوارث لاش معصوم شاہ کے مزار کے باہر رکھ دیتے۔ دلال ترس کھا کر چندے کی صورت میں خیرات دیتے جس سے کفن دفن کے اخراجات کیے جاتے۔ اگر کچھ روپے بچ جاتے تو میاں حمید رکھ لیتا۔ ٹبی گلی کے حمیدے کی دودھ دہی کی دکان بہت چلتی۔ فجر سے لے کر آدھی رات تک دودھ کڑاہی میں کڑھ رہا ہوتا جس کے بارے میں مشہور تھا کہ یہ لاہور کی سب سے بڑی دودھ کی کڑاہی ہے۔

ٹبی تھانے کی عقبی گلی میں جیب تراشی سکھانے کا سکول بھی تھا۔ ٹبی گلی کی کسبیاں ہیرا منڈی سے نہ گزرتیں کیونکہ ہیرا منڈی کے خاندانی کنجران کا مذاق اڑاتے۔

ہیرا منڈی کے مخصوص نام کچھ اس طرح سے ہوتے تھے:

(1) پیسے والے گاہک کو ''تماشبین''

(2) ٹبی کے گاہک کو ''نکے لوگ''

(3) ناچنے گانے کو ''مجرا''

(4) عصمت فروشی کو ''دھندا''

(5) کوٹھی خانے کی کنجریوں کو ''نگ، مال، دانہ یا پٹولہ'' کہا جاتا۔

(6) چل پھر کر گاہک تلاش کرنے والی کو ''گشتی'' کہا جاتا۔

(7) جبکہ کوٹھی خانہ یا کوٹھریوں میں بیٹھنے والیوں کو ''چکلہ'' کہا جاتا۔

(8) پنجاب میں کنجر پنجابی زبان سے جڑا ہوا ہے جس کا مطلب کچھ اس طرح سے ہے۔ کن جر مطلب جس کے کان خوشی خوشی بدنامی برداشت کر لیں۔ کندھے پر رومال ڈالنا دلال ہونے کی نشانی ہے۔ رومال شاہ لاہور کا پہلا دلہ تھا۔

(9) جو تماشبین دیوالیہ ہو کر ہیرا منڈی میں مارے مارے پھرتے ہیں انہیں بھونڈ کہا جاتا ہے (Hornets) ماخوذ از ''دھرتی پنج دریائی'' (از نین سکھ)

Scanned with CamScanner

میرے معصوم عوام اب آپ خود ہی سوچیں اور آپ کی سوچ ذاتی مفاد، محلّہ داری، رشتہ داری، صوبائی عصبیت، برادری ازم، مذہب کی بنیاد پر یا علاقائی نہیں ہونی چاہیے صرف اور صرف ایک قوم بن کر سوچیں۔ ایسے لوگوں کی اولادیں اگر آپ پر حکمران ہوں گی تو آپ کا اور ملک کا والی وارث کون ہوگا؟ سوچیں اللہ کے واسطے صرف اور صرف پاکستانی بن کر سوچیں۔ ایک قوم بن کر سوچیں اور عمل بھی کریں۔ کیونکہ سب انسان ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ ایک درویش مسجد بنواُمیہ دمشق میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتفاق سے ایک عربی زیارت کرتا ہوا وہاں آ گیا۔ یہ عربی ظلم کرتا اور ناانصافی سے کام لیتا۔ سب اس کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے۔

پہلے اس نے نماز ادا کی پھر اللہ سے دعا مانگی کہ مال دار اور فقیر سب اللہ کے بندے ہیں اور اس کے نزدیک سب برابر ہیں۔ جو دنیا میں زیادہ دولت مند ہیں وہ اللہ کے یہاں زیادہ محتاج ہیں۔ اس کے بعد وہ درویش سے مخاطب ہوا کہ آپ میرے لیے دعا کریں۔ میں آج کل ایک بڑے دشمن کے خطرے سے دوچار ہوں۔ درویش نے کہا کہ تم اپنے کمزور افراد پر رحم کرو اور یاد رکھو جو شخص یا حکمران اپنے عوام کی بھلائی کا نہیں سوچتا برائی کا بیج بو کر اچھائی کی امید رکھتا ہے۔ وہ دنیا کا سب سے بڑا بے وقوف ہے۔ آدم کی اولاد یعنی تمام انسان ایک دوسرے کے ساتھ ایسا تعلق رکھتے ہیں جیسے ایک جسم کے اعضاء ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ جب بدن کے ایک حصے میں درد ہوتا ہے تو سارا جسم بے چین ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب ایک انسان کو تکلیف پہنچے تو سب انسانوں کو بے چین ہو جانا چاہیے یہ صرف اور صرف اسی وقت ممکن ہے جب آپ ذاتی حرص وہوس سے مبرا ہو کر ایک قوم بن کر سوچیں اور عمل کریں۔ قومیں صدیوں میں بنتی ہیں۔ اگر قومی غیرت سے واقف ہوں تو ورنہ..... ''انجمن ستائش باہمی'' بطور ملک اور قوم ہمارے کریڈٹ (Credit) پر صرف اور صرف نیوکلیئر کامیابی ہے جبکہ ناکامیوں، بربادیوں، لوٹ کھسوٹ اور کشکول گری سے ہماری پونی صدی کی تاریخ بھری پڑی ہے کیونکہ ہم ایک قوم نہیں ہیں۔ ملک میں اسلامی نظام اس لیے نافذ نہیں ہو سکا کہ کون سا اسلامی نظام نافذ کرنا ہے۔ 1906ء کے بعد مختلف علماء کی کوکھ سے جنم لے کر جواں ہونے والے مسالک، ان کے مدرسوں کے استادانِ گرامی اور 53 لاکھ طلباء اپنے اپنے افکار اور مسالک پر براجمان ہیں اس لیے قیامت تک اس ملک میں اسلامی نظام قائم نہیں ہو سکتا اور نہ ہی جمہوریت کبھی اس ملک میں تھی اور نہ ہوگی۔ آپ جس ڈاکہ زنی، لوٹ مار، چند خاندانوں، ان کی عیاش، اولادوں اور رہنمائی کے نام پر عوام کو بے وقوف بنا کر لاٹھی سے ہانکنے کو جمہوریت خیال کرتے ہیں وہ آپ کی اور میری خام خیالی ہے کیونکہ اس وقت نہ صرف ملک عزیز میں بلکہ دنیا میں بڑی لڑائی سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کی لڑائی ہے۔ اگر سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ تسلیم کر لیا جائے تو سارے جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

سچ لکھنا اور سچ بولنا عین عبادت ہے لیکن ہم تو بڑا گھر چھوٹا خاندان ہیں۔

زیادہ ڈگریاں ہیں عقل کی کمی ہے۔

طب میں ترقی ہے اور صحت کے بڑھتے ہوئے مسائل ہیں۔ ذہانت میں اضافہ اور احساسات سے عاری ہیں۔ چاند تک رسائی اور پڑوسیوں سے بے خبری ہے۔ کمائی میں اضافہ اور ذہنی سکون ناپسند ہے۔ معلومات میں اضافہ ہے اور عقل سے پیدل ہیں۔ کئی رشتے ہیں، محبت اور خلوص سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ سوشل میڈیا کے دوست ہیں لیکن عام زندگی میں ساتھ دینے والا کوئی نہیں۔

انسانوں کی دنیا میں انسانیت کہیں نظر نہیں آتی۔ مہنگی گھڑیاں لیکن کسی کے پاس وقت نہیں ہے۔

اس لیے کہ ہم قوم نہیں ہیں، غول ہیں غول، انسانوں کا غول (مرد و عورت اور بچوں کا جنگل ہیں) جو بھی چور اُچکا رہنما کے بھیس میں آتا ہے ہم اس کے لیے بھنگڑے ڈالتے ہیں۔ اس کے قیمے والے نان، قورمہ اور بریانی کھاتے ہیں۔ کھانے والے یہ سمجھ بوجھ تو رکھتے ہی ہیں کہ یہ سب لوازمات سگِ راتب کے برابر ہیں۔ ہائے مگر آپ تو انسان ہیں۔ اشرف المخلوقات ہیں۔ اپنا معیار بلند کریں۔ اپنا کردار بلند کریں کیونکہ آپ کو بدکرداروں سے نجات حاصل کر کے ملک عزیز کو ترقی دینی ہے۔ ایک غیرت مند قوم بننا ہے۔ غلام ابن غلام ابن غلام اپنے بچوں کو نہ بنائیں۔ آپ کی غلطیاں جو آپ نے دعوتِ بے غیرتی کھا کر کی ہیں آپ کی نسلیں بھگتیں گی اور بھگت بھی رہی ہیں۔ قومی غیرت کو کبھی بھی کسی پر قربان نہ کریں۔ لیڈر کو سوچ سمجھ کر ووٹ دیں۔ اس کا ماضی دیکھیں۔ اس کی چکنی چپڑی اور وعدہ فردا پر ہرگز ہرگز یقین نہ کریں۔ دنیا کے کچھ ممالک ہر وقت اپنے ذاتی مفاد کے لیے دیگر ممالک کے خلاف اپنے حکمرانوں کو بلیک میل کر کے اپنے اپنے مفادات کا نہ صرف تحفظ کرتے ہیں بلکہ اپنے توسیع پسندی کے عزائم کو مکمل کرنے کے لیے جال بچھاتے رہتے ہیں۔ اخلاقی طور پر کمزور حکمران جو ملک کا سرمایہ لوٹ کر دیگر ممالک کے بینکوں میں رکھتے ہیں اس قماش کے حکمران ان کا بہت آسان شکار ہوتے ہیں اور آج کل تمام حالات وواقعات عوام کے سامنے ہیں۔ میں صرف ایک سازش یہاں بیان کروں گا، آپ حیران ہوں گے کہ سازش کی جڑیں کتنی مضبوط، دیرپا اور پھل آور ہیں اور عالم اسلام کا نقصان در نقصان کتنا ہے، ملاحظہ ہو:

کیونکہ دنیا کی حکمرانی چاہے کسی بھی شکل میں ہے، Direct or In Direct یہودیوں کے ہاتھ میں ہے۔ امریکہ ہو، اسرائیل ہو یا کوئی بھی یورپی ملک ہو، حکمرانی اور دنیا کی دولت پر قابض یہودی ہی ہیں اور ہمارے حکمران ان کے گماشتے ہیں۔ اشکال الگ الگ، طریقہ واردات مختلف مگر ڈانڈے امریکی کانگرس سے ہی جا کر ملیں گے۔ امریکی کانگرس کو کنٹرول کرنے والے بھی چند یہودی ہی ہیں جو پوری دنیا کی معیشت (Economy) کو کنٹرول کرتے ہیں۔ دنیا میں کسی کو بھی جرأت نہیں ہے کہ ان کی ترقی کے خلاف کچھ بھی کر سکے۔ ہمارے یہ دو تین

Scanned with CamScanner

حکمران خاندان ان کی برابری کرنا تو ایک طرف، ان کے ذاتی ملازموں سے بھی کم تر خیال کیے جاتے ہیں۔ ایک مثال پیش کرتا ہوں، غور ضرور فرمائیں کہ یہودی کتنا گہرا پلان بناتے ہیں۔

مراکش کے ایک یہودی خاندان نے اسرائیل ہجرت کی جبکہ 1951ء میں اسی خاندان کی ملکیہ تیتانی نامی لڑکی اسرائیل کی بجائے مصر چلی گئی بلکہ موساد نے اپنے ایک خفیہ مشن کے تحت اس کو مصر بھجوایا۔ اسی لڑکی نے 1953ء میں ایک مصری سعید حسین خلیل سے شادی کی۔ 1954ء میں ملکیہ تیتانی نے ایک لڑکے کو جنم دیا۔ 1958ء میں ملکیہ کو مراکش کے ساتھ مصر کی شہریت بھی دے دی گئی اور مصر میں سُعاد محمد کے نام سے پکاری جانے لگی تاہم اپنے بیٹے کو مصری فوج میں بھرتی کرانے کے لیے اس کو مراکشی شہریت سے دستبردار ہونا پڑا تھا۔ دوسری طرف ملکیہ کا سگا ماموں ''عوری صباغ'' اسرائیل کے قیام کے بعد 1951ء سے 1968ء تک اسرائیل کا وزیر تعلیم و تربیت سمیت دیگر کلیدی عہدوں پر فائز رہا۔ ادھر مصر میں اس کا بھانجا فوج میں ترقی پاتا رہا اور یہاں تک وہ جنرل کے عہدے تک جا پہنچا۔ یہ جنرل بظاہر مسلمان بہت دین دار یہاں تک کہ اس جنرل کی بیوی بھی سخت پردہ دار جس کی تصویر بھی کسی نے نہیں دیکھی تھی۔ اسی ظاہری دین داری سے مصر کی نومنتخب اسلام پسند حکومت دھوکا کھا گئی اور سادہ روح صدر مرسی نے ایک صدارتی حکم نامے کے ذریعے اس جنرل کو آرمی چیف اور وزیر دفاع کے عہدوں پر فائز کر دیا۔ یہ جنرل سیسی تھا جس نے مرسی کا تختہ الٹ کر اخوان المسلمون کا قتل عام کیا اور آئین میں ایسی ترامیم کیں کہ جس کے تحت آئندہ کوئی بھی اسلام پسند الیکشن میں حصہ لینے کا اہل نہ ہوگا۔

ساٹھ سال پہلے بنایا گیا یہ پلان نہایت کامیاب رہا اور اسرائیل مصر کی جانب سے مستقبل بعید میں بھی ہر قسم کے خطرات سے محفوظ ہو گیا۔ اسی لیے اسرائیلی جنرل سیسی کو اپنا نیشنل ہیرو کہتے ہیں۔

یہ بھید اس وقت کھلا جب ملکیہ تیتانی کا 80 برس کی عمر میں انتقال ہوا تو جنرل سیسی نے تمام رسومات کو پردہ اخفا اور اس کی موت کو خفیہ رکھنے کا بہت سخت حکم جاری کیا جس پر ذرائع ابلاغ کو شکوک پیدا ہوئے اور سب اس کی کھوج میں پڑ گئے اور پھر راز، راز نہ رہا۔ آخر کار یکم جولائی 2014ء (01-07-2014) کو C.N.N اور دیگر عربی جرائد نے یہ راز طشت از بام کر دیا۔

کیونکہ ہمارے نام نہاد حکمرانوں کی تمام دولت اور جائیدادیں دوسرے ملکوں میں چھپائی گئی ہیں جو کہ ملک عزیز کا خون چوس چوس کر بنائی گئی ہیں اس لیے یہ سب لمحے لمحے بلیک میل ہوتے ہیں اور استعماری طاقتیں ان سب کو اپنی مرضی اور مفادات کے لیے استعمال کرتی ہیں اور یہ مجبور و بے کس ہیں۔ یہ فقرہ غلط ادا کیا گیا ہے کہ ''فقیر کے پاس کوئی انتخاب نہیں'' یہ فقرہ درست ہوگا اگر ایسے کہا جائے تو..... ''چوری کی دولت چھپانے اور ہضم کرنے کے لیے حکم ماننا پڑتا ہے۔'' اس کے علاوہ کوئی اور انتخاب نہیں ہے۔

Scanned with CamScanner

اللہ کے واسطے اپنے ملک کی خاطر ان لوگوں کو سمجھیں، جانیں اور ان کے دھوکے میں نہ آئیں۔ صرف اور صرف ایک قوم بن کر سوچیں۔ غریب عوام کا دکھ، ووٹ کو عزت دو، شیر آیا شیر آیا، قیمے والے نان، بریانی، قورمہ اور دیگر چکنی چپڑی باتیں سب فراڈ ہیں۔ آپ کا شکار کرنے کے لیے جال ہیں۔ صرف اور صرف قوم بن کر سوچیں۔ ایک باعزت، عقل مند قوم بن کر اپنے ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن کریں۔ لسانی اور مذہبی فسادات وہ امپورٹڈ ہتھیار ہیں جو کسی بھی ملک کو کمزور کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں اور ہمارے ملک میں عرصہ دراز سے ہو رہے ہیں۔

سندھی و پنجابی و سرائیکی و پٹھان، بلوچ اور اردو بولنے والے بھائی بھی اس میں شامل ہیں۔ یہ سب Indirect ہنود و یہود کی کارستانی ہے۔ اگر ہم سمجھ سکیں تو؟

سندھی + پنجابی + سرائیکی + پٹھان + بلوچ + اردو بولنے والے = پاکستان

اگر ایسا ہو جائے تو ہم انسانوں کے جنگل سے ایک قوم بن سکتے ہیں۔

ہمارے عوام کی یادداشت و نئی نسل کی کم علمی اور تاریخ نے چہروں پر غلاف چڑھا رکھا ہے۔

ہمارے ملک میں کیسے کیسے لوگ تھے جو آج اپنے اپنے علاقوں کے خدا بنے بیٹھے ہیں جن کا کردار ہماری آج کی نسل جو کل حکمران ہوگی، کے سامنے لانا بہت ضروری ہے۔

صدارتی الیکشن 1965ء جس پر آج کوئی بھی بات نہیں کرتا حالانکہ یہ پہلا الیکشن تھا جس میں فوجی بیوروکریسی اور سول بیوروکریسی نے مل کر دھاندلی کی تھی۔

1965ء کے صدارتی الیکشن میں پہلی دھاندلی خود فیلڈ مارشل ایوب خان نے کی۔

پہلے الیکشن بالغ رائے دہی کی بنیاد پر کروانے کا اعلان کیا گیا اور یہ اعلان 9 اکتوبر 1964ء کو ہوا مگر فاطمہ جناح کے امیدوار بننے کے بعد یہ اعلان ایوب خان کا انفرادی اعلان ٹھہرا اور ایک سازش کے تحت یہ ذمہ داری حبیب اللہ خاں پر ڈالی گئی جو کہ پہلی پری پول دھاندلی تھی۔

1964ء میں کابینہ اجلاس میں وزراء نے خوشامد کی انتہا کر دی جبکہ حبیب اللہ خاں نے فاطمہ جناح کو ایبڈو کرنے کی تجویز دے کر یہ ثابت کر دیا کہ یہ کسی ملک کا وزارتی اجلاس نہیں ہے بلکہ ''انجمن ستائش باہمی'' کا اجلاس ہے۔ Ebdo کیا تھا؟ Elective Bodies Disqualification Order۔

وحید خاں جو اس وقت وزیر اطلاعات اور کنونشن لیگ کے جنرل سیکرٹری تھے، نے تجویز دی کہ ایوب خان کو تاحیات صدر قرار دینے کے لیے ترمیم کی جائے۔

بھٹو نے مس فاطمہ جناح کو ضدی بڑھیا کہا تاہم یہ تجویز مسترد کر دی گئی۔

پھر یوں ہوا کہ ایوب خان نے الیکشن تین طریقوں سے لڑنے کا فیصلہ کیا۔ پہلا مذہبی سطح پر جس کے انچارج

Scanned with CamScanner

پیر آف دیول شریف تھے جنہوں نے مس جناح کے خلاف فتوے لگوائے۔

دوسرا انتظامی سطح پر سرکاری ملازمین کو ایوب خان کی الیکشن مہم چلانے کا حکم صادر ہوا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج بھی الیکشن سرکاری ملازمین کے دباؤ سے ہی جیتے جاتے ہیں۔

پھر مس جناح کے حامیوں پر جھوٹے مقدمات درج کیے گئے۔ عدالتوں سے ان کے خلاف فیصلے لیے گئے اور یہ ہی عدلیہ کے تابوت میں پہلی اور آخری کیل ثابت ہوئی جو آج بھی ٹھکی ہوئی ہے۔ نظریہ ضرورت بھی اسی کھیل کی وجہ سے متعارف ہوا۔ سندھ کے تمام زمیندار گھرانے ایوب خان کے ساتھ مل گئے تھے۔ بھٹو فیملی وجتوئی فیملی و محمد خان جونیجو فیملی وٹھہ کے شیرازی، خان گڑھ کے مہر ونواب شاہ کے سادات، پھر چونڈی، رانی پور اور ہالہ کے اکثر پیران کرام ایوب خان کے ساتھی بن گئے تھے۔

ماسوائے جی ایم سید، حیدر آباد کے تالپور برادران و بدین کے فاضل راہو اور رسول بخش پلیجو مس جناح کے حامی تھے اسی لیے بعد میں یہ سب لوگ پاکستان کے غدار بھی ٹھہرائے گئے جبکہ پنجاب کے تمام گدی نشین و سجادہ نشین اور صاحبزادگان سوائے پیر مکھڈ صفی الدین کو چھوڑ کر باقی سب ایوب خان کے ساتھی ہو گئے تھے۔

سیال شریف کے پیروں نے تو فاطمہ جناح کے خلاف فتویٰ بھی دے دیا۔ پیر آف دیول شریف نے داتا دربار پر مراقبہ کیا اور کہا کہ داتا صاحب نے حکم دیا ہے کہ ایوب خان کو کامیاب کیا جائے ورنہ اللہ پاکستان سے ناراض ہو جائے گا۔ (نعوذ باللہ)

مہار شریف کے صاحبزادہ فیض الحسن نے عورت کے حاکم ہونے کے خلاف فتویٰ جاری کیا۔ مولانا عبدالحامد بدایونی صدر جمعیت علماء پاکستان نے فاطمہ جناح کی نامزدگی کو شریعت سے مذاق اور ناجائز قرار دیا۔

مولانا علامہ احمد سعید کاظمی نے ایوب خان کو ملت اسلامیہ کی آبرو قرار دیا۔ مندرجہ بالا سب لوگ دین کے خادم کے طور پر جانے جاتے ہیں۔

لاہور کے میاں معراج الدین نے فاطمہ جناح کے خلاف جلسہ منعقد کیا جس سے مرکزی خطاب عبدالغفار پاشا اور وزیر بنیادی جمہوریت نے کیا۔

معراج الدین نے فاطمہ جناح پر اخلاقی بددیانتی کا الزام لگایا۔ گوجرانوالہ کے غلام دستگیر نے مس فاطمہ جناح کی تصویر کُتیا کے گلے میں ڈال کر پورے گوجرانوالہ میں گشت کرایا۔ میانوالی کی ضلع کونسل نے فاطمہ جناح کے خلاف قرارداد منظور کی۔

مولانا غلام غوث ہزاروی سابق ناظم اعلیٰ مجلس احرار اور مرکزی رہنما جمعیت علماء اسلام نے کھل کر ایوب خان کی حمایت کی اور دعا بھی کی۔ پیر آف زکوڑی نے فاطمہ جناح کی نامزدگی کو اسلام سے مذاق قرار دے کر عوامی

Scanned with CamScanner

لیگ سے استعفیٰ دے دیا اور ایوب خان کی حمایت کا اعلان کیا۔

اس وقت کے سرحد میں خان عبدالولی خان بھی فاطمہ جناح کے ساتھ تھے۔

بلوچستان میں مری سرداروں اور جعفر جمالی کو چھوڑ کر سب فاطمہ جناح کے خلاف تھے اور ایوب کے حامی تھے۔ انہوں نے کوئٹہ میں ایوب خان کے حق میں مہم چلائی۔ مخدوم حسن محمود نے پنجاب اور سندھ کے روحانی خاندانوں کو ایوب کی حمایت پر راضی کیا جبکہ پورا مشرقی پاکستان مس جناح کے ساتھ تھا اس لیے غدار تھا۔

خطہ پوٹھوہار کے تمام بڑے گھرانے اور سیاسی گھرانے ایوب خان کے ساتھ تھے۔

بریگیڈیئر سلطان والد چودھری نثار، ملک اکرم داود دیگر سیاسی لوگ ایوب خان کے ساتھ تھے۔

اسلم ملکان آف کوٹ فتح خان، پنڈی گھیب تلہ گنگ ایوب خان کے ساتھ تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہاں لوگ فوج کے ساتھ وابستہ تھے۔ سوائے چودھری امیر اور ملک نواب خان کے..... جن کا الیکشن کے دو دن بعد قتل ہو گیا تھا۔

شیخ مسعود صادق نے ایوب خان کے حق میں وکلاء کی حمایت کا سلسلہ شروع کیا۔ راجہ ظفر الحق و میاں اشرف گلزار بھی فاطمہ جناح کے مخالفین میں شامل تھے۔ صدارتی الیکشن 1965ء میں گورنر امیر محمد خاں صرف چند لوگوں سے پریشان تھے جن میں شوکت حیات، خواجہ صفدر، چوہدری احسن و خواجہ رفیق و کرنل عابد امام اور علی احمد تالپور شامل تھے۔ یہ لوگ آخری وقت تک فاطمہ جناح کے ساتھ رہے۔ صدارتی الیکشن کے دوران فاطمہ جناح پر پاکستان توڑنے کا الزام بھی لگا اور یہ الزام زیڈ اے سلہری نے اپنی ایک رپورٹ میں لگایا جس میں مس جناح کی بھارتی سفیر سے ملاقات کا حوالہ دیا گیا تھا اور یہ بیان کہ قائداعظم تقسیم کے خلاف تھے (شرم تم کو مگر نہیں آتی) ایک دنیا جانتی ہے کہ پاکستان بننے کے خلاف کون کون تھا؟ اور لوگ جو اپنے آپ کو علماء کہتے ہیں وہ کیا کیا زہر افشانی کرتے رہے ہماری اس دھرتی ماں کے خلاف۔ شرم نہیں آتی ان نام نہاد..... کو؟ پھر یہاں تک بھی ہوا کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ..... جیسی نظم لکھنے والے اصغر سودائی نے ایوب خان کے ترانے لکھنے شروع کر دیئے۔ اوکاڑہ سے ایک شاعر ظفر اقبال نے چاپلوسی کے ریکارڈ توڑ ڈالے۔ سرور انبالوی اور دیگر کئی شعراء بھی اسی چاپلوسی میں مصروف رہے۔

صرف اُردو سپیکنگ مس فاطمہ جناح کی حمایت کرتے رہے۔ صرف حبیب جالب، ابراہیم جلیس اور میاں بشیر فاطمہ جناح کے جلسوں کے شاعر تھے۔ حبیب جالب نے بہت شہرت حاصل کی۔ میانوالی جلسے میں جب حکومتی غنڈوں نے فائرنگ کی (جیسے آج کل حکومتی عناصر کرتے ہیں) تو فاطمہ جناح ڈٹ کر کھڑی ہو گئیں۔ اسی جلسے اور حملے کی یادگار نظم کا ایک شعر حاضر خدمت ہے:

Scanned with CamScanner

''بچوں پر چلی گولی''
ماں دیکھ کر یہ بولی
(فیض)

چاغی، لورالائی، سبی، ژوب، مالاکنڈ، باجوڑ، دیر، سوات، سیدو شریف، خیر پور، نوشکی، دالبندین، ڈیرہ بگٹی، ہرنائی، مستونگ، چمن، سبز باغ سے مردانے مشاعرے (Male Dominated Society) کا صنف نازک کا شعر پر غالب ہونے کی وجہ سے فاطمہ جناح کو ایک ووٹ بھی نہیں ملا جبکہ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ایوب خان اور فاطمہ جناح کے ووٹ برابر تھے۔ مس فاطمہ جناح کے ایجنٹ محمد حمزہ تھے جبکہ دوسری طرف سے A.C جاوید قریشی تھے جو بعد میں چیف سیکرٹری کے عہدے پر بھی فائز رہے۔

فوج، بیوروکریسی، پیروں، وڈیروں، جاگیرداروں کے کا سخت مقابلہ ایک عورت کر رہی تھی۔ ایوب خان کے 82 اور فاطمہ جناح کے 67 ووٹ تھے۔ جہلم میں چوہدری الطاف فاطمہ جناح کے حمایتی تھے مگر نواب آف کالا باغ کے ڈرانے دھمکانے کے بعد غائب ہو گئے۔ یہاں تک کہ جہلم کے نتیجے پر دستخط کرانے کے لیے مس فاطمہ جناح کے پولنگ ایجنٹ کو گجرات سے آنا پڑا۔ اس طرح کی دھونس اور دھاندلی کے بعد جمہوریت ہار گئی اور ہمیشہ کے لیے غلام بنالی گئی جو آج تک اسٹیبلشمنٹ کی داسی ہے۔

آج بھی اسمبلیوں میں ان ہی سیاسی لیڈروں کی اولادیں موجود ہیں کیونکہ پاکستانی عوام ایک جنگل ہے۔ اگر یہ عوامی جنگل ایک قوم بن جائے تو ان نام نہاد لیڈروں نے جو انجمن ستائش باہمی بنائی ہوئی ہے، وہ اپنا مقام کھو دے گی اور ملک عزیز ایک باوقار قوم کا ملک بن جائے گا (ان شاءاللہ ضرور بنے گا) آمین ثم امین

اس مضمون کے لیے ان کتابوں سے مدد لی گئی ہے:

(1) ڈکٹیٹر کون از ایس ایم ظفر
(2) میرا سیاسی سفر از حسن محمود
(3) فاطمہ جناح از ابراہیم جلیس
(4) مادر ملت از ظفر انصاری
(5) فاطمہ جناح حیات و خدمات از وکیل انجم
(6) مضمون نثار نتوانی

جو اقتدار کے بھوکے نام نہاد رہنما بنے پھرتے ہیں اور غریب عوام کا درد صرف ووٹ لینے کی حد تک محسوس کرتے ہیں ان کی اور ان کے آباؤ اجداد کی تاریخ جمہوریت بیان کرنے کی کوشش کی ہے تا کہ ہمارے بھولے عوام

Scanned with CamScanner

جن کی یادداشت کمزور ہے اور نئی نسل جس کا ذوق مطالعہ نہ ہونے کے برابر ہے، یہ مضمون خاص طور پر ان کے لیے ہے تا کہ وہ رہنماؤں کو پہچان سکیں اور جان سکیں۔ بقول شاعر:

ایک ہی غلطی روز کر رہے ہیں ہم
جو ملے گا نہیں اس پر مر رہے ہیں ہم

اب عوام بے چارے نام نہاد رہنماؤں پر اعتبار کر کے گناہ گار، کرپٹ اور نہ جانے کیا کیا ہو گئے ہیں اور یہ سیاست دان، رہنما یا جو بھی آپ ان کو نام دیں، یہ عوام کو فریب دے دے کر ملک عزیز کو لوٹ لوٹ کر پرہیز گار ہو گئے ہیں۔ انسانی خواہشات لامحدود ہیں۔ قناعت پسند کا پیٹ اور نیت صرف اور صرف قدرت بھرتی ہے جبکہ لالچی، ڈاکو، ملک کو مختلف انداز سے لوٹنے والے، اقتدار کے بھوکے اور عوامی مفاد کے خلاف اپنی خواہشوں کی غلامی کرنے والے لٹیروں کا پیٹ صرف اور صرف قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے۔ یہاں ملک کا خزانہ خالی ہے جبکہ دوسرے ملکوں کے بینک ان کے ڈالروں سے پر باش ہیں۔ یہاں وزیر ہیں، دوسرے ملکوں میں خادم اور خادماؤں کے اقاموں پر ہیں لیکن عوام کا درد صرف ہونٹوں پر ہے۔ دل میں کینہ پروری، ملک کو مزید لوٹنے اور حکومتی گروہ کا حصہ بننے کی شدید بلکہ شدید تر خواہش لیے ہوئے ہیں اور سازش پر سازش کرتے چلے جا رہے ہیں، چاہے ملک کی سلامتی خطرے میں ہی کیوں نہ ہو۔ میں اس قسم کے خودساختہ ڈاکو رہنماؤں کو کچھ بتانا چاہتا ہوں کہ انسان کی حقیقت کیا ہے۔ پہلے والے آپ کی قماش کے جو لیڈرز وفات پا چکے ہیں اور ان کے اکاؤنٹ میں اربوں ڈالر بے وارث پڑے ہوئے ہیں جن کا کوئی بھی وارث نہیں ہے۔ تمہاری اور موجودہ تم جیسے قماش کے لوگوں کی وجہ سے ملک لہولہان ہے۔ لوٹ مار کا ایک بازار گرم ہے۔ جتنا مرضی اختیار کا غلط استعمال کر لیں، حکمرانی میں ڈاکہ زنی کر لیں، انسان کی اوقات کیا ہے، ذرا دل لگا کر مندرجہ ذیل مضمون پڑھ لیں اور دل ہی دل میں اپنا موازنہ کر لیں کہ تم سب لوگ اپنی اپنی حکمرانی کے روز اول سے کیا کرتے رہے ہو اور کیا کیا کر رہے ہو اور کب تک کرو گے؟ آخر فنا ہے۔

جبکہ فرمان نبویؐ ہے ''لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ ان کا مقصد اُن کا پیٹ ہوگا اور دولت ان کی عزت ہوگی۔ عورت ان کا قبلہ ہوگا اور روپیہ ان کا دین ہوگا۔ وہ بدترین لوگ ہوں گے آخرت میں ان کا حصہ نہیں ہوگا۔'' (کنز الایمان)

مضمون پڑھیں:

یہ کائنات تقریباً 14 ارب سال پہلے وجود میں آئی۔ نظام شمسی تقریباً ساڑھے چار عرب سال پہلے بنا۔ زمین پر زندگی تقریباً ساڑھے تین ارب سال پہلے وجود میں آئی۔ پھر نباتات اور حیوانات کی لاکھوں اقسام وجود میں آتی رہیں۔ ہر دور میں کھرب ہا کھرب وجود پیدا ہو کر مرتے رہے۔ آخر میں انسان وجود میں آیا اور یہ سائنس کے علم کا

Scanned with CamScanner

کمال ہے کہ آج ہم انسان کی کہانی جانتے ہیں اور یہ انسان صفحہ کائنات کا سب سے غیر معمولی نقش ہے۔ اس کی صلاحیت یہ ہے کہ یہ حقیر سا وجود لاکھوں انواع کے بعد وجود میں آیا لیکن پھر بھی زمین کا حکمران بن گیا مگر انسان کا المیہ یہ ہے کہ زندگی سے کہیں بڑھ کر فکر و تخیل، علم و شعور، ذوق، احساس، ذائقہ، لذت اور حیات ابدی کا شعور رکھنے والا یہ انسان ساٹھ ستر سال کی زندگی گزار کر مر جاتا ہے۔ خوش قسمتی سے دنیا میں قرآن بطور الہامی پیغام یا کتاب کی شکل میں موجود ہے۔ یہ جو بتاتی ہے کہ زمین کا یہ حکمران فانی نہیں بلکہ ابدی بلکہ ابدی زندگی کے لیے پیدا کیا گیا ہے جبکہ اس کی زمینی زندگی فانی ہے اور آزمائشی بھی ہے۔

ابدی زندگی عنقریب شروع ہوگی۔ اس ابدی زندگی میں کامیاب وہ ہوگا جو اپنے رب کی بندگی اور اس کی مرضی پوری کرنے کو اپنی زندگی کا مقصد بنالے گا۔

اربوں سال پر پھیلی ہوئی اس داستان کا پہلا حصہ 14 ارب سال پورا ہونے پر ختم ہونے کو ہے۔

کیونکہ اس عالم کی جگہ نئے زمین و آسمان وجود میں آجائیں گے اس لیے ہم سب کے پاس یہ ہی ایک موقع ہے جس سے ہم نے فائدہ اٹھا کر کامیابی حاصل کر کے ختم نہ ہونے والی دنیا میں داخل اس کائنات کے بادشاہ بنا دیئے جائیں گے ورنہ جہنم کا قید خانہ ہمارا ابدی انجام ہوگا۔ اب میرے حکمران سیاست دانوں، بیوروکریٹس اور دیگر طاقتور لوگوں، آپ اور چور ڈاکو ابن الوقت، لوٹا کریسی پر ایمان رکھنے والو کب تک کب تک تم سب اس ملک اور ملک کے عوام کا استحصال کرتے رہو گے۔ اپنے انجام کو بھی ذہن میں رکھو۔ اب مزید پڑھو اور اپنی اوقات جانو۔

لاس اینجلس کے ڈاکٹر ابراہام نے انسانی روح کا وزن معلوم کرنے کے لیے نزع کے شکار لوگوں پر 5 سال میں 1200 تجربے کیے وہ انسانی روح کا وزن معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اس نے نیویارک کے چند ڈاکٹروں کو ساتھ ملایا اور مختلف طریقے وضع کرنا شروع کر دیے۔ یہ لوگ بالآخر ایک طریقے پر متفق ہو گئے۔

ڈاکٹر نزع کے شکار لوگوں کو شیشے کے باکس میں رکھ دیتے تھے اور مریض کی ناک میں آکسیجن کی چھوٹی سی نلکی لگا دی جاتی تھی اور باکس کو انتہائی حساس ترازو پر رکھ دیا جاتا تھا۔ ڈاکٹر باکس پر نظریں جما کر کھڑے ہو جاتے اور جب مریض آخری ہچکی لیتا تو اس کی جان نکل جاتی تو ڈاکٹر ترازو کے ہندسوں کو نوٹ کر لیتے۔ 5 سال کے تجربوں کے بعد ان 2004ء میں ڈاکٹروں نے اعلان کیا کہ انسانی روح کا وزن 67 گرام ہے۔ ڈاکٹروں نے اپنی تھیوری کے جواز میں 1200 انتقال شدہ مریضوں کی تاریخ بیان کی۔ ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ جیسے ہی باکس میں رکھا ہوا شخص فوت ہوا، اس کا وزن 67 گرام کم ہو جاتا لہٰذا وہ 1200 تجربات کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ انسانی روح کا وزن 67 گرام ہے۔

اسی قسم کے تجربات ایک اور امریکی ڈاکٹر نے بھی کیے۔ اس نے انتہائی حساس ترازو بنایا۔ وہ مریض کو اس

Scanned with CamScanner

ترازو پر لٹاتا۔ مریض کے پھیپھڑوں کی آکسیجن کا وزن کرتا اور اس کے مرنے کا انتظار کرتا۔ اس ڈاکٹر نے بھی سینکڑوں مریضوں پر تجربات کرنے کے بعد اعلان کیا کہ انسانی روح کا وزن 21 گرام ہے اور انسانی روح اس 21 گرام آکسیجن کا نام ہے جو پھیپھڑوں کے کونے کھدروں، درزوں اور لکیروں میں چھپی رہتی ہے، موت کی ہچکی کی صورت میں انسانی جسم پر وار کرتی ہے اور پھیپھڑوں کی تہوں میں چھپی اس 21 گرام آکسیجن کو باہر دھکیل دیتی ہے۔ اس کے بعد انسانی جسم کے سارے سیل مر جاتے ہیں اور انسان فوت ہو جاتا ہے۔ نیویارک کے ڈاکٹروں کا اندازہ درست ہے یا لاس اینجلس کے ڈاکٹر ابراہام کی تحقیق اس پر فیصلہ ہونا ابھی باقی ہے تاہم یہ طے ہو چکا ہے کہ انسانی روح کا وزن گراموں میں ہوتا ہے۔ موت کے وقت ہمارے جسم سے 21 یا 67 گرام زندگی خارج ہوتی ہے اور ہماری موت واقع ہو جاتی ہے۔ امریکی ڈاکٹر جو کہ نیویارک سے ہے، اس کی تھیوری پر ایک فلم بھی بنی ہے جس میں انسانی روح کو 21 گرام وزنی قرار دیا گیا ہے۔

لہٰذا اگر ہم فرض کر لیں کہ ہماری زندگی جو ہمارے جسم میں بھاگتی دوڑتی ہے، صرف 21 گرام وزنی ہے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان 21 گراموں میں ہماری خواہشوں کا وزن کتنا ہے۔

ہماری نفرتیں، ہمارے ارادے، ہمارے منصوبے، ہماری ہیرا پھیری، ہمارے سمجھوتے، ہماری چالاکیاں، ہماری لالچ، ہماری سازشیں اور ہماری ابد تک زندہ رہنے کی تمنا کتنے گرام ہے اور ان 21 گراموں میں ہماری ہوس، ہماری لبرل ازم، ہماری آزاد خیالی اور ہماری بہادری کا کتنا وزن ہے اور ان ہی 21 گراموں میں ہمارے حوصلے، ہماری قوت برداشت، ہماری جرأت و ہماری خوشامد اور ہماری عقل اور ہماری فہم کا کتنا حصہ ہے۔

21 گراموں میں ہم نے خوشامد کو ہنر کی شکل دے رکھی ہے۔ ہم روزانہ لوگوں کو بے وقوف بناتے ہیں۔ ہم ایک منٹ میں دس مرتبہ ضمیر کا سودا کرتے ہیں۔ ہم اپنا اقتدار بچانے کے لیے جھوٹ پر جھوٹ بولتے چلے جا رہے ہیں۔

ہم داڑھی اور نماز کو خوف کی شکل دے چکے ہیں۔ ہم ظالم سے نفرت کرنے والے ہر شخص کو مجرم سمجھتے ہیں۔ ہماری ان ساری سوچوں، خیالات اور خواہشوں کا وزن کتنا ہے اور ان 21 گراموں میں ہماری گردن کی اکڑ، ہمارے لہجے کا تکبر، ہماری نظر کا غرور کتنا بوجھ رکھتا ہے؟ اور ہم ان 21 گراموں کی مدد سے قدرت کا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں۔ یہ 21 گرام کب تک ہمارے غرور کے ساتھ نباہ کر سکتے ہیں؟ تبت کے لوگ 21 گراموں کی اس زندگی کو موم سمجھتے ہیں لہٰذا یہ لوگ صبح کے وقت موم کے چند مجسمے بناتے ہیں اور یہ مجسمے اپنی دہلیز پر رکھ دیتے ہیں۔ یہ مجسمے ان لوگوں کی مختلف خواہشات کی عکاسی کرتی ہیں۔ دن چڑھے جب سورج کی تپش کی وجہ سے یہ مجسمے پگھل کر موم بن جاتے ہیں حتیٰ کہ شام تک ان مجسموں کی جگہ ان کی دہلیز پر موم کے آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں بچتا۔ یہ لوگ ان آنسوؤں کو دیکھتے ہیں اور اپنے آپ سے پوچھتے ہیں کیا یہ تھیں میری ساری خواہشیں؟

Scanned with CamScanner

اوراس کے بعدان کی آنکھیں نم ہو جاتی ہیں اور یہ لوگ کائنات کی اس طاقت کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں جو اس 21 گرام کی روح کی اصل مالک وخالق ہے۔ جس کے حکم سے ہماری سانسیں چلتی ہیں اور ہمارے قدم اٹھتے ہیں۔

ہمارے بدن میں ایک منٹ میں 87 کروڑ حرکتیں ہوتی ہیں۔ ہمارے ذہن میں ایک دن میں 68 ہزار خیالات آتے ہیں۔ ہم ایک دن میں بے تحاشا منصوبے بناتے ہیں لیکن اگلے دن یہ سارے خیال، یہ سارے منصوبے، یہ ساری کروٹیں ہمارے ذہن کی بھول بھلیوں میں گم ہو جاتی ہیں۔ ہم صرف 21 گرام وزن کے ساتھ جب کسی وزیر، امیر یا سیاستدان، حکمران کی چاپلوسی کرتے ہیں تو یہ خوشامد اس کو 21 گرام سے خدا بنا دیتی ہے اور یہ خدا کے لہجے میں بولنا شروع کر دیتا ہے۔ یہ اپنی ذات کو دنیا کی بقاء قرار دے دیتا ہے اور خود کو ناگزیر سمجھنے لگ جاتا ہے۔

اے عقل کے اندھے حکمران نما سیاست دان نما اور دیگر نما نما (انسان نما) لوگو! یہ سب کیا ہے؟ محض 21 گرام۔

صرف ایک سانس و صرف ایک ہچکی، ایک چھینک، ایک جھٹکا، صرف دماغ کا ایک غوطہ اور محض دل کے اندر اٹھتی ہوئی ایک لہر اور بس۔ تجربہ کرنے سے معلوم ہوا کہ 21=لوہے کے 14 دانے

21= ایک چھوٹا ٹماٹر

21= پیاز کی ایک پرت

21= ریت کی 6 چٹکیاں

21= پانچ ٹشو پیپرز

یہ ہوں میں خود اور یہ ہیں آپ سب اور مندرجہ بالا ہماری اوقات ہے۔ واہ واہ ہم بھی کیا غول در غول ہیں۔ ہم 21 گرام کے حکمران و سیاست دان، دولت مند، جاگیردار، بیوروکریٹ، صاحب اقتدار اور نیوٹرلز کو کھربوں ٹن وزنی کائنات کے خدا کے خدا سمجھتے ہیں۔ چاہے وہ غاصب، ڈاکو، چور اور امپورٹڈ ہی کیوں نہ ہوں جو وقت کو اپنا غلام اور ملک کے باسیوں کو اپنا ملازم جبکہ انٹرنیشنل فرعون ان چھوٹے موٹے ملکی فرعونوں کو اپنا غلام سمجھتے ہیں۔ ان کی بزدلی اور غلامی کی وجہ سے آج عوام کی دھرتی ماتا کا یہ حال ہے۔ اپنی اپنی لالچ کے مارے ہوئے ان لوگوں نے اپنی ماں کو بھی نہیں بخشا؟ مگر یہ سب فرعون یہ بھول گئے ہیں کہ بس ذرا سی تپش کی دیر ہے اور ہمارے اختیارات کی موم پگھل جائے گی اور ہم شام تک موم کا آنسو بن جائیں گے۔ ہمارے 21 گرام عالم برزخ میں جا کر روزِ قیامت تک کے لیے جمع ہو جائیں گے بلکہ کر دیئے جائیں گے اور پھر مالک کل ان سے حساب کتاب لیں گے۔ 21 گرام کا کیپسول قبر میں دفن ہو کر رزق خاک بن جائے گا۔ ویسے بھی اس قماش کے لوگوں کا پیٹ قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے۔

Scanned with CamScanner

ایک مثال بھی ہے:

''آگے اندھی عورت بے چاری چکی پیستی رہی۔ پیچھے کتے چاٹتے رہے اور سب چاٹ گئے۔''

ہم اور ہمارے 21 گرام سلوں تلے دفن ہو کر قصہ پارینہ ہو جائیں گے اور ہماری جگہ دوسرے خدا آ جائیں گے اور اس طرح جہنم کے ایندھن کا بندوبست ہوتا جائے گا۔ جہنم میں لکڑیاں نہیں ہوں گی بلکہ ہر دنیاوی خدا نما 21 گرام اپنی آگ اپنے اعمال کی صورت میں خود ساتھ لے کر جائے گا۔ اگر دنیا میں فرعون جیسے اور دیگر ظالم، بے ایمان، سرکش، غدار اور اللہ کے باغی نہیں رہے تو یہ لوگ کتنی دیر رہ لیں گے۔ 21 گرام زندگی کب تک وفا کرے گی؟

سوچنے کی بات یہ ہے کہ اصلاحِ احوال کے لیے ہم اہل اللہ کثرتِ ذکر اللہ سے اس 21 گرام کو متوازن کر سکتے ہیں مگر موجودہ صورتِ احوال اس شعر کی مانند ہے:

ہم بچاتے رہ گئے دیمک سے اپنا گھر
کرسیوں کے چند کیڑے ملک سارا کھا گئے

اب ہر محبِّ وطن کے لیے حب وطن کی ایک بے مثال داستان ان لوگوں کے لیے جو سیاسی تقلید کا شکار نہیں ہوئے یا نہیں ہیں۔ ملک عزیز کے عمر رسیدہ لوگ اس واقع سے ضرور واقف ہوں گے مگر میں تو اپنے نوجوان پاکستانیوں کے لیے لکھتا ہوں اور تاریخ کے اوراق سے گرد و غبار جھاڑ کر نوجوان بچے اور بچیوں کے لیے پیش کرتا ہوں تا کہ انہیں خبر ہو کہ ایک سمگلر مگر محبِّ وطن اور ایک سیاست دان، حکمران، نام نہاد رہنما اور ملک کو حیلے بہانے سے لوٹ کر پھر حکومت میں، پھر لوٹ کر پھر حکومت میں، پھر لوٹ کر پھر حکومت میں، ڈاکوؤں کا ایک گروہ ہے جو باریاں لگا رہا ہے اور اپنے اپنے ظرف کے مطابق امریکہ بہادر، اسرائیل، بھارت اور دیگر قابل ذکر پاکستان دشمن حکومتوں کی آشیر باد سے حکومتیں بناتے ہیں اور گراتے ہیں، لوٹ مار اور لوٹا کریسی کا ایک بازار گرم ہے اور عوام ہیں کہ ایک قوم بننے کے بجائے غول در غول بنے ہوئے ہیں۔ اب مثال جو کہ بے مثال ہے، ملاحظہ فرمائیں:

ستمبر 1948ء میں جب بھارت نے ریاست جوناگڑھ پر یہ کہہ کر قبضہ کر لیا کہ ریاست کا حکمران نواب مہابت خاں مسلمان ہے مگر ریاستی عوام کی اکثریت ہندو ہے جبکہ بھارت جو خود تو ایک استعماری ریاست ہے، یہ کہہ کر جموں و کشمیر پر قبضہ کر لیا کہ کہا کہ بے شک ریاست جموں و کشمیر میں اکثریت آبادی مسلمانوں کی ہے مگر حکمران غیر مسلم ہے یعنی کہ سکھ ہے۔ جوناگڑھ پر بھارتی حملے اور قبضے کے وقت سے کچھ پہلے ہی نواب آف جوناگڑھ اپنا ضروری سامان تمام اہل خانہ کے ہمراہ جان بچاتے ہوئے کسی نہ کسی طرح پاکستان پہنچ گئے اور اس وقت کے پاکستانی دارالحکومت کراچی کے مشہور علاقے کھارادر میں قیام پذیر ہو گئے۔ یہ وہ ہی علاقہ ہے جہاں کی ایک سڑک پر وزیر مینشن نام کی وہ سہ منزلہ عمارت واقع ہے جسے مسٹر محمد علی جناح کی جائے پیدائش ہونے کا اعزاز

Scanned with CamScanner

حاصل ہے۔

نواب صاحب اپنے خزانے میں 48 من سونا چھوڑ کر آئے تھے اور وہ ایسی جگہ پر محفوظ تھا جس کا علم نواب صاحب کے سوا اور کسی کو نہیں تھا۔ یہاں تک کہ اگر بھارتی فوج پورا محل بھی کھود ڈالتی تو انہیں سونا نہ ملتا۔ نواب صاحب کی شدید خواہش تھی کہ وہ سونا کسی نہ کسی طرح پاکستان لایا جا سکے۔ تو وہ اس کا نصف حصہ یعنی کہ 24 من سونا سرکار پاکستان کے خزانے میں جمع کرا دیں گے۔ اس امر سے تو ہر ذی علم واقف ہی ہے کہ بھارت جیسا ملک شرافت سے 48 من سونا ریاست جونا گڑھ کے راجہ اس سونے کے مالک کے حوالے نہ کرتا۔ اب تو ایک ہی صورت باقی بچی تھی کہ غیر قانونی ذریعہ مگر حقیقتاً سونے کو خفیہ طریقے سے پاکستان منتقل کرنا بھارت کی نظر میں تو غیر قانونی ہو سکتا ہے مگر پاکستان اور نواب مہابت خان کی نظر میں نہیں کیونکہ ایک غاصب ملک سے اپنا خزانہ لینا نواب صاحب کا حق تھا۔ اب کردار شروع ہوتا ہے۔ اس دور کے مشہور سمگلر حاجی عبداللہ بھٹی جو سمندر پار بستی صالح آباد میں رہائش پذیر تھے، یہ بستی کراچی کی بندرگاہ کیماڑی سے تقریباً 10 میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ عبداللہ بھٹی کی عمر اس وقت 80 برس تھی اور اپنا پیشہ ترک کر کے یادِ الٰہی میں مصروف تھے۔

نواب مہابت خان کو جب اس بارے میں علم ہوا تو انہوں نے پاکستان کی ایک نہایت قابل احترام اور اعلیٰ ترین شخصیت سے درخواست کی کہ وہ اپنا اثر و رسوخ استعمال کرتے ہوئے عبداللہ بھٹی کو اس بات پر راضی کر لیں کہ وہ کسی بھی صورت ان کا سونا جونا گڑھ سے نکال لائے۔ اس محترم ہستی نے عبداللہ بھٹی کو اپنے روبرو طلب کر کے ملک و قوم کی خاطر یہ کام کرنے پر آمادہ کر لیا۔ جونا گڑھ سمندر کے راستے کراچی سے 300 میل کی دوری پر ہے۔ عظیم شخصیت کے حکم پر بوڑھے مگر پرعزم عبداللہ بھٹی اپنے بیٹوں قاسم بھٹی اور عبدالرحمٰن بھٹی کو ساتھ لے کر تیز رفتار لانچوں کے ذریعے جونا گڑھ روانہ ہو گئے۔ پاکستانی فوج کے چند جانباز ان کے ہمراہ تھے۔ ان لوگوں نے دوپہر ایک بجے بحری سفر شروع کیا اور خفیہ راستوں سے ہوتے ہوئے شب 10 بجے جونا گڑھ کے ساحل تک پہنچ گئے۔ شاہی محل ساحل سمندر سے زیادہ دور نہ تھا۔ جانبازوں نے محل پر متعین بھارتی فوج پر قابو پایا اور بہت کامیابی سے 48 من سونا لے کر بخیریت تمام پاکستان پہنچ گئے۔ اب دیکھیے سمگلر کا حسن کردار، جب انہوں نے نہایت اعلیٰ شخصیت کی موجودگی میں 48 من سونا نواب مہابت خان آف جونا گڑھ کو پیش کیا تو نواب مہابت نے حسب وعدہ 24 من سونا حکومت پاکستان کو دے دیا اور اپنے حصے میں آنے والے 24 من سونے میں سے 4 من سونا حاجی عبداللہ بھٹی کو بطور انعام دینا چاہا تو حاجی صاحب نے سونا لینے سے انکار کر دیا اور زار و قطار روتے ہوئے بولے بابا میں نے تمام عمر سمگلنگ کی ہے مگر وہ انگریز کا زمانہ تھا، اب میں نے سمگلنگ نہیں کی بلکہ پاکستان کا حق حاصل کیا

Scanned with CamScanner

ہے۔ میں سمگلر ضرور ہوں مگر مادرِ وطن کی دولت نہیں لوٹوں گا اور پھر دوبارہ رونے لگ گئے۔ کچھ دیر بعد جب خاموش ہوئے تو سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہنے لگے کہ میں یہ 4 من سونا بھی حکومت پاکستان کے خزانے کے لیے پیش کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ میرے پاس ذاتی 3 من سونا بھی ہے وہ بھی میں اس مقدس دیس کے لیے پیش کرتا ہوں۔ پھر اس عظیم ہستی حاجی عبداللہ بھٹی اور نواب مہابت خان کے آنسو جاری ہو گئے لیکن یہ خوشی، ایثار اور قربانی کے آنسو تھے۔

یہ تھے فخر وانبساط کے آنسو اور ایک ہمارے آج کے دور کے کھوٹے سکے، گندے انڈے یا جو بھی آپ نام دے لیں، وہ بہت کم ہی ہوگا اور یہ لوگ لوٹی ہوئی دولت میں سے ایک سکہ بھی واپس نہیں لائیں گے جب تک کہ آپ ایک قوم کی شکل میں آ کر اصلاحات نہ کریں گے کیونکہ یہ سب لوگ اور خاص طور پر نام نہاد اور جعلی سیاست دان نہ ان میں شرم ہے، نہ حیاء ہے اور نہ ہی یہ رہنما ہیں۔ یہ صرف بہروپیے ہیں۔ مزید آپ جو بھی نام دینا چاہیں، دے لیں مگر یہ یاد رہے کہ آپ بھی غول کے غول ہیں اس لیے تو یہ لاٹھی سے بلکہ جوتے کی نوک پر عوام کو ہانک رہے ہیں اور ان کا احتساب صرف، صرف اور صرف آپ عوام ہی کر سکتے ہیں۔ اگر آپ ایک قوم کی شکل اختیار کر لیں تو؟

مندرجہ بالا مضمون مجیب الرحمٰن شامی کی ایڈیٹر شپ میں اردو ڈائجسٹ میں چھپا تھا۔

مضمون نگار پروفیسر محمد ظریف خان تھے۔ میں نے تو صرف تاریخ کے صفحوں سے مٹی جھاڑ کر نوجوان نسل کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ میرے حق میں دعا فرما دیجیے گا۔ ایران ہمارا عظیم ہمسایہ ملک ہے۔ مجھے 1966ء میں ایران کی سیاحت کا موقع نصیب ہو چکا ہے۔ تفصیل کے لیے آپ میری تصنیف ''مشرق کا موتی حوروں کا مسکن'' کا مضمون ''دجلہ کی پری'' کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

ایران ہمیں 15 روپے لیٹر پٹرول فروخت کرنے کے لیے تیار ہے۔ اسی طرح سستی ترین گیس بھی فراہم کرنے کو تیار ہے۔ ایران نے اپنے علاقے سے پائپ لائن گزار کر پاکستان کے بارڈر تک پہنچا دی ہے۔ معاہدہ بھی موجود ہے مگر امریکہ بہادر کے غلام حکم عدولی نہیں کر سکتے اس لیے عوام کو مہنگائی کے جہنم میں جھونک دیا گیا ہے۔ عوام آپ کو لیڈر کیوں مانیں؟

رہنما قوم کا باپ ہوتا ہے۔ اگر عوام ہنسیں تو رہنما ہنستا ہے، اگر عوام روئیں تو رہنما روتا ہے۔ یہ کیسے رہنما ہیں جو دو مختلف ذاتی جائیداد کی طرز پر بنائی گئی گیس کمپنیوں کے مالک ہیں۔ بڑے بڑے محلات پاکستان اور بیرون ملک رکھتے ہیں۔ لوٹ مار کا بازار گرم ہے اور گزشتہ 35 سال سے متواتر ملک کا خزانہ بیرون ملک بذریعہ منی لانڈرنگ اور دیگر غیر قانونی ذرائع سے منتقل کیا جا رہا ہے اور غریب کے دکھ درد کی بات صرف مائیک پر ہی کی جاتی

Scanned with CamScanner

ہے اور قوم کو بھکاری قرار دیا جا چکا ہے۔ قوم کو بھکاری قرار دینے والے خود ساختہ رہنما یہ نہیں جانتے کہ یہ ملک پاکستان دنیا کے لگ بھگ 200 ممالک میں بہت نمایاں ہے۔

پاکستان کا نہری نظام دنیا کے بڑے نظاموں میں سے ہے۔

پاکستان مٹر کی پیداوار میں دنیا میں دوسرے نمبر پر ہے۔

پاکستان خوبانی، کپاس اور گنے کی پیداوار میں دنیا کا چوتھا بڑا ملک ہے۔

پاکستان پیاز اور دودھ کی پیداوار میں دنیا کا پانچواں بڑا ملک ہے۔

پاکستان کھجور کی پیداوار کے لحاظ سے چھٹے نمبر پر ہے۔

پاکستان آم کی پیداوار میں ساتویں نمبر پر ہے۔

چاول کی پیداوار کے لحاظ سے دنیا کا آٹھواں بڑا ملک ہے۔

گندم کے لحاظ سے ساتویں، مالٹے اور کینو کی پیداوار کے لحاظ سے دسویں نمبر پر ہے۔

ہمارا ملک پاکستان مجموعی طور پر زرعی پیداوار کے لحاظ سے دنیا میں 25 ویں نمبر پر ہے جبکہ ہماری صرف گندم کی پیداوار براعظم افریقہ جو کہ دنیا کا سب سے بڑا براعظم ہے، کہیں زیادہ ہے اور براعظم جنوبی امریکہ کے برابر ہے۔

صنعتی پیداوار کے لحاظ سے ہمارا ملک دنیا میں 55 ویں نمبر پر ہے۔

کوئلے کے ذخائر کے اعتبار سے چوتھے اور تانبے کے ذخائر کے اعتبار سے ساتویں نمبر پر ہے۔

سی این جی Compressed Natural Gas (CNG) کے استعمال میں دنیا کا نمبر 1 ملک ہے اور ہمارے گیس کے ذخائر دنیائے ایشیا میں چھٹے نمبر پر ہیں۔

یہ دنیا کی ساتویں ایٹمی طاقت ہے۔ لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یہ ملک بے ایمان، ملک فروشوں، مفاد پرستوں، لوٹوں، لٹیروں، کرپٹ بیوروکریٹس اور انصاف فروخت کرنے والوں کی پیداوار میں پہلے نمبر پر ہے۔ ہم لوگ کسی نیک، ایماندار اور صالح قیادت کے بجائے بار بار کرپٹ اور دھوکے باز سیاست دانوں کو ہی ووٹ دیتے ہیں۔ اگر قسمت نے یاوری کی تھی ایک بہادر، جرأت مند اور محبِّ وطن رہنما ملک کو نصیب ہوا تھا تو انٹرنیشنل اور قومی بدمعاشوں نے رہنے نہیں دیا۔ ملک عزیز میں مندرجہ بالا عناصر کی وجہ سے متواتر مہنگائی میں اضافہ ہو رہا ہے اور لوگ متواتر ان ہی کرپٹ لوگوں کو ووٹ دے کر نہ صرف ملک کے ساتھ بلکہ اپنے آپ سے بھی دشمنی کرنے کے مرتکب ہو رہے ہیں کیونکہ صرف انسانوں کا جنگل ہی ایسا کر سکتا ہے، قوم بنیں، ذرا سوچیں، ضرور سوچیں۔

Scanned with CamScanner

اب میں اپنے قابل قدر قارئین کی خدمت میں ان لوٹوں، سیاست دانوں، نام نہاد رہنماؤں اور دونوں ہاتھوں سے مل لوٹنے والوں کے اخراجات پیش کرتا ہوں۔ان میں صرف چند ایک شریف النفس بھی ہیں:

(1) بلوچستان اسمبلی کی تعداد=65 تنخواہ فی ممبر=/Rs 1,25,000

(2) خیبر پختونخوا اسمبلی ممبرز کی تعداد=145 تنخواہ فی ممبر=/Rs 1,50,000

(3) سندھ اسمبلی ممبرز کی تعداد=168 تنخواہ فی ممبر=/Rs 1,75,000

(4) پنجاب اسمبلی ممبرز کی تعداد=171 تنخواہ فی ممبر=/Rs 2,50,000

(5) قومی اسمبلی ممبرز کی تعداد=342 تنخواہ فی ممبر Rs 3,00,000

(6) سینٹ ممبرز کی تعداد=104 صرف تنخواہ کا خرچہ ماہانہ Rs 35,54,70,000

دیگر مراعات: ہاؤس رینٹ، گاڑی، گھر کے بل، ٹکٹیں، بیرون ملک دوروں کے اخراجات اور رہائش وغیرہ۔اس میں سپیکر، ڈپٹی سپیکر، وزراء، وزیر اعلیٰ، گورنرز، وزیر اعظم اور صدر کی تنخواہیں شامل نہیں ہیں۔

مختلف اجلاسوں کے اخراجات اور بونس ملا کر سالانہ اخراجات 185 ارب روپے بن جاتا ہے اور اس پر دھونس دھاندلی یہ ہے کہ ان میں سے اکثر سفید ہاتھی ٹیکس بھی نہیں دیتے۔

(1) ان سفید ہاتھیوں کو پنشن کا حق نہیں ہونا چاہیے۔

(2) مرکزی تنخواہ کمیشن کے تحت پارلیمنٹ کے افراد کی تنخواہ میں ترمیم کرنا چاہیے اور ان کی تنخواہ ایک عام مزدور کے برابر ہونی چاہیے۔ یہ لوگ اپنی تنخواہ کے لیے خود ہی ووٹ ڈالتے ہیں اور اپنی مرضی سے من چاہا اضافہ کر لیتے ہیں۔

(3) ممبران پارلیمنٹ کو علاج معالجے کے لیے سرکاری ہسپتالوں میں ہی سہولت لینا لازم ہو جہاں عام پاکستانیوں کا علاج ہوتا ہے۔

(4) مفت سفر، راشن، بجلی، پانی، فون و دیگر بل کی مفت بری ختم کی جائے۔

(5) مندرجہ بالا رعایتیں نہ صرف یہ لوگ حاصل کرتے ہیں بلکہ ان کا پورا خاندان انجوائے کرتا ہے اور سیاست کے نام پر یہ لوگ ان سہولتوں میں باقاعدہ اضافہ کرتے چلے جاتے ہیں جو کہ نہ صرف بے ایمانی ہے بلکہ بے عزتی، بے شرمی اور بدمعاشی کی انتہا ہے۔

(6) ایسے تمام ممبران پارلیمنٹ جن کا ریکارڈ مجرمانہ ہو حال یا ماضی میں سزا یافتہ ہوں ان کو موجودہ پارلیمنٹ سے فارغ کیا جائے، انتخابی عمل میں حصہ لینے سے روکا جائے اور سرکار کا مالی نقصان ان کی جائیدادیں

Scanned with CamScanner

ضبط کر کے پورا کیا جائے۔

(7) پارلیمنٹ کینٹین میں رعایتی نرخ پر خوراک کسی کو بھی فراہم نہ کی جائے عام پبلک پر لاگو قانون ان سفید ہاتھیوں پر بھی لاگو کیا جائے۔ عجیب مخلوق ہے۔ عوام کے ووٹوں سے منتخب ہو کر عوام کا پیسہ مراعات کی شکل میں کھانا شروع کر دیتے ہیں۔

(8) ان کی ریٹائرمنٹ کی عمر بھی 60 سال ہونی چاہیے۔ میڈیکل ٹیسٹ پاس کرنا ضروری ہو۔ ان فٹ ہونے کی صورت میں انتخابات میں حصہ لینے کا اہل نہیں ہونا چاہیے۔ پارلیمان میں نمائندگی کرنا ایک اعزاز اپنے حلقے اور ملک کی خدمت ہے مگر ان لوگوں نے اس کو ایک منافع بخش کاروبار بنا رکھا ہے۔

(9) ان کی تعلیم کم از کم ماسٹرز ہونی چاہیے اور دینی تعلیم بھی اعلیٰ ہونی چاہیے۔

(10) ان کے بچے بھی لازمی سرکاری سکولوں میں تعلیم حاصل کریں۔

(11) پارلیمنٹ لاجز کے کچھ کمروں میں انگور کی بیٹی و سرور کی بہن، بے حیائی اور فحاشی کی ماں اور رقص ابلیس کو سختی سے بند کرایا جائے۔ ذرا سی سچی بات کرنے پر حرمت پارلیمنٹ خطرے میں ڈال دی جاتی ہے۔ کیا رقص ابلیس کی وجہ سے نیک نامی ہوتی ہے، جواب دیں؟

یہ تو تھی ابلیسیات، اب ابلیس کے بارے میں عرض ہے۔ بقول شاعر:

ایک ہی غلطی روز کر رہے ہیں ہم
جو ملے گا نہیں اس پر مر رہے ہیں ہم

ابلیس کی نسل کی ابتداء جس جن سے ہوئی اس کا نام ''طارانوس'' پڑھا جاتا ہے۔ طارانوس ابلیس سے ایک لاکھ چوالیس ہزار سال پہلے دنیا میں موجود تھا۔ طارانوس کی نسل تیزی سے بڑھی کیونکہ ان پر موت طاری نہیں ہوتی تھی اور نہ ہی بیماری لگتی تھی البتہ آتشی مخلوق ہونے کی وجہ سے سرکشی بدرجہ اتم موجود تھی۔ ان جنوں کی نسل کو پہلی موت فرشتوں کے ہاتھوں پیدائش سے 36 ہزار سال بعد آئی جس کی وجہ سرکشی تھی۔ یہاں پہلی بار موت کی ابتداء ہوئی۔ اس سے پہلے موت نہیں ہوتی تھی۔ بعد میں ''چلپانیس'' نامی ایک نیک جن کو جنات کی ہدایت کا ذمہ سونپا گیا اور وہ ہی شاہِ جنات قرار پائے۔ اس کے بعد ''ہاموس'' کو یہ ذمہ داری دی گئی۔ ہاموس کے دور میں ہی ''چلیپا'' اور ''تبلیث'' کی پیدائش ہوئی۔ یہ دونوں اپنے وقت کے بے حد بہادر جن تھے اور ان کی قوم نے ''چلیپا'' کو شاشین کا لقب اس کے شیر کے جیسے سر کی وجہ سے دیا۔ ان دونوں جنات کی وجہ سے ساری قوم کہنے لگ گئی کہ ہمیں اس وقت تک کوئی نہیں ہرا سکتا جب تک شاشین اور تبلیث ہمارے درمیان موجود ہیں۔ ان دونوں کی وجہ سے قوم جنات

Scanned with CamScanner

آسمان تک رسائی کرنے لگی اور تیسرے آسمان تک جا کر شرارت کر آتے تھے۔ ایسے میں حکم الٰہی سے فرشتوں نے ان پر حملہ کر دیا اور عبرت ناک شکست دی۔

اس دوران جب ''عزرائیل علیہ السلام'' کو ابلیس نے دیکھا تو سجدہ میں گر گیا۔ ابلیس شروع سے ہی ایک نڈر اور ذہین بچہ تھا۔ اس میں باپ کی بہادری اور ماں کی مکاری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اس نے ملائکہ کے ساتھ جا کر توبہ کا باقاعدہ اعلان کیا اور پھر فرشتوں سے فیض حاصل کرنے لگا۔ علم حاصل کرنے اور ریاضت کا یہ عالم تھا کہ پہلے آسمان پر ''عابد'' پھر دوسرے آسمان پر ''زاہد'' تیسرے آسمان پر ''بلال'' چوتھے آسمان پر ''والی'' پانچویں آسمان پر ''تقی'' اور چھٹے آسمان پر ''کبازان'' کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ وہ وقت تھا جب یہ فرشتوں کو سکھاتا تھا۔ ساتویں آسمان پر ابلیس بقعہ نور میں رہا ہفت افلاک کے سب ملائکہ کا معلم قرار دیا گیا۔ یہاں تک پہنچ کر ابلیس نے اپنی عاجزی اور ریاضت کی انتہا کر دی۔ کم وبیش ابلیس نے چودہ ہزار سال عرش کا طواف کیا۔ یہاں اس نے فرشتوں میں استاد، سردار ''عزازیل'' کے نام سے شہرت پائی۔ کم وبیش تیس ہزار سال مقربین فرشتوں کا استاد رہا۔ ابلیس کے درس ووعظ کی میعاد کم وبیش اسی ہزار سال ہے۔ ابلیس کو حکم ہوا کہ داروغہ جنت ''رضوان'' کی معاونت کرو اور اہل جنت فرشتوں کو اپنے علم وفضل سے بہرہ ور کرو۔ یوں ابلیس کو جنت میں داخلے کا پروانہ مل گیا اور جنت میں بھی اپنے علم سے داروغہ جنت رضوان کو سیراب کیا اور یوں جنت رضوان کی کنجیاں ابلیس کے پاس رہیں۔ روایت کے مطابق ابلیس 40 ہزار سال تک خزانچی کے فرائض انجام دیتا رہا۔ یہ ہی وہ مقام اعلیٰ ترین جنت رضوان ہی تھا جہاں ابلیس نے پہلی بار بادشاہت کے خواب دیکھنے شروع کیے۔ اس وقت ابلیس کے پاس ہفت اقلیم وافلاک و جنت ودوزخ سب کا اختیار تھا اور اس نے چپے چپے پر سجدے کیے تھے مگر یہاں پر ابلیس پہلی بار بھٹکا اور خود کو بادشاہ بنانے اور رب بن جانے کے خواب دیکھنا شروع کیے۔ کئی ملائکہ کے سامنے ربوبیت کی بابت بات بھی کی مگر ملائکہ کے انکار کے سبب چپ ہو گیا اور یوں نظام چلتا رہا مگر اللہ تعالیٰ کی ذات بے خبر نہ تھی۔

پھر آدم علیہ السلام کی تخلیق کا مرحلہ آیا جیسے قرآن میں واقعات بیان ہوئے ہیں۔ ابلیس آدم علیہ السلام کو مرحلہ وار مختلف اقسام کی مٹی سے تخلیق ہوتا دیکھتا رہا اور چپ رہا مگر جیسے ہی اسے یہ معلوم ہوا کہ یہ آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا نائب ہے تو ابلیس نے واویلا کیا، عبادات اور اطاعت کا واسطہ دیا پھر طنز کیا کہ مجھ جتنی عبادت کس نے کی ہے اور آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکاری ہوا۔

تب اللہ تعالیٰ نے کہا نکل جا شیطان مردود۔ لعنتی قرار پانے کے بعد ابلیس نے اپنی عبادات اور ریاضت کا ربِ کریم سے عوض مانگا جس پر اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو ایک وقت مقررہ تک مہلت دے دی جس پر ابلیس نے اولادِ

Scanned with CamScanner

آدم کو صراطِ مستقیم سے بھٹکا کر اپنا پیروکار بنان کا دعویٰ کیا جس پر ربِ کریم نے فرمایا جو متقی اور پرہیز گار ہوں گے تو ان کو گمراہ نہیں کر پائے گا۔ ابلیس کے اس لعنتی کام میں اس کے پانچ ساتھی ہیں:

(1) ''شبر'' اس کے اختیار میں مصیبتوں کا کاروبار ہے جس میں لوگ ہائے ہائے کا واویلا کرتے ہیں، گریبان پھاڑتے ہیں، منہ پر طمانچے مارتے ہیں اور جاہلیت کے نعرے لگاتے ہیں۔

(2) ''اعور'' یہ لوگوں کو بدی کا مرتکب کرتا ہے اور بدی کو لوگوں پر اچھا اور پسندیدہ کر کے دکھاتا ہے۔

(3) ''مسوط'' یہ کذب، جھوٹ اور دروغ پر مامور ہے جسے لوگ کان لگا کر سنیں۔ یہ انسانوں کی شکل اپنا کر ان سے ملتا ہے اور انہیں فساد برپا کرنے کی جھوٹی خبریں سناتا ہے۔

(4) ''داسم'' یہ آدمی کے ساتھ گھر میں داخل ہوتا ہے اور گھر والوں کے عیب دکھاتا ہے اور آدمی کو گھر والوں پر غضب ناک کرتا ہے۔

(5) ''زکنیور'' یہ بازاروں کا مختار ہے۔ بازاروں میں آ کر بددیانتی کے جھنڈے گاڑتا ہے۔ بازاروں میں برائیوں اور فحاشی پرور غلاتا ہے۔

ابلیس کا آدم علیہ السلام کو سجدے سے انکار کا جذبہ حسد تھا کہ جس نے اسے مجبور کیا کہ میری جگہ آدم (خاکسار) کو کیوں ملی۔ یہ اس کا جذبہ تکبر اور غرور تھا کہ میں اعلیٰ ہوں۔ یہ ایک سجدے سے انکار کی بات نہیں تھی۔ بات اطاعت سے سرکشی کی تھی۔ ابلیس نے دل میں خود کو ''رب'' مان لیا تھا۔ اسی شرک عظیم کی بدولت ابلیس تا قیامت رسوا و لعنتی ٹھہرا اور اولادِ آدم کو بھٹکانے کے لیے آزاد قرار پایا۔

حاصل نتیجہ یہ ٹھہرا کہ رب عظیم کو انسان کی عبادات، عاجزی، علم و دانش سے کچھ غرض نہیں ہے۔ رب کریم صرف دیکھتا ہے کہ دل میں اطاعت و فرمانبرداری کتنی ہے۔ اسی بنیاد پر تقویٰ اور پرہیز گاری کے درجے قرار پاتے ہیں۔ مندرجہ ذیل کتب سے مدد لی گئی:

(1) صحیح بخاری، باب الفتن
(2) اشراط
(3) صحیح مسلم
(4) سنن ابن ماجہ
(5) سنن ابی داؤد
(6) کتاب شرح امام سیوطی
(7) تفسیر کبیر امام بخاری
(8) نہج البلاغہ
(9) کتاب التوحید شیخ صدوق

ہمارے حکمران سیاست دان اور دیگر عناصر کی عادات و اطوار اور تاریخ کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے۔ ایک شعر

Scanned with CamScanner

عرض ہے:

تیرا غرور عبادت تجھے نہ لے ڈوبے
سنا ہے پڑھتا تھا ابلیس بھی نماز بہت

(تفہیمات ج 3)1962 از سید ابوالاعلیٰ مودودی اپنے مضمون میں رقمطراز ہیں جو آج سے 60 سال پہلے شائع ہوا تھا کہ مسلمان ملکوں کی فوجوں میں بہت جلدی یہ احساس پیدا ہو گیا کہ آمریت کا اصل انحصار انہیں کی طاقت پر ہے اور یہ احساس بہت جلد فوجی افسروں کو میدانِ سیاست میں لے آیا اور انہوں نے خفیہ سازشوں کے ذریعے سے حکومتوں کے تختے الٹنے اور خود اپنی آمریتیں قائم کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اب مسلمان ملکوں کی قسمتوں کے فیصلے انتخابات یا پارلیمنٹوں میں نہیں بلکہ فوجی ہیڈ کوارٹروں میں ہوتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک جب آتا ہے تو ''زعیم انقلاب'' بن کر آتا ہے اور جب رخصت ہوتا ہے تو ''خائن اور غدار'' قرار پاتا ہے۔ ایک اور چیز بھی ان فوجی انقلابیوں میں مشترکہ ہے جو بھی ابھر کر اقتدار پر قبضہ کرتا ہے وہ اپنے پیش رو ہی کی طرح مغرب کا ذہنی غلام اور الحاد و فسق کا علمبردار ہوتا ہے۔ آپ خود دیکھ رہے ہیں کہ امپورٹڈ حکومت کیا گل کھلا رہی ہے۔

سیاست دان، حکمران کا کریکٹر اور ان کے کارنامے، جرنیلوں کا رویہ، عدلیہ کا کردار، عوام بیزار، مہنگائی، ڈاکہ زنی کا جن جو نہایت ہی خوفناک قہقہے لگا رہا ہے۔ سیاست دانوں کی خرید و فروخت عروج پر، لمحے لمحے پر عوام کو فروخت کرتے اور خریدتے یہ چور اچکے خود بھی طوائفوں کی طرح فروخت ہو رہے ہیں۔

کچھ عوام کی سادگی، کچھ ان نام نہاد رہنماؤں کی عیاری اور زبردستی کیونکہ زور آور بھی ہیں، دولت مند بھی ہیں، عوام کا پیسہ لوٹ کر عوام کو ہی بے وقوف بنا رہے ہیں۔ بقول شاعر:

لوگ جو غریب تھے حقیر ہو گئے
آپ تو غریب سے امیر ہو گئے
یعنی کہ حضور بے ضمیر ہو گئے
خود کو بے ضمیری کا خطاب دیجیے

ایک ہمارے بہت بڑے بہت ہی بڑے لیڈر، سیاست دان، محقق، دانشور جن کا نام آج کل کے حالات کے مطابق سلطان فراراین کرپٹل ہی بنتا ہے جبکہ ان کا تعلق لاہور کے مشہور کھاؤ قبیلہ سے ہے، شاید ان کو معلوم نہیں ہے کہ پارلیمنٹ توڑنا جرم نہیں ہے بلکہ پارلیمنٹیرین توڑنا جرم ہے۔ دراصل یہ سب سیاست دانوں کے بھیس میں ہامان، فرعون اور قارون ہیں کیونکہ سیاست کی آڑ میں ملک کو لوٹنا ان کا وطیرہ اور گول ہے۔ ملک سے فرار ہونے کے

Scanned with CamScanner

ماہر بھی ہیں۔عیاری ومکاری، زور زبردستی، عالمی طاقتوں کی غلامی، لوٹا ہوا پیسہ خرچ کر کے دوسری بار، تیسری اور بار بار حکومت حاصل کرتے رہے ہیں اور یہ سب اور ان کی نسل سے دیگر چورا چکے نسل در نسل حکومت کر رہے ہیں اور آئندہ بھی کرنا چاہتے ہیں۔ جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، سپوٹر ہیں یا ان سے پیسے لے کر نعرے لگاتے ہیں، کاروں پر پھول نچھاور کرتے ہیں، آنکھیں سینکنے، جلسہ گاہ اور جلوسوں میں جاتے ہیں اور دیگر کسی طرح سے بھی ان کو سپورٹ کرتے ہیں وہ دراصل ملکی وقار کو نہیں مانتے اور اشخاص اور شخصیتوں کے جنون میں مبتلا ہو کر ملک اور ملکی سالمیت کو اپنی جہالت کی وجہ سے در پردہ اور ظاہری طور پر نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اللہ کے واسطے صرف اور صرف اپنی مادرِ وطن کا سوچیں۔ یہ لوگ ملک کو لوٹ کر آدھے بیرون ملک جا چکے ہیں اور بقایا چلے جائیں گے۔ آج کل کے حالات کے مطابق جو ملک کا حشر ہو چکا ہے اور آئندہ ہونے کا خطرہ ہے، کیا قومیں ایسی ہوتی ہیں؟ کیا قومیں اس طرح کے خود ساختہ رہنماؤں کی قیادت میں ترقی کرتی ہیں؟

آلِ شریف تو انڈیا سے مہاجروں کی شکل میں آئے اور ان کی ذات اور بزنس سب جانتے ہیں۔ دیگر گیلانی، قریشی، دولتانے، ٹوانے، خان صاحبان وشاہ صاحبان، میاں صاحبان، ملک صاحبان، شیخ صاحبان ودیگر تمن خان، اکڑ خان، ہم کوتم کو خان، وڈیرے، جاگیردار سب کے سب انگریزوں کے وظیفہ خوار تھے اور آج بھی ان کے اشارے پر چلتے ہیں۔ ان کے پاس مادرِ وطن کی لاکھوں ایکڑ زمین انگریزوں کی وفاداری اور مادرِ وطن سے غداری کے عوض ملی ہوئی ہے اور ان ہی لوگوں کی اولادیں آج پاکستان پر مسلط ہیں اور اپنے غیر ملکی آقاؤں کے اشاروں پر ناچتی ہوئی پورے ملک پر حکومت کر رہی ہیں اور ملک کو نوچ نوچ کر کھا رہی ہیں۔ اور اگر آپ لوگ قوم کی شکل میں اپنے ملک کی حفاظت نہ کر سکے تو یہ سب لوگ آپ کو اس ملک سمیت کھا جائیں گے۔ بقول شاعر:

کہیں ضمیر تو کہیں پر وقار بیچا گیا
اے غلام دیس تیرا اقتدار بیچا گیا
یہ کون لوگ ہیں جو برائے فروخت رہتے ہیں
یہ کیسی قوم ہے جسے بار بار بیچا گیا

جبکہ اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے:

آزمائش کی شدت، بدبختی کی آمد، تقدیر کی زحمت اور دشمنوں کی خوشی سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔

(مشکوۃ، 2457، بخاری شریف، 6616)

ہمیں بہت دیر سے اور ملک لٹوانے کے بعد ایک لیڈر عالمی سطح کا نصیب ہوا تھا جس کو اپنوں اور عالمی

Scanned with CamScanner

بدمعاشوں نے مل کر نکال دیا۔ آپ اس کی یو این میں فی البدیہہ تقریر سنیں۔ اس کی خارجہ پالیسی پر نظر ڈالیں۔ عمران خان کے متعلق تفصیل الگ باب میں لکھی جائے گی۔ یہاں صرف پرچی بازوں سے اس کا موازنہ کرنا تھا۔ عالمی سطح پر اس کا عزت احترام دیکھیں اور پرچی بازوں سے اس کا موازنہ کریں۔ کتنی عجیب بات ہے کہ ہم لوگ ووٹ تو ابوجہل جیسے لوگوں کو دیتے ہیں اور حاکم حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے تلاش کرتے ہیں جبکہ اقبال فرماتے ہیں:

یورپ کی غلامی پہ رضامند ہوا تو
مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے یورپ سے نہیں

امریکی قومی سلامتی کے مشیر اور بدنام زمانہ عالمی مسلمان مخالف یہودی نے کہا تھا کہ امریکہ دو وجوہات کی بناء پر مضبوط ہے۔ اول وہ اپنے ملک میں غداروں کو تلاش کرتا ہے اور انہیں مار دیتا ہے۔ دوئم، وہ دوسرے ممالک میں غداروں کو تلاش کرتا ہے اور انہیں اپنے مفاد کے لیے استعمال کرتا ہے۔

کاش ہم میں غدار نہ ہوتے تو ہمارا ملک دنیا میں سرداری کر سکتا تھا۔

سیرتوں کا حسن کیا جانیں
صورتوں کے بھکاری لوگ

ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

وطن فروش تیری ذات تیرے وقار پہ تھو
تو جس بہار سے گزرے اُس بہار پہ تھو
تیرے ضمیر تیری آن بان پہ تھو
تیری ہر سانس تیرے ہر کاروبار پہ تھو
جسم فروشی ایک فرد کا فعل قبیح
وطن فروش تیری آل و اولاد پہ تھو
غریب غیرت مند وفاشعار ہے قوم
تجھ بدزبان بداخلاق بدکردار پہ تھو
یہ علیؓ حسینؓ عباسؓ کے ہیں پیروکار
تیرے مسلک تیرے یزیدی قافلے پہ تھو

Scanned with CamScanner

وہ اک خان سینہ سپرے کوہ گراں
وطن فروش تیری ذات تیری بساط پہ تھو
میں تھا میں ہوں میں رہوں گا ابد
تیرے عنکبوت تیرے فرعون تیرے ہامان پہ تھو

یہ اعزاز جو انٹرنیشنل اداروں نے مختلف ملکوں کے سربراہوں اور سابق سربراہوں کو ان کے ملکوں کی نسبت سے دیا ہے وہ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں اور سر دُھنیں کہ باعث عزت کیا ہے؟ اور باعث ذلت کیا ہے؟ یہ لسٹ ہے دنیا کے 10 کرپٹ ترین حکمرانوں کی۔ فیصلہ آپ نے کرنا ہے کہ یہ اعزاز ہے یا شرمندگی ہے؟

(1) محمد نواز شریف تین بار کے سابق وزیراعظم پاکستان 30 ارب ڈالرز کے مالک ہیں اس لیے نمبر 1 قرار پائے ہیں۔

(2) آصف زرداری سابق صدر پاکستان ''فرداول'' پاکستان 24 ارب ڈالرز کے مالک ہیں اس لیے نمبر 2 قرار پائے ہیں۔

(3) ولادیمیر پیوٹن روس کے صدر ہیں اور اپنی 12 ارب ڈالرز کی دولت کے ساتھ نمبر 3 قرار پائے ہیں۔

(4) ڈیوڈ سگمنڈ، آئس لینڈ کے صدر اپنی 7.41 ارب ڈالرز کی دولت کے ساتھ نمبر 4 قرار پائے ہیں۔

(5) سلمان بن عبدالعزیز شاہ سعودی عرب اپنی 7 ارب ڈالرز کی دولت کے ساتھ نمبر 5 پر آئے ہیں۔

(6) ڈیوڈ کیمرون وزیراعظم برطانیہ اپنے 5.32 ارب ڈالرز کے ساتھ نمبر 6 پر آئے ہیں۔

(7) خلیفہ بن زید النہیان آف یو اے ای اپنی 5 ارب ڈالرز کی دولت کے ساتھ 7 ویں نمبر پر آئے ہیں۔

(8) کنگ جون صدر کوریا اپنی 4.32 ارب ڈالرز کی دولت کے ساتھ نمبر 8 پر آئے ہیں۔

(9) Teadero Obiagn Nguema Mbasogo President of EQ,uatorial Guinea اپنی 3.42 ڈالرز کی دولت کے ساتھ 9 ویں نمبر پر براجمان ہیں جبکہ گنی میں عام آدمی کو روٹی تک نصیب نہیں ہے۔

(10) Petro Poroshenko, President of Ukraine اپنی 3.95 ڈالرز کی دولت کے ساتھ نمبر 10 پر ہے۔

قارئین کرام فیصلہ آپ خود کریں یہ اعداد و شمار بھی ان علاقوں کے آقاؤں نے شائع کیے ہیں۔ صرف مندرجہ بالا لسٹ میں ولادی میر پیوٹن آف روس غلام نہیں ہے، باقی سب غلام ابن غلام ابن غلام ابن غلام ہی ہیں اور یہ ہی

Scanned with CamScanner

وجہ ہے کہ یہ لوگ اپنی ڈاکہ زنی کو بچانے کی خاطر ان سفید فام آقاؤں کے سامنے نہ بول سکتے ہیں نہ ان کی حکم عدولی کر سکتے ہیں، چاہے ملک کی سالمیت کو لاحق خطرات آخری حدوں کو ہی چھونے کیوں نہ لگ جائیں۔ ان کا نعرہ اور ایمان ہے یا آقا یا پرچی تیرا ہی سہارا لیکن ہم عوام اپنے مالک، خالق اور رازق کے سہارے پر زندہ ہیں جو سب سے عظیم سہارا ہے۔

سیاست نہ تو میرا مضمون ہے نہ میرا مشغلہ ہے، میں آج تک نہ کسی بھی سیاسی جلسے جلوس میں گیا نہ ہی کسی سیاست دان کے ہاں اس کو ملنے یا کسی ذاتی کام سے گیا۔ میں تو صرف اپنے مالک و رازق اور خالق کی توکل پر زندہ ہوں اور سو فیصد توکل تو اللہ پر یقین اور ایمان رکھتا ہوں مگر موجودہ سیاسی صورت حال نے نہ صرف مجھے بلکہ سب عوام کو بے چین کر رکھا ہے۔ غریب عوام صرف اور صرف بددعائیں ہی دے سکتے ہیں اور یہ فریضہ صبح کی نماز سے شروع ہو کر تہجد تک جاری رہتا ہے۔ لوگوں کی یعنی کہ عوام کی چیخوں کے ساتھ کچھ اس قسم کے جملے بھی سنائی دیتے ہیں جنہیں سن کر بے حد شرمندگی اور ذلت کا احساس ہوتا ہے۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں لوگ کیا کہتے ہیں۔ جو سب پر بھاری ہے وہ زرداری ہے۔ ترازو کے نشان پر لوگ کہتے ہیں یہ انصاف کا نشان بھی ہے لیکن کاروبار کا نشان بھی تو ہو سکتا ہے؟

لوگ مزید کہتے ہیں کہ آج کل سیاست دانوں اور حکمرانوں جنہوں نے پوری قوم کو ہی بھکاری بنا دیا ہے، خود ہی ملک کو لوٹا اور خود ہی بھکاری قرار دے کر ملک کا سودا کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ان کا قبرستان الگ ہونا چاہیے اور تمام لوٹے، تمام بے ایمان، ہامان، چورا چکے، چاہے وہ کوئی بھی ہو، اس قبرستان میں دفن کیے جائیں اور قبرستان کے باہر ایک بہت بڑا بورڈ آویزاں کیا جائے جس پر جلی حروف میں لکھا ہوا ہو:

''قبرستان غدارِ وطن'' پاکستان زندہ باد، پاکستان پائندہ باد

اکثر ان ہی سیاست دانوں جیسا کہ مسٹر 10 پرسنٹ، کرپشن کے شیر، حرص و حوس کے پجاری ہامان اور 60 فیصد کابینہ بمعہ ان کا سردار جو ضمانت پر ہیں، کے عناصر و چمچے کڑچھے قسم کے لوگ، لفافی صحافی وغیرہ وغیرہ اکثر فوج کے خلاف کتے کی طرح بھونکتے ہیں اور بھونکنے کے بعد جا کر اپنے اپنے ملکوں سے راتب وصول کرتے ہیں۔ یہ ایجنڈہ بھی ان کو غیر ملکی آقاؤں سے ملتا ہے اور پھر ملک عزیز میں اس پر عمل شروع کرایا جاتا ہے۔

فوج اور فوجی ہماری جان، آن، ہمارے اور ملک کی سرحدوں کے محافظ ہیں۔ دنیا کی چھٹی بڑی فوج، دنیا کی نمبر ون فوج جو کہ ہمارے سر کا تاج ہے، ہمارے ہزاروں فوجی بیٹے شہید ہوئے، ہماری خاطر، ملک کی خاطر اور آپ فوج کو گالی دیتے ہیں۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ دشمن کے ساتھی ہیں۔ ان کے خون میں ملاوٹ ہے۔ وہ

Scanned with CamScanner

خاندانی لوگ نہیں ہیں۔ یہ میں سمجھ سکتا ہوں کہ یہ غیر ملکی آقاؤں کا حکم بھی ہوسکتا ہے۔ ذاتی مفاد، لالچ اور کاروبار بھی ہوسکتا ہے لیکن ہماری فوج، ہمارے ماتھے کا جھومر ہے۔ ان 3/4 لوگوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آج ہیں، کل نہیں ہوں گے۔ اگر یہاں نہیں تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور سزا پائیں گے مگر نہ آپ کو زیب دیتا ہے کہ فوج کو گالی دیں اور نہ ہی ہماری فوج کی یہ شان ہے کہ وہ گالی کھائے۔ ذرا سوچیں کہ ہم فوج کے بغیر انڈیا کی کالونی بن کر باعزت جی سکیں گے۔ آپ کو معلوم نہیں ہے میں آپ کو بتاتا ہوں کہ ہنود بہترین محکوم ہیں۔ ہنود بدترین حاکم ہیں۔ بھارت میں مسلمان لوگوں کی جو حالت زار ہے آپ میں سے اکثر لوگوں نے دیکھی نہیں ہے۔ یہ ہمارے فوجی بھائیوں اور بیٹوں کی جان کا صدقہ ہے کہ ہم اپنے ملک میں آزاد ہیں۔ ان شاء اللہ چوراچکوں سے بھی جان چھوٹ ہی جائے گی اور یہ فوجی کون ہیں؟ یہ ہم میں سے ہیں اور ہم ان میں سے ہیں۔ آپ، میں اور فوجی آسمانی مخلوق نہیں ہیں لہٰذا اپنی فوج سے محبت، ان کی عزت احترام ہم پر لازم ہے۔ یہ ایک بہادر قوم کا شعار ہے۔

کرنل محمد ولایت اعوان اور ان کی فیملی گزشتہ 53 سال سے ہمارے فیملی فرینڈ بلکہ فیملی ممبر ہیں۔ میں ان کا شکر گزار ہوں کہ بہت اہم امور کی طرف انہوں نے میری توجہ مبذول کروائی۔ شکریہ ولایت!!

اپنی فوج اور اس کی ایٹمی قوت پر فخر کرتا ہوں۔ پاکستان زندہ باد، پاک فوج زندہ باد

حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

برداشت کے کانوں سے سنو
رحم کی آنکھوں سے دیکھو
محبت کی زبان سے بات کرو

ہمارے موجودہ امپورٹڈ حکمران اور ہمارے پاکستان بنانے والے حکمران، ایک موازنہ پیش کرتا ہوں، ذرا توجہ فرمائیں:

برٹش انڈیا آرمی کے میجر جنرل ہیکٹر بینٹ کی بیٹی شیلا آئرن ایک برطانوی خاتون جنہوں نے لکھنؤ یونیورسٹی سے گریجویشن کیا اور پھر ماسٹرز کرنے کے بعد پرستھہا کالج دہلی میں بطور اکنامکس پروفیسر تعینات ہوگئیں۔

1932ء میں مسلمان ہونے پر ان کی شادی پاکستان کے پہلے وزیراعظم لیاقت علی خان سے ہوئی اور وہ اس طرح بیگم رعنا لیاقت علی خان ہوگئیں۔ وہ بہت بلند اخلاق اور اعلیٰ کردار کی مالک تھی۔ جب وہ پاکستان کی سفیر بن کر ہالینڈ گئی تو ہالینڈ کی ملکہ سے اس کی دوستی ہوگئی۔ دونوں کی شامیں اکثر شطرنج کھیلتے ہوئے گزرتیں۔ ایک شام ملکہ نے بیگم رعنا سے کہا کہ اگر آپ آج کی بازی جیت گئیں تو میں اپنا ذاتی شاہی قلعہ تمہارے نام کردوں گی۔ بیگم

Scanned with CamScanner

صاحبہ نے ملکہ کی اس بات کو منظور کر لیا اور کچھ دیر بعد بیگم صاحبہ شطرنج کی بازی جیت گئیں۔ ملکہ نے وعدے کے مطابق شاہی قلعہ بیگم صاحبہ کے نام کر دیا۔ جب بطور سفیر ان کی مدت پوری ہوگئی تو انہوں نے اس قلعے کو پاکستانی سفارت خانے کو ہدیہ کر دیا اور آج بھی پاکستانی سفارت خانہ اس شاہی قلعے میں واقع ہے۔

اب اگر آپ موجودہ نام نہاد کرپشن زدہ، نیب زدہ، ہامان قسم کے اور گاگ می گاگ قسم کے معروف سیاست دانوں سے بیگم صاحبہ کے کردار کا موازنہ کریں تو یہ بونے کسی بھی قطار میں کھڑے نظر نہیں آئیں گے۔ یہ تو صرف ہامان، فرعون، قارون اور گاگ می گاگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے ملک عزیز اور عوام کو پناہ عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین

ان حکمرانوں کے پاس اتنا پیسہ ہے کہ انہوں نے ملک کو بھی خرید و فروخت کی جنس (Commodity) سمجھ لیا ہے لیکن انہوں نے ابھی تک مکمل زوال کا اندیشہ محسوس نہیں کیا جو کہ زود یا بدیر آنے والا ہے۔ بہادر شاہ ظفر آخری تاجدارِ ہندوستان کا انجام ملاحظہ فرمائیں:

ہندوستان کے آخری شہنشاہ بہادر شاہ ظفر کو مکینن مکینزی (Mackinnons Mackenzie) نامی بحری جہاز میں بٹھا کر 17 اکتوبر 1858ء کو رنگون پہنچا دیا گیا۔ شاہی خاندان کے 35 افراد (مرد و خواتین) بھی تاجدار ہند کے ہمراہ تھے۔ اس وقت کیپٹن ڈیوس نیلسن رنگون کا انچارج تھا۔ وہ بندرگاہ پہنچا۔ اس نے بادشاہ اور اس کے ہمراہیوں کو وصول کیا اور دنیا کی تیسری بڑی سلطنت کے آخری فرمانروا کو ساتھ لے کر اپنی رہائش گاہ پر آ گیا۔

کیپٹن نیلسن پریشان تھا کہ قیدی ہونے کے باوجود بہادر شاہ ظفر ایک بادشاہ تھا۔ نیلسن کا ضمیر گوارا نہ کر رہا تھا کہ وہ بیمار اور بوڑھے بادشاہ کو جیل میں پھینک دے مگر رنگون میں کوئی ایسا مقام نہیں تھا جہاں بادشاہ کو رکھا جا سکتا کیونکہ وہ رنگون میں پہلا جلاوطن بادشاہ تھا۔ کیپٹن ڈیوس نیلسن نے چند لمحے سوچا اور مسئلے کا دلچسپ حل نکال لیا۔ نوٹ یہ وہ ڈیوس نامی حکمران انگریز ہے جس کے نام پر آج بھی لاہور میں ڈیوس روڈ اور نیلسن روڈ بہت مشہور ہیں۔ نیلسن نے اپنے گھر کا گیراج خالی کرایا اور تاجدارِ ہند و ظل الٰہی، ظل سبحانی اور تیموری خون کے آخری چشم و چراغ کو اپنے گیراج میں قید کر دیا۔

بہادر شاہ ظفر 17 اکتوبر 1858ء کو اس گیراج میں پہنچا اور 7 نومبر 1862ء تک 4 سال وہاں رہا۔ شہنشاہ نے اپنی مشہور زمانہ غزل اسی گیراج میں لکھی تھی:

لگتا نہیں ہے دل میرا اُجڑے دیار میں
کسی کی بنی ہے عالم ناپائیدار میں
کتنا ہے بدنصیب ظفر دفن کے لیے
دو گز زمین بھی نہ ملی کوئے یار میں

Scanned with CamScanner

یہ 7 نومبر کا دن تھا جبکہ سال 1862ء تھا۔ بدنصیب بادشاہ کی خادمہ نے شدید پریشانی میں کیپٹن نیلسن ڈیوس کے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے اردلی نے برمی زبان میں اس بدتمیزی کی وجہ پوچھی۔ خادمہ نے ٹوٹی پھوٹی برمی میں جواب دیا ظل سبحانی کا سانس اکھڑ رہا ہے۔ اردلی نے جواب دیا صاحب کتے کو کنگھی کر رہے ہیں، میں انہیں ڈسٹرب نہیں کر سکتا۔ خادمہ نے اونچی آواز میں رونا شروع کر دیا۔ اردلی اسے چپ کرانے لگا مگر آواز نیلسن تک پہنچ گئی۔ وہ غصے میں باہر نکلا۔ خادمہ نے نیلسن کو دیکھا تو اس کے پاؤں میں گر گئی۔ وہ مرتے ہوئے بادشاہ کے لیے گیراج کی کھڑکی کھلوانا چاہتی تھی۔ بادشاہ موت سے پہلے آزاد اور کھلی ہوا کا ایک جھونکا اپنے سانس میں شامل کرنا چاہتا تھا۔

نیلسن نے اپنا پستول اٹھایا، گارڈز کو ساتھ لیا اور گیراج میں داخل ہو گیا۔ بادشاہ کی آخری آرام گاہ کے اندر بدبو، اندھیرا اور موت کا سکوت تھا۔ اتنی بے بسی و بے چارگی اور غریب الوطنی دنیا میں اور کہیں نہ دیکھی گئی تھی۔ وہ کسی بادشاہ کا چہرہ نہیں تھا۔ وہ دنیا کے سب سے بڑے بھکاری کا چہرہ تھا اور اس چہرے پر ایک آزاد سانس۔ آپ یقین کریں صرف ایک آزاد سانس کی اپیل تحریر تھی اور یہ اپیل پرانے کنویں کی دیوار سے لپٹی کائی کی طرح ہر دیکھنے والے کی آنکھ کو اپنی گرفت میں لے لیتی تھی۔ نیلسن نے بادشاہ کی گردن پر ہاتھ رکھا۔ زندگی کے قافلے کو رگوں کے جنگل سے گزرے دیر ہو چکی تھی۔ ہندوستان کا آخری شہنشاہ بہادر شاہ ظفر زندگی کی آخری حد عبور کر کے خالق حقیقی کے پاس جا پہنچا تھا۔

نیلسن نے لواحقین کو بلانے کا حکم دیا جو صرف اور صرف شہزادہ جوان بخت اور اس کے استاد محترم حافظ ابراہیم دہلوی ہی تھے۔ وہ دونوں آ گئے۔ انہوں نے بادشاہ کو غسل دیا، کفن پہنایا، جیسے تیسے کر کے نمازِ جنازہ پڑھی، قبر کا مرحلہ آیا تو پورے رنگون شہر میں آخری تاجدار کے لیے زمین درکار نہیں تھی۔ نیلسن نے سرکاری رہائش گاہ کے احاطے میں قبر کھدوائی اور بادشاہ کو خیرات میں ملی ہوئی مٹی میں دفن کر دیا۔

قبر پر پانی کا چھڑکاؤ ہو رہا تھا، گلاب کی پتیاں بکھیری جا رہی تھیں تو استاد حافظ ابراہیم دہلوی کے خزاں رسیدہ ذہن میں 30 ستمبر 1837ء کے وہ منظر دوڑنے بھاگنے لگے جب دہلی کے لال قلعے میں 62 برس کے بہادر شاہ ظفر کو تاج پہنایا گیا۔ ہندوستان کے نئے بادشاہ کو سلامی دینے کے لیے پورے ملک سے ہزاروں لوگ دہلی آئے تھے۔ بادشاہ جب لباس فاخرہ پہن کر تاج شاہی سر پر سجا کر نادر شاہی اور جہانگیری تلواریں لٹکا کر دربار عام میں آیا تو پورا دہلی شہر تحسین تحسین کے نعروں سے گونج اٹھا۔ نقارچی نقارے بجانے لگے۔ گویے ہواؤں میں تانیں اڑانے لگے۔ فوجی سالار تلواریں بجانے لگے اور نرتکیاں نرتک بھاؤ ایڑیاں ٹھمک ٹھمک کر دکھانے لگیں۔ یہ سب استاد حافظ

Scanned with CamScanner

ابراہیم کو یاد تھا۔ شہنشاہ کی رسم تاج پوشی کا جشن سات روز تک جاری رہا تھا اور ان سات دنوں میں دہلی کے لوگوں کو شاہی محل سے کھانا دیا گیا مگر 7 نومبر 1862ء کو اس ٹھنڈی اور بے مہر صبح بادشاہ کی قبر کو ایک خوش الحان قاری بھی نصیب نہیں تھا۔ استاد حافظ محمد ابراہیم دہلوی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے جوتے اتارے اور بادشاہ کی قبر کی پائنتی کی طرف کھڑا ہوا اور سورۂ توبہ کی تلاوت شروع کر دی۔ حافظ صاحب کے گلے سے سوز کے دریا بہنے لگے۔ یہ قرآن کریم کی تلاوت کا اعجاز تھا کہ کیپٹن نیلسن کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے۔ اس نے ہاتھ اٹھایا اور اس غریب الوطن کی قبر کو سیلوٹ پیش کر دیا اور اس آخری سیلوٹ کے ساتھ ہی مغل سلطنت کا سورج ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ اگر کبھی رنگون جانا ہو (آج کل اس ملک کا نام میانمار ہے اور رنگون کا نام یگون ہے) تو ڈیگن ٹاؤن کی کچی گلیاں اور ان کی بدبودار جھونپڑیوں میں آج بھی بہادر شاہ ظفر کی نسل کے خاندان مل جائیں گے۔ یہ تاریخ میں نے اپنی نوجوان نسل کے لیے لکھی ہے مگر مقام عبرت دکھانے اور سمجھانے کے لیے بھی لکھی ہے کیونکہ ہمارے امپورٹڈ خائن جن حکومتوں کے ایجنڈے پر کام کر رہے ہیں اور ملک لہولہان ہے وہ بہادر شاہ ظفر کی طرح حشر نشر بھی کر دیتے ہیں مگر انگریزوں کے بارے میں اپنے دل میں سمائے ہوئے کچھ تاثرات بھی پیش کرنا چاہتا ہوں۔

بہادر شاہ ظفر تاجدارِ ہند تھا جبکہ انگریز غاصب تھے۔ چلو مان لیتے ہیں کہ انہوں نے مقامی غداروں، شہنشاہی کوتاہیوں، عیاشیوں کی وجہ سے ہند کو فتح کر لیا مگر بادشاہ اور شاہی افراد کے ساتھ لٹیروں سے بھی بدتر سلوک کیا گیا۔ ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ یا یوں کہہ لیں کہ ایک شہنشاہ دوسری شہنشاہیت کی قید میں تھا۔ آپ کو کسی قلعے میں نظر بند کر دیتے، کسی اچھے بنگلے میں بند کر دیتے، تاحیات وظیفہ مقرر کر دیتے تاکہ عزت سے زندگی کے بقایا دن گزر جاتے۔ جو سلوک سلطنت برطانیہ اور اس کے گماشتوں نے شہنشاہ ہند کے ساتھ کیا وہ شہنشاہِ برطانیہ کے منہ کی کالک ہے جو آج بھی واضح طور پر دیکھی جا سکتی ہے۔ ایک خاندانی انسان حرامیوں کے گروہ میں پھنس گیا تھا کیونکہ اپنی نسل کے لحاظ سے ماسوائے روسی اور جرمنوں کے پورے یورپ کو اپنے باپ کا علم نہیں ہے، صرف ماں کا پتا ہے اس لیے میں نے لفظ حرامی استعمال کیا ہے۔ یہ لوگ قزاق (Pirates) اور "Vikings" (آٹھویں صدی کے بحر شمالی کے ڈاکو) کی اولادیں ہیں اس لیے ان کے سینوں میں شہنشاہی دل نہیں ہوتا اور نہ کبھی تھا۔ نوالہ چھین کر سمندر میں سامان، اثاثے، خزانے چھین کر مختلف علاقوں پر قابض ہو کر شہنشاہ بننا اور بات ہے۔ خاندانی اور نسل در نسل بادشاہ ہونا اور بات ہے۔ بادشاہ اللہ تعالیٰ کا نائب ہوتا ہے اور ایک قزاق اللہ تعالیٰ کا نائب کیسے ہو سکتا ہے۔

تاریخ میں عیاش ترین بادشاہ کا ایک جملہ صدیاں گزر جانے کے بعد بھی زندہ جاوید ہے۔ جب شکست خوردہ محمد شاہ رنگیلا شہنشاہ ہند کو ایک قیدی کی حیثیت سے فاتح ہند محمد نادر شاہ درانی کے سامنے پیش کیا گیا تو نادر شاہ نے محمد

Scanned with CamScanner

شاہ رنگیلا سے پوچھا کہ ''بتاؤ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟'' محمد شاہ نے ترنت جواب دیا ''جو شہنشاہ شہنشاؤں کے ساتھ کرتے ہیں۔'' نادر شاہ تخت سے نیچے اتر آیا۔ محمد شاہ کو گلے لگایا اور اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا۔ یہ سب اس لیے ہوا کہ دونوں حلالی تھے مگر بہادر شاہ ظفر کے معاملے میں عام دشمن سے لے کر تاج برطانیہ تک سب حرامی تھے اس لیے سلوک بھی حرامیوں جیسا تھا۔ آج کل کے ڈاکو جان لیں، پہچان لیں کہ ان کے یہ سفید فام آقا اپنی اپنی مطلب براری کے لیے کہاں تک جا سکتے ہیں اور ان کا کیا حال کر سکتے ہیں اور ان کی وجہ سے ملک عزیز کو شروع دن سے لے کر آج تک لہولہان کرنے میں ان کا کیا کردار ہے۔ جس دن عوام نے فیصلہ کر دیا اس دن نہ ملک عزیز میں اور نہ ہی دنیا کے کسی اور کونے میں تم سب کو جگہ ملے گی۔ شہنشاہ ایران کے حالات زندگی اور حالات شہنشاہی سے ہی عبرت پکڑیں؟ خود تو ووٹ کو عزت دو کا نعرہ لگاتے ہو، جمہوریت بھی تم لوگوں کو خطرے میں نظر آتی ہے مگر جمہوریت کیا ہے؟ کیوں ہے؟ جمہوریت کفر کیوں ہے؟

دین اسلام کے پانچ ارکان ہیں:

(1) کلمہ طیبہ (2) نماز (3) روزہ (4) حج (5) زکوٰۃ۔ یہ ارکان اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ہیں۔

جمہوریت کے ارکان بھی پانچ ہیں:

(1) مساواتِ مطلق (2) یکساں رائے

(3) عہدوں کی طلب (4) قوم کو جماعتوں میں تقسیم کرنا

(5) حتمی فیصلہ اکثریت کرے گی

جبکہ جمہوریت کا ایک رکن بھی اسلامی نہیں ہے کیونکہ مطلق مساوات اسلام میں جائز نہیں۔

قرآن کریم کی سورۃ المائدہ: 100 کے مطابق، ترجمہ: کہہ دو کہ اچھے اور برے برابر نہیں چاہے برے (لوگ) اکثریت میں ہی کیوں نہ آ جائیں۔

سورۃ الزمر: 9 میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ترجمہ: عالم اور جاہل کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ جبکہ جمہوریت میں عالم اور جاہل کا ووٹ برابر ہوتا ہے۔ عہدے کے طالب بھی اسلام میں جائز نہیں۔ مزید فرمایا اللہ کی قسم جو عہدہ طلب کرے یا عہدے کا لالچ رکھے ہم اس کو عہدے دار نہیں رکھتے اور اسلام میں نظریاتی اختلاف کی اجازت نہیں۔

سورۃ آل عمران: 103، ترجمہ: اللہ کی رسی کو پکڑو اور جدا مت ہو۔ مسلمان کی نظریاتی کتاب ایک قرآن ہے۔

قرآن کے علاوہ کوئی اور نظریہ رکھنے کی مسلمان کو اجازت نہیں تو دوسرے نظریے کی بنیاد پر جماعت بنانے کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے۔

Scanned with CamScanner

سورۂ انعام میں فرمایا میرے ربِ عظیم نے: زمین پر بسنے والوں کی اکثریت کا کہنا مانو گے تو وہ اللہ کے راستے سے آپ کو ہٹا دیں گے۔

مزید سورۂ النساء: 65 میں فرمایا: اے محمد ﷺ جب تک مختلف معاملات میں آپ کو فیصلے کا اختیار نہیں دیتے تب تک وہ مومن ہو ہی نہیں سکتے۔

جب جمہوریت کے اجزائے ترکیبی پانچ کے پانچ اسلام کی ضد ہیں تو خود جمہوریت اسلام کی حلیف کیسے بن سکتی ہے۔

بس عوام ان چور رہنماؤں کی چکنی چپڑی باتوں میں آ کر بریانی، قورمہ اور قیمے والے نانوں پر ملک کا عزت ووقار اور خزانہ برباد نہ کریں۔ کچھ تو اپنی دھرتی ماں کا خیال کریں۔ کیا تم لوگ اپنی اپنی ماؤں کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہو جیسے تم لوگ دھرتی ماں کے ساتھ کر رہے ہو۔ یہ شریف برادران اور زرداری سب پر بھاری صرف اور صرف انجمن ستائش باہمی کے سوا کچھ نہیں ہیں، کچھ بھی نہیں ہیں۔ اللہ کی ذات پر بھروسہ، ایمان رکھو، جو ملک کے لیے بہتر ہے اسے ہی رہنما جانو!

پاکستان زندہ باد

پاکستان پائندہ باد

اب یہ چارٹ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ بزرگ لوگ اپنے حافظے کو از سرِ نو وزٹ کریں کیونکہ ہم بڑے سے بڑا واقع بھی بھول جاتے ہیں حالانکہ مومن ایک سوراخ سے ایک بار ہی ڈسا جاتا ہے لیکن یہ قوم مندرجہ ذیل سے بار بار ڈسی جا رہی ہے..... اور نوجوان نسل کو ملک عزیز کی تاریخ سے روشناس کرانے کے لیے یہ چارٹ پیش کیا جا رہا ہے۔ دھرتی ماں پر 1958ء سے 2018ء تک مندرجہ ذیل پارٹیوں کی حکومت رہی:

(1) 1958ء تا 1967ء آرمی

(2) 1967ء تا 1971ء آرمی (ملک دولخت ہو گیا)

(3) 1971ء تا 1977ء پیپلز پارٹی

(4) 1977ء تا 1988ء آرمی

(5) 1988ء تا 1990ء پیپلز پارٹی

(6) 1990ء تا 1993ء مسلم لیگ نواز

(7) 1993ء تا 1996ء پیپلز پارٹی

Scanned with CamScanner

(8) 1997ء تا 1999ء مسلم لیگ نواز

(9) 1999ء تا 2008ء آرمی

(10) 2008ء تا 2013ء پیپلز پارٹی

(11) 2013ء تا 2018ء مسلم لیگ نواز

میرے نوجوان بچو! یہ مندرجہ بالا سب لوگ/ پارٹیاں اپنا اپنا جواب دینے کے بجائے عمران خان کو معیشت خراب کرنے کا ذمہ دار ٹھہرا رہی ہیں حالانکہ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ نواز کی حکومت جب بھی آئی تو ان کا حکومت کرنا اور ملک کو لوٹنا ایسا ہی تھا جیسے طوائف برقعہ پہن کر گاہک کی تلاش میں نکلتی ہے۔ میرے نوجوانو! آپ ملک کا سرمایہ ہیں۔ یہ باب میں آپ نوجوانوں کے نام کرتا ہوں۔ اس انجمن ستائش باہمی کو آپ لوگوں نے ختم کرنا ہے اور ان ڈاکوؤں سے اپنی دھرتی ماں کو محفوظ کرنا ہے۔ ان شاءاللہ

آج کل ملک کی معاشی حالت اور عوام کی حالتِ زار کے مطابق شمسی منیائی کی ایک نظم آپ سب کی نذر کرتا ہوں۔

سب کچھ ہے اپنے دیس میں روٹی نہیں تو کیا
وعدہ لپیٹ لو، جو لنگوٹی نہیں تو کیا
عالم بڑے بڑے ہیں، تو لیڈر گلی گلی
بارش ہے افسروں کی، تو دفتر گلی گلی
شاعر، ادیب اور سخنور گلی گلی
سقراط در بند ہیں، سکندر گلی گلی
سب کچھ ہے اپنے دیس میں روٹی نہیں تو کیا
وعدہ لپیٹ لو، جو روٹی نہیں تو کیا
حاکم ہیں ایسے کہ دیش کا قانون توڑ دیں
رشوت ہے تو قتل کے مجرم بھی چھوڑ دیں
نگراں ، جو ملزمان کی آنکھیں بھی پھوڑ دیں
سرجن ہیں ایسے، پیٹ میں اوزار چھوڑ دیں
سب کچھ ہے اپنے دیس میں روٹی نہیں تو کیا
وعدہ لپیٹ لو، جو لنگوٹی نہیں تو کیا

Scanned with CamScanner

ہر قسم کی جدید عمارت ہمارے پاس
ہر ایک پردہ دار تجارت ہمارے پاس
اپنوں کو لوٹنے کی جسارت ہمارے پاس
کھیلوں میں ہارنے کی مہارت ہمارے پاس
سب کچھ ہے اپنے دیس میں لنگوٹی نہیں تو کیا
وعدہ لپیٹ لو جو لنگوٹی نہیں تو کیا

ہر کام چل رہا ہے یہاں پر بیان سے
سرکار کے ستون تو رہتے ہیں شان سے
قرضہ تو مل رہا ہے ہمیں ہر دکان سے
خیرات آ رہی ہے بڑی آن بان سے
سب کچھ ہے اپنے دیس میں، روٹی نہیں تو کیا
وعدہ لپیٹ تو، جو لنگوٹی نہیں تو کیا

یہ نور کا نہیں سیاہی کا طور ہے
ہر جھوٹ ہر گنہ کا ہم کو شعور ہے
دنیا کے دیسوں کو دھن پہ غرور ہے
فنِ گداگری پر ہمیں بھی عبور ہے
سب کچھ ہے اپنے دیس میں روٹی نہیں تو کیا
وعدہ لپیٹ لو، جو لنگوٹی نہیں تو کیا

جنتا سے کہہ دو شور مچانا فضول ہے
تکلیف کا بیان سنانا فضول ہے
شاہان قوم کو تو ستانا فضول ہے
سوتے ہیں سکھ کی نیند جگانا فضول ہے
سب کچھ ہے اپنے دیس میں روٹی نہیں تو کیا
وعدہ لپیٹ لو جو لنگوٹی نہیں تو کیا

شمسی منیائی

Scanned with CamScanner

ہمارے ملک کے حالات اس نظم کے الفاظ سے صد فیصد مماثلت رکھتے ہیں اور یہ اس نہج پر ہمیں اور ہمارے ملک عزیز کو پہنچانے والے ہمارے نام ونہاد رہنما ہیں۔ جنہیں ہم اپنا نجات دہندہ سمجھ کر بار بار، بار بار اور بار بار ووٹ دے کر ملک کو لوٹنے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔

بقول: ''سلیمان اطہر جاوید''

ہم سے ممکن نہ ہوا دشت کو دریا لکھیں
خار کو پھول کہیں دھوپ کو سایہ لکھیں

لیکن تف ہے ہم پر ہم نے یہ سب کچھ ملک کے ساتھ کیا اور کر رہے ہیں۔ ہمیں ایک مولانا نما آدمی ہی کافی ہو رہا ہے۔ حالانکہ سیاست کے حمام میں وہ ایک تولیہ کی مانند لٹکا ہوا ہے جس سے باؤ جی، شوباز آخری فتنہ مشرف بہ آشنان ہو چکے ہیں اور اپنی اپنی غلاظت اس غلیظ تولیے نما میں سما چکے ہیں۔ مگر پھر بھی مولانا ہیں بہت بڑے سیاسی لیڈر ہیں مگر فرشتے ان پر قہقہے لگاتے ہیں۔ آپ بھی ذرا پڑھیں اور پھر گہرائی میں جا کر سوچیں ضرور سوچیں؟

اس قسم کے نام ونہاد مولانا کی بالواسطہ تعریف کچھ اس طرح سے کی گئی ہے۔

مولانا نے کرسچن ہیگن کی ایجاد کردہ گھڑی کو دیکھا۔ نماز کا وقت قریب تھا وہ اٹھا اور ایڈی بوائر کی ایجاد کردہ جیکٹ پہنی۔ ڈیملر اور میچ کا ایجاد کردہ موٹر سائیکل نکالا اور مسجد کی جانب روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچ کر ہالسے ٹیلر کے ایجاد کردہ واٹر کولر سے فلٹر شدہ صاف پانی پیا اور کلارکس والوں کے جوتے اتار کر وضو کرنے لگا۔ بینجامن موغن کے ایجاد کردہ گیزر کی وجہ سے گرم پانی آ رہا تھا اور اسے کوئی مشکل پیش نہیں آ رہی تھی۔ اس کے بعد وہ مسجد کے اندرونی گیٹ کی طرف گیا اور رابرٹ ہاؤمن کا ایجاد کردہ شیشے کا دروازہ کھولا۔ ایڈسن کا ایجاد کردہ بلب آن کیا، بینجمن فریکلن کی ایجاد کردہ بجلی کی مدد سے بلب روشن ہو گیا اور مسجد میں ایسے روشنی ہو گئی جیسے سورج کی وجہ سے ہوتی ہے۔ مسجد میں جا بجا فلپ ڈائل کے ایجاد کردہ پنکھے لگے ہوئے تھے مگر سردی کی وجہ سے انہیں آن کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ سامنے ولسن کریز کا ایجاد کردہ اے سی بھی لگا ہوا تھا مگر اس نے چارلس بیکر کا ایجاد کردہ ہیٹر آن کیا اور جیمز ویسٹ کے ایجاد کردہ مائیکروفون پر آن کیا اور جیمز ویسٹ کے ایجاد کردہ مائیکروفون پر اذان دی جو کہ ایڈورڈ کیلگ اور چیٹر رائس کے ایجاد کردہ لاؤڈ سپیکر کی وجہ سے دُور دُور سب مسلمانوں تک پہنچ رہی تھی پھر اس نے میڈان چائنا جائے نماز پر نماز پڑھی اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔

یا اللہ کافروں کو نیست و نابود کر
اور مسلمانوں کو ان پر غلبہ عطا فرما

Scanned with CamScanner

یہ سن کر اس کے کندھوں پر بیٹھے فرشتے قہقہے لگانے لگے یہ ڈیزل نیم قسم کے خود ساختہ عالم سیاست دان رہنما ہمارے سب کے لیے لمحہ فکریہ ہیں۔ان کے مندرجہ ذیل کارناموں پر ایک نظر ڈال لیں۔

1- موٹروے ریکارڈ جل گیا۔

2- قرض اُتارو ملک سنوارو ریکارڈ جل گیا۔

3- ایل ڈی اے ریکارڈ جل گیا۔

4- میٹرو ریکارڈ جل گیا۔

5- سستی روٹی سکیم ریکارڈ جل گیا۔

6- نندی پور ریکارڈ جل گیا۔

7- نیلم جہلم ریکارڈ جل گیا۔

8- دانش سکول ریکارڈ جل گیا۔

آپ سوچیں اس کے علاوہ کسی اور صوبے میں کبھی ریکارڈ جلا؟

جزاک اللہ خیراً کثیراً

''فرید'' کیہ حال سناواں دل دا کوئی محرم راز نہ ملدا

اب جس شیر دل کو ان لگڑ بگھوں نے اپنے اپنے سیاہ نامہ اعمال کو سفید کرنے کے لیے اور بڑی طاقتوں کا غلام ہونے کی حیثیت سے ان کا حکم پورا کرنے کے لیے گھیرا اس نے مندرجہ ذیل کام کیے تھے۔

عمران خان نے ساڑھے تین سالوں میں کیا کیا.....؟

1- عمران خان پہلا وزیراعظم ہے جس نے ہالینڈ کی حکومت سے احتجاج کر کے گستاخانہ خاکوں کی نمائش کو رکوایا۔

2- عمران خان پہلا وزیراعظم ہے جس نے دنیا کو بتایا کہ خودکش دھماکے سب سے پہلے مسلمانوں نے نہیں ہندوؤں نے شروع کیے۔اور دہشت گردی کو اسلام سے جوڑنا غلط ہے۔

3- عمران خان واحد لیڈر ہے جس نے دنیا کو بتایا کہ اسلام شدت پسند یا لبرل نہیں ایک ہی ہے جو ہمارے نبی محمدؐ کا ہے۔

4- عمران خان نے دنیا بھر کے فورمز پر جا کے اسلاموفوبیا کے خلاف آواز اٹھائی۔

5- عمران خان نے جا کر سری لنکا میں مسلمانوں کو دفنانے کی اجازت لے کر دی۔

6- عمران خان نے پوری دنیا کو سمجھانے کی کوشش کی کہ آزادی اظہار کے پیچھے چھپ کے آپ ہمارے نبیؐ

Scanned with CamScanner

کی گستاخی نہیں کر سکتے۔

7- عمران خان نے سب مسلمانوں کو آپس میں جوڑنے کی کوشش کی۔ سعودیہ اور ایران کی صلح کرانے کی کوشش کی۔

8- عمران خان نے فحاشی کے خلاف آواز بلند کی اور ترکی کے اسلامی ڈرامے دیکھنے کی تلقین کی اور اس کا اہتمام کیا۔

9- عمران خان نے ختم نبوت کو بچوں کے سلیبس میں شامل کروایا۔

10- عمران خان نے رحمت العالمین کانفرنس شروع کروائی۔

11- عمران خان نے پہلی بار مدرسے کے بچوں کے لیے آواز اٹھائی کہ انہیں بھی دنیاوی تعلیم دی جائے تاکہ وہ بھی دنیا کا مقابلہ کر سکیں۔

12- عمران خان نے رسول اللہ ﷺ کی سیرت پر پی ایچ ڈی کرانا شروع کی۔

13- عمران خان نے مدینہ کی ریاست بنانے کی بات کی۔ پاکستان کو سپر پاور نہیں بلکہ فلاحی ریاست بنانے کی بات کی۔

14- مغرب میں سلمان رشدی گستاخ کے بعد ہر کچھ وقت کے بعد گستاخی ہوتی رہی۔ اس کو ہمیشہ کے لیے بند کروانے کے لیے عمران خان نے تمام مسلمان سربراہان کو خط بھیجے کہ آؤ ملکر یہ معاملہ اٹھائیں تاکہ جلد حل ہو سکے اور ہمیشہ کے لیے یہ گستاخی کا سلسلہ بند ہو سکے۔

15- 47 سال بعد کامیاب سفارتکاری کے باعث او آئی سی کا کامیاب اجلاس پاکستان میں منعقد کروا دیا۔ جس سے دنیا اور عالم اسلام میں پاکستان پر اعتماد مزید بہتر ہوا۔

16- عمران حکومت نے بھارت کو 27 فروری کو ناکوں چنے چبوائے۔

17- بھارت کو کشمیر پر بھرپور طریقے سے ننگا بھی کیا گیا اور عالمی فورمز پر بھارت کے خلاف لابنگ بھی کروائی گئی۔

18- کئی دہائیوں بعد امریکا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر امریکا کو کس نے ذلیل بھی کیا اور مزید اڈے دینے سے انکار بھی کیا مزید امریکی جنگ کا حصہ بننے سے بھی انکار کیا اور اس کی سخت مخالفت بھی کی۔

19- امریکہ کو اس خطے سے آؤٹ بھی کر دیا۔

20- بھارت کے لیے افغانستان میں زمین تنگ ہو گئی اور 20 ارب ڈالرز کی انویسٹمنٹ چھوڑ کر بھاگ نکلا۔

Scanned with CamScanner

خسارہ

تین سال پہلے 20 ارب ڈالر، آج 1.8 ارب ڈالر سرپلس۔

فارن کرنسی ریزروز: تین سال پہلے کل 7 ارب ڈالرز جو کہ آج 27.40 ارب ڈالر تک پہنچ گئے۔

ٹیکس کلیکشن: تین سال پہلے 3400 ارب روپے، پچھلے سال 4700 ارب تھی جو 2022 کے لیے ہدف 6400 ارب روپے رکھا گیا۔

ترسیلات زر: تین سال پہلے 19.9 ارب ڈالر، آج 30 ارب ڈالر سے تجاوز کر گیا

ڈیم: 51 سال بعد 12 ڈیم۔

تعلیم: سارے پاکستان کے لیے یکساں نصاب۔ پانچویں جماعت تک بطور سبجیکٹ قرآن پاک کا ناظرہ لازمی قرار چھٹی کلاس سے بارہویں تک بطور سبجیکٹ قرآن پاک کا ترجمہ لازمی قرار ورنہ امتحانات میں کامیابی ناممکن پرائیویٹ سکولز کو بھی اس کا پابند کیا گیا۔

معیشت: کرونا وبا کے باوجود جہاں دنیا کی معیشتیں سکڑ گیں پاکستان کی معیشت اقوام متحدہ اور موڈیز کے مطابق 2022ء میں پاکستان کی جی ڈی پی 4.4 ہوگی۔

عالمی مالیاتی اداروں کا پاکستانی معیشت پر اعتماد کا اظہار، حکومت سنبھالتے ہی خزانہ خالی ہونے اور بیرونی قرضوں اور ان کے سود کی ادائیگیوں کی وجہ سے 3 سال میں مختلف عالمی مالیاتی اداروں اور ملکوں سے 36 ارب ڈالرز قرضہ لیا گیا۔

جس میں سے 29.75 ارب ڈالر قرضہ واپس بھی کیا گیا یعنی پچھلی حکومتوں کے لیے ہوئے قرضوں اور ان کے سود کو واپس کرنے کے لیے خزانے میں کچھ نہ ہونے کی وجہ سے مزید قرض لینے پڑے۔ ورنہ ملک کا دیوالیہ نکل جاتا۔ اس وجہ سے ہمارے ایٹم بم اور سی پیک اور ریکوڈک ذخائر کو شدید خطرات لاحق ہو گئے تھے۔

انڈسٹری کی وجہ سے معیشت میں 18 فیصد اضافہ جو کہ دس سال بعد ممکن ہوا۔

سیمنٹ کی سیل میں 224 فیصد اضافہ۔

گاڑیوں کی سیل میں 100 فیصد اضافہ۔

موٹر سائیکل کی سیل میں 3 گنا ریکارڈ اضافہ۔

ٹریکٹر کی سیل میں ریکارڈ اضافہ۔

ایگریکلچر: کسان کو 1100 ارب روپے اضافی ملے۔ (گنے کی قیمت جو 70 سالوں سے 150 سے بڑھ نہ سکی

Scanned with CamScanner

تھی اسے بڑھا کر 280 روپے من کر دیا اور گندم جو 1300 سے اوپر نہ جا سکی تھی آج وہ 2000 روپے من سے تجاوز کر چکی ہے یہ قیمتیں غریب کسان کو فائدہ دینے کے لیے بڑھائی گئیں۔

جس سے 1100 ارب روپیہ کسان زمیندار طبقہ کو زیادہ ملا کسان کو کسان بورڈ جس کے ذریعے سبسیڈیز براہ راست کسان تک پہنچ جائیں گی۔

نیب ریکوری: 280 ارب روپے 18 سال میں 534 ارب روپے 3 سال میں۔

غریبوں پر خرچ: پہلے صرف 110 ارب روپے، اب 260 ارب روپے۔

احساس پروگرام میں 70 لاکھ خاندانوں کو 13000 روپے دیے گئے اور مزید یہ سلسلہ چلتا رہے گا ان شاء اللہ۔

غریب غربا مزدوروں کے لیے لنگر خانے بنائے گئے۔

سڑکوں، فٹ پاتھوں پر شدید سردی اور شدید گرمی میں سونے والے دور دراز سے شہروں میں آئے غریب مزدوروں، بچوں اور عورتوں کو تمام تر سہولیات سے آراستہ پناہ گاہیں بنا کر دیں۔

کرونا پر خرچ: پاکستان دنیا میں تیسرے نمبر پر، (ورلڈ بینک کے مطابق)

اسکالرشپس:

(اسکولز کے لیے لڑکیوں کے لیے لڑکوں سے زیادہ)

(انڈر گریجوایٹس کے لیے لڑکے اور لڑکیوں دونوں کے لیے)

جانشینی سرٹیفکیٹ: پہلے عدالت سے برسہا برس بعد ملتا تھا، اب نادرا سے 15 دن میں حصول ممکن۔

کامیاب پاکستان پروگرام: 40 لاکھ غریب خاندانوں میں، ایک فرد کو بلاسود قرضہ، ایک فرد کو ٹیکنیکل ٹریننگ، انقلابی صحت کارڈ۔

اپنا گھر اسکیم: کرائے کیلیے برابر بینک کو قسط دے کر اپنا گھر۔

اسپیشل پیکجز: سندھ کی 14 ڈسٹرکٹس کیلیے، کراچی میں گرین لائن بس اسٹاپ پروجیکٹ مکمل۔

کئی دہائیوں بعد کراچی سرکلر ریلوے کی بحالی کا کام تقریباً مکمل۔

کراچی ٹرانسمیشن لائن پروجیکٹ کی تکمیل 50 سال بعد کراچی کے بند نالوں کو قبضہ مافیا سے بازیاب کروا کر انہیں چلا دیا گیا۔ جس سے کراچی میں سیلاب کے خطرات بہت کم ہو گئے۔

بلوچستان کے 9 ڈسٹرکٹس کے لیے، اور گلگت بلتستان کیلیے، 1300 ارب روپیہ مختص کیا ہے۔

ایز آف بزنس میں پاکستان دنیا میں 28 درجے اوپر چلا گیا۔ اوورسیز پاکستانیوں کے سروے کے مطابق

Scanned with CamScanner

پاکستان پر بزنس کنفیڈنس 108 فیصد بڑھا۔

جلالپور نہر منصوبہ تکمیل کے آخری مراحل میں۔

چکوال سے میانوالی موٹروے

سیالکوٹ سے جہلم موٹروے

لاہور تا ملتان تا سکھر موٹروے کی تکمیل آگے سے ملحقہ حیدر آباد آباد موٹروے پر کام جاری۔

زیادہ تر اداروں کے نظام کو ڈیجٹلائز کرنا۔

بینظیر پروگرام سے تقریباً 8 لاکھ 55 ہزار اک جج سمیت غیر مستحق لوگوں کو نکال کر مستحق لوگوں کا اندراج۔

تعلیم اور صحت کے میدان میں سٹاف کو پورا کرنا حاضری کو بائیومیٹرک سسٹم کے ذریعے سے کنٹرول کرنا۔

مانیٹرنگ ادارہ قائم کرنا جو ماہ میں ایک بار اچانک بغیر اطلاع کے چھاپہ مار کر کسی بھی چیز کی کمی یا لاپرواہی کی انویسٹیگیشن کرنا۔

نظام کو ٹھیک کرنے کے لیے بہت کچھ کر چکے ہیں مزید کوششیں جاری ہیں.....ان شاءاللہ

ایسا لیڈر ہر قوم کو نہیں ملتا ہمیں نہیں کھونا چاہیے۔

23 سال نشیب و فراز سہہ کر گندے لوگوں سے گالیاں سُن کر خان پیچھے نہیں ہٹا۔

خان کے مخالف جو، پاکستانی سیاستدان ہیں ان کا بار ہا حکمران رہنے کے باوجود ملک، عوام اور دین کے لیے کیا کردار ہے اس بات کو سمجھنے کے لیے سر میں دماغ اور دل میں ایمان ہونا چاہیے۔

ہمارے باؤ جی قسم کے حکمران جندال اور مودی ٹائپ کے بھارتی حکمرانوں کے عشق میں گرفتار ہو کر ملکی سلامتی کی پرواہ کیے بغیر جو تعلق ان سے جوڑنا چاہتے ہیں ذرا پہلے ان کی تاریخ کی گرد تو جھاڑیں۔

ہندوستان کی تاریخ

غوری سلطنت سے نریندر مودی تک

1- 1193ء محمد غوری

2- 1206ء قطب الدین ایبک

3- 1210ء

4- 1211ء

Scanned with CamScanner

-5 1236ء رکن الدین فیروز شاہ

-6 1236ء رضا سلطان

-7 1240ء بہرام موز الدین شاہ

-8 1242ء مسعود الدین شاہ

-9 1246ء ناصر الدین محمود

-10 1266ء غیاث الدین بلبن

-11 1286ء

-12 1287ء مسجد کا کبدان

-13 1290ء شمس الدین کا مرس

عظیم سلطنت کا خاتمہ

(حکومت کا دور۔ تقریباً 97 سال)

خلجی سلطنت

-1 1290ء جلال الدین فیروز خلجی

-2 1292ء علاؤ الدین خلجی

-4 1316ء شہاب الدین عمر شاہ

-5 1316ء قطب الدین مبارک شاہ

-6 1320ء ناصر الدین خسرو شاہ

خلجی سلطنت کا خاتمہ

(دور حکومت۔ 30 سال تقریباً)

تغلق سلطنت

-1 1320ء غیاث الدین تغلق

-2 1325ء محمد ابن تغلق

-3 1351ء فیروز شاہ تغلق

Scanned with CamScanner

4- 1388ء غیاث الدین تغلق

5- 1389ء ابوبکر شاہ

6- 1389ء محمد تغلق

7- 1394ء .....

8- 1394ء ناصر الدین شاہ

9- 1395ء نصرت شاہ

10- 1399ء ناصر الدین محمد شاہ

11- 1413ء گورنمنٹ

تغلق سلطنت کا خاتمہ

(حکومت کا دور۔ 94 سال تقریباً)

سعید خاندان

1- 1414ء کھجور خان

2- 1431ء معیز الدین مبارک شاہ

3- 1434ء محمد شاہ

4- 1445ء عالم شاہ اللہ

سلطنت سعید کا خاتمہ

(دور حکومت۔ 37 سال تقریباً)

لودھی سلطنت

1- 1451ء بہلول لودھی

2- 1489ء لودھی II

3- 1517ء ابراہیم لودھی

لودھی سلطنت کا خاتمہ

(حکومت سے دور 75 سال تقریباً)

Scanned with CamScanner

مغلیہ سلطنت

1- 1526ء ظہیرالدین بابر

2- 1530ء ہمایوں

مغلیہ سلطنت کا خاتمہ

سوری سلطنت

1- 1539ء شیر شاہ سوری

2- 1545ء اسلام شاہ سوری

3- 1552ء محمود شاہ سوری

4- 1553ء ابراہیم سوری

5- 1554ء پرویز شاہ سوری

6- 1556ء مبارک خان سوری

سوریائی سلطنت کا خاتمہ

(حکومت سے دور 16 سال تقریباً)

مغلیہ سلطنت پھر

1- 1555ء (دوبارہ ہمایوں)

2- 1556ء جلال الدین اکبر

3- 1605ء جہانگیر

4- 1628ء شاہ جہاں

5- 1659ء اورنگ زیب

6- 1707ء (پہلا شاہ عالم)

7- 1712ء بہادر شاہ

8- 1713ء

9- 1719ء

Scanned with CamScanner

10- 1719ء

11- 1719ء

12- 1719ء محمودشاہ

13- 1748ء احمدشاہ

14- 1754ء

15- 1759ء شاہ عالم

16- 1806ء اکبرشاہ

17- 1837ء ظفر

مغلیہ سلطنت کا خاتمہ

(حکومت سے دور 315 سال تقریباً)

برطانوی راج

1- 1858ء لارڈ کنگ

2- 1862ء لارڈ جیمز بروس ایلگن

3- 1864ء لارڈ جے لارنس

4- 1869ء لارڈ رچرڈ میو

5- 1872ء لارڈ نارتھبک

6- 1876ء لارڈ ایڈورڈ لاطینی

7- 1880ء لارڈ جارج رپن

8- 1884ء لارڈ ڈفرن

9- 1888ء لارڈ بینی لیسڈن

10- 1894ء لارڈ وکٹر بروس ایلگن

11- 1899ء لارڈ جارج کورجین

12- 1905ء لارڈ گلبرٹ منٹو

13- 1910ء لارڈ چارلس ہارج

Scanned with CamScanner

14- 1916ء لارڈ فریڈرک سے خزانہ تک

15- 1921ء لارڈ رکس ایجاک رِٹک

16- 1926ء لارڈ ایڈورڈ ارون

17- 1931ء لارڈ فرمین ویلڈن

18- 1936ء لارڈ الیجینڈر الگتھگو

19- 1943ء لارڈ آرچیبالڈ وہیل

20- 1947ء لارڈ ماؤنٹ بیٹن

برطانوی سامراج کا خاتمہ

ہندوستان، وزرائے اعظم

1- 1947ء جواہر لعل نہرو

2- 1964ء گلزاری لال نندا

3- 1964ء لال بہادر شاستری

4- 1966ء گلزاری لال نندا

5- 1966ء اندرا گاندھی

6- 1977ء مرار جی ڈیسائی

7- 1979ء چرن سنگھ

8- 1980ء اندرا گاندھی

9- 1984ء راجیو گاندھی

10- 1989ء وی پی سنگھ

11- 1990ء چندر شیکھر

12- 1991ء P.V نرسیماراؤ

13- 1992ء اٹل بہاری واجپائی

14- 1996ء دیوے گوڑا

15- 1997ء I.K گجرال

Scanned with CamScanner

16- 1998ء اٹل بہاری واجپائی

17- 2004ء منموہن سنگھ

18- 2014ء نریندر مودی

1000 سال سے ایک مسلم سلطنت ہونے کے باوجود ہندوستان میں ہندو باقی ہیں۔ مسلم حکمرانوں نے ان کے ساتھ کبھی ناانصافی نہیں کی۔ باؤ جی ہوش کریں۔

ہندوؤں کو ابھی سو سال بھی نہیں ہوئے اور وہ مسلمانوں کو ختم کرنے کی بات کرتے ہیں۔

بیٹوں کی کامیابی اور بابرکت زندگی کے رہنما اصول

جبکہ ہمارے حکمران اور رہنما نما لوگوں نے اربوں ڈالر ملک سے لوٹ کر دوسرے ممالک میں اپنے اپنے بیٹوں کے لیے نام کیے ہوئے ہیں۔ انجام ملاحظہ فرمائیں۔

بیٹوں کی تربیت ایک مشکل اور تھکا دینے والا کام ہے۔ اکثر والدین اولاد کی سرکشی کی وجہ سے شدید دکھ اور تکلیف میں بھی مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں ابن القیم الجوزی رحمتہ اللہ کہتے ہیں:

''بے شک گناہوں میں سے کچھ گناہ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا کفارہ انسان کو اولاد کی طرف سے ملنے والے غم کے سوا کچھ نہیں ہوتا! تو خوشخبری ہے اس کے لیے جو اپنے بیٹوں کی تربیت کا اہتمام اس طریقے پر کرتا ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پسند اور رضا کا ہے اور خوشخبری ہے اس کے لیے جس کے لیے اولاد کی تربیت میں تکلیف اٹھانا اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ لہٰذا اگر تم اپنے بیٹوں میں کوئی ایسی بات دیکھو جو تمہیں ان کی تربیت کے معاملہ میں تھکا دیتی ہو تو اپنے رب سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرو۔''

مقاتل بن سلیمان رحمتہ اللہ علیہ، منصور عباسی خلیفہ کے پاس آئے۔ جس دن ان کی خلافت پر بیعت کی گئی تو منصور نے ان سے کہا:

''اے مقاتل! مجھے کچھ نصیحت کیجیے۔''

تو مقاتل کہنے لگے:

''کیا میں تمہیں (اس میں سے) نصیحت کروں جو میں نے دیکھا یا (اس میں سے) جو میں نے سنا۔''

تو منصور نے کہا: ''اس میں سے جو آپ نے دیکھا ہے۔''

مقاتل نے کہا: ''سنو اے امیر المومنین! عمر بن عبدالعزیز کے گیارہ بیٹے تھے اور وہ صرف اٹھارہ دینار چھوڑ کر فوت ہوئے۔ جن میں سے پانچ دینار کا وہ کفن دیے گئے اور چار دینار سے ان کے لیے قبر خریدی گئی اور باقی دینار

Scanned with CamScanner

ان کے بیٹوں میں تقسیم کر دیے گئے۔ اور ہشام بن عبدالملک کے ہاں بھی گیارہ لڑکے تھے، جب اس کا انتقال ہوا تو اس نے ترکہ میں ہر لڑکے کے حصے میں دس لاکھ دینار چھوڑے۔ اللہ کی قسم! اے امیر المومنین میں نے ایک ہی دن عمر بن عبدالعزیز کے ایک بیٹے کو دیکھا، وہ اللہ کی راہ میں سو گھوڑے صدقہ کر رہا تھا اور ہشام کے بیٹے کو دیکھا وہ بازاروں میں بھیک مانگ رہا ہے۔''

جب عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ بستر مرگ پر تھے تو لوگوں نے ان سے پوچھا:

''اے عمر! تم اپنے بیٹوں کے لیے کیا چھوڑے جا رہے ہو؟''

انہوں نے فرمایا:

''میں نے ان کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا تقویٰ چھوڑا ہے۔ پس اگر وہ نیکوکار ہوئے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نیکوکاروں کا دوست ہے اور اگر وہ اس کے علاوہ کچھ اور ہوئے تو میں ان کے لیے وہ مال ہرگز نہ چھوڑوں گا جو وہ اللہ کی نافرمانی کے کاموں میں ان کا مددگار بنے۔''

یہ بہت قابل غور بات ہے کہ عموماً لوگ مال جمع کرنے کے لیے سخت محنت اور مشقت کرتے ہیں اور اپنی اولاد کا مستقبل محفوظ کرنے کے لیے بڑے پیمانے پر کوششیں کرتے ہیں کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی موت کے بعد ان کی اولاد کے پاس مال ہوگا تو ہی وہ خوشحال رہیں گے اور امن میں ہوں گے جبکہ وہ اس سے زیادہ بڑے امان، جو کہ اللہ کا تقویٰ ہے، اس سے غافل رہتے ہیں اور اپنی اولاد کو تقویٰ کا توشہ نہیں دیتے۔

ایک آدمی جب اپنے کسی بیٹے میں اخلاقی زوال دیکھتا تو صدقہ کرتا اور لوگوں کو کھانا کھلاتا اور اس آیت کی تلاوت کرتا تھا:

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا.

''ان سے ان کے مالوں میں سے صدقہ لے کر ان کو پاک کیجیے اور اس سے ان کا تزکیہ کیجیے۔'' اور دعا کرتا کہ ''اے اللہ! میرا یہ صدقہ کرنا اس لیے ہے کہ میرے بیٹے کا اخلاقی تزکیہ ہو جائے کیوں نہ اس کا یہ بگاڑ مجھ پر اس کی جسمانی بیماری سے زیادہ بھاری ہے۔''

اسی طرح ایک اور شخص کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ غربت کی زندگی گزارنے کی وجہ سے جب وہ صدقہ کرنے کے لیے کچھ نہ پاتا اور اس کا بیٹا اس کو ستاتا تو وہ رات کو قیام اللیل میں سورۃ البقرہ پڑھ کر دعا کرتا اور یوں کہتا کہ

''اے اللہ! یہ میرا صدقہ ہے، تو مجھ سے قبول کر لے اور اس کی وجہ سے میرے بیٹے کی اصلاح فرما دے۔''

Scanned with CamScanner

اپنے بیٹوں کی اصلاح کی نیت سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف عبادت کے ذریعے رجوع کریں۔ اگر انہوں نے تمہاری کوششوں کو مغلوب کر بھی لیا تو وہ تمہاری نیتوں کو ہرگز مغلوب کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ اِمَامًا.

''اے پروردگار! ہمیں ہماری بیویوں کی طرف سے (دل کا چین) اور اولاد کی طرف سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقین کا امام بنا۔'' آمین

ڈالر کا دلچسپ تاریخی سفر

ڈالر کی کہانی پاکستانی تاریخ کی زبانی 1947 تا 2022ء

In 1947	1 USD was	3.31 PKR
In 1948	1 USD was	3.41 PKR
In 1949	1 USD was	3.31 PKR
In 1950	1 USD was	3.31 PKR
In 1951	1 USD was	3.31 PKR
In 1952	1 USD was	3.31 PKR
In 1953	1 USD was	3.31 PKR
In 1954	1 USD was	3.31 PKR
In 1955	1 USD was	3.91 PKR
In 1956	1 USD was	4.76 PKR
In 1957	1 USD was	4.76 PKR
In 1958	1 USD was	4.76 PKR
In 1959	1 USD was	4.76 PKR
In 1960	1 USD was	4.76 PKR
In 1961	1 USD was	4.76 PKR
In 1962	1 USD was	4.76 PKR
In 1963	1 USD was	4.76 PKR

Scanned with CamScanner

In 1964	1 USD was	4.76 PKR
In 1965	1 USD was	4.76 PKR
In 1966	1 USD was	4.76 PKR
In 1967	1 USD was	4.76 PKR
In 1968	1 USD was	4.76 PKR
In 1969	1 USD was	4.76 PKR
In 1970	1 USD was	4.76 PKR
In 1971	1 USD was	4.76 PKR

پھر اُدھر تم اِدھر ہم شروع ہوا۔ بنگلہ دیش الگ ہو گیا۔ (ذوالفقار علی بھٹو)

In 1972	1 USD was	11.01 PKR
In 1973	1 USD was	9.99 PKR
In 1974	1 USD was	9.88 PKR
In 1975	1 USD was	9.99 PKR
In 1976	1 USD was	9.99 PKR
In 1977	1 USD was	9.99 PKR

مارشل لاء جنرل ضیاء الحق

In 1978	1 USD was	9.99 PKR
In 1979	1 USD was	9.99 PKR
In 1980	1 USD was	9.99 PKR
In 1981	1 USD was	9.99 PKR
In 1982	1 USD was	11.85 PKR
In 1983	1 USD was	13.12 PKR
In 1984	1 USD was	14.05 PKR

محمد خان جونیجو:

In 1985	1 USD was	15.93 PKR

Scanned with CamScanner

In 1986	1 USD was	16.65 PKR
In 1987	1 USD was	17.4 PKR

روٹی، کپڑا اور مکان..... بے نظیر بھٹو

In 1988	1 USD was	18 PKR
In 1989	1 USD was	20.54 PKR

پھر جاگ پنجابی جاگ.....نواز شریف

In 1990	1 USD was	21.71 PKR
In 1991	1 USD was	23.8 PKR
In 1992	1 USD was	25.08 PKR

پھر بھٹو کی بیٹی آ گئی..... بے نظیر بھٹو:

In 1993	1 USD was	28.11 PKR
In 1994	1 USD was	30.57 PKR
In 1995	1 USD was	31.64 PKR
In 1996	1 USD was	36.08 PKR

پھر موٹر ویز بنانے والے آئے۔قرض اُتارو ملک سنوارو.....نواز شریف

In 1997	1 USD was	38.08 PKR
In 1998	1 USD was	45.05 PKR
In 1999	1 USD was	51.90 PKR

پھر مارشل لاء.....جنرل مشرف

In 2000	1 USD was	51.90 PKR
In 2001	1 USD was	63. PKR
In 2002	1 USD was	60.5 PKR
In 2003	1 USD was	57.75 PKR
In 2004	1 USD was	57.8 PKR
In 2005	1 USD was	59.7 PKR

Scanned with CamScanner

In 2006	1 USD was	60.4 PKR
In 2007	1 USD was	60.83 PKR

پھر مارشل لاء.....جنرل مشرف

In 2008	1 USD was	81.1 PKR
In 2009	1 USD was	84.1 PKR
In 2010	1 USD was	85.75 PKR
In 2011	1 USD was	88.6 PKR
In 2012	1 USD was	96.5 PKR

پھر پاکستان کو بچانے والے نواز شریف، شاہد خاقان عباسی

In 2013	1 USD was	107.2 PKR
In 2014	1 USD was	103 PKR
In 2015	1 USD was	105.20 PKR
In 2016	1 USD was	104.6 PKR
In 2017	1 USD was	110.01 PKR

اس کے بعد نیا پاکستان بنانے والے آ گئے، عمران خان

In 2018	1 USD was	139 PKR
In 2019	1 USD was	163.75 PKR
In 2020	1 USD was	168.88 PKR
In 2021	1 USD was	179.16 PKR

اور پھر 13 پارٹیوں کا اتحاد شروع ہوا۔ میاں شہباز شریف

In 2022	1 USD was	240.00 PKR (July 28) 2022

اور ہم عقل کے اندھے ہر بار تالیاں بجاتے رہے۔ اگر حکمران منتخب کرنے کا معیار اسی طرح رہا تو پوری قوم جو کہ آج کل ایک ریوڑ کی شکل میں تالیاں پیٹ رہی ہے۔ پھر اپنا سر پیٹے گی۔ ہاں اگر ہم ایک ریوڑ (غول) سے ایک قوم بن گئے تو پھر سر اور چھاتیاں پیٹنے کی باری نام نہاد حکمران، راہنماؤں کی ہوگی۔ ان شاءاللہ

Scanned with CamScanner

اور یہ کہ:

بقول ایم ڈی تاثیر:

اور محشر میرا نامہ اعمال نہ دیکھ
اس میں کچھ پردہ نشینوں کے بھی نام آتے ہیں

حکمرانو! اگر تم زندگی کے راستے پر کانٹے چھوڑتے جاؤ گے تو تمہارے پیچھے آنے والی نسلیں اسی راستے پر لہولہان ہو جائیں گی۔ کیونکہ انسان کو عظمت اور شہرت قربانی دینے سے ملتی ہے دھوکہ دینے سے نہیں۔ سوچیں ضرور سوچیں کہ تمہارا ضمیر کتنا بوجھ اُٹھا سکتا ہے۔ سوچیں.....!!

بقول شاعر:

لوگ تو غریب سے حقیر ہو گئے
آپ تو غریب تھے امیر ہو گئے
یعنی کہ حضور بے ضمیر ہو گئے
خود کو بے ضمیری کا خطاب دیجیے

Scanned with CamScanner

باب نمبر 8

عظمتِ بنتِ حوا، محبت اور ٹھرک

اللہ تعالیٰ نے انعامِ عظیم کی صورت میں حضرتِ انسان کو عورت عطا کی جس کے مختلف روپ ہیں۔

درد کی بس دو دوائیں ہوتی ہیں
باپ ہوتے ہیں مائیں ہوتی ہیں

ماں اللہ کے حکم سے جنم دینے والی ہستی زندگی کی ہر سطح پر ایثار و قربانی کا بے مثال بحر بیکراں جو خالص سچے، غیر متزلزل پیار اور خلوص سے بھرپور ہوتا ہے۔ مرد تو کھنکتی ہوئی مٹی سے بنایا گیا مگر عورت کو اللہ تعالیٰ نے مرد کی پسلی سے پیدا کیا۔ فضل آپ خود سوچ لیں۔ بیٹی اتنی انمول ہے کہ محبوب اللہ تعالیٰ کو صرف اور صرف بیٹیوں سے نوازا گیا اور فرمانِ رسول ﷺ جس نے ایک بیٹی کو بھی پالا پوسا اور اس کا نکاح کیا تو دوزخ اس پر حرام ہے۔ عورت بیوی کی شکل میں قدرت کا انمول تحفہ ہے۔ مرد ہی بدقماش ہوتا ہے جو قدرت کے اس انعام کو ذلیل و خوار کرتا ہے۔

بیوی کیلیے مرد پر ذمہ داری مقرر کر دی گئی ہے۔ بیوی کا دنیا بھر میں کوئی بھی نعم البدل نہیں ہے۔ یہ تمام خاصیتیں انسان کے لیے لکھی جا رہی ہیں۔ جانور نما انسانوں کے لیے یہ تحریر نہیں ہے۔ نزاکت، لطافت، شوخی، طنز و مزاح، وفاداری، پاکیزگی، گھر گرہستی کا گل دستہ بیوی ہی تو ہے۔ یہ ملکہ حسن و عشق گھر میں کھلے ہوئے گلاب کے پھول کی طرح ہے۔ بقول شاعر:

اس کے لہجے کی نرمی میں کھونے لگا
اس نے پاگل کہا اور میں ہونے لگا

اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ تمام شادی شدہ خواتین کو گھر کا سکھ چین، عزت احترام اور پیار عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین اور جو خواتین شادی کی عمر میں پہنچ گئی ہیں ان کو نیک، باعزت، باغیرت لوگوں سے واسطہ پڑے۔ آمین

قدرت نے عورت کو بے انتہاء اہمیت دی ہے۔ ذرا عورتوں کے اعزازات اور اہمیت ملاحظہ فرمائیں:

(1) جو سب سے زیادہ ظالم اعظم و جابر خدائی کا دعویٰ کرنے والے فرعون کے مقابل شجاعانہ انداز میں کھڑا ہوا وہ کوئی مرد نہیں تھا بلکہ ایک عورت تھی۔ (حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا)

Scanned with CamScanner

(2) سب سے پہلے جس نے مکہ اور کعبہ کو آباد کیا وہ کوئی مرد نہیں تھا بلکہ ایک عورت تھی۔ (حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا)

(3) سب سے پہلے جس نے روئے زمین کا مبارک ترین زم زم نوش فرمایا وہ کوئی مرد نہیں تھا، وہ ایک عورت تھی۔ (حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا)

(4) سب سے پہلے جو ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لائی وہ کوئی مرد نہیں تھا، وہ بھی ایک عورت تھی۔ (حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا)

(5) سب سے پہلے جس کا خون اسلام کی راہ میں بہایا گیا اور شہادت ہوئی وہ کوئی مرد نہیں تھا، وہ بھی عورت تھی۔ (حضرت سمعیہ رضی اللہ عنہا)

(6) سب سے پہلے جس نے اپنا مال اسلام کی راہ میں دیا وہ بھی ایک عورت تھی۔ (حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا)

(7) قرآن شریف کی سورۂ مجادلہ کی آیت نمبر 1 کے مطابق جس کا مسئلہ اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سنا وہ بھی عورت ہی تھی۔ (حضرت خولہ رضی اللہ عنہا)

(8) سب سے پہلے جس نے صفا و مروہ کی سعی انجام دی وہ بھی عورت ہی تھی۔ اب ہر سال لاکھوں حاجیوں پر لازم ہے کہ وہ ایک عورت کے انجام دیے گئے فعل کو بجا لائیں ورنہ حج قبول نہیں ہوگا۔ (حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا)

(9) سب سے پہلے جو مخالفت کے باوجود بیت المقدس میں داخل ہوا وہ بھی عورت تھی۔ (حضرت مریم رضی اللہ عنہا)

(10) جس نے قصر یزیدی کو لرزا دیا وہ کوئی مرد نہیں تھا، وہ ایک عورت تھی۔ (حضرت زینب بنت علی رضی اللہ عنہا)

اگر آپ تاریخ کے اوراق سے مٹی جھاڑیں تو روز روشن کی طرح عیاں ہونے والے کارناموں میں خواتین اسلام کا نام اور کارنامے چاند و سورج کی طرح چمکتے نظر آئیں گے۔ خواتین کا احترام ہر سطح پر لازم ہے، لازم ہے، لازم ہے۔ عربی تاریخ کا ایک واقعہ بے حد مشہور ہے کہ ایک بدو کی دلہن کو جس گھوڑے پر بٹھا کر لوگ لائے تھے دلہن کے گھوڑے سے اترتے ہی اس بدو نے تلوار سے گھوڑے کی گردن الگ کر دی۔ لوگوں نے اس بدو سے ایسا کرنے کی وجہ پوچھی تو کہنے لگا کہ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ میری بیوی کے گھوڑے سے اترنے کے فوراً بعد ہی کوئی اور اس پر بیٹھ جائے اور دلہن کی سواری کی وجہ سے تا حال گھوڑے کی پیٹھ گرم ہو اور کوئی غیر مرد اس حرارت کو

Scanned with CamScanner

محسوس کرے۔ اسی طرح عربی ادب سے ایک اور واقعہ بھی پیش خدمت ہے۔ ایک عورت نے قاضی کی عدالت میں اپنے شوہر کے خلاف دعویٰ دائر کیا کہ میرے شوہر کے ذمے میرے حق مہر کے پانچ صد دینار جو کے تقاضے کے باوجود ادا نہیں کیے گئے۔ قاضی نے شوہر کو بلا کر پوچھا تو اس نے انکار کر دیا۔ قاضی نے گواہوں کو طلب کر لیا اور ان سے گواہی لیتے وقت عورت کا چہرہ پہچاننے کے لیے عورت کو نقاب اتارنے کا کہا۔ اس پر عورت کا شوہر جلدی سے کھڑا ہو کر بولا قاضی صاحب میں تسلیم کرتا ہوں کہ مجھ پر میری بیوی کے پانچ صد دینار واجب الادا ہیں۔ آپ اس کا نقاب نہ اتروائیں۔ یہ سن کر بیوی کہنے لگی قاضی صاحب آپ اور تمام حاضرین گواہ رہیں کہ میں نے اپنا حق مہر اپنے شوہر کو بخش دیا۔ قاضی بہت حیران ہوا کہ یہ سب کیسے ہو گیا۔ ان میاں بیوی کے جانے کے بعد قاضی نے محرر سے کہا کہ اس کیس کی الگ فائل بناؤ اور نام لکھو:

''مرد کی غیرت''

آج کل اکثر شوہر حق مہر دینا تو دور کی بات ہے، جہیز کی لعنت اور لالچ میں گرفتار نظر آتے ہیں۔ حالات اور آلات اپنے دگرگوں ہوتے ہیں اور بیوی کو عدالتوں میں ذلیل کر رہے ہوتے ہیں اور اس کارِ بد میں وکلاء بھی پیش پیش ہوتے ہیں۔ معمولی سی فیس کی خاطر بھری عدالت میں شرمناک سوال اٹھائے جاتے ہیں اور شوہر نامدار بے غیرت بنا سب کچھ دیکھ اور سن رہا ہوتا ہے اور المیہ یہ ہے کہ آج کے ترقی یافتہ دور میں حوا کی بیٹی اور عصمتِ مسلم کو بلا روک ٹوک نیم برہنہ کرنے پر اُمت فخر کر رہی ہے۔ اسلام کا وقار چند ٹکوں کی خاطر پامال کیا جا چکا ہے اور کیا جا رہا ہے۔

محبت کریں عزت وقار کے ساتھ کریں حلال کریں

دیگر کی عزت کو بھی ملحوظ خاطر رکھیں مگر سوال یہ ہے کہ محبت کیا ہے؟ ٹھرک کیا ہے؟ ہوس کیا ہے؟ پر جوش محبت وجنون اور استقامت کیا ہے؟"Lust, Passion, commitment"

اس باب میں مندرجہ بالا پر بات تحریر میں لائی جائے گی۔ مجھے کہنے اور لکھنے دیں کہ محبت اور عشق شاید برصغیر کے لوگوں کے خمیر میں گندھا ہے۔ اس خوفناک بلا سے اقبال جیسے مفکر اور درویش بھی محفوظ نہیں رہے۔ آج کل کے رومانوی موسم کی مناسبت سے پیش خدمت ہے۔ علامہ اقبال کے حوالے سے لکھی گئی B.B.C کی ایک تحریر آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ محمد اقبال نے ایملی ایماویگے ناسٹ کے نام جرمن زبان میں کئی خطوط لکھے۔ مندرجہ ذیل تحریر ان کے کسی ایک خط کا حصہ ہے۔

''میں زیادہ لکھ یا کہہ نہیں سکتا۔ آپ تصور کر سکتی ہیں کہ میری روح میں کیا ہے۔ میری بہت بڑی خواہش ہے

Scanned with CamScanner

کہ میں دوبارہ آپ سے بات کرسکوں اور آپ کو دیکھ سکوں، لیکن میں نہیں جانتا کیا کروں۔ جو شخص آپ سے دوستی کر چکا ہو اس کے لیے ممکن نہیں کہ وہ آپ کے بغیر جی سکے۔

برائے کرم میں نے جو لکھا ہے اس کے لیے مجھے معاف فرمائیں۔''

ایما سے اقبال کی ملاقات دریائے نیکر کے کنارے واقع سرسبز و شاداب مناظر سے مالا مال قصبے ہائیڈل برگ میں ہوئی تھی۔ ایک تو ماحول رومان پرور اور اقبال بھرپور جوانی کے عالم میں، پھر حسین و جمیل ایما حیرت کی بات یہ نہیں کہ ایک ہندوستانی شاعر کا دل اس پر آ گیا، نہ آتا تو حیرت ہوتی۔ اقبال کی نظم (ایک شام دریائے نیکر کے کنارے، ہائیڈل برگ) سے ان کے جذبات کا اندازہ ہوتا ہے:

خاموش ہے چاندنی قمر کی
شاخیں ہیں خموش ہر شجر کی
وادی کے نوا فروش خاموش
کہسار کے سبز پوش خاموش
فطرت بے ہوش ہو گئی ہے
آغوش میں شب کے سو گئی ہے
کچھ ایسا سکوت کا فسوں ہے
نیکر کا خرام بھی سکوں ہے
اے دل! تو بھی خاموش ہو جا
آغوش میں غم کو لے کے سو جا

اقبال کے دل میں ایما کا کیا مقام تھا اور ان کے ایما سے تعلقات کی نوعیت کیا تھی، اس کا کچھ اندازہ اس خط سے لگایا جا سکتا ہے:

براہِ کرم اپنے اس دوست کو مت بھولیے جو آپ کو ہمیشہ اپنے دل میں رکھتا ہے اور جو آپ کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ ہائیڈل برگ میں میرا قیام ایک خوبصورت خواب سا لگتا ہے اور میں اس خواب کو دوہرانا چاہتا ہوں۔ کیا یہ ممکن ہے؟ آپ خوب جانتی ہیں۔

21 جنوری 1908ء کو علامہ نے لندن سے ایما کے نام خط میں لکھا۔ میں یہ سمجھتا تھا کہ آپ میرے ساتھ مزید خط و کتابت نہیں کرنا چاہتیں اور اس بات سے مجھے بڑا دکھ ہوا۔ اب پھر آپ کا خط موصول ہوا ہے جس سے

Scanned with CamScanner

مجھے بڑی مسرت ہوئی ہے۔ میں ہمیشہ آپ کے بارے میں سوچتا رہتا ہوں اور میرا دل ہمیشہ بڑے خوبصورت خیالوں سے معمور رہتا ہے۔ ایک شرارے سے شعلہ اٹھتا ہے اور شعلے سے ایک بڑا الاؤ روشن ہو جاتا ہے لیکن آپ سرد مہر ہیں۔ غفلت شعار ہیں، آپ جو جی میں آئے کیجیے، میں کچھ نہ کہوں گا، ہمیشہ صابر و شاکر رہوں گا۔ میں نے والد صاحب کو لکھ دیا ہے کہ انہیں میری شادی طے کرنے کا کوئی حق نہیں تھا جبکہ میں نے پہلے بھی اس قسم کے کسی بندھن میں گرفتار ہونے سے انکار کر دیا تھا۔ میں اس کی کفالت کے لیے تیار ہوں لیکن اس کو ساتھ رکھ کر اپنی زندگی کو عذاب بنا لینے کے لیے بالکل تیار نہیں ہوں۔ ایک انسان کی حیثیت سے مجھے بھی خوش رہنے کا حق حاصل ہے۔ اگر سماج یا قدرت مجھے یہ حق دینے سے انکار کرتے ہیں تو میں دونوں کا باغی ہوں۔ اب صرف ایک ہی تدبیر ہے کہ میں ہمیشہ کے لیے اس بدبخت ملک سے چلا جاؤں یا پھر شراب میں پناہ لوں جس سے خودکشی آسان ہو جاتی ہے۔

برطانیہ پہنچ کر مشرق کی پراسراریت سے معمور اور غیر معمولی حد تک ذہین و فطین اقبال نے خواتین کی توجہ مقناطیس کی طرح اپنی طرف کھینچ لی۔ اس وقت تک ان کا کلام شمالی ہندوستان کے گوشے گوشے میں معروف ہو چکا تھا اور لوگ گلیوں میں اسے گاتے پھرتے تھے اور اس شہرت کے چرچے انگلستان میں بھی پہنچ چکے تھے۔ ان سے متاثر ہونے والی خواتین میں سے ایک عطیہ فیضی تھی جنہوں نے ایک کتاب میں اقبال کے اُس دور پر روشنی ڈالی ہے۔ عطیہ فیضی بمبئی کے ایک متمول خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ ان کے والد حسن آفندی بڑے تاجر تھے جو دوسرے ممالک کا سفر کرتے رہتے تھے۔ وہ ایک روشن خیال انسان تھے۔ انہوں نے نہ صرف اپنی بیٹیوں کو اعلیٰ تعلیم دلوائی بلکہ پردہ کرنے کا دباؤ بھی نہ ڈالا۔ اس وقت کے گھٹے ہوئے ہندوستانی معاشرے میں یہ بات انوکھی تھی کہ ایک خاتون جو نہ صرف بے حد پڑھی لکھی ہے بلکہ مردوں کی محفل میں بیٹھ کر ان سے برابری کی سطح پر مکالمہ کر سکتی ہے۔

بعض لوگوں نے خیال ظاہر کیا ہے کہ شاید اقبال عطیہ کی محبت میں گرفتار ہو گئے تھے لیکن ہمارے خیال میں ان کی عطیہ سے دوستی فکری سطح پر تھی اور وہ ان سے فلسفیانہ مباحث کیا کرتے تھے۔ عطیہ کے نام لکھے گئے خطوط کا اگر ایما کے نام خطوط سے موازنہ کیا جائے تو فرق رات اور دن کی طرح واضح ہے۔

اقبال کے دل کی تمنا کچھ اور ہی تھی اور انہیں شک تھا کہ یہ تمنا کبھی پوری ہوگی بھی یا نہیں۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

جلوۂ حسن کہ ہے جس سے تمنا بے تاب
پالتا ہے جسے آغوشِ تخیل میں شباب
ابدی بنتا ہے یہ عالم فانی جس سے
ایک افسانہ رنگین ہے جوانی جس سے

Scanned with CamScanner

آہ موجود بھی وہ حسن کہیں ہے کہ نہیں
خاتم دہر میں یارب وہ نگیں ہے کہ نہیں

اقبال نے ایک جگہ لکھا ہے کہ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔ چنانچہ جرمنی میں ان کی دعا باریاب ہوئی اور غالباً ایما کی صورت میں انہیں وہ نگیں مل گیا جس کی انہیں تلاش تھی۔ اس کے بعد انہیں یہ لکھنے میں دیر نہ لگی:

جستجو جس گل کی تڑپاتی تھی اے بلبل مجھے
خوش قسمتی سے آخر مل گیا وہ گل مجھے
ضو سے اس خورشید کی اختر مرا تابندہ ہے
چاندنی جس کے غبارِ راہ سے شرمندہ ہے

اقبال دو سال پہلے انگلستان آئے تھے جہاں انہوں نے کیمرج سے B.A کی ڈگری حاصل کی تھی۔ اس دوران انہوں نے ایران میں (مابعد الطبیعات) کا ارتقا نامی مقالہ لکھا اور اب وہ اپنے استاد پروفیسر آرنلڈ کے مشورے سے اسی مقالے پر جرمنی کی میونخ یونیورسٹی سے PHD کی ڈگری حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے 1907ء میں موسم بہار میں جرمنی کا سفر اختیار کیا تھا جہاں ان کی ملاقات ایما سے ہوئی۔ 29 سالہ ایما عمر میں اقبال سے دو سال چھوٹی لیکن قد میں ایک انچ لمبی تھی۔ ایما کی صرف ایک تصویر دیکھنے کو ملتی ہے جس میں اس کی آنکھوں سے وہ ہی شریر تبسم جھلک رہا ہے جس کا ذکر اقبال نے اس دور کی ایک غیر مطبوعہ اور نامکمل نظم ''گم شدہ داستان'' میں کیا ہے۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

رکھا تھا میز پر ابھی ہم نے اتار کر
تو نے نظر بچا کے ہماری اُڑا لیا
آنکھوں میں ہے تیری جو تبسم شریر سا

ایما کی مادری زبان جرمن تھی لیکن وہ یونانی اور فرانسی سے بھی خوب واقف تھی۔ اس کے علاوہ وہ فلسفے اور شاعری سے بھی خاص شغف رکھتی تھی اور یہ اس کی اور اقبال کے درمیان وجہ اشتراک بھی ہے۔ اقبال کے خطوط سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے ایما کے ساتھ مل کر جرمن شاعر گوئٹے کو بھی سبق سبق پڑھا تھا۔ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد ایما نے اپنینون شیرر نامی بورڈنگ ہاؤس میں ملازمت اختیار کر لی جہاں وہ بین الاقوامی طلبہ کو جرمن زبان سکھاتی تھی اور اس کے بدلے میں انہیں مفت طعام و قیام فراہم کیا جاتا تھا۔ اقبال لکھتے ہیں کہ

Scanned with CamScanner

میں نے اے اقبال یورپ میں اسے ڈھونڈا عبث
بات جو ہندوستان کے ماہ سیماؤں میں تھی

لیکن یہ بات انگلستان کی حد تک درست تھی۔ جرمنی پہنچ کر ان کا خیال بدل گیا۔ ایک خط میں وہ لکھتے ہیں کہ انگریز عورت میں وہ نسائیت اور بے ساختگی نہیں جو جرمن عورت میں ہے۔ جرمن عورت ایشیائی عورت سے ملتی ہے۔ اس میں محبت کی گرمی ہے۔ انگریز عورت میں یہ گرمی نہیں۔ انگریز عورت گھریلو زندگی اور اس کی بندشوں کی اس طرح شیدائی نہیں جس طرح جرمن عورت ہے۔

عطیہ فیضی نے ہائیڈل برگ میں جو اقبال دیکھا اس سے وہ حیران رہ گئی۔ وہ اپنی کتاب ''اقبال'' میں لکھتی ہے کہ یہ اس اقبال سے بالکل مختلف تھا جسے میں نے لندن میں دیکھا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے جرمنی ان کے وجود کے اندر سما گیا ہے۔ وہ درختوں کے نیچے سے گزرتے ہوئے اور گھاس پر چلتے ہوئے علم کشید کر رہے تھے۔ اقبال کا یہ پہلو میرے لیے بالکل انوکھا تھا۔ لندن میں ایک قنوطی کی روح جو اقبال میں حلول کر گئی تھی وہ یہاں یکسر غائب ہو گئی تھی۔ لندن کے اقبال کے بارے میں عطیہ نے لکھا ہے کہ وہ بہت تیز آدمی تھے اور دوسروں کی کمزوریوں کا فائدہ اٹھانے کے لیے ہر دم تیار رہتے تھے اور لوگوں پر طنز کے تیر برساتے تھے۔ وہاں اقبال محفل کے دوران خاموشی سے بلکہ بظاہر بوریت کے عالم میں سب کی باتیں سنتے رہتے تھے لیکن جب بھی موقع ملتا تھا وہ چمک کر گفتگو میں شامل ہو جاتے تھے اور اپنی حیران کن دانش اور فراست سے سب پر چھا جاتے تھے۔

لیکن ہائیڈل برگ میں عطیہ نے دیکھا کہ اقبال کے اساتذہ جب انہیں ٹوکتے تھے تو وہ بچوں کی طرح اپنے ناخن چبانے لگتے اور کہتے ارے مجھے اس بات کا تو خیال ہی نہیں آیا، مجھے یوں نہیں یوں کہنا چاہیے تھا۔

عطیہ کے بیان کے مطابق اقبال یہاں جرمن زبان سیکھنے کے علاوہ رقص، موسیقی، کشتی رانی اور ہائیکنگ کے درس بھی لے رہے تھے۔ اس دوران انہوں نے کشتی رانی کے مقابلے میں حصہ بھی لیا تھا لیکن آخری نمبر پر آئے۔ عطیہ کی کتاب میں اقبال کی کشتی چلاتے ہوئے تصویر بھی ہے۔ عطیہ نے ایک دلچسپ واقعہ کا ذکر بھی کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ معاملہ یک طرفہ نہ تھا بلکہ ایما بھی اقبال سے بے حد متاثر تھی۔

ایما نے ایک دن اوپرا گانا شروع کر دیا۔ اقبال نے اس کا ساتھ دینا چاہا مگر مغربی موسیقی سے ناواقف ہونے کی بناء پر بے سرے ہو گئے۔ یہاں یہ کہنا ضروری ہے کہ اقبال نے بے حد عمدہ گلا پایا تھا لیکن ہندوستان میں ترنم سے مشاعرے پڑھنے میں انہوں نے خاصی شہرت حاصل کی تھی اور جب وہ اپنا کلام اپنی سریلی آواز میں پڑھتے تو اس کی تاثیر دگنی چوگنی ہو کر بڑے سے بڑے مجمع کو بہا کر لے جاتی تھی لیکن جب وہ اوپرا گاتی ہوئی ایما کا ساتھ نہیں

Scanned with CamScanner

دے سکے تو انہیں اس پر سخت خفت محسوس ہوئی اور وہ پیچھے ہٹ گئے۔ شاید ایما کو بھی اس کا احساس ہوا اور اسی رات انہوں نے عطیہ سے درخواست کی کہ وہ انہیں کوئی ہندوستانی گیت سکھا دیں۔

دوسرے روز جب سب لوگ دریائے نیکر کے کنارے پکنک کے لیے نکلے تو اچانک ایما نے گانا شروع کر دیا:

گجرا بچن والی ناداں یہ تیرا نخرہ

ایما کی زبان سے یہ گیت سن کر اقبال پر جو اثر ہوا ہوگا اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔ عطیہ کے مطابق ایک دن ایما دوسری لڑکیوں کے ساتھ مل کر ورزش کر رہی تھی اور اقبال ٹکٹکی باندھ کر انہیں تکے جا رہے تھے۔ عطیہ نے ٹوکا تو وہ کہنے لگے میں فلکیات دان بن گیا ہوں، ستاروں کے جھرمٹ کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔

موسیقی کے علاوہ مغربی رقص بھی اقبال کی دسترس سے باہر تھا۔ عطیہ نے لکھا ہے کہ اقبال ایما کے ساتھ رقص بھی کیا کرتے تھے لیکن ایسے اناڑی پن کے ساتھ کہ ان کے قدم اکثر اوچھے پڑتے۔

بعض ماہرین اقبالیات کے مطابق معاملہ صرف زبانی کلامی نہیں رہا تھا اور اقبال ایما سے شادی کرنا چاہتے تھے۔ خود ایما کے کزن کی بیٹی ہیلا کرش ہوف نے سعید اختر درانی کو بتایا تھا کہ ایما 1908ء کے لگ بھگ ہندوستان جانا چاہتی تھی لیکن ان کے بڑے بھائی اور خاندان کے سربراہ کارل نے انہیں اس دور دراز ملک میں تنہا جانے سے منع کر دیا تھا۔ دوسری طرف اقبال ہندوستان لوٹنے کے بعد بڑی شدت سے یورپ واپس جانا چاہتے تھے جس کا اظہار انہوں نے کئی بار ایما سے بھی کیا بلکہ عطیہ کو لکھے گئے خطوط میں بھی اس کا عندیہ ملتا ہے۔

لیکن ایما کے بڑے بھائی کی طرح اقبال کے بڑے بھائی بھی اقبال کے واپس ولایت جانے میں رکاوٹ بن گئے۔ 9 اپریل 1909ء کی تحریر کے مطابق اقبال لکھتے ہیں کہ میں کوئی ملازمت کرنا ہی نہیں چاہتا۔ میرا منشا تو یہ ہے کہ جتنا جلد ممکن ہو، اس ملک سے بھاگ جاؤں، سبب آپ کو معلوم ہے۔ لیکن میرے اوپر اپنے بڑے بھائی کا اخلاقی قرض ہے جو مجھے روکے ہوئے ہے۔

قرض کی نوعیت یہ تھی کہ اقبال کی تعلیم کے اخراجات ان کے بڑے بھائی نے ادا کیے تھے اور یورپ سے آنے کے بعد یہ رقم اقبال اپنے بڑے بھائی کو لوٹانا چاہتے تھے۔ وہ ایما کو لکھتے ہیں: کچھ عرصے بعد جب میرے پاس پیسے جمع ہو جائیں گے تو میں یورپ کو اپنا گھر بناؤں گا۔ یہ میرا تصور ہے اور میری تمنا ہے کہ یہ سب پورا ہوتا ہم یہ تصور، یہ تمنا ناکام حسرت بن گئی۔

اقبال کی زندگی کا یہ حصہ سخت مالی مشکلات سے نمٹنے میں گزرا۔ اس تمام عرصے کے دوران ایما کی یاد ان کے دل سے کبھی محو نہ ہو سکی۔ وہ بڑی حسرت سے لکھتے ہیں: مجھے وہ زمانہ یاد ہے جب میں آپ کے ساتھ مل کر گوئٹے کا

Scanned with CamScanner

کلام پڑھتا تھا اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ کو بھی وہ خوشیوں بھرے دن یاد ہوں گے جب ہم ایک دوسرے کے اس قدر قریب تھے۔ میں زیادہ لکھ یا کہہ نہیں سکتا، آپ تصور کر سکتی ہیں کہ میری روح میں کیا ہے۔ میری بہت بڑی خواہش ہے کہ میں دوبارہ آپ سے مل سکوں۔

اقبال نے ایک اور خط میں لکھا: آپ کا خط پا کر مجھے بہت مسرت ہوتی ہے اور میں بے تابی سے اس وقت کا منتظر ہوں جب میں دوبارہ آپ کے وطن میں آپ سے مل سکوں گا۔ میں جرمنی میں اپنا قیام کبھی فراموش نہ کر سکوں گا۔ میں یہاں اکیلا رہتا ہوں اور خود کو بہت غمگین پاتا ہوں۔ ہماری تقدیر ہمارے اپنے ہاتھوں میں نہیں۔

ایما سے ملاقات کے 24 برس بعد 1931ء میں گول میز کانفرنس کے لیے جب اقبال لندن گئے تو اس وقت بھی اقبال نے جرمنی جا کر ایما سے ملنے کی کوشش کی تھی لیکن اس وقت تک اقبال دو مزید شادیاں کر چکے تھے اور ان کے بچے بھی جوان ہو چکے تھے اس لیے یہ ملاقات نہ ہو سکی۔ اقبال نے بہت پہلے لکھا تھا:

تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
میری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں

یہ ان کی سادگی ہی تھی کہ ہندوستان لوٹنے کے بعد بھی ایما سے ملن کے خواب دیکھتے رہے حالانکہ یہ وہ زمانہ تھا جب ابھی ہوائی سفر مستقبل میں تھا اور سمندر کے راستے ہندوستان سے یورپ جانے میں مہینوں لگا کرتے تھے۔ اقبال اور ایما کے درمیان سات سمندر حائل تھے۔

اقبال سے ایما کے تعلق کی بیل منڈھے نہیں چڑھ سکی تاہم ایما نے اقبال کے دل کی کسک بن کر ان کی شاعری میں دردمندی پیدا کر دی جس سے ان کی شاعری عبارت ہے۔ ان کے کلام میں کئی نظمیں ایسی ہیں جو ایمائی دور کی یادگار ہیں۔

مندرجہ بالا مثالوں کے علاوہ حسن و عشق، بلی دیکھ کر، چاند اور تارے، وصال، سلیمی، عاشق ہرجائی، جلوہ حسن، اختر صبح، تنہائی اور دیگر کئی نظمیں شامل ہیں جن میں ایما سے تعلق کی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔

اقبال اور ایما کا ملاپ نہیں ہو سکا لیکن اردو دنیا کو پھر بھی ایما کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ اس کی بدولت اردو کو چند لازوال رومانوی نظمیں مل گئیں۔ یہ تحریر پہلی بار B.B.C اردو پر 9 نومبر 2019ء کو نشر/شائع کی گئی تھی۔

میں نے من و عن اس کو اس لیے تحریر کیا ہے کہ یہ میرے اس باب کے عین مطابق ہے۔ دراصل بڑے بزرگ، بڑے بڑے پارسا، بہت نیک نام، عبادت گزار، معاشرہ جن کی قسمیں کھاتا ہے دل میں کسی نہ کسی کی حسرت لیے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ کوئی بھی ذی شعور بزرگ، جوان، امیر، غریب یہاں تک بے

Scanned with CamScanner

وقوف بھی ہوس و پر جوش محبت، جنون، استقامت سے محفوظ نہیں اور نہ ہی وہ ہوسکتا ہے۔ قدرت نے حسن و جمال، محبت، چاہت، جنس مخالف کا جو تحفہ بنی نوع انسان کو عطا کیا ہے وہ کمال ہے کمال۔

علامہ اقبال جیسا جوہر بھی اس سے محفوظ نہ تھا۔ دوسروں کی تو بات ہی کیا ہے؟ یہ ایک قدرتی جذبہ ہے۔ اس کا شرافت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بظاہر شریف آدمی اپنے اندر کیسے کیسے طوفان لیے پھرتا ہے۔ اس کو نہ پہنچ والا شریف کہا جاتا ہے۔ منہ پھٹ جو حالِ دل صاف صاف بیان کردے اور جذبات عیاں کردے اس کو ٹھرکی کہا جاتا ہے۔

اور اسی طرح مختلف علاقوں میں علاقائی ماحول کے مطابق ہوس کے مختلف نام ہیں مگر بات سب کی ایک ہی نقطے کے گرد گھومتی ہے۔ شریف، شرمیلا، بے شرم، آوارہ جو بھی ہے بنت حوا کا محتاج بھی ہے اور طلب گار بھی ہے۔ اگر نہیں ہے تو پھر وہ "Trans Gender" ہے یعنی خواجہ سرا ہے۔ بقول سید سلیمان گیلانی (شاعر)

جو مرد جوانی میں حسینوں سے رہے دور
اس دور میں حق کا ولی دین کا امین ہے
یہ فلسفہ سن کر کہا اک خواجہ سرا نے
حو ہائے وہ حق کا ولی ہم سا تو نہیں ہے

ایک اور جگہ اپنی بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے سید سلیمان گیلانی فرماتے ہیں:

نظروں کی حفاظت ہے بہرحال ضروری
میں کروں کیا اس شوخ کا جو دل میں مکین ہے

اور نتیجتاً فرماتے ہیں:

بے زوجگی کے مارے یہ کنوارے کیا جانے زخم ہمارے
جوڑوں کا درد کیا ہے یہ جوڑے ہی جانتے ہیں

ہمارے ایک دوست بہت پڑھے لکھے، بے حد شریف النفس، عیال دار، نہ کچھ کرتے ہیں نہ ہی کسی اور کو کرنے دیتے ہیں۔ کمال کے ٹھرکی ہیں۔ کن اکھیوں سے سراپے کا جائزہ لے کر پھر مراقبے میں چلے جاتے ہیں۔ ٹھرک کیا ہے، کچھ اس کی تفصیل میں جاتے ہیں کیونکہ یہ ٹھرک بھی کمال کی چیز ہے جس کا کوئی نقصان نہیں۔ اگر آپ محبت نہیں کر سکتے تو کم از کم ٹھرک ضرور کیجیے۔ محبت ایک کل وقتی کام ہے جبکہ ٹھرک پارٹ ٹائم کام ہے۔ محبت آپ کو پکڑ کر بیٹھ جاتی ہے جبکہ ٹھرک آپ کی روٹین میں فرق نہیں آنے دیتا۔ محبت آپ کو نازک اور نکما کر دیتی ہے جبکہ ٹھرک آپ کا حوصلہ بھی جوان رکھتی ہے اور کام کی صلاحیت اور رفتار میں حیرت انگیز اضافہ کرتی ہے۔ ٹھرک آپ

Scanned with CamScanner

کو صابر و شاکر بنا دیتی ہے یعنی جو مل جائے اس پر شکر اور خوشی بے حساب۔ ٹھرک میں آپ بھرپور خط لے سکتے ہیں اور کوئی رقیب بھی نہیں ہوتا۔ ٹھرک پر نہ تو کوئی مذہبی قدغن ہے اور نہ ہی اخلاقی و سماجی اور قانونی۔ اس لیے ٹھرک نہ نیکی ہے اور نہ ہی بدی ہے۔ اس لیے جو ٹھرک پر ہی گزارا کرتے ہیں اپنی زندگی کی تلخیاں نچلی سطح پر ہی رکھتے ہیں۔ ٹھرکیوں کی بے شمار اقسام ہیں۔ ٹھرک کے بغیر انسان انسان ہی نہیں ہوتا۔ تفصیل کے لیے میری زیر طبع تصنیف ''حسینائیں'' کا مطالعہ کریں۔

محبت کیا ہے؟ یہ جذبہ جنون کیا ہے؟ ہوس کیا ہے؟(Why We Love)، ہم محبت کیوں کرتے ہیں؟ ڈاکٹر ہیلن فشر جو کہ ایک مایہ ناز اینتھروپولوجسٹ ہیں، نے اپنی تصنیف "Why We Love" میں انسانوں کی محبت کو تین اقسام میں تقسیم کیا۔ وہ فرماتی ہیں کہ انسانی محبت کی تین قسمیں ہیں لیکن یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ ڈاکٹر ہیلن فشر نے کتاب لکھنے سے پہلے سالوں انسانی دماغ کو M.R.I اور مختلف قسم کے برین کو سکین سے گزارا۔ (M.R.I: Magnetic Resonance Imaging) اس ذہین ڈاکٹر نے اپنی آدھی زندگی محبت میں گرفتار دماغ کی نیورولوجی سمجھنے میں لگائی۔ محبت اور کشش کا تعلق سراسر دماغ اور اس میں خارج ہونے والے کیمیکل سے ہے۔

کیونکہ ہم سب کو زندگی میں کبھی نہ کبھی محبت ضرور ہوتی ہے۔ آج تک ہم نے محبت کو سمجھنے کے لیے رومانی شاعری، فلسفہ، ہالی وڈ، بالی وڈ کی فلمیں اور گانوں کا سہارا لیا ہے لیکن سائنس کے پاس ہمیں محبت کی بناوٹ اور حقیقت کے متعلق بتانے کے لیے بہت کچھ ہے۔ یقیناً سب انسانوں کے لیے محبت اور کشش ایک مختلف تجربہ ہو سکتا ہے۔ ہر انسان محبت کو مختلف الفاظ اور انداز میں بیان کرتا ہے اور محسوس کرتا ہے۔ کسی کو محبت جوشیلی لگتی ہے تو کسی کو مدھم اور حساس لیکن چونکہ سائنس کافی حد تک غیر جانبدار ہوتی ہے اس لیے اس کا سہارا لینا ضروری ہے۔

''ہوس'' (Lust)

''محبت کی پہلی قسم'' یعنی Stage No 1 یا پہلا مرحلہ۔

یہ والا احساس ہمارے رپٹیلین برین ہوس میں ہوتا ہے Reptilian Brain دماغ کا وہ حصہ ہے جو بنیادی معاملات ہینڈل کرتا ہے مثلاً سانس لینا و دل کی دھڑکن، جسم کا درجہ حرارت وغیرہ مخالف جنس کے بظاہر خدوخال دیکھ کر اس کی جانب مائل ہو کر محض جنسی سرگرمی انجام دینے کی خواہش، دماغ کے اسی حصے کے کنٹرول میں ہوتی ہے۔ نسل بڑھانے کے لیے جو فطری Responce (جواب) ہوتا ہے وہ بھی دماغ کے اسی حصے میں اجاگر ہوتا ہے۔ یہ Responce بہت شدت سے ہوتا ہے لیکن Instantaneous یعنی فوری ختم بھی ہو جاتا ہے۔

Scanned with CamScanner

دراصل جگہ، ماحول، خوف، خطرہ، فریق مخالف کا رویہ وغیرہ Depend (انحصار) کرتا ہے کہ آپ کی شدت ہوس آگ بگولہ بن رہی ہے یا جلتی پر ماحول نے پانی ڈال دیا ہے۔

اس کیفیت میں انسانوں کو اپنے پارٹنر کو جاننے کی کوئی خواہش نہیں ہوتی۔ یہ Primitive Brain کا شاخسانہ ہے یا یوں کہہ لیں کہ یہ ابتدائی دماغی فتور ہوتا ہے جو ایک نوجوان مخالف جنس کے لیے محسوس کرتا ہے۔ نہ ہی اس میں مرد و زن کا کوئی فرق ہے کیونکہ قدرت نے مرد کے لیے عورت میں کشش رکھی ہے اور عورت کے لیے مرد میں کشش رکھی ہے۔

محبت کی دوسری قسم (Passion) جنون و جذبہ Stage No 2

ایک جذباتی تعلق شدید محبت جنون ہے۔ یہ والا Connection ذہن کے اس حصے میں اُجاگر ہوتا ہے جسے Mammalian Brain کہتے ہیں۔ اس پر جوش..... Mammalian Brain میں گرفتار افراد محبت/جنون کے ساتھ دوسرے کے بارے میں سوچ کر بہت اچھا محسوس کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کے خیالوں میں کھوئے رہتے ہیں۔ یہ ہی وہ محبت ہے جس پر فلمیں اور گانے بنتے ہیں جس میں شاعر کہتا ہے کہ تجھے سوچتا ہوں میں صبح و شام۔ اس سے زیادہ تجھے اور چاہوں تو کیا۔ اس احساس میں کھوئے ہوئے انسان ذہن میں ایک یوٹوپیائی (اپنی مثال آپ) مستقبل بناتے ہیں۔ سب کچھ بہت نیا اور اچھا لگتا ہے جیسے زندگی میں بہار آ گئی ہو۔

یہ ہی وہ محبت ہے جس کے اثر تلے انسان کبھی بھی پورے نہ کرنے والے وعدے کرتے ہیں۔ اسی کیفیت کے زیر اثر Thinking Brain غالب آنے کی طاقت رکھتا ہے جبکہ لاجک والے برین بھی غالب آنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ شدید محبت، جنون، ہوس کے بغیر پروان نہیں چڑھتی۔ اس میں ہوس کا عنصر موجود ہوتا ہے۔ ہوس کے ختم ہونے پر بھی شدید محبت جنون کو ختم ہونے 6 ماہ سے لے کر ایک سال اور اس سے بھی زیادہ عرصہ درکار ہوتا ہے۔ پھر وہ وقت بھی آتا ہے جب مرد و خواتین اپنے فیصلوں پر نادم ہوتے ہیں۔ بوریت کا اظہار کرتے ہیں کہ جنہیں وہ غلطیوں سے پاک فرشتہ صفت خیال کرتے تھے کچھ مہینوں بعد معلوم ہوتا ہے کہ وہ تو غلطیوں کا پیکر محض ایک انسان ہے۔ بس پھر Compatibility اپنی مطابقت کا امتحان شروع ہو جاتا ہے۔

اگر افراد اپنے نئے اور غیر روایتی تجربات اور آئیڈیاز ایک دوسرے سے شیئر کریں اور ایک دوسرے کو سمجھنے کے جذبے سے نئی راہیں دریافت کریں ورنہ پھر جھگڑے، افسوس اور یکسانیت و بوریت رہ جاتی ہے۔

محبت کی تیسری قسم (Commitment) یعنی استقامت۔ Stage No 3

اس مرحلہ (Stage) تک بہت کم لوگ ہی پہنچ پاتے ہیں لیکن اس مرحلے والی محبت بہت طاقتور اور پریکٹیکل

Scanned with CamScanner

ہوتی ہے۔ پر جوش محبت اور جنون والے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ زیادہ عرصہ تک رہتے ہیں تو اس کی وجہ (Mompatibility) مطابقت ہوتی ہے۔ جب زندگی میں غیر یقینی حالات یا کسی ایسے حادثے کا جیسے Uncertain Situation کا ہو جانا جس سے آپ پر اور آپ کے پارٹنر کی زندگی پر گہرا اثر پڑے تو وہ افراد جو استقامت والی سٹیج میں نہ ہوں ان میں اکثر تلخیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ پر جوش محبت جنون ختم ہو جاتا ہے کیونکہ وہ اس تبدیلی کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ جب تک سب اچھا چل رہا ہوتا ہے تو سب ٹھیک ہے لیکن جیسے ہی زندگی نے اپنے رنگ دکھانے شروع کیے اور مصیبتیں آئیں تو ریلیشن شپ کو پر جوش محبت اور جنون بھی نہیں بچاتا۔ یہاں مزید حقیقت کو پرکھنے اور قبول کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جو صرف اور صرف عقل و دانش، صبر و تحمل اور ہم آہنگی سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

Commitment یعنی کہ استقامت کیا ہے؟ استقامت تب وجود میں آتی ہے جب دونوں پارٹنر ایک دوسرے کو انسان سمجھتے ہوئے ایک دوسرے کی خوبیوں کے ساتھ ساتھ خامیوں کو بھی قبول کرتے ہیں۔ کامیابیوں کی خوشی مناتے ہیں تو ناکام ہونے پر ایک دوسرے کو سپورٹ کرتے ہیں (مدد کرتے ہیں) جب ہم دوسروں کو انسان سمجھتے ہوئے ان کو ان کی خامیوں سمیت قبول کرتے ہیں تو ہمارے اندر ان سے غیر مشروط محبت (Unconditional Love) کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

نیورولوجسٹس نے ان جوڑوں کو جن کی شادی کو زیادہ عرصہ ہو گیا تھا، یقیناً جو اپنی شادی سے خوش بھی تھے، کا برین سکین کیا اور ان افراد سے کہا گیا کہ وہ سوچیں کہ ان کے پارٹنر کا کار ایکسیڈنٹ ہوا ہے اور پھر سوچیں کہ ان کے پارٹنر کی جگہ ان کا اپنا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔ پارٹنر کے کار ایکسیڈنٹ کو ذہن میں لا کر دماغ کا وہ ہی حصہ روشن ہوا جو ان افراد کا اپنے ایکسیڈنٹ کا سوچ کر ہوا تھا اور جب کسی تیسرے شخص کے ایکسیڈنٹ کا سوچنے کو کہا گیا تو دماغ کا وہ حصہ جو اپنے اور پارٹنر کے لیے روشن ہوا تھا، وہ کسی اور کے لیے روشن نہیں ہوا۔ محبت کی تیسری قسم مشکل ہے؟ مگر ہر اعلیٰ اور دیرپا تعلق کے لیے ہمت چاہیے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ اس مرحلہ تک زیادہ لوگ نہیں پہنچ پاتے اور بریک اپ ہو جاتا ہے۔

وہ افراد جو ایک انفرادی شخص کی مانند خود کی نشوونما کرنا جانتے ہوں اور ان کے پاس نئی باتیں، نئے تجربے اور نئے آئیڈیاز شیئر کرنے کو ہوں تو ایسے میں پر جوش محبت جنون کچھ ہی عرصے میں مطابقت میں بدل جاتی ہے۔ قدریں ایک جیسی ہوں تو تعلق مزید مضبوط لگنے لگتا ہے اور جب مرد و زن اس حقیقت کو جان لیں کہ دنیا کا کوئی بھی انسان خوبیاں اور خامیاں دونوں رکھتا ہے اور دونوں محبوب اس بات کو قبول کر لیتے ہیں تو پھر استقامت یعنی کہ

Scanned with CamScanner

Commitment جنم لیتی ہے اور محبت موجزن ہونے لگتی ہے۔ آپ زیادہ عرصہ محبت اور جنون میں ایک دوسرے کو برداشت نہیں کر سکتے کیونکہ یہ دونوں زیادہ عرصہ دماغ کو قابو میں نہیں رکھ سکتے۔ ہمارا دماغ نیا پن پسند کرتا ہے۔

Sexual اور نیا پن محض جنسی تجربوں سے نہیں آتا۔Passionate Love یعنی پر جوش پیار عود عود کر آتا ہے۔ یہ نیا پن ہماری شخصیت میں بھی ہوتا ہے۔ نئے آئیڈیاز، نئے تجربات کو آپس میں بیان کرنا، تعلقات کو مزید پر کشش، مضبوط اور نیا بناتا ہے جبکہ ہمارے معاشرے میں دوسروں کو جگہ (Space) دینا یا اپنے لیے Space حاصل کرنے کا رواج ہی نہیں ہے جہاں ہم اپنے ذہن اور شخصیت کی نشوونما کر سکیں اور جن خواتین وحضرات کے پاس Space ہے وہ اس کو محض انٹرنیٹ کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

انٹرنیٹ غلط نہیں ہے لیکن اپنی گروتھ پر کام نہ کر کے ہم سب اپنی شخصیت اور دماغ کے ساتھ ناانصافی کر رہے ہیں۔ میڈیا یہ تو بتاتا ہے کہ کون سی کریم آپ کی جلد کو پر کشش بناتی ہے لیکن یہ تعلیم نہیں دیتا کہ شخصیت کیسے پر کشش بنائی جاتی ہے۔ ظاہری شخصیت کا خیال رکھنا غلط نہیں ہے۔ آج کل انٹرنیٹ گھنٹوں نگل جاتا ہے۔ ظاہری شخصیت کا خیال رکھنے کا وقت بھی نہیں ملتا لیکن اپنے باطن یعنی اپنے دماغ کا خیال رکھنا اور اسے نئے اور پر کشش خیالات سے سنوارنا نہیں سکھایا جاتا۔ نئے نئے تجربات کی جستجو ہمارے دماغ کی قدروں (Values) کو اجاگر کرتی ہے اور ہمیں زندگی کو گزارنے کا مقصد اور Ideas دیتی ہے۔ نئے تصورات بھی ہمیں اچھے محسوس ہوتے ہیں۔ استقامت کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ رومانی فلسفہ ہے۔ میڈیا اور رومانوی ادب اس فلسفے کو پروان چڑھاتا ہے کیونکہ یہ ممیلین برین پر حملہ کرتا ہے ممیلین برین میں ہمارے منطق اور سوچنے والے دماغ کو قابو کرنے کی طاقت ہوتی ہے۔ یہ نظریہ بہت خودغرض ہے کیونکہ اس میں انسانوں سے غیر حقیقی امیدیں لگائی جاتی ہیں۔ اس نظریہ میں آپ پارٹنر سے امید رکھتے ہیں کہ وہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے، اچھا محسوس کروائے۔ یہ نظریہ انسان کو اس کی خامیوں اور پیچیدگیوں کے ساتھ قبول کرنا نہیں سکھاتا۔ یہ نظریہ سائنس انسانی دماغ کی بناوٹ، اس کے Responce اور ارتقاء کی تاریخ کو نظرانداز کرتا ہے۔

شکریہ

نادیہ اسحاق

مزید اسی مضمون کو آگے بڑھاتی ہوئی سائرہ رباب رقمطراز ہیں کہ

Commodification of Man Love and Reletionship یعنی کہ انسان بطور جنس، محبت

Scanned with CamScanner

اور خصوصی تعلقات جنس یعنی کہ Commodity کی طرح ایسی چیز ہے جس کو مارکیٹ میں خریدا اور بیچا جا سکتا ہے یا محبت قدر اس کو کسی دوسری چیز کے ساتھ تبدیل کیا جا سکتا ہے جس کو Barter System یعنی عرف عام میں مال کے بدلے مال بھی کہا جاتا ہے۔ آج کل ملک عزیز میں اور دنیا کے دیگر ممالک میں بھی Commodity کی طرح انسان، جذبے اور فطرت بھی Commedity میں بدل چکے ہیں۔ اب ٹورازم کی خاطر جنگل اور درخت کاٹ کر ہوٹل اور فوڈ پوائنٹ بنائے جاتے ہیں۔ یہ فطرت کی خلاف ورزی ہے جبکہ محبت کو بھی گلیمرائیڈز کر کے جب قیمتی تحائف، مہنگے ڈنرز، ڈیٹنگ اور ہنی مون سپاٹس کے ساتھ منسلک کیا جاتا ہے جس کا واحد مقصد Commodification ہے اس طرح Conseemption (کھپت) (Human Trefficking) یعنی کہ انسانی سمگلنگ، Porn Industry اور Prostitution (قحبہ گری) انسانی جسم کی Commodification ہے۔

فشر کے مطابق (Capitalist) سرمایہ دارانہ سوسائٹی، سامراجی مقاصد کے تحت سائنس اور ٹیکنالوجی کا استعمال انسان پر کنٹرول اور غلبہ حاصل کرنے کے لیے کرتی ہے۔ فطرت کی تسخیر دراصل انسان کی تسخیر اور غلامی ہے۔ یہ انسان کی حقیقی ضروریات کو پس پشت ڈال کر مصنوعی ضروریات تخلیق کرتی ہے جو اس کو مسلسل غیر فطری طور پر Consumption کے جبر پر مجبور کرتی رہتی ہے۔

اس کلچر کے اعلیٰ ترین مقاصد ہیں "Newness" یا نیا پن "Pleasure" کو سیلی بریٹ کرتے ہیں۔ "Grand Narrative" پر اعتقاد ناگزیر ہے جو انسان کو پرانی شناخت سے محروم اور ویلیو فری کرتا ہے تاکہ نئے برانڈ، نئے لائف سٹائل اور نئے پروڈکٹس میں اپنی شناخت کا کھوج لگا کر نئی سوشل (Position) میں اپنے مقام کی درجہ بندی (Heirarchy) کر سکے۔ حقیقی جذبات و احساسات سے عاری اس "Zomble" (بدروح) نما انسان کا واحد مقصد ''نئے پن'' میں خوشی تلاش کرنا ہے۔ خوشی جو کہ اب ایک روحانی کیفیت کی بجائے Instant یعنی کہ ضرورت کی عارضی تسکین احساس میں بدل گئی۔

Gratification یعنی کہ تسکین کسی عظیم مقصد یا معنی کی جگہ ہمہ وقت نیا پن اور مسرت کا حصول ماڈرن مین کو اندر سے مسلسل خالی اور کھوکھلا کر رہا ہے کیونکہ زندگی کسی بھی انتہا پسندانہ، یک رخی رویے کا نام نہیں ہے، نہ تو برف کا سا انجماد اور نہ ہی مشین متحرک اس کے لیے موزوں ہے۔ ایک سی کیفیت، غیر فطری جمود اور بے بسی پیدا کرتی ہے۔ غم اور صدمات اس جمود میں حرکت پیدا کرتے ہیں اور ہماری خوشیوں کو بھی مصنوعیت بخشتے ہیں۔ یہ جذبات کا تنوع ہی ہمیں رواں دواں رکھتا ہے یعنی زندہ رکھتا ہے۔ محبت بھی اب عارضی تسکین کا نام ہے۔

Scanned with CamScanner

نئے پن کو محسوس کرنے کے لیے پرانے تعلقات کی موت اور نئے آپشن کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ آج کل محبت کا جذبہ بدل گیا ہے۔ اب Long Term تعلقات کی جگہ عارضی تعلقات نے لے لی ہے لیکن نام وہ ہی پرانا ہے محبت "Lovers" وغیرہ وغیرہ۔ آج کل GF/BF (Romantic Questions) اور Dating کلچر مقبول ہو گیا ہے۔ کلینیکل سائیکولوجسٹ اور ریسرچ سے Intimacy (Trukle Illusion of Mate Componionship) اس کو تنہا خوف زدہ انسان اور وہمی فلرٹ کرنے والا انسان قرار دیتے ہیں۔ جو کہ کمٹمنٹ، ذمہ داری کا احساس، ایموشنل انویسٹمنٹ سے آزاد، کورٹ شپ اور لونگ ٹرم، لونگ Qwens (ہمیشہ اپنا) نہیں ہوتا جبکہ سوشالوجسٹ اس تعلق کو موجودہ عارضی تعلقات سے الگ گردانتا ہے جو کہ معنویت کے لحاظ سے مبہم ہے۔ کمٹمنٹ اور ذمہ داری سے آزاد ان تعلقات میں محبت Love Styles Typology (درجہ بندی) Sensuousness (ہوش) وابستگی کی جگہ Sex کو لازمی قرار دیتا ہے اور Sex کو جسمانی تعلق، شہوت اور فوری تسکین سے جوڑتا ہے اور یہ سب کچھ موڈ سونگز کا موجب بھی ہے۔

نئی نسل کو ملینیم کی ایجاد بھی قرار دیتا ہے جہاں Millennium پارٹنر کی سہولت پروڈکٹ کی طرح Multiple Options میں موجود ہے۔

نیا پن ختم ہونے کے بعد:

New Options with noredesirable, New Features. کا تصور کیپٹلسٹ سوسائٹی کی اختراع ہے۔ کیپٹلسٹ سماج کے اکثر ڈاکٹرز، نفسیات دان اور ارتقائی سائنس دانوں میں ان کے اقتدار کا رنگ اتنا غالب رہا کہ انہوں نے تعلق کو بھی اکانومی اور مارکیٹ ویلیوز کی روشنی میں شمار کیا۔ اس سلسلے میں فلٹر تھیوریز Reciprocity (باہمی تعاون) کی سوشل ایکسچینج پاپولر ہوئیں۔ جہاں رنگ، نسل، سٹیٹس، اقتدار، سماجی پوزیشن، ذات پات یا مخصوص خوبیوں کی بنیاد پر پارٹنر یا دوست ڈھونڈا جاتا ہے اور اپنی مارکیٹ ویلیو بڑھانے کے لیے زیادہ خوش نما انداز میں پروڈکٹ کی طرح خود کو پیش کیا جاتا ہے۔ جو پروڈکٹ کی طرح Present کرنے کی طاقت رکھتا ہے جبکہ کلارک اور ملر نے بھی اپنی ریسرچ سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ حقیقی تعلق اور دوستی کی بنیاد سوشلسٹ ہے۔

کیپٹلسٹ ہرگز نہیں ہے۔ یہاں دوسروں کا فائدہ یا خوشی اپنی ذات سے مقدم ویلیو Intrinsic (اندرونی) سمجھے جاتے ہیں۔ انسان کے ساتھ چیزوں کو فکس رکھا جاتا ہے۔ یہ انسان کا علاقہ نہیں بلکہ One Dimensional پورے اور مکمل انسان کی دنیا ہے جو کہ اپنی تاریکیوں اور روشنیوں سمیت اچھائیوں اور برائیوں سمیت مقابل، قبول اور قابل محبت ہے۔

Scanned with CamScanner

ہمیں محبت/ جنون/ ٹھرک اور ہوس بطور سوشلسٹ کرنی چاہیے نہ کہ بطور سرمایہ دار کہ شادیاں بھی اگر سوشلسٹ نظام کے تحت کی جائیں تو معاشرے سے بہت حد تک بے راہ روی اور دنیا کا قدیم ترین بزنس کم ہو جائے۔

Lust قدرت کے نظام کا بہت ہی اہم عنصر ہے۔ نسل انسانی کے بڑھاؤ کا وسیلہ ہے۔ اس کے غلط استعمال اور غلط معنی حضرتِ انسان نے خود پیدا کیے ہیں۔ اگر اس کو قانون قدرت اور قانون فطرت کے مطابق ڈھال لیا جائے تو اللہ تعالیٰ کا انعام عظیم ہے اور بنت حوا کائنات کی خوبصورت ترین، عظیم ترین، قابل احترام اور قابل محبت و پیار ہے۔

مردانہ معاشرے میں جو ظلم وستم اس پر ڈھائے گئے اور روا رکھے جا رہے ہیں وہ ہمیں جہنم کا ایندھن بنانے کے لیے بہت ہیں۔ مزید کسی گناہ کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ سوچیں، سوچیں اور سوچیں۔ یہ ہی عورت جو محبت، جنون اور ہوس کا منبع ہوتی ہے، جب ماں بنتی ہے تو ایک کمزور عورت سے بہت ہی مضبوط جذبے کا پیکر ہوتی ہے جو شیر سے بھی بے خوف مقابلہ کرتی ہے۔ تھامس ایڈیسن مشہور عالم سائنس دان تھا، اپنے بچپن میں وہ بخار کے باعث قوتِ گویائی سے محروم ہو گیا تھا۔ جب وہ چھوٹا تھا تو ایک دن وہ سکول سے آیا اور ایک سربمہر لفافہ اپنی والدہ کو دیا کہ ٹیچر نے دیا ہے، اپنی والدہ کو دے دوں۔ ماں نے کھول کر پڑھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ پھر ماں نے یہ خط با آواز بلند کچھ اس طرح پڑھا:

''تمہارا بیٹا ایک جینئس ہے، یہ سکول اس کے لیے بہت چھوٹا ہے اور یہاں اتنے اچھے ٹیچر بھی نہیں ہیں کہ اسے پڑھا سکیں، آپ اسے خود ہی پڑھائیں، اس کے بعد اس کو سکول پڑھانے کی ذمہ داری اس کی والدہ کی ہے۔''

سالوں بعد جب تھامس ایڈیسن ایک سائنس دان کے طور پر مشہور ہو گیا تھا اور اس کی والدہ وفات پا چکی تو وہ اپنے خاندان کے پرانے کاغذات میں کچھ ڈھونڈ رہا تھا کہ اسے وہ ہی خط ملا۔ اس نے خط کو کھولا تو اس پر لکھا تھا ''آپ کا بیٹا انتہائی کند ذہن اور ذہنی طور پر ناکارہ ہے، ہم اسے مزید سکول میں نہیں رکھ سکتے۔'' اسی دن ایڈیسن نے اپنی ڈائری میں لکھا:

''تھامس ایلوا ایڈیسن ایک ناکارہ بچہ تھا لیکن ایک عظیم ماں نے اسے صدی کا عظیم سائنس دان بنا دیا۔''

(ماں نسلوں کو سنوار دیتی ہے)

Scanned with CamScanner

باب نمبر 9

کلکی اوتار

تعارف

کلکی اوتار بھارت میں شائع ہونے والی، ایک پڑھے لکھے، عالم فاضل ہندو پنڈت کی کتاب ہے جس میں مصنف نے ہندوؤں کی مقدس مذہبی کتابوں سے یہ ثابت کر دیا کہ وہ اپنے عقیدے کے مطابق جس آخری اوتار کی آمد کے منتظر ہیں اور جو اُن کے عقائد کے مطابق نہ صرف ان کا بلکہ پوری دنیا کا نجات دہندہ ہے۔ وہ حضرت محمد ﷺ کے روپ میں اب سے بہت پہلے آ چکا ہے۔ اس کتاب پر بھارت کے طول وعرض میں بحث جاری ہے اور اب بیشتر ذمہ دار اور ذی فہم بھارتی بھی کہہ رہے ہیں کہ اگر یہ کتاب کسی مسلمان نے لکھی ہوتی تو اسے اب تک یا تو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا گیا ہوتا یا وہ قتل ہو گیا ہوتا۔ کتاب کی تمام کاپیاں ضبط ہو چکی تھیں اور اس کی اشاعت اور خرید وفروخت پر پابندی عائد کی جا چکی ہوتی۔ شاید ملک بھر میں تشدد کے واقعات بھی دیکھنے میں آتے اور بھارتی مسلمانوں کا خون بہانے سے بھی گریز نہ کیا جاتا۔

لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ کتاب کسی مسلمان کی تحریر کردہ نہیں ہے بلکہ اسے ایک عالم فاضل ہندو پنڈت نے لکھا ہے جن کا نام ہے پنڈت وید پرکاش اپادھیائے اور جو ایک پڑھے لکھے عالم اور دانش ور کی حیثیت سے پہلے ہی بڑی اچھی شہرت کے مالک ہیں۔ ''کلکی اوتار'' نامی کتاب کے یہ مصنف بنگال کے رہنے والے ہندو برہمن ہیں اور الہ آباد یونیورسٹی میں ریسرچ سکالر کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔ یہ کتاب انہوں نے برسوں کی تحقیقات کے بعد لکھی اور شائع کی ہے اور اشاعت سے قبل، کم از کم آٹھ دوسرے فاضل پنڈتوں نے اس کا مطالعہ کرنے کے بعد پنڈت وید پرکاش کے دلائل سے کلی اتفاق کا اظہار کیا ہے اور مصنف کی طرف سے پیش کیے جانے والے تمام نکات کو درست قرار دیا ہے۔ ہندوؤں کے مذہبی عقیدے کے مطابق، ہندو دنیا ''کلکی اوتار'' کے راہبر اور رہنما کی حیثیت سے منتظر ہے لیکن اس اوتار کی جو تعریف ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں بیان کی گئی ہے اور ویدوں اور اپنشدوں میں جو نشانیاں، علامتیں اور وضاحتیں موجود ہیں ان پر محمد رسول اللہ ﷺ پورے اترتے ہیں۔ پروفیسر موصوف کا کہنا ہے کہ اس وجہ سے تمام ہندوؤں پر یہ لازم آتا ہے کہ وہ اپنے اس موعودہ اوتار کا انتظام چھوڑ کر حضرت محمد ﷺ کو آخری اوتار تسلیم کر لیں۔ کیا یہ حیرت کی بات نہیں کہ مصنف کے اس دعوے کو دوسرے آٹھ

Scanned with CamScanner

پنڈتوں نے بھی من وعن تسلیم کرلیا ہے اور یہ محض اتفاق رائے کا اظہار نہیں ہے بلکہ ان کا بیان ہے کہ مصنف نے جو تحقیقات کی ہیں اور جن نکات کی بناء پر یہ دعویٰ کیا ہے انہیں جھٹلایا نہیں جاسکتا۔

اب آیئے ان نکات کی طرف جن کی بناء پر پنڈت وید پرکاش اُپادھیائے نے نبی آخر الزماں ﷺ کو ہندوؤں کا آخری اوتار قرار دیا ہے جس کا وہ صدیوں سے انتظار کر رہے ہیں۔ مجموعی طور پر مصنف نے متعدد نکات پیش کیے ہیں مگر ان کے دس اہم نکات درج ذیل ہیں:

(1) ہندوؤں کی مقدس کتاب میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ ''کلکی اوتار'' اس دنیا میں خدا کے آخری پیغامبر ہوں گے اور وہ پوری دنیا کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیں گے۔

(2) ہندوؤں کی مقدس کتابوں کے مطابق اِس اوتار کی پیدائش، ایک جزیرے پر ہوگی اور ہندو مذہب کی روایت کے مطابق اس کو ''جزیرہ نمائے عرب'' کہا جاتا ہے۔

(3) ہندوؤں کی مقدس کتابوں کے مطابق کلکی اوتار کے والدین کے نام کے سلسلے میں والدین کا نام وشنو بھگت اور ماں کا نام سومتی بتایا گیا ہے۔ اگر ان ناموں کے معانی پر غور کیا جائے تو ان سے بڑے دلچسپ نتائج سامنے آتے ہیں۔ وشنو (یعنی خدا)، بھگت (یعنی غلام) یوں اُردو میں آنحضرت ﷺ کے والد کا نام ''خدا کا غلام'' ہے، عربی میں عبداللہ کا مطلب یہی بنتا ہے۔ سومتی (امن اور سکوت یا قرار) حضور ﷺ کی والدہ کا نام آمنہ تھا، عربی میں جس کے معنی امن اور قرار کے ہیں۔

(4) ہندوؤں کی مقدس مذہبی کتابوں میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ ان کے کلکی اوتار کی بنیادی خوراک کھجور اور زیتون پر مشتمل ہوگی اور وہ اپنے علاقے میں انتہائی دیانت دار اور سچے انسان کی حیثیت سے شہرت حاصل کرے گا۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنی انہی صفات کی وجہ سے زبردست شہرت حاصل ہوئی ہے۔

(5) ویدوں میں جو پیش گوئی کی گئی ہے کہ کلکی اوتار کی پیدائش ایک نہایت معزز اور باوقار قبیلے میں ہوگی۔ یہ تعریف قبیلہ قریش پر پوری طرح صادق آتی ہے جس سے آنحضرت ﷺ کا تعلق ہے۔

(6) ہندوؤں کی مقدس کتابوں میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ کلکی اوتار کو خدا اپنے پیغام رساں (فرشتے) کے ذریعے تعلیم دے گا اور یہ عمل ایک غار میں پورا ہوگا۔ یہ ہم سب جانتے ہیں کہ غارِ حرا میں پیغام رساں فرشتے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے رسول اللہ ﷺ تک پیغام خداوندی پہنچا۔

(7) مقدس، ہندو مذہبی کتابوں اور اپنشدوں کے مطابق خدا اس اوتار کو ایک انتہائی برق رفتار گھوڑا سواری

Scanned with CamScanner

کے لیے دے گا جس پر وہ دنیا بھر کا سفر کرے گا اور آسمانوں کی سیر بھی کرے گا۔ فاضل مصنف نے اس موقع پر وضاحت سے بیان کیا ہے کہ یہ واضح اشارہ رسول اللہ ﷺ کے گھوڑے براق اور معراج کے سفر کی طرف ہے۔ معراج میں آنحضرت ﷺ نے براق پر سفر کیا تھا۔

(8) خدا اپنے اوتار کو معجزاتی امداد بہم پہنچائے گا۔ ہندوؤں کی مقدس مذہبی کتابوں کے اس انکشاف پر کتاب کے مصنف نے وضاحت کی ہے کہ یہ اشارہ اس امداد کی طرف ہے جو حضور ﷺ کو جنگ بدر میں بہم پہنچائی گئی۔

(9) کلکی اوتار کے بارے میں ہندو اپنشدوں میں ایک اور حیرت انگیز انکشاف بھی کیا گیا ہے کہ اس کی پیدائش مہینے کی بارہویں تاریخ کو ہوگی۔ یہ حقیقت سب کے سامنے ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش بارہ ربیع الاول کو ہوئی (ہجری کیلنڈر کے مطابق)۔

(10) مقدس کتابوں میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اوتار زبردست شہ سوار اور ماہر شمشیر زن ہوگا۔ کتاب کے فاضل مصنف نے اس بارے میں ہندوؤں کی توجہ اس طرف مبذول کرائی ہے کہ اب جب کہ گھوڑوں اور تلواروں کا زمانہ ختم ہو چکا ہے اور ان کی جگہ گولہ بارود اور میزائلوں نے لے لی ہے اور وہ اپنے گھڑ سوار اور شمشیر زن اوتار کا انتظار کیسے کر رہے ہیں؟ گھوڑے کی سواری اور شمشیر زنی میں مہارت بھی رسول اللہ ﷺ میں موجود تھی جنہیں اب ہندوؤں کو اپنے آخری اوتار کے طور پر تسلیم کر لینا چاہیے۔

پنڈت وید پرکاش اُپادھیائے تو اس حد تک چلے گئے ہیں کہ انہوں نے ان ہندوؤں کو نرا احمق اور عقل سے عاری قرار دیا ہے جو آج کے دور میں کسی نئے شہ سوار اور ماہر شمشیر زن کی شکل میں موعودہ اوتار کے منتظر ہیں۔ فاضل مصنف نے اپنی کتاب میں بعض قرآنی آیات سے بھی یہ ثابت کیا ہے کہ اس میں بھی کلکی اوتار کی جو صفات بیان کی گئی ہیں وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر پوری اترتی ہیں۔

یہ چند بنیادی نکات ہیں جن کا ذکر اوپر آیا ہے۔ مصنف نے کتاب میں دوسرے بے شمار ایسے شواہد پیش کیے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندو جس اوتار کے منتظر ہیں وہ رسول اللہ ﷺ ہی ہیں۔

(ماخوذ ''پرسش احوال'' از حمید اختر صاحب، بشکریہ ''روزنامہ دن'')

زمینی مذاہب اور آسمانی مذاہب کی تقسیم آسمانی نہیں بلکہ زمینی ہے۔ درحقیقت تمام مذاہب آسمانی ہوتے ہیں۔ آسمانی مذاہب کو زمین بوس کرنے میں مذہبی اجارہ داروں کا ہاتھ ہے۔ اقتضائے توحید ذات باری، وحدتِ پیغام ہائے رسل بھی ہے۔ روئے زمین پر پہلا انسان (سید آدم علیہ السلام) نبی بھی تھا۔ رحمت و ربوبیت کا تقاضا

Scanned with CamScanner

ہے کہ انسان کے لیے روحانی رزق بھی آسمان سے نازل ہو۔ یہ عجیب بات ہے کہ لغت میں رزق کے ایک معنی بارش کے بھی ہیں۔ حاصل یہ کہ معلوم علم کی بنیاد پر زمین اور آسمان کے درمیان ایک ناقابل تنسیخ حد فاضل کھینچ دینا خلاف فطرت بات ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی قومیں جب اپنے دین میں تحریف اور تفرقہ کی مرتکب ہوتی ہیں تو آسمانی مذہب زمین بوس ہو جاتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ چار کتب توریت (حضرت موسیٰ علیہ السلام)، زبور (حضرت داؤد علیہ السلام)، انجیل (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) اور قرآن (خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ) آسمانی ہیں اور انھی کے ماننے والے آسمانی ہدایت کے ماننے والے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک ہزاروں سال کا عرصہ گزر جائے اور کوئی نبی کتاب کے ساتھ مبعوث نہ ہوا ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے **ولکل امة رسول.** (یونس:47/10) اور **ولکل قوم هاد.** (الرعد:7/13).....اور ہر قوم کے لیے ایک رسول ہے۔

کہا گیا ہے کہ ان چار کتب سے پہلے کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی بلکہ صحائف نازل ہوتے رہے.....جبکہ قرآن کہہ رہا ہے **ان هذا لفی الصحف الاولی o صحف ابراهیم وموسیٰ o** (الاعلیٰ:87/18-19) اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن، صحائف اور کتب کی الگ تخصیص نہیں کرتا جیسے مروجہ خیال پایا جاتا ہے۔ یہاں کتاب موسیٰ علیہ السلام کو بھی صحائف میں شمار کیا گیا ہے۔

قرآن پاک میں جب ہم پچھلی کتابوں کا ذکر ڈھونڈتے ہیں تو ہمیں توریت، زبور، انجیل اور صحف ابراہیم علیہ السلام کے علاوہ پچھلی کتابوں کے لیے ''صحف اولیٰ'' اور ''زبر الاولین'' کے الفاظ ملتے ہیں جن کے لفظی معنی ہیں ''سب سے پہلے صحیفے۔'' اور ''سب سے پہلے بکھرے ہوئے اوراق۔'' ان دونوں الفاظ کے سنسکرت مترادف الفاظ ''آدگرنتھ'' اور ''آدگیان'' ہیں۔ ویدوں کے بارے میں ہندوؤں کا دعویٰ ہے کہ یہ آدگرنتھ اور آدگیان ہیں جنہیں قرآن ''زبر الاولین'' یا ''مصحف اولیٰ'' کہتا ہے۔ یہاں اس بات کا خیال رہے کہ اگر وید نام کی کسی کتاب کو ہم نے قرآن کریم میں ڈھونڈنے کی کوشش کی تو یہ سعی لاحاصل رہے گی۔ آج کی دنیا میں حضرت داؤد علیہ السلام سے منسوب صحیفے کا نام سام (Psalm) ہے۔ اب اگر سام کے نام سے آپ قرآن کریم میں حضرت داؤد علیہ السلام کے صحیفے کو تلاش کریں گے تو ظاہر ہے کہ نہیں ملے گا۔ قرآن نے اس کتاب کا نام ''زبور'' رکھا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے آج کوئی عیسائی اپنے آپ کو نصاریٰ نہیں کہتا لیکن ہم جانتے ہیں کہ قرآن نے نصاریٰ اس قوم کو کہا ہے جو آج اپنے آپ کو عیسائی کہتی ہے۔ جو اپنے آپ کو نصاریٰ نہیں کہتے انہیں تو ہم نصاریٰ کے نام سے جانتے ہیں۔ یہاں ایک بہت بڑی قوم نزول قرآن سے بھی بہت پہلے یہ دعویٰ کرتی چلی آ رہی ہے کہ اس کے پاس ''صحف اولیٰ''

Scanned with CamScanner

یا ''زبرالاولین'' ہے۔ اپنی زبان میں وہ یہی الفاظ اپنی کتابوں کے لیے استعمال کرتی چلی آ رہی ہے اور ہم ایک ہزار چار سو سال سے بغیر تحقیق کیے اور بغیر ان کے آدگرنتھوں کو پڑھے یہی کہے چلے جا رہے ہیں کہ ''صحف اولیٰ'' اور ''زبرالاولین'' کا دنیا میں اب کوئی وجود نہیں ہے۔ پھر ایسا بھی نہیں کہ بہت سی قومیں اس نام کی کتاب رکھنے کا دعویٰ کرتی ہوں جس سے سب کا دعویٰ مشکوک ثابت ہو رہا ہو بلکہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہبی قوم ہے جو اس کی مدعی ہے۔ شاید اللہ کی یہی مصلحت تھی کہ یہ راز اسی دور کے قریب کھلے جو اس قوم کی تبدیلی مذہب کے لیے مرقوم ہے۔

دنیا میں آج بھی اولین صحائف کا وجود قرآن کی مندرجہ ذیل آیت سے ثابت ہے:

''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ شخص اپنے رب کی طرف سے ہمارے پاس کوئی غیر معمولی ثبوت کیوں نہیں لاتا اور کیا ان کے پاس صحف اولیٰ میں جو کچھ بھی ہے (اس کی شکل میں) واضح دلیل نہیں آ گئی۔'' (سورۂ طٰہٰ 133:20)

یہ آیت اس بات کا ثبوت ہے کہ اولین صحیفے یا آدگرنتھ غائب نہیں ہو گئے بلکہ دنیا میں آج بھی موجود ہیں بلکہ اس بات کو تو قرآن دلیل اور معجزے کے طور پر پیش کر رہا ہے کہ ہزاروں سال گزر جانے کے بعد بھی اولین صحائف میں وہ تعلیمات موجود ہیں جن کے مجموعے کی شکل میں قرآنِ عظیم سب سے آخر میں نازل ہوا۔ اولین صحیفوں کے دنیا میں موجود ہونے کے جو لوگ ثبوت طلب کرتے ہیں ان کے لیے اس آیت میں باری تعالیٰ نے ایک دلیل ارشاد فرمائی ہے۔

ویدوں کے صحف اولیٰ یا زبرالاولین ہونے کا ایک عملی ثبوت یہ بھی ہے کہ پرانوں اور ہندوؤں کی دیگر مذہبی کتابوں میں تو بہت سے انبیاء علیہم السلام کا ذکر ان کے ناموں کے ساتھ ملتا ہے لیکن ویدوں میں انبیاء علیہم السلام میں سے صرف حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے تذکرے ملتے ہیں۔ آسمانوں کے رسول اول ہونے کی حیثیت سے حضرت آدم علیہ السلام کی تفصیلات ملتی ہیں یا پھر اس کے علاوہ حضرت محمد ﷺ کی بعثت کی پیشین گوئیاں بھی ہر مقدس صحیفے میں ہیں۔ انبیاء علیہم السلام میں سے صرف حضرت نوح علیہ السلام سے آگے کسی نبی کا بیان نہ پایا جانا اس بات کا ثبوت ہے کہ وید نہ تو نوح علیہ السلام سے پہلے کے صحیفے ہیں اور نہ ان کے دور کے بعد کے۔

قرآن گواہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین ﷺ تک ہر پیغمبر دین فطرت ہی کی دعوت لے کر مبعوث ہوا۔ دین فطرت کو اسلام کہا گیا ہے۔ جب بھی کسی قوم کے لوگوں نے اس پیغام فطرت ازلی سے انحراف کیا تو وہ خود ہی ممسوخ الفطرت ہو گئے اور اپنے لیے الگ الگ نام گھڑ لیے۔ الگ الگ فرقہ بنا کر فطرت کے دریائے رواں سے جدا ہوتے گئے اور اپنے اپنے فرقے پر نازاں ہوتے رہے:

Scanned with CamScanner

كُلُّ حِزْبٍ م بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ . (المومنون:53/الروم:32)

یہ الگ فرقہ جات خود کو عیسائی کہتے رہے، یہودی کہتے رہے اور پچھلے انبیاء علیہم السلام کی اُمتوں نے اپنے نام ہندو، بدھ اور زرتشت رکھ لیے۔ درآں حالیکہ قدیم اہل ہند میں دراوڑ قوم کے لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی امت ہیں اور آریہ النسل لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی امت ہیں۔ خود کو بدھ کہنے والے دراصل حضرت ذوالکفل علیہ السلام (گوتم بدھ) کی امت ہیں۔ گوتم بدھ، دین فطرت سے منحرف اہل ہندو کو واپس فطری دھارے میں ڈالنے کے لیے مبعوث ہوئے۔ ان کی تبلیغ بت پرستی کے خلاف تھی مگر ستم ظریفی دیکھیں کہ ان ہی کے سب سے زیادہ بت گھڑ لیے گئے۔

حق کی تڑپ رکھنے والا، جس مذہب میں بھی پیدا ہو، جب وہ عقل سلیم کے ساتھ اپنی آسمانی کتابوں کا مطالعہ کرتا ہے اور اس کی نظر رسومات کے طومار کو چیرتی ہوئی حقیقت پر جا پڑتی ہے تو وہ کلمہ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہی تو وجہ ہے کہ مطلب پرست، شقی القلب، مذہب کے اجارہ داروں نے حق کو عوام کی نظروں سے چھپانے کے لیے طرح طرح کے حیلے، بہانے اور رسومات ایجاد کیں۔ کبھی کہا گیا کہ وید صرف براہمن پڑھ سکتے ہیں۔ اگر شودر سن بھی لیں تو ان کے کانوں میں پگھلتا ہوا سیسہ ڈال دیا جائے۔ کبھی قانون وضع کیا گیا کہ وید کا فلاں اور فلاں باب عام براہمن بھی نہیں دیکھ سکتے، یہ حق صرف ان براہمنوں کا ہے جو پروہت کے منصب پر فائز ہوں۔ ظاہر ہے جس وید میں کلمہ توحید اور نماز کا ذکر ہو وہ عوام کے سامنے کیسے کھولی جا سکتی ہے۔ عوام تو پکار اٹھیں گے کہ یہ وہی مذہب ہے جس پر مسلمان عمل پیرا ہیں۔

کاروبار ابلیس تفرقے بازی سے چلتا ہے۔ پیغامِ وحدت پر نبی نوع انسان کو اکٹھا ہونے سے روکنے کے لیے وہ اپنے چیلوں چانٹوں، فرقہ پرست ملاؤں، پروہتوں اور پادریوں کو لے کر سرگرم عمل ہے کیونکہ اسے اپنے رب کے ساتھ کیا ہوا وعدہ بھی تو پورا کرنا ہے کہ وہ ایک گروہ کثیر کو اغوا کرے گا۔ اغوا یہی ہے کہ دین کے نام پر بے دینی کی خارزار ''وادی الیھیمون'' میں لے جائے۔ مسافر وہاں کی سیر کرتا رہے اور یہ سمجھے کہ وہ فردوسِ بریں میں ہے۔

زیر نظر کتاب ایک ہندو پروفیسر کی دعوتِ حق کی داستان ہے۔ جب اس عقل سلیم رکھنے والے نے ویدوں میں غوطہ لگایا تو اس پر منکشف ہوا کہ دین حق درحقیقت ایک ہی ہے، خدا ایک ہی ہے، خدا کے رسول ایک ہی پیغامِ توحید لے کر آئے۔ ویدوں میں جس آخری پیشوا، پیغمبر اور اوتار کا ذکر ہے وہ درحقیقت نبی کریم حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ بابرکات ہے۔

Scanned with CamScanner

اس نے ایک طرف ویدوں میں مذکور ''کلکی اوتار'' کی خصوصیات کو سامنے رکھا اور دوسری طرف سیرت طیبہ ﷺ پر نظر ڈالی تو اس پر درِ حقیقت وا ہوا کہ ویدوں کے ماننے والوں پر یہ لازم ہے کہ وہ در نبی ﷺ پر جھک جائیں.....اور یہ جان کر بھی اگر وہ نہیں جھکتے تو ناستک (کافر) کہلائیں گے۔

یہ مثال بعینہٖ ایسے ہے جیسے یہودی اور عیسائی اپنی آسمانی کتب میں نبی آخر الزمان ﷺ کا ذکر پڑھتے آئے اور جب آپ ﷺ مبعوث ہوئے تو بجائے اسلام لانے کے یہودی اور عیسائی رہ گئے۔ انجیل مقدس میں آپ ﷺ کا ذکر آیا ہے۔ کہیں فارقلیط کے نام سے پکارا گیا، کہیں احمد ﷺ کہا گیا اور کہیں مقام بعثت، کھجوروں والی زمین (بلدالامین) کا اشارہ دیا گیا۔ تلاشِ حق کی تڑپ رکھنے والے بالآخر پہنچ گئے اور سراج منیر ﷺ کے گرد پروانہ وار طواف کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کی کہکشاں کا حصہ بن گئے۔ فاس سے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آئے، روم سے صہیب رضی اللہ عنہ آئے اور حبش سے بلال رضی اللہ عنہ آئے۔ فصیح البیان عربوں نے بلال رضی اللہ عنہ کا عجمی تلفظ قبول کیا.....محمد رسول اللہ کی بجائے ''محمد رسول اللہ'' اذان کا حصہ بنا۔

مجرد توحید کے قائل تو بہت ہیں..... پھرتے ہیں بنوں میں مارے مارے..... ان میں فلسفی بھی ہیں، سائنسدان بھی ہیں اور مستشرقین بھی۔ ایمان بالتوحید، اس توحید کو کہتے ہیں جو توحید بالرسالت ہو۔ درحقیقت رسول ﷺ کا انکار ہی توحید کا انکار ہے۔ توحید کے پیغام بر کا انکار ہی توحید کا انکار ہے۔ جب رسول ﷺ کی نشاندہی ہوگی تو الٹے پاؤں پھرنے والا کافر کہلائے گا.....اس لیے کہ درِ رسالت ﷺ ہی درِ توحید ہے۔

(ڈاکٹر اظہر وحید)

پیش نظر تحقیقی کتاب میں قدیم ہندوستانی اور اسلامی روایات کے امتزاج کو پیش کیا گیا ہے۔ اسلامی روایات میں جو مقام رسولوں، نبیوں یا پیغمبروں کا ہے وہی مقام ہندوستانی روایات میں اوتاروں کا ہے۔ مسلمان حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی یعنی خاتم النّبیین ﷺ مانتے ہیں اور ہندوستان میں کلکی کو آخری اوتار کہا گیا ہے۔ دیگر ممالک میں صرف پیغمبر آئے اور ہندوستانی روایات میں صرف اوتار، یہ کیسے ممکن ہے؟ جبکہ ساری زمین اللہ کی ہے۔ اس میں تکلف (ویشمئے) کی کوئی گنجائش نہیں۔ تمام ممالک کے ادب میں اپنے ملک کی عظمت اور توصیف لکھی گئی ہے لہٰذا کوئی ملکی یا غیر ملکی اپنے ملک کو پست نہیں کہے گا۔ پیغمبر عرب میں ہی آئے ہیں، ہندوستان میں نہیں اور اوتار صرف ہندوستان میں آئے دیگر ممالک میں نہیں، یہ دونوں یک طرفہ خیال ہیں۔ حضرت محمد ﷺ آخری نبی (خاتم النّبیین) ہیں۔ اس حقیقت کو جان کر مجھے شوق پیدا ہوا کہ کلکی اوتار کے متعلق سیرت کا مطالعہ پرانوں میں کیا جائے۔ ہندوستانی روایات کے مطابق پہلے کچھ کل یگ (دور) گزر چکے ہیں۔ موجودہ کل یگ (دور) میں جو

Scanned with CamScanner

واقعات رونما ہوں گے ان کی مطابقت میں نے حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ سے کی تو تقریباً یکساں پائی گئی۔ میں نے صرف اس مقصد کے تحت اس تحقیقی کام کو ہاتھ میں لے لیا ہے کہ باذن اللہ کلام اللہ کی تبلیغ ہو۔ یہ واضح طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ اس سے پیشتر کسی نے اس موضوع پر کچھ نہیں لکھا لیکن کتاب سرورِ عالم ﷺ (۱) سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ اور کلکی اوتار ایک ہی وجود ہیں، ملک و بیرون ملک میں اس تحقیق نامہ کی شہادت ہوگی کیونکہ یہ کتاب اللہ کی مدد سے لکھی گئی ہے۔ اس میں جو مدلل حقائق ہیں وہ میرے خیالات نہیں بلکہ ویدوں اور پرانوں کے حقائق ہیں یا مجھ میں دی گئی ترغیب خداوندی ہے۔

نام سے کوئی شخص ہندو، مسلمان یا عیسائی نہیں ہوسکتا۔ مثلاً اگر ''سراج الحق'' کو ''ستیہ دیپ'' عبداللہ کو ''پنڈت رام داس'' یا ''رام لیش'' اور عبدالرحمٰن کو ''بھگوان داس'' کہوں گا تو بے جا نہ ہوگا کیونکہ ان ناموں کا سنسکرت مفہوم یہی ہوتا ہے۔ میرے نام کا عربی ترجمہ نورالہدیٰ ہے۔ اگر وہ چاہیں تو مجھے نورالہدیٰ بھی کہہ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ میری تحقیقی کتاب لوگوں میں نیک خیالات پیدا کرے اور بنی نوع انسان فلاح یاب ہو۔

کلکی اور حضرت محمد ﷺ کے تقابلی مطالعہ کو پڑھ کر لوگوں کو یہ مغالطہ نہ ہو کہ حضرت محمد ﷺ کی سیرتوں کی بنیاد پر کلکی کی خیالی روداد بنائی گئی ہے۔ میں نے جن قدیم مذہبی کتب کا سہارا لیا، ان میں پرانوں کے دورِ تصنیف کو اندرونی و بیرونی دلائل سے ثابت کروں گا کیونکہ پرانوں کے دورِ تصنیف کے مسئلہ میں کوئی مصنف یقینی فیصلہ پر نہیں پہنچا۔ مغربی مؤرخین نے ''شروت سوتروں'' اپنشدوں اور پرانوں کی تصنیف کے دور کا تعین کرتے وقت جگہ جگہ لفظ شکیہ (۲) (شاید) بکثرت استعمال کیا ہے جو ان کے تعین کے غیر یقینی ہونے کی علامت ہے۔ پہلے میں پرانوں کے عہد تصنیف کے متعلق مغربی علماء کی رائے پیش کروں گا۔ اس کے بعد نفس مضمون کی ابتداء ہوگی۔ ڈبلیو ایل لانگر کے مطابق پرانوں کا عہد عیسیٰ علیہ السلام کے چار سو سال بعد کا ہے۔ ان کے خیال کے مطابق رامائن اور مہابھارت کی تصنیف دو سال قبل مسیح ہوئی ہے۔ (۳) لانگر صاحب کے قول میں مندرجہ ذیل تضادات ہیں:

---

(۱) سرورِ عالم ﷺ، محمد مسلم جیاد پریس سے شائع کردہ 1960ء کشن گنج دہلی۔

(2) Panini-Encyclopedia of World History by W.L.Langer (page 42)

(3) The Mahabharat and Epic poem composed by several generations of bards. seems to have taken about the second century B.C Encyclopedia of World History by W.L.Langer (page 42)

Scanned with CamScanner

(1) رامائن کے مصنف والمیکی اور مہابھارت کے مصنف ویدویاس کی ہم عصری کی تائید، رامائن اور مہابھارت کی تصنیف کی ہم عصری سے ہوتی ہے مگر یہ حقائق سے مغائر ہے کیونکہ قدیم شاعر والمیکی، ویاس جی کے ہم عصر ہرگز نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ والمیکی رام جی کے ہم عصر ہیں۔ ثبوت یہ ہے کہ رام جی کی اہلیہ سیتا کی حفاظت والمیکی جی نے اپنی خانقاہ میں کی۔ علاوہ ازیں والمیکی جی نے اپنی بلند پایہ نظم کی تکمیل بھی اپنی خانقاہ میں کی ہے۔ ان دونوں باتوں سے تائید ملتی ہے کہ والمیکی جی رام جی کے ہم عصر ہیں۔

(2) رام جی کا دور حیات ''تریتا یگ'' ہے لہٰذا تریتا یگ میں ہی والمیکی جی کے ذریعے رامائن کی تصنیف ہونا ثابت ہے جبکہ ''دواپر یگ'' میں ویدویاس جی نے مہابھارت کی تصنیف کی۔

(3) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شک راج سے ملاقات کا ذکر بھوشیہ پران میں ہے۔[1] اور شک راج، وکرم آدتیہ کا جانشین تھا لہٰذا وکرم آدتیہ کا عہد قبل مسیح ثابت ہوتا ہے۔ وکرم آدتیہ کے عہد میں رامائن، مہابھارت اور پران عقیدت کے موضوعات تھے۔ چنانچہ مندرجہ بالا تین دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ لانگر (Langer) کا قول غلط ہے۔

زبان کے اعتبار سے پران، پانڑنی سے بہت قدیم ہیں کیونکہ یہ زبان پانڑنی کی مدون کردہ نحوی بندشوں سے آزاد ہے اور سنسکرت الفاظ کا استعمال ''آرش'' یعنی مروج نحوی قواعد کے خلاف ہے۔ یہ طریقہ ویدک اور مادی سنسکرت کے وسطی عہد کا ہے۔ لانگر کے قول کے مطابق پانڑنی کا عہد 350 قبل مسیح یا 300 سال قبل مسیح کا وسط ہے۔ علاوہ ازیں گوتم بدھ جی کا عہد 563 قبل مسیح تا 483 قبل مسیح کا وسط ہے اور بدھ مذہب کی کتب سے ثابت ہے کہ گوتم بدھ نے اپنے مذہب کی تبلیغ ''پالی'' زبان میں کی تھی جو اس عہد کی عام زبان تھی۔ چونکہ زبان کی ترقی پذیری کے سبب سنسکرت زبان بگڑ کر پالی، پالی سے پراکرت، پراکرت سے اپ بھرنش (بگڑی) اور آج ہندی ہو گئی۔ سنسکرت زبان کا عہد گوتم بدھ سے بھی قدیم ثابت ہوتا ہے۔ زبانوں کی تبدیلی کے لیے ہزاروں سال درکار ہوتے ہیں۔ گوتم بدھ سے پہلے نحوی قواعد سے مزین سنسکرت زبان عام گفتگو میں مستعمل تھی۔ ان مروج نحوی قواعد کے بانی ''پانڑنی'' کا دور گوتم بدھ کے دور میں ایک ہزار سال جمع کرنے پر تقریباً 1563 سال قبل مسیح سنسکرت کا زمانہ ثابت ہوتا ہے۔ پانڑنی کے اصولوں کی تخلیق سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس عہد میں فن تحریر کی نایابی کے سبب

(۱) ایکدا تو شادھی شوہمتنگم سماہیو 21 ہون ویشیے مدھے دے گرمتھم پورشم شھتم دیورش بلوان راجہ گورنگم شویتوستر 22 بھوانیتی پراھس ھواچ مدانوتہا۔ ایش پترم چماودھی کماری گربھ سمبھوم 23 ایشا مسیح اتی چھم نام پرتیشٹھتم 31 بھوشیہ پران، پرتی سرگ پرو، 3 کھنڈ، 12 ادھیائے۔

Scanned with CamScanner

حفظ کرانے کا طریقہ کار رائج تھا جو کچھ اصولوں کے ذریعے آسان تھا۔ پرانوں کی زبان پانڑنی سے بھی قدیم ہے۔ لہٰذا آرش سنسکرت میں پرانوں کی تصنیف 2502 تا 1563 قبل مسیح کے وسط میں ثابت ہوتی ہے۔

یہ تو ہوئے بیرونی ثبوت جو تقریباً بے بنیاد ہیں کیونکہ تمام علماء کی آراء مشکوک ہیں اور وہ آراء قائم کرتے وقت مشکوک الفاظ کا استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً، شاید، ممکن ہے، یا سوالیہ نشان وغیرہ۔ لہٰذا اب ہم پرانوں کی اندرونی شہادتوں کی بنیاد پر پرانوں کا عہد تصنیف پیش کرتے ہیں۔

اٹھارہ پرانوں میں ایک بھوشیہ پران بھی ہے جس میں پیش گوئیاں ہیں.....غرض یہ کہ بلاشبہ پرانوں کی آرش بھاشا مادی سنسکرت سے اعلیٰ ہے۔ بھاگوت پران کے بارہویں اسکند دوسرے ادھیائے میں کلکی کی ولادت کی پیش گوئی مذکور ہے اور ان کی خصوصیات کا ذکر بھی ہے۔ پہلے اسکند بھاگوت میں بھی چوبیس اوتاروں کے موضوع کے تحت کلکی کو آخری اوتار کہا گیا ہے۔ بھوشیہ پران پرتی سرگ پرو میں ویدویاس رشی مستقبل میں ہونے والے واقعات کی ابتداء آدم علیہ السلام سے کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''اے من! مستقبل میں پیش آنے والے کلیوگ کے تمام حالات کی نظم سوت جی سے سن کر اطمینان پاؤ۔''(۱)

نوح علیہ السلام کے عہد سے سنسکرت زبان کا زوال شروع ہوا۔ وجہ یہ ہوئی کہ وشنو نے سرور کے عالم میں سنسکرت زبان میں تحریر کردہ ایک بری اور نامناسب تحریر نوح علیہ السلام کو دی۔ اس بھاشا کا نام ملیچھ بھاشا رکھا گیا۔ نوح علیہ السلام کے تین بیٹے ہوئے، سام، حام اور یاقوت۔(۲) (حام، سام، یافث) یہاں سے زبان تین خاندانوں میں بٹ گئی۔ نوح علیہ السلام سے قبل ہونے کے سبب پرانوں کا عہد تصنیف 7278 سال قدیم ثابت ہوتا ہے جو ہر طرح ممکن ہے خواہ کچھ لوگوں کو اعتراض ہی کیوں نہ ہو۔

پرانوں کے عہد میں چار طبقے تھے لیکن یہ ذاتوں کی نہیں بلکہ صفات و عمل کی تقسیم تھی۔ برہمن کے گھر میں پیدا ہونے والا اپنی صفات و عمل کی بناء پر شودر بن جاتا اور شودر اپنی صفات و عمل کی بناء پر برہمن (۳) بن جاتا تھا۔ جب مخلوق کا پروردگار ایک ہے تو ذاتوں میں فرق کیسے ممکن ہے۔ انسان کے چلنے پھرنے کا عمل، سکھ دکھ، جسم، بال، کھال، خون، گوشت، ہڈی، مغز اور کیمیا (رس) وغیرہ کے اعتبار سے تو تمام انسان یکساں ہیں۔ پھر انسانوں میں چار طبقاتی امتیاز کیسے ممکن ہیں؟ رگ وید میں جو چار طبقوں کے نام براہمن، چھتری، ویش اور شودر مذکور ہیں اس کا مفہوم یہ نہیں کہ یہ چار ذاتیں ہیں بلکہ صفات و عمل کی بناء پر چار طبقوں کا قیام برائے انتظام ہے تاکہ انسان اپنی

(۱) متھا شرنو تھو گا تھام بھاوم سوتین ورنتیام۔ کلیر یگسیا پورنام تچھو تو اترپتی مادہ (بھوشیہ پران پرو، 1-4-25)

(۲) سم سچہ ہامسچہ یافو تو نام وشروتھا۔ بھوشیہ پران پترسی ستر، 1-5-5۔

(۳) شودرو براہمن تامی برا تچینی شودرتام کھشتر یونانی و پرنوم ویشیم تتھی وچہ۔ بھوشیہ پران۔ برہم پروبم۔

Scanned with CamScanner

صلاحیتوں کے اعتبار سے جس کام کو مناسب جانتا، اختیار کرتا۔ پرانوں کے عہد تصنیف اور چار طبقاتی انتظام کے بیان کے بعد اب یہ واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ پرانوں میں ذیلی کہانیوں کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ بھاگوت پران کے ایک باب میں اٹھارہ پرانوں کے شلوکوں کی تعداد کا ذکر ہے جس کے سبب کسی کی جرأت نہیں کہ ایک شلوک بھی بڑھا دے۔

اب میں اللہ کا نام لے کر آخری اوتار (حضرت خاتم النّبیین ﷺ) کا بیان پیش کروں گا جس کی ہدایت مجھے پروفیسر ودودورے سرسوتی پرساد چترویدی سابق صدر صیغۂ سنسکرت (پریاگ یونیورسٹی) اور ایک ہزار آٹھ سوامی شری رامانند جی سرسوتی سے ملی ہے لہٰذا میں ان دونوں عالم ہستیوں کا مشکور ہوں۔

مؤلف

پنڈت وید پرکاش اُپادھیائے

ایم اے۔ایل ایل بی۔ڈی لٹ۔ایم اے

(سنسکرت وید)، محقق صیغہ سنسکرت

(پریاگ یونیورسٹی)

''اوتار'' لفظ حرفِ سابقہ ''او'' کے ساتھ ''تر'' مادہ میں ''گھن'' لاحقہ کی ترکیب سے بنا ہے۔ ''اوتار'' لفظ کے معنی ہیں ''زمین پر آنا''، ''ایشور کا اوتار'' ترکیب کے معنی یہ ہوتے ہیں: ''لوگوں کو خدا کا پیغام سنانے والے بزرگ کا زمین پر مبعوث ہونا۔'' اللہ ہر شے پر محیط ہے۔ اس کا کسی متعین مقام پر رہنا اور وہاں سے کہیں جانا آنا، گویا اس غیر محدود کو محدود قرار دینا ہے۔ وہ جہاں جس شان سے چاہتا ہے اپنے نور کو عیاں کرتا ہے اور جہاں وہ نہ چاہے عیاں نہیں ہوتا ہے۔ جیسے یخ (برف) برستے ہوئے موسم میں سورج کی روشنی ماند نظر آتی ہے، درحقیقت سورج کی روشنی میں کوئی کمی نہیں رہتی۔ بلند آسمانوں میں بلند ترین آسمان پر اس کا مقام سب سے اعلیٰ ہے۔ جہاں نہ سورج چمکتا ہے نہ چاند تارے نظر آتے ہیں، وہاں اللہ کا نور اس قدر روشن ہے کہ سورج اور چاند کی روشنی میں اس کی کوئی مثال نہیں۔ جس طرح سورج کی روشنی سے تمام سیارے روشن ہیں اسی طرح اس بزرگ و برتر اللہ کے نور سے تمام کے تمام عالم منور ہیں۔ اسی سے وابستہ یعنی اس کا کوئی محبوب و معزز بزرگ لوگوں کی فلاح و نجات کے لیے سطح زمین پر مبعوث ہوتا ہے یا روئے زمین پر مطہر قلب و نیک سیرت لوگوں کو علم و کلام سے سرفراز فرما کر انہیں خدا کے نور کا مشاہدہ کراتا ہے۔ برایں سبب وہ بندہ علم لدنی پاتا ہے۔

''ایشور کا اوتار'' اس ترکیب میں لفظ ''کا'' اضافی ہے۔ ایشور سے وابستہ کون ہوسکتا ہے؟ اس سے وابستہ

Scanned with CamScanner

اس کا بندہ ہی ہوتا ہے۔ رگ وید میں ایسے شخص کو ''کیری'' کہا گیا ہے۔ کیری لفظ کے معنی ''ایشور کی تعریف کرنے والا'' کے ہوتے ہیں اور عربی میں اس کا ترجمہ ''احمد'' ہوتا ہے۔ اشکال یہ ہے کہ اس طرح تو جتنے بھی اللہ کی تعریف کرنے والے ہیں، کیا سبھی احمد کہلائیں گے؟ لیکن ایسا نہیں ہے۔ اللہ کی سب سے بڑھ کر تعریف کرنے والے پر لفظ کیری یا لفظ ''احمد'' صادق آتا ہے۔ آدم علیہ السلام بھی اللہ کی تعریف کرنے والے تھے مگر ان کا نام احمد نہیں ہوا اور جو لفظ جس وجود کے لیے مشہور ہو جاتا ہے اسی سے اس وجود کا علم ہوتا ہے۔ مفہوم یہ ہے کہ اللہ سے وابستہ ہر شخص کیری (احمد) نہیں ہوسکتا۔ یہاں نبیوں اور اوتاروں کی تاریخ بیان کرنا ہمارا مقصود نہیں ہے بلکہ صرف آخری اوتار (خاتم النّبیین ﷺ) کا ذکر کرنا مقصود ہے۔ میں یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ سنسکرت زبان میں ''اوتار'' انگریزی میں ''پرافٹ'' (Prophet) اور عربی میں ''نبی'' دنیا کے نجات دہندہ کو کہتے ہیں۔ ہر ملک وقوم کے لیے علیحدہ علیحدہ اوتار ہوئے ہیں۔ کیونکہ ایک اوتار (نبی) سے تمام ملکوں اور قوموں کی بھلائی غیر متوقع ہے لیکن آخری اوتار (خاتم النّبیین ﷺ) کی بات اور ہے۔ کیونکہ جب اس کا ظہور ہوگا تب اس کا دین تمام اقوام واوطان میں پھیل جائے گا۔ اب ہم اوتار کے اسبابِ نزول پر غور کریں گے۔

اوتار کے اسباب نزول (نبی کے اسباب نزول)

(1) لوگوں کا ذوقِ لامذہبیت اور دین کے حقیقی تقاضوں سے دُوری۔

(2) حصول خواہشات کیلیے دین میں بدعت پیدا کرنا۔

(3) دین کے نام سے بے دینی کرنا۔

(4) ناواقف لوگوں کو دین کی صورت میں بے دینی کا پیغام دینا۔

(5) اللہ کے بندوں کو ایذاء دینا۔

(6) ظلم اور گناہوں کی کثرت ہو جانا۔

(7) بے انتہا تشدد، نراج اور بغاوت کا پھیل جانا۔

(8) دین کو شکم پروری اور کنبہ پروری کی حد تک محدود کرنا۔

(9) عطایات خداوندی کا بے جا وخطرناک طور پر استعمال کیا جانا۔

(10) فقراء ومومنین کی حفاظت اور بدکاروں کی تباہی کے لیے۔

(11) دین کا تباہی کے قریب ہو جانا۔

(12) لوٹ، قتل وغارت گری کا بڑھ جانا۔

Scanned with CamScanner

(13) بہ تقاضائے زمانہ لوگوں کا ذوق اور ان کے لیے دیے گئے پیغامِ دین کی شکستگی دیکھ کر دین کے قدیم اصولوں کی تجدید اور ان پر عمل کروانے کے لیے۔

مذکورہ بالا اسباب کے پیش آنے پر اوتار (نبی) کا نزول ہوتا ہے۔

آخری اوتار کی بعثت کے اسباب (اسباب بعثت خاتم النّبیین ﷺ)

اوتار (نبی) کے نزول کے اسباب کی مختصر تحقیق کے بعد اب ہم آخری اوتار (حضرت خاتم النّبیین ﷺ) کے بعثت کے اسباب سے واقف کروائیں گے۔

(1) بربری شہنشاہیت اور عوام کا وحشیانہ خیال ہو جانا اور اپنی نفسانی برتری کے مقابل دوسروں کی جانوں تک کی لاپروائی کرنا اور حکمرانوں میں بدکارانہ روش، محصولات میں بے تکے اضافے، دین حق کے مبلغین پر سنگ باری کرنا۔

(2) درختوں میں پھول، پھل کی نایابی اور کمی ہونا۔

(3) دریاؤں میں پانی کی کمی ہونا۔

(4) بے دینی کا عروج اور دوسروں کو مار پیٹ کر ان کی دولت لوٹ لینا، عام طور پر لڑکیوں کو قتل کر کے دفن کرنا۔

(5) نسلی امتیاز کی توسیع، یکسانیت کے احساسات کا ختم ہونا، اعلیٰ ادنیٰ (چھوت چھات) یعنی لامساس کی لعنت میں گرفتار ہونا۔

(6) غیر اللہ کی پرستش، اگرچہ کائنات کا خالق ایک اللہ ہی ہے مگر اس کے سوا دیوی، دیوتاؤں کی پرستش، درختوں، پودوں اور پتھروں کو بھی خدا سمجھنے کا مشرکانہ رجحان عام ہونا۔

(7) بھلائی کی آڑ میں برائی، بھلائی کے وعدے سے قریب دے کر نقصان پہنچانا۔

(8) حسد و عداوت، تصنع، ریاکاری وغیرہ کا عام ہونا اور لوگوں میں ہمدردی کا فقدان (ایک دوسرے کو) باہم معاندانہ خیال سے دیکھنا، اللہ پر ایمان کا فقدان، مومنانہ وضع قطع برائے ریاکاری اختیار کرنا گویا کہ وہی اہل اللہ ہیں۔

(9) دین کے نام سے بے دینی کرنا، دین سے حقارت اور بے دینی سے رغبت وغیرہ۔

(10) فقراء مومنین کی حفاظت کے لیے اور نیک لوگوں کے معاشرے میں بدحال ہونے پر ان کی حفاظت کے لیے۔

(11) اللہ کی اطاعت کا فقدان، لوگوں میں اللہ کے کلام سے عقیدت کا نہ ہونا اور احکامِ خدا کی نافرمانی کرنا وغیرہ۔

جب ایسے حالات دنیا میں برپا ہوں گے تب آخری اوتار (حضرت خاتم النّبیین ﷺ) کی بعثت ان تمام برائیوں کو مٹانے کے لیے ہوگی۔

Scanned with CamScanner

آخری اوتار کی خصوصیات

(حضرت خاتم النّبیین ﷺ کی خصوصیات)

1-شہسواری

پرانوں میں آخری اوتار کے مضمون میں جہاں کہیں بھی ذکر آیا ہے، ان کی سواری گھوڑا ہی بتائی گئی ہے۔ وہ گھوڑا تیز رفتار ہوگا۔ گھوڑے کی خوبی کے بیان میں ''دیودت'' نام آتا ہے جس کے معنی ''دیوتا'' (فرشتہ) کے ذریعے لایا گیا۔ (۱)

2-شمشیر برداری

سواری کے علاوہ آخری اوتار کو شمشیر بردار بھی کہا گیا ہے۔ بدکاروں کا خاتمہ آخری اوتار کی شمشیر سے ہوگا نہ کہ ایٹم بم وغیرہ سے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ یہ ایٹمی دور ہے نہ کہ دورِ شمشیر۔ اوتار کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی وضع قطع اور اسلحہ بہ لحاظ اقتضائے زمان ومکان رکھتا ہے یعنی وہ جس قوم میں پیدا ہوتا ہے اسی قوم کے موافق اپنی وضع قطع بھی رکھتا ہے۔

3-اشٹ ایشویہ گنانوت

اس میں آٹھوں صفاتِ اعلیٰ (تقویٰ) کا حامل ہونا پرانوں میں مذکور ہے۔

4-جگت پتی

(جہان کے مولا) پتی لفظ ''پا'' حفاظت کرنا، مادہ میں ''ڈتی'' لاحقہ کی ترکیب سے بنا ہے۔ ''جگت'' کے معنی عالم ہیں۔ لہٰذا جگت پتی کے معنی ''عالم کی حفاظت کرنے والا'' ہوتا ہے۔

5-اسادھو ومن

آخری اوتار کا سب سے بڑھ کر قابل تعریف وصف یہ ہے کہ وہ بدکاروں کو ہی مارے گا نہ کہ اچھے لوگوں کو۔

6-چار بھراتاؤں کے ساتھ

''بھراتا'' یعنی ''مددگار'' آخری اوتار کے چار مددگار ہوں گے جو ہر طرح سے اُس کی مدد کریں گے۔

---

(۱) چرناشنا کو نیام ہئے ناپرتی مدیوتی۔ ترپ چھدودسیون کوٹی شونہہ لشیتی۔ بھاگوت پران (30-2-12) ترجمہ: ''تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہوکر زمین پر سیر کرتے ہوئے بے مثل، رونق والے، ان راجاؤں کے بھیس میں چھپے ہوئے کروڑوں بدکاروں کا خاتمہ کردیں گے۔

Scanned with CamScanner

7-دیوتاؤں (ملائکہ) کے ذریعے ان کی مدد

دین کی توسیع اور بدکاروں کی ہلاکت میں مدد دینے کے لیے آسمان سے ملائکہ کا نزول ہونا۔

8-کلی کا بھگانے والا

کلی کے معنی لڑانے والا ہوتے ہیں۔اسی طرح لفظ شیطان کے معنی بھی لڑانے والا ہوتے ہیں۔آخری اوتار کے ''کلی''یعنی شیطان کو شکست ہوگی۔

9-اپرتیم دیوتی

(بے مثل حسین) آخری اوتار کے جسم میں اتنی زیادہ رونق ہوگی کہ جس کی مثال نہیں دی جاسکتی اور اس کی مانند اور کوئی اوتار ہی ہوا ہے۔

10-نرپ لنگ چھدو دسیون

(راجاؤں کے بھیس میں چھپے ہوئے چوروں کی تباہی) آخری اوتار کی نسبت بھاگوت پران میں لکھا ہے کہ وہ راجاؤں کے بھیس میں چھپے ہوئے چوروں کا خاتمہ کرے گا۔

11-انگ راگاتی پنیہ گندھا

(جسم سے خوشبوئے بدن نکلنا) آخری اوتار کے جسم سے خوشبو نکلے گی۔(۱) جو ہوا میں شامل ہو کر لوگوں کے قلوب کو پاک کرے گی۔

12-بہت بڑے سماج کا اپدیشک بننا

عظیم معاشرہ کا ناصح، آخری اوتار عظیم معاشرہ کا نجات دہندہ ہوگا۔دین سے دور پڑے ہوئے ظالموں کا قلع قمع کر کے انہیں سیدھی راہ پر لگائے گا۔

13-مادھو ماس کی دوادشی شکل پکش میں جنم

آخری اوتار کی ولادت زائد النور (بارہویں تاریخ) مادھو ماس یعنی ربیع الاول میں ہوگی۔(۲) یہ کلکی پران میں لکھا ہے۔

---

(۱) اتھیتشاں بھوشینتی مناسی وشیداتوئے واسودیوانگراگاتی پنیہ گندھاتلسپرشیم (بھاگوت پران۔سکند 12۔ادھیائے 2 شلوک 21)

(۲) دوادشیام شکل پکشے مادھوئے ماسی مادھوم۔جاتو ددرشتوہ پوترم پترو ہرشٹ مانسو (کلکی پران، انش 1 ادھیائے 2، شلوک 15)

سنسکرت زبان میں ''مادھو ماس'' موسم بہار کا مہینہ ہے اور عربی میں ربیع الاول، موسم بہار کا مہینہ ہے۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Scanned with CamScanner

14-شمبھل کے پردھان پروہت کے گھر میں ولادت

شمبھل کے صدر پروہت وشنو (۱) کے یہاں ولادت ہوگی اور والدہ کا نام سومتی ہوگا یہ تمام خصوصیات آخری اوتار میں ہوں گی۔

آخری اوتار کا زمانہ

ہندوستان کی مذہبی کتب میں زمانے کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

1-ست یگ

اس زمانہ کا نام کرتا یگ بھی ہے۔اس کی مدت سترہ لاکھ اٹھائیس ہزار(17,28,000) سال ہے۔

2-تریتا یگ

ست یگ کے بعد تریتا یگ آتا ہے جس کی مدت بارہ لاکھ چھیانوے ہزار(12,96,000) سال ہے۔

3-دواپر یگ

تریتا یگ کے بعد دواپر یگ آتا ہے جس کی مدت آٹھ لاکھ چونسٹھ ہزار(8,64,000) سال ہے۔

4-کلیوگ

کلیوگ کی مدت چار لاکھ بتیس ہزار(4,32,000) سال ہے۔

''اوتار(رسول) مستقبل میں ہوگا لیکن اوتار کے آنے سے پہلے ہی مظالم سے دب کر زمین پانی میں غرق ہو جائے تو مستقبل میں آنے والے اوتار سے فائدہ ہی کیا ہے۔'' گیتا میں مذکور ہے، ترجمہ:

تنزل میں جس وقت آتا ہے دھرم
ادھرم آ کے کرتا ہے بازار گرم

(باقی حاشیہ پچھلے صفحہ سے) لہٰذا ''مادھوماس'' کا مفہوم ربیع الاول ہوتا ہے۔اسی طرح سنسکرت میں قمری مہینوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔پہلا حصہ ہلال سے بدر تک جسے ''شکل پکش'' یا شدی پروا کہتے ہیں اور اسے مصری عربی میں ''زائدالنور'' کہا جاتا ہے۔اور دوسرا حصہ بدر سے اماس تک ''کرشن پکش'' یا بدی پروا کہتے ہیں جسے مصر میں ''ناقص النور'' کہا جاتا ہے۔مہینے کی پندرہ تاریخ کے بعد کرشن پکش کی پہلی تاریخ شروع ہوتی ہے تو اماس تک پھر پندرہ تاریخ ہوتی ہے۔اس طرح ایک مادہ میں دو مرتبہ بارہ تاریخ آتی ہے۔چنانچہ مادھوماس کی دواوشی شکل پکش کا مفہوم ہے ''بڑھتے چاند میں بارہ تاریخ'' (فقیر صاحب)

(۱) شنبھلے وشنو یشوگرھے پراور بھوابھیم (کلکی پران، انش 1، ادھیائے 2، شلوک 4)

Scanned with CamScanner

یہ اندھیر جب دیکھ پاتا ہوں میں
تو انساں کی صورت میں آتا ہوں میں

یعنی ایسے وقت میں اوتار کا نزول ہوتا ہے:

بھلوں کو بروں سے بچاتا ہوں میں
بروں کو جہاں سے مٹاتا ہوں میں
جڑیں دھرم کی پھر جماتا ہوں میں
عیاں ہو کے یگ یگ میں آتا ہوں میں

اب قابل غور بات یہ ہے کہ جن حالات کے بعد اوتار کا نزول ہوتا ہے کیا وہ حالات گزر گئے؟ یا گزر رہے ہیں؟ یہ طے شدہ مسئلہ ہے کہ آخری اوتار کلیوگ میں ہوگا اور کلیوگ کی ابتداء کو پانچ ہزار انہتر سال ہو گئے ہیں۔ آخری اوتار کا زمانہ تقریباً گزر جانے کے قریب ہے یا کچھ گزر جانے کے قریب ہے۔

دوسرا قابل غور مسئلہ یہ ہے کہ آخری اوتار اس زمانے میں ہوگا جبکہ جنگوں میں تلواروں اور گھوڑوں کا استعمال کیا جاتا ہوگا کیونکہ بھاگوت پران میں مذکور ہے کہ دیوتاؤں (ملائکہ) کے ذریعے عطا شدہ تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر آٹھوں اعزازات وخصوصیات والے آقائے کائنات تلوار سے بدکاروں کا خاتمہ کریں گے۔ تلواروں اور گھوڑوں کا وہ زمانہ ختم ہو چکا ہے جبکہ آخری اوتار کا قیام شمشیروں اور گھوڑوں کے زمانے میں ہونا ہی ثابت ہوتا ہے۔ آج سے چودہ سو سال پیش تر گھوڑوں اور تلواروں کا استعمال جاری تھا اور تقریباً اس کے سو سال بعد عرب میں سوڈا اور کوئلے کے اشتراک سے بارود تیار ہونے لگا۔

تاریخ ولادت کا تعین

تاریخ ولادت کا تعین بھی ضروری ہے، کلکی پران میں آخری اوتار کی ولادت مادھو ماس (ربیع الاول) زائد النور بارہ تاریخ بتائی گئی ہے۔

مقام کا تعین

یہ بات تو مسلمہ ہے کہ آخری اوتار کے ظہور کا مقام ''شمبھل گرام'' ہوگا۔ صرف گاؤں کے نام سے اطمینان ممکن نہیں ہے جب تک کہ اس کی مکمل توضیح نہ ہو۔ پہلے یہ طے کرنا ضروری ہے کہ شمبھل کسی گاؤں کا نام ہے یا اس کی صفت؟ شمبھل کسی گاؤں کا نام نہیں ہوسکتا کیونکہ اگر یہ کسی گاؤں کا نام ہوتا تو اس کی صفت بھی بتائی جاتی لیکن پرانوں میں کہیں بھی شمبھل گرام کی کیفیت نہیں بتائی گئی۔ بھارت میں تلاش کرنے پر اگر کہیں شمبھل نام کا گاؤں ملتا

Scanned with CamScanner

ہے تو آج سے تقریباً چودہ سو سال پہلے کوئی ایسا انسان وہاں پیدا نہیں ہوا جو لوگوں کا نجات دہندہ ہو۔ پھر آخری اوتار کوئی کھیل تو نہیں ہے کہ اوتار (نبی خاتم) کی بعثت ہو جائے اور قوم میں ذرہ بھر تبدیلی نہ ہو۔ لہٰذا لفظ شمبھل کو خصوصیت سے سمجھ کر اس کے مولد پر غور کرنا ضروری ہے۔

(1) شمبھل لفظ کا مادہ ''شم'' ہے جس کے معنی ''پر امن کرنا'' کے ہیں یعنی جس مقام پر امن ہو۔

(2) ''شم'' اور ''ور'' دونوں کی ترکیب سے سم + ور ''سمور'' لفظ مشتق ہوا..... قواعد کے اصول سے شمبھل لفظ کی تکمیل ہوئی جس کے معنی ہوئے جو لوگوں کو اپنی جانب کھینچتا ہے یا جس کے ذریعے کسی کا انتخاب ہوتا ہے۔

(3) لغت 88-12 میں لفظ شمبر کے معنی ''پانی'' کے دیئے گئے ہیں۔ ''ر'' اور ''ل'' دونوں حروف یکساں ہونے کے سبب ''شمبھل'' کے معنی پانی کے قریب والا مقام ہوں گے۔

لوگوں کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ شمبھل کے معنی پانی کے ہیں تو پانی کے قریب والا مقام یا گاؤں کے معنی کیوں اخذ ہوئے؟ اس کے جواب میں میں یہ کہوں گا کہ موضوع گفتگو یہاں پر مقام یا گاؤں ہے نہ کہ پانی مثلاً اگر کہا جائے ''گنگا میں گھوش'' تو اس کے معنی آپ یہ کرتے ہیں کہ گنگا کے قریب واقع گاؤں میں گھوش نہ کہ گنگا کے پانی میں گھوش، پھر آپ شمبھل لفظ سے ویسے ہی معنی کیوں اخذ نہیں کرتے۔ اگر گنگا میں گھوش، جملے میں نشان مانتے ہیں تو اس جملے میں بھی نشان مانئے۔

آخری اوتار کے مقام کے موضوع پر قابل غور مسئلہ یہ ہے کہ وہ مقام جس کے آس پاس پانی ہو اور پرکشش اور امن دینے والا مقام ہو۔ اوتار کی سرزمین مقدس ہوتی ہے لہٰذا اس مقام میں بھی تقدس کا ہونا لازم ہے اور وہاں تشدد وغیرہ نہیں ہونا چاہیے۔ علاوہ وہ مقام زیارت گاہ بھی ہونی لازم ہے یعنی لوگوں کے لیے وہ دینی مقام ہو۔

''شمبھل'' کے لفظی معنی ''بلد الامین'' کے ہیں۔ آخری اوتار کا مقام، امن دینے والا، تشدد اور حسد سے پاک ہونا چاہیے۔

آخری اوتار کے لیے ضروری نہیں کہ وہ ہندوستان میں ہو اور سنسکرت یا ہندی ہی بولے۔ اگر ہر ملک کی زبان، وضع، قطع اور نام ایک ہی ہوتے تو تمام ممالک میں ہونے والے اوتاروں کی زبان، وضع، قطع بھی ایک ہی ہوتی۔ یہ کہنا جہالت ہے کہ اوتار صرف بھارت میں ہو۔ کیا بھارت ہی ایشور کا پیارا مقام ہے؟ اور دوسرے ممالک پیارے نہیں ہیں؟ کیا دنیا صرف بھارت ہے؟ دیگر ممالک دنیا میں نہیں ہیں؟

لہٰذا آخری اوتار بیرون ہند میں بھی ہو سکتا ہے اور اس ملک کی زبان و دستور اور وضع قطع کے مطابق اس کو چلنا ہوگا لیکن بے دینی اور بے انصافی کے خلاف۔

Scanned with CamScanner

زمانہ کے اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ بھارت میں آج سے چودہ سو سال پہلے کوئی ایسی شخصیت پیدا نہیں ہوئی جو آخری اوتار کے معیار پر پوری اترے۔

تمام پرانوں میں کلکی اوتار کا مقام پیدائش سمبھل بتایا گیا ہے۔ سمبھل یا شمبھل ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔

آخری اوتار کی بعثت کے مقام کا تعین مندرجہ بالا تفصیل کی روشنی میں کیا جائے گا۔

عالم کی مذہبی اور معاشرتی تباہی کا دَور

ہر عظیم انسان کی بعثت سے پہلے بے شمار بحرانی حالات برپا ہوتے ہیں یا یوں کہیے کہ ہمیشہ تکلیف دہ حالات کے زمانے میں اللہ کسی عظیم انسان کو مبعوث کرتا ہے۔ ہندوستان کی حالت بھی تقریباً دو ہزار سال پیش تر خراب تھی۔ قدیم ہندوستان کی تاریخ سے ثابت ہے کہ سب سے زیادہ مظالم اور زیادتیوں کا زمانہ وہ ہے جو تقریباً (500ء) سے شروع ہوتا ہے۔ ویدک دور میں بت پرستی کا فقدان تھا لیکن اس وقت مندروں میں بت پرستی کا عمل عام طور پر جاری ہوا اور بت نصب ہو گئے تھے۔ (۱) خود مندروں کے پجاری طرح طرح کے عیوب کا سرچشمہ بن گئے تھے جو مذہبی تصنعات سے بھولے بھالے زائرین کو لوٹتے تھے۔ (۲)

ویدک دور میں تمام ہندو قوم میں اتحاد و یکسانیت کا سلوک ہوتا تھا لیکن (بعد میں) ذات پات کے سبب اندرونی تفریق کا بول بالا ہو گیا تھا۔ ویدک دور سے جو طبقاتی انتظام اپنی پسند کے مطابق صلاحیتوں کے اعتبار سے اپنانے کے لیے تھا، اب نسلی انتظام بن گیا تھا۔ اس سے معاشرتی تنظیم پر بہت برا اثر پڑا۔ (۳) خواتین کو کنیزوں کا مقام دیا گیا۔ (۴) اور دستور ایسا بنا جو براہ راست جانب داری پر مبنی تھا۔ براہمن خواہ کتنا ہی ظلم کرے، سزائے موت کا مستوجب ہرگز نہیں ہو سکتا تھا۔ پست قوم کا فرد اگر اعلیٰ طبقے کے فرد کی بیوی سے زنا کرتا تو سزائے موت دی جاتی اور اعلیٰ طبقے کا فرد پست طبقے کے فرد کی بیوی سے زنا کرتا تو کچھ رقمی جرمانے پر بری ہو جاتا۔ اگر پست طبقے کا مرد اعلیٰ طبقے کے مردوں کو نصیحت کرتا تو اس کے منہ میں کھولتا ہوا تیل ڈالنے کا دستور تھا، گالی دینے پر اس کی زبان کاٹ لینے کا قانون تھا۔ (۵) شراب نوشی راجاؤں کی عظمت کا نشان تھی اور رانی بھی مئے کے نشے میں مخمور جھومتی تھی۔ (۶) راستوں پر زنا کاروں کا جمگھٹ لگا رہتا تھا۔ (۷) تلاشِ حق جنگلوں اور پہاڑوں میں کی جاتی تھی۔ فرضی

(1) A hostory of Civilization in Ancient India, Vol.3, page 281.

(2) do-page 243.

(3 toi 7) A history of Civilization in Ancient India, Vol. 3, page 308, 331, 342, 343, 4691.

Scanned with CamScanner

اور من گھڑت خیالات اور بھوت پریتوں کی پرستش کا مذہب تھا۔ غالباً اتنی بری حالت روم اور ایران کی شخصی حکومتوں کی بھی اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی جتنی کہ ساتویں صدی کی ابتداء میں ہوئی۔ بازنطینی شہنشاہیت کے کمزور ہو جانے سے پوری حکومت مسخ ہو چکی تھی۔ پادریوں کی بداعمالیوں اور بدکرداروں کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائی مذہب پر انتہائی زوال آیا اور حالت اس قدر بری ہوئی کہ آج اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اگر آج ان بدحالیوں کا تذکرہ کیا جائے تو شاید ہی کوئی اس پر اعتماد کرے۔ اگرچہ ان برائیوں کے ایسے ٹھوس ثبوت موجود ہیں کہ ذرہ بھر شبہ کی گنجائش نہیں۔ باہمی ٹکراؤ اور عداوتوں کے سبب معاشرہ اپنی راہ کو بھول چکا تھا، شہروں اور قصبوں میں خون کی ندیاں بہتی تھیں۔ عیسیٰ مسیح علیہ السلام نے سچ ہی کہا تھا: ''میں امن نہیں لایا ہوں بلکہ تلوار لایا ہوں۔''(1) ایسے وقت میں خطہ عرب میں حضرت محمد ﷺ کا دین اسلام اٹھا جو رومن شہنشاہیت کے تصادموں سے دُور تھا۔ اس دین کی قسمت میں یہی لکھا تھا کہ یہ طوفان کی طرح روئے زمین پر چھا جائے گا اور اپنے بالمقابل بہت سے شہنشاہوں، حکمرانوں اور رسم و رواجوں کو اس طرح اڑا دے گا جیسے کہ آندھی مٹی کو اڑا دیتی ہے۔ دیگر تاریخی روایات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی ولادت سے قبل عیسائیوں میں کتنی برائیاں پھیل گئی تھیں۔ اسی طرح جارج سیل نے قرآن کریم کے ترجمہ کی تمہید میں لکھا ہے کہ گرجا گھر کے پادریوں نے مذہب کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے تھے اور امن، محبت اور اچھائیاں ان سے دور ہو گئی تھیں۔ وہ اصل مذہب کو بھول گئے تھے۔ مذہب کے امور میں

(1) Perhaps in no previous period had the empire of the Persians or the oriental part of Roman empire, been in a more deplorable or unhappy state than at the beginning of th 7th century, In consequence of the weakness of the Byzantine despots the whole frame of their government was in a state of complete disorganization of the most frightful abuses and corruption of the priests, the Christian religion had fallen into a stste of degradation scarcely at this day concievable, and such as would be absolutely incredible had we not evidence of it the most unquestionable. The feuds and animosities of the almost innumerable sects had risen to the qreatest possible height: the whole frame of society was loosened: the towns and cities flowed with blood. Well, indeed. had Jesus prophesied when he said the prought not peace, but a sword. (Apology for Mhoamed by Godfrey Higgins, page 1).

"At this time, in a remote and almost unknown comer of Arab a, At a distance from cicil broils which were, tearing to pieces of Roman empire, arose the religion of Mohamed, a religion destined to sweep like a tornado over the face af the earth to carry before is empires, kingdoms and systems, and to scatter them like dust before the wind." (Apology for Mohamed, by Godfrey Higgins. page 2)

Scanned with CamScanner

اپنے طرح طرح کے خیالات تراش کر باہم جھگڑتے رہتے تھے۔ اسی وجہ سے رومن گرجا گھروں میں بہت سی گمراہی کی باتیں مذہبی حیثیت سے مانی جاتیں اور بت پرستی انتہائی بے حیائی سے کی جانے لگی۔ حضرت محمد ﷺ سے پہلے عیسائی مذہب اور بت پرستی دونوں نے مل کر ایک نئی صورت اختیار کر لی جس کے سبب عیسائیوں میں بت پرستی عام ہوگئی۔ خدائے واحد کی جگہ تین خدا معزز ہو گئے اور مریم علیہا السلام (عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی والدہ) کو خدا کی ماں سمجھا جانے لگا۔

آخری اوتار کی تصدیق

(خاتم النّبیین ﷺ کی تصدیق)

متذکرہ بالا بیانات میں یہ بات واضح کی جا چکی ہے کہ کلکی اوتار شہسوار اور شمشیر بہ کف ہوگا۔ تلوار اور گھوڑے کا زمانہ گزر چکا ہے۔ اب تو جیٹ تیاروں اور ایٹمی اسلحہ جات کا زمانہ آ گیا ہے لہٰذا آخری اوتار کے زمانے کا تعین موجودہ عہد سے پیشتر ثابت ہوتا ہے۔ آخری اوتار کی آمد کے وقت دنیا کے حالات بھی ثابت ہو چکے ہیں۔ بے دینی، مظالم اور زیادتیوں کے عروج میں آنے پر آخری اوتار کا ظہور ہوگا۔ اب ہم کلکی اوتار اور حضرت محمد ﷺ کا تقابلی مطالعہ پیش کرتے ہیں۔

1- شہسواری اور شمشیر برداری

بھاگوت پران، بارہویں اسکند دوسرے ادھیائے کے انیسویں شلوک میں مذکور ہے کہ کلکی اوتار ملائکہ کے ذریعے دیئے گئے گھوڑے پر سوار ہو کر تلوار سے بدکاروں کا خاتمہ کر دیں گے۔ (۱) کلکی کا گھوڑا جو ملائکہ کے ذریعے عطا کیا جائے گا، بہت شاندار ہوگا، اسی پر سوار ہو کر وہ بدکاروں کا قلع قمع کریں گے۔ حضرت محمد ﷺ کو فرشتہ (جبرائیل) کی معرفت گھوڑا ملا تھا۔ جس کا نام ''براق'' تھا۔ (۲) اس پر سوار ہو کر حضرت محمد ﷺ رات میں سفر زیارت (معراج) کے لیے تشریف لے گئے۔ (۳) آپ ﷺ کو گھوڑے پسند تھے لہٰذا آپ ﷺ کے پاس سات

(۱) بھاگوت پران، اسکند 12، ادھیائے 2، شلوک 19۔

(2) The Picture of burak was published in organiser, February 8. 1969.

(3) "He explained of Omme Hani, daughter of Abu Talib that during the night the had performed his devotions in the temple of Jerusalem. He was gonig forth to make his vision known, when she conjured him not thsu to expose himself to the derision of th unbelievres."

"Life of Mohammed", by Sir william Muir (page 125)

Scanned with CamScanner

گھوڑے تھے۔ (۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت محمد ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ گھوڑے پر سوار تھے اور تلوار حمائل تھی۔ (۲) حضرت محمد ﷺ کے پاس کل نو تلواریں تھیں جن میں سے ایک سلسلۂ خاندان سے دستیاب، دوسری ذوالفقار اور تیسری قلعی نام کی تلوار تھی۔

2-جگت گرو

بھاگوت پران میں آخری اوتار کو جگت پتی کہا گیا ہے۔ (۳) جگت کے معنی ''عالم'' کے ہیں اور پتی کے معنی ''حفاظت کرنے والا'' کے ہیں۔ لفظ جگت پتی کے معنی یہ ہوئے کہ اپنے پند ونصائح کے ذریعے گرتے ہوئے معاشرے کو بچانے والا اور محدود معاشرہ نہیں بلکہ لامحدود معاشرہ یعنی معاشرۂ عالم ہے۔ مفہوم یہ ہوا کہ جگت کا گرو سرور عالم ہوگا۔ حضرت محمد ﷺ کی شان میں قرآن کریم میں آیا ہے: ''اے محمد ﷺ اعلان کردو کہ اے تمام دنیا کے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ﷺ ہوں۔'' (۴) اور دوسری جگہ سورہ الفرقان میں آتا ہے کہ: ''بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا تاکہ وہ تمام عالموں (قوموں) کے لیے ڈرانے والا ہو۔'' (۵) اس طرح سے عالم کی سروری کا وجود اور عظمت دونوں باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

3-اساد ھودمن

کلکی اوتار کے موضوع میں مذکور ہے کہ وہ بدکاروں کو ہلاک کردیں گے۔ یہی بات حضرت محمد ﷺ کی ذات بابرکات پر صادق آتی ہے۔ آپ ﷺ نے بھی خاتمہ بدکاروں کا ہی کیا اور قرآن کریم میں فرمایا ہے، جن مسلمانوں پر حملہ کیا جاتا ہے، ان کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ بھی لڑیں کہ ان پر ظلم ہو رہا ہے اور اللہ ان کی مدد کرنے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ (۶) حضرت محمد ﷺ نے لٹیروں اور ڈاکوؤں کو سدھار کر انہیں توحید کی تعلیم دی۔ اللہ کی عبادت میں دیگر معبودوں کو شریک کرنے سے منع فرمایا اور بت پرستی کی تردید کی۔ آپ ﷺ نے ازلی دین کو قائم کیا اور فرمایا کہ میں زمانۂ قدیم کے دین کو ہی قائم کر رہا ہوں۔ یہ کوئی نیا دین نہیں ہے۔ لفظ ''اسلام'' کے معنی ہیں، اللہ کی فرمانبرداری کرانے والا دین اور لفظ وید کے معنی بھی خدا کا کلام ہے۔ اس کی فرمانبرداری کرنے والا مذہب ویدک ہے۔ لہٰذا ویدک مذہب یا دین اسلام کی راہ میں جو لوگ مزاحم ہیں انہیں کافر یا ناستک کہا جاتا ہے۔ ان سے مخالفت اور ان کا انسداد ایک فطری عمل ہے۔

---

(۱) اصح السیر، صفحہ 565، جامع الفوائد، جلد 179/2۔

(۲) حدیث بخاری نمبر 4، اصح السیر، صفحہ 596۔

(۳) اشوامیگھمار وہیہ دیو دتم چکرپتی، اہنا سادھو دھن ماشئے یشورئے گنانونہا۔ بھاگوت پران، اسکند 12، ادھیائے 2، شلوک 19۔

(۴) سورہ الاعراف: 157/7۔ (۵) سورہ الفرقان: 1/25۔ (۶) سورہ الحج 39/22-40۔

Scanned with CamScanner

آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ سے پیش تر ایران میں ''کیقباد'' پہلا بادشاہ تھا جس نے پیغام مزدک سے متاثر ہوکر اعلان کیا تھا کہ ''دولت اور عورت پر تمام لوگوں کا حق ہے۔ ان پر کسی خاص شخص کا حق نہیں ہے۔ جس کے نتیجے میں بدکاری حد سے تجاوز کر چکی تھی۔ ایسے عالم میں حضرت محمد ﷺ ہی کی شخصیت تھی جن کے متبعین نے ان انتہائی شریروں کو شکست فاش دے کر دین کی عزت و ناموس کو قائم کرنے میں کامیابی حاصل کی۔

4- مقام پیدائش کی مطابقت

کلکی اوتار کا مقام پیدائش شمبھل ہوگا اور وہاں کے برہمن کے گھر میں تولد ہوگا۔ (۱) اس برہمن کا نام وشنویش ہوگا۔ ظاہر ہے کہ مذکورہ نام سنسکرت زبان کے ہیں جو یا تو معنوں کا تعین کر کے لکھے گئے ہیں یا پھر ان کی بگڑی ہوئی صورت عربی زبان میں ہوگی۔

سنسکرت میں عام طور پر ناموں کے غالب معنوں کو اہمیت دی جاتی ہے۔ چنانچہ ناموں کے معنوں کو قبول کرنا زیادہ مفید ہے۔

لفظ شمبھل کا مادہ ''شم'' ہے جس کے معنی ''امن'' کرنا ہوتے ہیں۔ اس میں ''بن'' لاحقہ لگا ہوا ہے۔ شمبھل کے معنی ''دارالامن'' ہوں گے اور مکہ معظمہ کو عربی زبان میں (دارالامن) بھی کہا جاتا ہے جس کے معنی ''سلامتی'' کا گھر ہیں۔

5- پردھان پروہت

(صدر برہمن کے گھر میں ولادت) کلکی اوتار کے مضمون میں کہا گیا ہے کہ وہ ''برہمنوں کے سردار'' کے گھر میں پیدا ہوگا۔ حضرت محمد ﷺ مکہ معظمہ میں کعبۃ اللہ پردھان پروہت (صدر متولی کعبہ) کے گھر میں تولد ہوئے۔

6- والدین کے مسئلہ میں مطابقت

کلکی کی والدہ کا نام کلکی پران میں ''سومتی'' (سوموتی) آیا ہے جس کے معنی امانت دار اور بہترین اخلاق والے کے ہیں اور والد کا نام ''وشنویش'' آیا ہے جس کے معنی ''اللہ کا بندہ'' ہوتے ہیں۔ حضرت محمد ﷺ کی والدہ ماجدہ کا نام ''بی بی آمنہ'' تھا جس کے معنی امانت دار، امن والی بی بی کے ہوتے ہیں اور والد بزرگوار کا نام ''حضرت عبداللہ'' تھا۔ عبداللہ کے معنی اللہ یعنی وشنو کا ''ایش'' یعنی ''بندہ'' (عبداللہ) ہوتے ہیں۔

---

(۱) شمبھل کرام مکھمیسیا مہاتمنھا بھونے وشنویشسھما کلکی پرادربھوسیتی۔ (بھگوت پران، اسکند 12، ادھیائے 2، اشلوک 18)

ہوئے شرک اور کفر کے بدنما دھبوں کو دھو کر آپ ﷺ نے پاک کر دیا۔

Scanned with CamScanner

7-آخری اوتار ہونے میں مطابقت

کلکی کو آخری زمانے کا آخری اوتار بتایا گیا ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے بھی اعلان فرمایا ہے کہ ''میں خاتم النبیین (ﷺ) ہوں۔'' یہی وجہ ہے کہ مسلمان آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبی نہیں مانتے۔

کتاب ''واچش پتیم'' اور ''شبد کلپتر'' میں کلکی لفظ کے معنی ''انار کھانے والے اور بدنامی کے داغ کو مٹانے والے'' بتائے گئے ہیں۔ حضرت محمد ﷺ بھی پھلوں میں انار اور کھجور پسند فرماتے تھے اور قدیم زمانے سے جے

8-شمال کی سمت جانا اور تبلیغ کی بابت مطابقت

کلکی پران میں مذکور ہے کہ کلکی پیدا ہونے کے بعد پہاڑی کی طرف جائیں گے اور وہاں پرشورام جی سے عرفان حاصل کریں گے۔ اس کے بعد شمال کی طرف جا کر وہاں سے پھر بستی کو آئیں گے۔ حضرت محمد ﷺ اپنی ولادت باسعادت کے بعد پہاڑی (غارِ حرا) میں گئے اور وہاں جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے عرفان (وحی) حاصل فرمایا یعنی آپ ﷺ پر بذریعہ جبرائیل علیہ السلام وحی سے قرآن کریم کا نزول شروع ہوا۔ اس کے بعد آپ ﷺ جانب شمال (مدینہ منورہ) گئے (ہجرت فرما کر) اور وہاں سے پھر دکن (مکہ معظمہ) کی طرف (مع دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) مراجعت فرمائی اور اپنے مقام مکہ کو فتح کیا۔ کلکی اوتار کے بیان میں یہی واقعات درپیش ہونے کا اعلان پرانوں میں موجود ہے۔

9-شیو کی جانب سے کلکی کو ایک گھوڑا عطا کیا جانا

شیو، کلکی کو ایک گھوڑا دیں گے جو بہت اعجازی ہوگا۔ حضرت محمد ﷺ کو بھی براق نامی اعجازی گھوڑا اللہ تعالیٰ کی عطا سے ملا تھا۔

10-چار بھائیوں کی معیت میں کلی کا انسداد

کلی پران میں مذکور ہے کہ کلکی چار بھائیوں کے ساتھ کلی (شیطان) کا انسداد کریں گے۔ حضرت محمد ﷺ نے بھی اپنے چار رفقاء کے ساتھ شیطان کا انسداد کیا۔ اُن چار رفقاء کے نام حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (2) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

(3) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ (4) حضرت علی رضی اللہ عنہ

یہ چاروں صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت محمد ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے جانشین خلفاء راشدین ہوئے اور آپ ﷺ کے پیغام توحید اور دین خالص کی تبلیغ فرمائی۔

Scanned with CamScanner

11-ملائکہ کے ذریعے تائید غیبی

کلکی پران میں مذکور ہے کہ کلکی کو دیوتاؤں (ملائکہ) کے ذریعے جنگوں میں مدد ملے گی۔(۱) یہی بات حضرت محمد ﷺ کے ساتھ پیش آئی یعنی جنگ میں فرشتے آپ ﷺ کی مدد کے لیے نازل کیے گئے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ یقیناً اللہ نے تم کو جنگ بدر میں مدد دی جبکہ تم کمزور تھے۔ پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم شکرگزار بنو۔ جب تم مومنوں سے کہتے تھے کہ کیا یہ تمہارے لیے کافی نہیں کہ تمہارا رب تین ہزار نازل شدہ فرشتوں سے تمہاری مدد کرے! ہاں اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور کفار اپنے پورے جوش میں تم پر حملہ کر دیں تو تمہارا رب پانچ ہزار فرشتے جن پر نشان ہوں گے تمہاری مدد کو بھیجے گا۔''(۲) ''جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے سو اس نے تمہاری دعا قبول کی، کہ میں ایک ہزار فرشتوں سے جو ایک دوسرے سے پیچھے آتے جائیں گے تمہاری مدد کرنے والا ہوں۔''(۳)

''اے ایمان والو! اللہ کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم پر فوجیں چڑھ آئیں، سو ہم نے ان پر ہوا اور ایسے لشکروں کو بھیجا جن کو تم نہیں دیکھ سکتے تھے اور اللہ اسے جو تم کرتے ہو دیکھتا ہے۔''(۴)

12-بے مثال حسن والے

کلکی کے متعلق لکھا ہے کہ وہ بے مثال حسین ہوں گے یعنی وہ اتنے زیادہ حسین ہوں گے کہ ان کی مثال نہیں دی جا سکتی۔ حضرت محمد ﷺ کے متعلق روایت ہے کہ آپ ﷺ تمام لوگوں میں سب سے بڑھ کر حسین اور تمام انسانوں میں اکمل نمونہ اور جنگجو غازی تھے۔

13-تاریخ پیدائش میں مطابقت

کلکی پران میں کلکی کی تاریخ پیدائش کے مسئلے میں مرقوم ہے کہ مادھو ماس ماہ ربیع الاول کے شکل پکش کی 12 تاریخ یعنی زائد النور، بارہویں تاریخ کو پیدائش ہوگی اور حضرت محمد ﷺ کی ولادت باسعادت بھی بارہ ربیع الاول کو ہوئی جس کے معنی مادھو ماس کے شکل پکش کی بارہ یعنی زائد النور ہوتے ہیں۔

14-خوشبوئے بدن

شریمد بھگوت پران کی رو سے، کلکی کے جسم سے مہکتی ہوئی خوشبو کے اثر سے لوگوں کے قلوب پاک ہو جائیں

---

(۱) یات یویم بھوم دیواہ سمسو امشاؤ ترنوے رتاہ (کلکی پران، 7-2-1)

(۲) سورۂ آل عمران 3/123-125۔ (۳) سورۂ الانفال: 9/8۔ (۴) سورۂ الاحزاب: 9/33۔

Scanned with CamScanner

گے یعنی ان کے جسم کی خوشبو ہوا میں شامل ہو کر لوگوں کے قلوب کو پاک کرے گی۔ حضرت محمد ﷺ کے جسم مبارک کی خوشبو تو مشہور ہی ہے۔ آپ ﷺ جس سے بھی مصافحہ کرتے اس کے ہاتھ میں دن بھر خوشبو رہتی تھی۔ آپ ﷺ کے غلام حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کے جسم اقدس کی خوشبو ہوا کو خوشبودار بنا دیتی تھی جب آپ ﷺ گھر سے باہر تشریف لاتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے جسم مبارک کے پسینے کو جمع کیا۔ آپ ﷺ کے سوال پر انہوں نے جواب دیا کہ ہم اسے خوشبوؤں میں ملاتے ہیں کیونکہ یہ تمام خوشبوؤں سے بڑھ کر خوشبودار ہے۔

15-اشٹ ایشوریہ گڑانوت

بھاگوت پران سکند 12 دوسرے ادھیائے میں کلکی کو اشٹ ایشوریہ گڑانوت یعنی ''آٹھ صفات جاہ وحشم'' والے کہا گیا ہے، وہ صفات حسب ذیل ہیں:

(1)	پرگینا (علم ودانائی)	(2)	کلینا (اعلیٰ نسبی)
(3)	ایندری دمن (ضبط نفس)	(4)	شرتی گنان (علم الکتاب)
(5)	پراکرم (شجاعت)	(6)	ابھو بھاشتا (کم سخنی)
(7)	دان (جود وسخا)	(8)	گرتکینا (شکر گزاری)

اب ان آٹھ صفات پر اجمالی انداز میں روشنی ڈالی جاتی ہے۔

1-پرگینا (علم ودانائی)

مسئلہ علم ودانائی میں بھی حضرت محمد ﷺ سے مطابقت یہ ہے کہ آپ ﷺ ماضی، حال اور مستقبل کی تمام باتیں بتانے میں کامل استطاعت رکھتے تھے۔ اس کی تائید میں کئی مثالیں عنایت حمد کی کتاب ''الکلام المبین'' میں پائی جاتی ہیں۔ بطور نمونہ اس کتاب میں سے ایک مختصر تاریخی حوالہ ملاحظہ ہو: ''رومیوں اور ایرانیوں کی جنگ میں جب رومی مغلوب ہوئے تو حضرت محمد ﷺ نے اپنے رفیقوں کو یہ واقعہ بتایا۔ آپ ﷺ کے رفیقوں سے اس واقعہ کو جان کر ایک مخالف قریشی ابی بن خلف بہت خوش ہوا اور نو سال کے اندر رومیوں کی فاتح ہونے کی پیش گوئی سن کر آپ ﷺ کے رفیق سفر وحضر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے سو اونٹوں کی شرط باندھی۔ آخر نو سال کے اندر ''نینوا'' کی جنگ میں رومیوں کو 627ء میں فتح ہوئی۔ اس مضمون سے متعلق قرآن کریم کی تیسویں سورۃ الروم میں نازل ہوئی۔ اس قسم کی کئی مثالیں ہیں جو آپ ﷺ کی دانائی اور دور اندیشی سے متعلق تاریخ میں پائی جاتی ہیں۔

Scanned with CamScanner

2-کلینا (اعلیٰ نسبی)

''اعلیٰ نسبی'' کلکی ممتاز براہمن خاندان سے متعلق ہوں گے۔ اس کا ثبوت پہلے ہی ہم دے چکے ہیں۔ حضرت محمد ﷺ بھی کعبۃ اللہ کے متوالی خاندان کے ممتاز گھرانے بنو ہاشم میں پیدا ہوئے تھے جو مقدس کعبہ کا محافظ تھا۔ (1) یعنی آپ ﷺ کی ولادت 571ء میں سلسلۂ قریش کے ممتاز خاندان بنو ہاشم میں ہوئی جو باشندگانِ عرب کا معزز ترین اور سلسلہ قدیم سے محافظ کعبہ خاندان تھا۔

3-ایندری دمن (ضبط نفس)

صفات جاہ وحشمت میں تیسری صفت ہے حواس کو قابو میں لانا۔ بھارت کی مذہبی کتب میں کلکی کے مضمون میں مرقوم ہے کہ کلکی ضبط نفس کے حامل ہوں گے۔ حضرت محمد ﷺ کے متعلق کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ خودستائی سے مبرا، کریم، پرسکون اور حواس کو قابو میں رکھنے والے (ایندیئے جیت) اور فیاض تھے۔ حواس ارادے کے ماتحت کام کرتے ہیں لہٰذا ارادے کو قابو میں لانا ہی حواس کو قابو میں لانا ہے۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ جو شخص نو شادیاں کرے تو معاذ اللہ اس کو ہوش منداور عیش وعشرت پسند کی بجائے حواس پر قابو رکھنے والا کیوں کر کہا جا سکتا ہے؟ تو اسے یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ کیا یوگی راج شری کرشن جی کی پٹ رانیاں تعداد میں چھ سے زیادہ نہیں تھیں؟ زائد (یوگی) دنیا کے عیش وعشرت میں رہ کر بھی پرخلوص اور جذبۂ بے غرضی (نش کام بھاؤنا) کے سبب خواہش سے بری رہتا ہے۔ جیسے کنول کا پتا پانی میں رہتے ہوئے بھی پانی سے الگ رہتا ہے ویسے ہی عابد و باخدا انسان بھی دنیا کے عیش وعشرت میں رہتے ہوئے بھی اس سے مبرا رہتا ہے لہٰذا حضرت محمد ﷺ کی نو بیویوں کا رہنا مافوق الفطرت مردانگی کا مظہر ہے، اس سے آپ ﷺ کے ضبط نفس میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔

4-شرتی گنیان (علم الکتاب)

یہ آٹھ صفات بزرگی میں چوتھا وصف ہے۔ سنسکرت میں ''شرت'' کے معنی ہیں ''سنا ہوا کلام'' جو رسولوں کے ذریعے سنا گیا ہو اور وہ کتاب کی صورت میں محفوظ ہوتا ہے اور یہ لفظ مادہ ''شر'' سے بنا ہے۔ اس کے معنی ہیں ''سننا'' لہٰذا وحی کے ذریعے سنا گیا خدائی کلام جس کتاب میں ہو اس کو ''شرتی'' کہا جاتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ پر فرشتے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے کلام اللہ (شرتی) کا نزول ہوتا تھا۔ اس کو سن کر آپ ﷺ لکھا دیتے تھے۔

(1) He was born in A.D 571, and came of the noble of the Koreysh, who had long been guardians of the sacred (page xxiv of introduction, The Speeches of Muhammad, by Lane-poole, published by Macmillan and Co. (London)

Scanned with CamScanner

قرآن کریم آپ ﷺ کا (شرتی گنیان) ہے۔ لین پول اس کی تائید میں رقم طراز ہے: ''حضرت محمد ﷺ پر فرشتے کے ذریعے اللہ کا کلام بھیجا جانا حق ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔''(۱) آردی سمتھ بھی اس سے متفق ہے۔ ایک وحی میں حضرت محمد ﷺ کو اللہ کی پیغمبری کا عہدہ (عہدۂ نبوت) پانے والے کہا گیا ہے۔(۲) سر ولیم میور نے بھی حضرت محمد ﷺ کی بابت لکھا: ''وہ رسول اور اللہ کے نمائندے تھے۔'' اس طرح حضرت محمد ﷺ اور کلکی میں مطابقت پائی جاتی ہے۔

5- پراکرم (شجاعت)

بزرگی کے آٹھ صفات میں شجاعت پانچواں وصف ہے۔ حضرت محمد ﷺ قوت جسمانی میں بھی انتہائی کمال رکھتے تھے۔ اس کے ثبوت میں کئی حقائق تاریخ میں موجود ہیں مثلاً ایک پہلوان جس کا نام ''رکانہ'' تھا، اس کی روداد ملاحظہ ہو۔ اس سے آپ ﷺ نے سوال کیا: اے رکانہ! تیرا خدا سے نہ ڈرنے اور ایمان نہ لانے کا سبب کیا ہے؟ رکانہ پہلوان نے حق کی وضاحت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا تو بڑا بہادر پہلوان ہے، اگر میں کشتی میں تجھے زیر کر دوں تو کیا تو ایمان لے آئے گا؟ اس نے قبول کیا۔ تب آپ ﷺ نے اسے دو مرتبہ مغلوب کیا۔ پھر بھی وہ پہلوان آپ ﷺ پر ایمان نہ لایا اور اللہ کی ذات سے منکر رہا۔(۳)

6- ابھو بھاشتا (کم سخنی)

کم سخنی بزرگ انسان کی بہت بڑی خوبی سمجھی جاتی ہے۔ حضرت محمد ﷺ بھی خاموش طبع تھے لیکن آپ ﷺ جو کچھ فرماتے تھے اتنا اثر انگیز ہوتا تھا کہ سننے والے آپ ﷺ کی باتیں کبھی نہیں بھولتے تھے۔(۴) باہم گفتگو میں بھی آپ ﷺ پرسکون رہتے تھے لیکن عرب کے لوگ آپ ﷺ کی باتیں سننا پسند کرتے تھے۔

---

(1) There are the first revelations, that came to Mohammad that he believed. He heard them, spoken by as angle from heaven is beyond doubt. (page xxxi, introduction, Speeches of Mohammad, by Lane-Poole)

(2) "Upond this, Mohammad felt the heavenly inspiration, and read, as he believed, the deers of god, which he after words, promulgated in koran then came the announcement. O. Mohammad, of a truth thoe are the prouphet of God and i am his angel Gabriedl." this was the crises of Mohammad's life. It was his call to renounce and to take the office of prophot. (page 98, Mohammad and Mohamednism. by rey Bosworth Smith.

(۳) اصح السیر، صفحہ 97 اور لائف محمد، صفحہ 325 سر ولیم میور۔

(4) He was of great taciturnity, but when he spoke, is was emphasis and deliberation, and no one could forget what said. (page xxix, Introduction, The Speeches of Mohammad, by Lane Poole.)

Scanned with CamScanner

7-دان (جود وسخا)

خیرات مذہب کا لابدی حصہ ہے۔غریبوں کو خیرات دینا آٹھ صفات میں ساتواں وصف ہے جو انسان کو نورانی بناتا ہے۔تقریباً ہر ایک بزرگ کے پاس یہ تسلیم شدہ امر ہے۔کلکی پرانوں میں ''اشٹ ایشور گنانوت'' کہا گیا ہے یعنی ان میں آٹھوں صفات ''من حیث المجموع'' رہنا قرار دیا ہے۔حضرت محمد ﷺ تو ہمیشہ عطا کرنے میں مصروف رہتے تھے اور آپ ﷺ کے مکان پر غریبوں کا مجمع لگا رہتا تھا۔(۱) آپ ﷺ کسی کو مایوس نہیں کرتے تھے۔''سر ولیم میور'' نے بھی حضرت محمد ﷺ کو بے انتہا حسین وجمیل صورت والے شجیع اور سخی بتایا ہے۔(۲)

8-گرتگنیتا (شکر گزاری)

ان آٹھ صفات حشمت وبزرگی میں شکر گزاری (کیے گئے احسان کی قدر کرنا) آٹھواں وصف ہے۔اس خوبی کے بغیر کوئی شخص بزرگی نہیں پا سکتا۔کلکی میں مع شکر گزاری آٹھوں صفات حشمت موجود رہنے کی پیش گوئی پرانوں میں مرقوم ہے جیسا کہ ہم پہلے واضح کر چکے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ میں بھی مذکورہ بالا (7) صفات کی موجودگی واضح ہو چکی ہے اور آپ ﷺ میں شکر گزاری کی موجودگی کا کوئی مؤرخ غیر معترف نہیں ہو سکتا۔انصار کے متعلق کہے گئے فقرات آپ ﷺ کی شکر گزاری کی وضاحت کرتے ہیں۔(۳)

اللہ کے کلام کا مبلغ

کلکی کے متعلق مشہور ہے کہ وہ جس مذہب کو قائم کریں گے وہ ویدک مذہب ہوگا اور ان کے وسیلے سے ہدایت کردہ تعلیمات خدائی تعلیمات ہوں گی۔یہ تو واضح ہی ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے وسیلے سے نازل شدہ قرآن کریم، اللہ کا کلام ہے۔پھر بھی ضدی لوگ بھلے نہ مانیں! قرآن میں اخلاق، تقویٰ، محبت اور احسان وغیرہ کرنے کے لیے جو احکام موجود ہیں، وہی وید میں بھی ہیں۔قرآن میں بت پرستی کی تردید اور توحید کی تعلیم، باہمی محبت کے سلوک وبرتاؤ کی ہدایات ہیں۔وید میں ایکم ستیہ (حق ایک ہے) اور عالمی برادری کا امتیازی اعلان ہے۔ویدوں

(1) Indeed, outside the prophet's house was a bench or gallery, on which were always to be found a number of poor, who lived entirely upon his generosity and were hence called, the people of the bench. (page xxx, introduction, the Speeches of Mohammed, by Lane-poole)

(2) He was, says an admiring follower: the handsomest and bravest, the bright faced and bravest, the bright faced and most generous of men.

(3) Asah us siyar. page 343.

Scanned with CamScanner

میں ایشور کی بھگتی (خدا کی عبادت) کا حکم ہے اور قرآن کی تعلیم کے سبب مسلمان دن میں پانچ مرتبہ پابندی سے نماز پڑھتے ہیں جبکہ طبقہ برہمن میں شاذ و نادر لوگ تری کال سندھیا (تین وقتوں کی دعا) کرنے والے ملیں گے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ کلکی اور حضرت محمد ﷺ کی بابت ایک سی باتیں ہیں۔ اب ضمیمہ کے طور پر ویدوں اور قرآن کی بنیادی تعلیمات کی مطابقت پر غور و فکر پیش کریں گے۔

ویدوں اور قرآن کی تعلیمات

اللہ

(1) قرآن پاک میں مرقوم ہے: ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ہمیشہ زندہ خود قائم، قائم رکھنے والا ہے۔ اس پر نہ اونگھ غالب آتی ہے نہ نیند، اسی کا ہے جو کچھ آسمان میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، وہ کون ہے جو اس کے پاس سوائے اس کی اجازت کے سفارش کرے، وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور اس کے علم سے کسی چیز پر احاطہ نہیں کر سکتے سوائے اس کے جو وہ چاہے، اس کا علم آسمانوں اور زمین پر حاوی ہے اور ان دونوں کی حفاظت اس پر بوجھ نہیں اور بہت بلند عظمت والا ہے۔'' (سورۂ بقرہ:255/2)

اپنشدوں میں آیا ہے: ''ایکم برہم دوتیم ناستی نہنا ناستی کنچن۔'' یعنی وہ ایشور (خدا) ایک ہے، اس کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے۔ یہاں تو اس کے سوا کچھ ہے ہی نہیں یعنی دنیا کی ہستی جب تک خدا کی قدرت سنبھال رہی ہے، تب تک ہی ہے، اگر اللہ کو منظور نہ ہو تو دنیا کا وجود ہی نہ رہے گا۔

(2) جس کو کوئی بھی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا لیکن جو آنکھ سے اپنے امور کو دیکھتا ہے تو اسی کو برہم جان۔ (۱)

قرآن میں ارشاد ہے: **لاتدرکه الابصار وهو یدرک الابصار.** (الانعام 103/6)

''کوئی آنکھ اس کو دیکھ نہیں سکتی اور وہ آنکھوں کو دیکھتا ہے۔''

(3) قرآن میں ارشاد ہے کہ: **اهدنا الصراط المستقیم.** (الفاتحہ:5/1)

''تو ہم کو سیدھے راستے پر چلا۔''

رگ وید میں بھی کہا گیا ہے: ''اے پرکاشک پرمیشور ہمیں سندر (اچھے) راستے پر لے چلو۔'' (۲)

---

(۱) پچھکشو شانہ پشیتی تین چکشوتی پشیتی تدایو برہم توم ودھی نیدم یدموپاستے۔ (کنوپنشید شام ویتلو کا براہمن کھنڈ امنتر نمبر 6)

(۲) اگنے یاسو پتھارائے۔ رگ وید نمبر 1-189-1 یا نمبر 43-7-36-3، نمبر 40-16 طے بم نمبر 14-1-1-3,1 واطے بر 3-2-208، طے آ نمبر 8-8-1 اشت بر نمبر 1-3-8-14۔

Scanned with CamScanner

(4) قل هو الله احد، الله الصمد، لم يلد ولم يولد، ولم يكن له كفوا احد. (الاخلاص: 4-1/112)

''کہہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، (سب اسی کی پناہ میں ہیں) نہ اس کا کوئی بیٹا ہے اونہ وہ کسی کا بیٹا ہے اور اس کا کوئی ہمسر نہیں۔''

پرمیشور (خدا) ایک ہے۔ تمام حیوانات پر محیط، تمام افعال کا مالک، سب سے اعلیٰ، ہر چیز پر گواہ، ہر بات کا جاننے والا ہے، وہ صفات سے منزہ ہے۔

(5) اللہ حق ہے۔ (سورۂ الحج:62/22)

ویدانت میں کہا گیا ہے: ''ستیم برہم'' یعنی ''برہم (رحمٰن) حق'' ہے۔

(6) فاينما تولوا فثم وجه الله. (البقرہ:115/2)

''جدھر تم منہ کرو گے ادھر ہی اللہ کا منہ ہے۔''

گیتا میں بھی کہا گیا ہے: ''وشنوتم مکھم'' یعنی اس کے منہ سب طرف ہیں۔

(7) ویدوں، گیتا اور سمرتیوں میں ایک خدا کی عبادت کرنے کا حکم ہے اور اپنی کی ہوئی برائیوں کی معافی کے لیے بھی اس خدا سے دعا کرنے کا حکم ہے۔

قرآن میں بھی فرمایا ہے کہ

قل انما انا بشر مثلكم يوحى الى انما الهكم اله واحد فاستقيموا اليه واستغفروه.

(حم السجدۃ:6/41)

''کہو میں تو صرف تمہاری طرح ایک انسان ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، سو تم سیدھے اس کی طرف منہ کرو اور اسی سے استغفار بھی مانگو۔''

(8) ویدوں میں رب العالمین کے کلام (ایشوروانی) پر ایمان نہ رکھنا اور اس کے احکام کا نہ ماننا، ''ناستکتا'' کہلاتا ہے۔ ناستکتا کے معنی انکار کرنا ہیں۔

قرآن میں بھی کافر، لفظ انہی معنوں میں مستعمل ہے۔ کفر کے معنی انکار کرنا یا بھلا دینا کے ہیں۔ اللہ کو یا پیغمبروں کو نہ ماننے والوں کا قول ہے: ''جو تمہیں دے کر بھیجا گیا ہے (جو تم کہتے ہو) ہم اس کے انکار کرنے والے ہیں (یعنی کافر ہیں)

(9) مسلمان کے معنی ہیں اللہ کا فرمانبردار، مفہوم یہ ہے کہ اللہ پر، اللہ کے کلام پر اور نبیوں پر جو ایمان لایا وہ

Scanned with CamScanner

مسلمان ہے۔ بالکل اس کے معنی کے مماثل سنسکرت ادب میں آستک لفظ کے معنی ہوتے ہیں۔ آستک کے معنی ایشور (خدا)، ایشوروانی (کلام خدا) اور سچے لوگوں پر ایمان رکھنے والے ہوتے ہیں۔ سنسکرت ادب میں رشیوں کے کلام کو ''آگم پرمان'' یعنی منقولی شہادت مانا گیا ہے۔ اسی طرح اسلامی ادب میں پیغمبروں کا کلام منقولی شہادت مانا گیا ہے۔ کافر کی ضد مسلمان ہے اور ناستک کی ضد آستک ہے۔ کوئی مسلمان کافر سے بات نہیں کرنا چاہے گا اور نہ آستک، ناستک سے بات کرے گا۔ بھارت میں 75 فیصد آستک اور 25 فیصد ناستک ہیں۔ تعلیم یافتہ طبقے میں ناستکوں کی کثیر تعداد پائی جاتی ہے۔

(10) باقی رہا لفظ ''ہندو'' یہ لفظ بالکل نیا ہے۔ قدیم بھارتیہ مذہب کو آریہ دھرم کہا جاتا تھا یا سناتن [1] دھرم کہا جاتا تھا۔ سناتن کے معنی قدیم کے ہیں۔ فارسی اور ایرانی یا یونانی میں ویدک سنسکرت کا ''س، ھ'' سے بدل کر لفظ ''ھند'' بنا دیا گیا اور استھان کو ''استان'' کر دیا گیا۔ اس طرح ''ہندوستان'' اور یہاں کے باشندوں کو ہندو کہنے لگے۔ انہی لوگوں کی قربت سے سنسکرت ادب سے ناواقف بھی ہندو اور ہندوستان تلفظ کرنے لگے۔ پھر مسلمانوں کے دورِ حکومت میں بھی بھارت کو ہندوستان اور بھارتیوں کو ہندو کہا جانے لگا۔ بعد میں انگریزوں کے دورِ حکومت میں لفظ ہند میں اپنی زبان کی خصوصیت کے سبب HIND کے H کو حذف کر کے IND اور پھر اس میں ظرف مکان ''آئی اے (IA)'' لگا کر ''انڈیا (INDIA)'' لفظ بنایا۔ لہٰذا انڈیا کے باشندے انڈین کہے جانے لگے چنانچہ بھارتیہ، ہندو اور انڈین، ان الفاظ کے ایک ہی معنی ہیں۔ بھارت، ہندوستان یا انڈیا کا باشندہ، اگر کوئی بھارت، ہندوستان اور انڈیا کو ہم معنی نہ جانے تو اس کی یہ کوتاہ علمی ہے۔ بھارت کے باشندوں میں عیسائی، مسلمان، دراوڑ، کولی، بھیل، پارسی اور سنتھالی وغیرہ سبھی ہندو، ہندی، انڈین یا ہندوستانی یا بھارتی ہیں۔ یہ علم لسانیات سے ثابت ہے۔ ہندو دھرم، انڈین دھرم، سناتن دھرم یا آریہ دھرم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ فرق صرف زبان کا ہے۔

نہ صرف میں بلکہ تمام تعلیم یافتہ طبقے غیر جانب دار ہو کر تمام قوموں کے اتحاد کی غرض سے اس تحقیقی کتاب کو مقبول کر کے مستقبل میں ملک و قوم کی زندگی ضرور امن پسند بنائیں گے۔ بھارتیہ (اہل ہنود) جس کلکی کو اوتار مانتے ہیں، مسلمان اسی کلکی کے پیروکار ہیں۔ کلکی کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ بھارتیوں کے ساتھ بڑی بھلائی کریں گے یعنی نجات دلائیں گے۔ اس جذبہ کے تحت سب بھارتی کلکی پر ایمان لائیں! کیونکہ وہی آخری اوتار ہیں جو شہسوار اور

(1) آریہ دھرموں ہتے راجن سرو دھرموتما سمرتما۔ ایشا گینہ گرشیامی پیشاچم دھرم دارنم۔ (بھوشیہ پران 24-3-3)

Scanned with CamScanner

شمشیر بردار ہیں۔اب آگے جو زمانہ آ رہا ہے وہ گھوڑوں اور شمشیروں کے دور سے کافی دور ہوتا جا رہا ہے۔ بھارتیہ (اہل ہنود) مسلمانوں کو غیر نہ سمجھیں کیونکہ وہ بھارتیوں کے ساتھ سب سے بڑی بھلائی کرنے والے ثابت ہوں گے۔اسلام اور مسلمان عربی زبان کے لفظ ہیں۔

اسلام کے معنی ہیں سلامتی اور مسلمان کے معنی آستک ہوتے ہیں۔

جو لوگ مذہب کے اندھے پیروکار ہو کر اپنے سناتن دھرم (قدیم مذہب) کو محدود بنا لیتے ہیں اور دوسرے مذاہب کو نہ سمجھتے ہوئے باہم فساد کرتے ہیں وہ خدائی حکومت میں آگ سے تپائے جاتے ہیں۔میں نے اپنے اس تحقیق نامہ کسی جانب داری سے نہیں لکھا ہے بلکہ قلوب کا حال جاننے والے (اللہ) کا مجھے حکم ملا ہے۔ ہندو مسلم اتحاد کے مانع فسادات جو کبھی کبھی کھڑے ہو جاتے ہیں اور خدا کی دہائی دے کر ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں، یہ اللہ کو ناپسند ہے۔نصیحت کرنا واعظ کا کام ہے۔عمل کروانا، واعظ کے ذمے نہیں ہے بلکہ اللہ کے ذمے ہے۔ایک انسان کیا کسی سے کچھ کرائے گا؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جن ''احمد'' ﷺ (اللہ کی حمد کرنے والا) کی بابت پیش گوئی کی ہے ورویدویاس رشی نے مستقبل کی روداد کی صورت میں جن کلکی کا ذکر کیا ہے ان کی گواہی دینا میرا فرض عین ہے۔عیسائی کلکی کو مانیں یا نہ مانیں مگر اہل ہنود (بھارتیہ) تو انہیں ضرور مانیں گے۔

کلکی اور حضرت محمد ﷺ کے مضمون میں جو جدید مطابقت فراہم ہوئی اس سے میں متعجب ہوں اور اس بات پر کہ جن کلکی کے انتظار میں بھارتیہ (اہل ہنود) بیٹھے ہیں، وہ آ چکے ہیں، وہ ہستی حضرت محمد ﷺ کی ہے۔دونوں کی مطابقت میں اگر کہیں کوئی مسئلہ مانع آ جائے تو اسے درمیان سے ہٹا کر دور کرنے والی چیز سمجھ لینا چاہیے یا ہری انت، ہر کتھا انت کے قول سے مرور زمانہ کا تخلیق شدہ فرق۔مذہب کے بنیادی اصول تقریباً ایک ہی ہیں لیکن کوتاہ فہم لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔

کچھ زمانہ پہلے ویدک مذہب میں آمیزش شدہ برائیوں کے اخراج کرنے والے گوتم بدھ جی کے ہدایت کردہ بدھ مذہب اور اس کے پیروؤں کو نفرت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا اور لوگ یہ سمجھتے تھے کہ یہ نیا اور ویدک مذہب سے الگ مذہب ہے لیکن پرانوں کے چوبیس اوتاروں کے بیان میں جب یہ پڑھا گیا تو بدھ جی تیئسواں اوتار ہے تب لوگوں کی سمجھ میں آیا کہ یہ مذہب بھی اپنا ہی ہے اور بدھ جی بھی اوتار ہی ہیں۔تب ویدکوں اور بدھوں کا اختلاف ختم ہوا اور اب یہ بدھی بھی ویدک مذہب کے پیروکار سمجھے جانے لگے۔اسی طرح حضرت محمد ﷺ کے وسیلے سے ہدایت کردہ سناتن دھرم یعنی قدیم مذہب (اسلام) اور ان کے متبعین کو دیکھنے پر یہ نظر آتا ہے کہ یہ تو ویدک مذہب کے

Scanned with CamScanner

خلاف مذہب ہے مگر بھاگوت پران میں چوبیس اوتاروں کے بیان میں جب میں نے کلکی کو دیکھا اور بارہویں سکند میں ان سے ہونے والے واقعات کی روداد کو پڑھا تو حضرت محمد ﷺ کے حالات میں مکمل یکسانیت پائی اور مجھے یقین ہوگیا کہ آپ ﷺ ہی کلکی ہیں اور آپ ﷺ کے مذہب کا بڑھنا اور آپ ﷺ کے پیروؤں کے عروج سے تو اپنا ویدک مذہب ہی قوی ہوتا ہے۔ اب نہ سہی مگر جب اس بات کا علم سب کو ہو جائے گا تب مسلمانوں کا دین اسلام یا آستکوں کا خدا کی فرمانبرداری کا مذہب بھارت میں جاری شدہ وشنو شاکت، جین اور بدھ مذہب کی مانند سبھی لوگوں میں مقبول شدہ ہوگا اور اہل ہنود اور مسلمانوں کے طبقے مل کر ایک بہت بڑا معاشرہ بنے گا۔ لاٹھیوں کی ضربوں سے مذہب نہیں پھیلتا بلکہ جب اللہ کے فضل سے لوگوں کو دین حق کا علم ہو جاتا ہے تو خود ہی اس پر عمل کرنے لگتے ہیں۔ علمائے دین کا فرض ہے کہ وہ دین کے اصولوں سے لوگوں کو واقف کرائیں۔ عقیدت پیدا ہونے پر عمل کریں گے۔ فساد کرنے سے کوئی کیوں مانے گا۔ اللہ کے دین کے مبلغین کو امن واطمینان کے ساتھ دین کی تبلیغ کرنی چاہیے۔ دین کا تعلق وضع قطع سے نہیں ہے اور نہ داڑھی یا چوٹی کے رکھنے سے ہے۔ یہ تو جسم کی مصنوعی نمائش ہے۔ دین کا تعلق قلب کے تفکرات سے ہے جس سے سفر حیات بہترین انداز سے کامیاب ہو۔

ہر ایک ہندو، بھارتیہ یا انڈین کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہی لوگ ہندو نہیں ہیں بلکہ یہاں کے باشندگان مسلمان اور عیسائی بھی ہیں کیونکہ لفظ ہندو کے معنیٰ ''ہندوستان میں رہنے والا کے ہوتے ہیں۔''

مسلمانوں سے بھی میری یہ استدعا ہے کہ ''ہندو اور ہندوستان'' یہ الفاظ انھی کی دین ہیں جن کا تذکرہ ہم پیشتر کر چکے ہیں لہٰذا آپ لوگ اپنے آپ کو ہندو کہنے میں جھجک محسوس نہ کریں۔ بھارت میں طبقاتی انتظام تھا جو اعمال کی بنیاد پر تھا نہ کہ ذات کی تقسیم پر۔ اللہ کی عبادت کرنے والے اور پرہیزگار مسلمان بھی برہمن ہیں اور اللہ پر ایمان رکھنے والے بھی مسلمان یعنی آستک ہیں۔ صرف ختنہ کرا لینے والا مسلمان نہیں ہوتا، اسی طرح سر میں چوٹی رکھانے والا آستک یعنی برہمن، چھتری، ویش یا شودر نہیں ہوتا۔ داڑھی تو قدیم زمانے میں منی لوگ بھی رکھتے تھے۔ بھارت میں اونچ نیچ کا فرق اور تعصب اس وقت تک دور نہ ہوگا جب تک کہ یکسانیت کا سلوک اور برتاؤ نہ ہو اور تب تک امن وراحت وآرام کا قیام ممکن نہیں۔ اس موضوع پر میں الگ سے ایک دوسری کتاب لکھوں گا۔ اس تحقیقی کتاب میں اس موضوع کی گنجائش نہیں ہے۔

Scanned with CamScanner

براق

براق ایک نورانی سواری ہے جو نفس امارہ کی مغلوبیت کا نقشہ ہے۔ وہ ہندوستان کے کل اوتار اور رشی مینوں کی سواریوں کا مجموعہ ہے جیسے بھگوان کی سواری عورت اور شکتی ہے وہ اس طرح کہ آدمی شکتی کا چہرہ ہے۔ کرشن جی کی سواری ''گرڈ'' براق کے پر میں ہے۔ نارسنہواں اوتار کی سواری شیر ببر براق کی چھاتی میں ہے۔ کبیر کی سوری گھوڑا براق کے پاؤں میں ہے۔ اگنی کی سواری بکرا براق کے پیٹ میں ہے۔ شِو کی سواری بیل براق کے دھڑ میں ہے۔ سرسوتی کی سواری مور براق کی دُم میں ہے۔ دایو یہ کی بارہ سنگھا براق کے پٹھے میں ہے۔ اِندر کی سواری ہاتھی براق کی پیٹھ میں ہے۔ یما کی سواری بھینسا براق کی رانوں میں ہے۔ ورن کی سواری مگر مچھ براق کے ایال میں ہے۔ پارسناتھ کی سواری اونٹ براق کی گردن میں ہے۔ کسی نبی یا اوتار یا رشی منی کی کوئی سواری ایسی نہیں ہے جو حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی سواری میں نہیں ہے۔ سوار سواروں کا جامع اور سواری سواریوں کی جامع ہے۔ (۱)

اس تحقیقی کتاب پر مختلف علماء کی گراں قدر آراء

(1) صدر کل ہند مجلس تعمیر ملت عالی جناب سید خلیل اللہ حسینی صاحب کا تبصرہ (مدینہ مینشن نارائن گوڑا، حیدرآباد500029اے پی)

جناب وید پرکاش اُپادھیائے صاحب کی تحقیق قابل قدر ہے۔ ضرورت ہے کہ اہل ملک بڑی تعداد میں اس کتاب کو پڑھیں اور خود مسلمانوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ دنیا کو بتائیں کہ کلکی اوتار کون ہے؟

جو لوگ اس مقالہ کو غیر مسلموں تک پہنچانے کے لیے شائع کریں وہ آخر میں اس کا اجر پائیں گے۔ خود ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے صاحب قابل مبارکباد ہیں کہ انہوں نے تحقیق کا حق ادا کیا۔

(2) عالی جناب رحیم قریشی صاحب معتمد عمومی کل ہند مجلس تعمیر ملت وسیکرٹری آل انڈیا مسلم پرسنل بورڈ کا تبصرہ۔

کتاب بہت اچھی ہے۔ اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ غیر مسلموں کے ہاتھوں میں پہنچنا چاہیے۔ مصنف سے اجازت لے کر تلنگی اور ہندی میں کثیر تعداد میں شائع کر کے تقسیم کی جائے اور اللہ سے دعا کی جائے کہ وہ مصنف کو ایمان کی دولت سے سرفراز فرمائے۔

---

(۱) (ماخوذ از کتاب سورہ کہف کی علمی تفسیر مصنف تقدس مآب حضرت مولانا صدیق دیندار چن بسور یشور صاحب قبلہ)

Scanned with CamScanner

سنسکرت کے عظیم علماء کے تبصرے

(1) ڈاکٹر گوندکوی راج (ایم۔اے،ایم۔ایس۔ایچ۔ڈی۔پی ایچ ڈی)

''سرودرشن آچاریہ، ویاکرن آچاریہ، ساہتیہ آچاریہ، آیورویدوگنان آچایہ، بھیشگ آچاریہ ویدئے رتن، ہندی ساہتیہ رتن، ویدانت شاستری (مع انگلش) پروفیسر ورانئے سنسکرت یونیورسٹی، پرنسپل نیپالی سنسکرت کالج ورانسی۔''

''کلکی اوتاراور (حضرت) محمد ﷺ'' کتاب میں نے پڑھی۔تمام دنیامیں پھیلے ہوئے اصولیاتی باہمی تعصب کومٹا کر بنی نوع انسان کوایک اصول کا پابند کرنے کے لیے آپ نے جو بے تکان کوشش کی ہے وہ انتہائی قابل تحسین ہے۔

(2) پروفیسر ڈاکٹر شری گوپال چندمشرا

ایم۔اے، پی ایچ ڈی، دھرم شاستر آچاریہ، صدر صیغہ وید، سنسکرت یونیورسٹی ورانسی۔2 خدائی تخلیق میں انسانیت کا مقام یکساں ہے اوراس کی ترقی وتنزیل کے اصول بھی یکساں ہیں۔تمام ممالک میں بزرگ وعظیم انسانوں کی ضرورت بھی وقتاً فوقتاً پڑی رہتی ہے۔کوئی شخص بغیر اللہ کے نور کے نبی یارسول یابزرگ انسان بنے، یہ ناممکن۔

حضرت محمد ﷺ ملک عرب میں بہ تقاضۂ زمان ومکاں، اللہ کے نور سے عظیم نبی ہوئے۔اس حق وصداقت کے اقبال کرنے میں کسی کوتامل نہیں ہوسکتا۔کسی خطہ ارض پرزمان ومکان کے مطابق کوئی بزرگ انسان معزز یا پیغمبر ہوتواس کی عظمت کا ذکر دیگرممالک کے لوگ اپنی تہذیب اورزبان کے مطابق الفاظ میں کرتے ہیں۔اس حقیقت کا تیقن ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے کی کتاب ''کلکی اوتاراور حضرت محمد ﷺ'' سے ملتا ہے۔

(3) جھوپاشری جے کشورشرما

''ویاکرن آچاریہ، پرکان آچاریہ، سودامنی سنسکرت یونیورسٹی، الہ آباد۔''

پیش نظرکتاب کلکی اوتاراور حضرت محمد ﷺ کا تطبیقی مطالعہ پیش کرتی ہے جونئے اسلوب اورخاص انداز میں ہے جسے پڑھتے ہوئے اطمینان ہوتا ہے اورمصنف کے خصوصی کمال کا اظہار یعنی یہ کہ دور جدید کے عوام کواتحاد کا تحفہ پیش کرتے ہیں۔اس سبب سے میرا قلب انتہائی مسرت سے لبریز ہورہا ہے۔عالی جناب مصنف پرخدائے پاک (ایشور) اپنی نظرالتفات کی نوازش فرمائے اورفلاح یاب کرے۔

Scanned with CamScanner

اس حسین تصنیف کو دیکھنے کے بعد کوئی دوسری قسم کی تصنیف دیدہ زیب نظر نہیں آتی۔

(4) ''کلکی اوتار اور حضرت محمد ﷺ'' کا تطبیقی مطالعہ کے عنوان پر تحقیقی کتاب پڑھ کر تمام مذاہب کی یکسانیت کے قدیم احترام کے خیال کو مزید تقویت ملی۔

اس رسول (کلکی) کی دینی فتح کے اسباب میں گھوڑوں اور شمشیروں کے استعمال کا اشارہ ہر ذی فہم انسان کو یہ سوچنے پر مجبور کر سکتا ہے کہ موجودہ دور میں اس پیش گوئی کے عمل میں آنے کا امکان نہیں ہے بلکہ یہ دورِ ماضی میں عمل پیرا ہو چکی ہے۔ بالاختتام کتاب کا مفہوم یہی ہے کہ بھاگوت کے کلکی ہمارے محمد ﷺ ہی ہیں۔ فی الحقیقت اس مقتدر اعلیٰ ہستی کی ہمہ گیری کے لیے ان معیارات کی کوئی ضرورت تو نہیں ہے لیکن میں اپنی نیک خواہشات میں یہی کہوں گا کہ اُپادھیائے جی کو یہ کوشش ہندوؤں اور مسلمانوں کے متعصب خیالات کو پاک کرنے میں کامیاب ہو۔

(5) شری رام بھون مصر (بھوج کولھوا چلہ۔ مرزا پور۔ یوپی)

''کلکی اور حضرت محمد ﷺ'' کتاب کا تقابلی مطالعہ کے عنوان پر تحقیقی کتاب بلاشبہ ایک نئی تحقیق ہے جس میں مدلل حقائق کے ساتھ ہندوؤں اور مسلمانوں کے اختلافی نظریات ایک لڑی میں پروئے ہوئے ہیں۔ یہ ایک ایسی دنیا کا قیام کرے گی جو نجات دہندہ اور پر اطمینان اور دکھ سے عاری ہوگی۔

(6) شری اندر جیت شکلا (وردوان)

کتاب ''کلکی اوتار اور حضرت محمد ﷺ کا تقابلی مطالعہ'' کرنے سے مجھے اس بات کا یقین ہو چکا ہے کہ کلکی اوتار اور محمد ﷺ ایک ہی وجود ہیں۔

(7) ڈاکٹر رام سہائے مصر اشاستری (بہادر گنج۔ الہ آباد)

پنڈت وید پرکاش اُپادھیائے کی تصنیف ''کلکی اوتار اور حضرت محمد ﷺ کا تقابلی مطالعہ'' کے موضوع کا تحقیقی کارنامہ میں نے اچھی طرح دیکھا ہے۔

فاضل محقق نے اس مختصر کتاب میں ہندستانی پرانوں کے ادب اور اسلامی ادب کا تطبیقی مطالعہ کر کے کلکی اوتار کے متعلق جو اہم ترین تحقیقی خدمت انجام دی ہے وہ دورِ حاضر کے مذہبی ٹکراؤ کی بیخ کنی کے لیے بہترین ثابت ہو گی۔ اس طرح سارے عالم میں توحید کی تبلیغ ہوگی اور بنی نوع انسان میں اخوت اور محبت پیدا ہوگی۔ ہم پر امید ہیں کہ یہ مختصر کتاب تمام فرقوں میں پسندیدہ ہوگی اور محدود کور بینا لوگ اپنے تنگ عقائد سے دور ہو کر عالمی اخوت کی روشنی میں آجائیں گے اور یہ سعی ایک عظیم اشتراک کا پیغام دے گی۔ ہم نیک تمناؤں کے ساتھ دعا گو ہیں کہ مصنف کی سعی قوم کے لیے مبارک ہو۔

Scanned with CamScanner

اِس تحقیقی کتاب لکھنے میں معاون کتابوں کی فہرست

سنسکرت کتب

(1) رگ وید سنہتا

(2) یجر وید سنہتا

(3) سام وید سنہتا

(4) اتھر وید سنہتا

(5) شویتا شوراوپنیشد

(6) کنواپنیشد

(7) مہابھارتم۔تصنیف مہرشی ویدویاس، گیتا پریس گورکھپور 1921ء

(8) شری مد بھاگوتم۔تصنیف مہرشید

(9) بھوشیہ پران۔تصنیف مہرشی ویدویاس، گیتا پریس گورکھ پور

(10) کلکی پرانم۔تصنیف مہرشی ویدویاس، 1963ء سری وینکٹیشور پریس بمبئی

(11) شریمد بھاگوت گیتا۔ہندی

(12) ہندو مسلم ایکتا، پنڈت سندر لال جی، ہندوستانی کلچر سوسائٹی، 145 مٹھی گنج، الہ آباد

(13) قرآن کریم۔اردو اور انگریزی

(14) شمائل ترمذی، مولوی محمد زکریا صاحب

(15) سرور عالم، شائع کردہ محمد مسلم، جیاد پریس، ستمبر 1960ء، کشن گنج، دہلی

(16) سیرۃ النبی ﷺ، شبلی نعمانی و سید سلیمان ندوی، شائع کردہ مطبع معارف، اعظم گڑھ، چوتھا ایڈیشن 1958ء

(17) اصح السیر، حکیم ابوالبرکات عبدالرؤف، پبلشر نور محمد اصح المطابع، کراچی 1932ء

(18) جمع الفوائد، سلیمان پبلشر، عاشق الٰہی، خیریہ پریس میرٹھ

English Books

(19) "Muhammad & Muhammadisn" by Rev.B.Smith.

(20) "Decline and Fall of Roman Empire" by Edward Gibbon,

Scanned with CamScanner

Publisher by E.P. Dutton & Co. Newyouk, 1910
(21) "The Speeched of Muhammad" by Lan-Poole, Published by Mcmillan & Co. Lndon 1882.
(22) "Encyclopedia of World History" by W.L. Langer.
(23) "History of Civilisation in Ancient India" by R.c. Dutt. Edition 1893.
(24) "Apology of Muhammad" by godfery Higginis.
(25) "Life of Mohamet" by Sir William Muir, Published by Smith Elder & Co. London 1877.

ہمارے حضور ﷺ کی شان ایک ہنود کے حوالے سے ملاحظہ فرمائیں

دِلورام ایک ہندو شاعر تھا جس نے نبی کریم ﷺ کی محبت میں بے شمار اشعار کہے۔ ان کا قلمی نام کوثری تھا۔

ہندو پس منظر

آپ کی شاعری مسلمانوں اور ہندوؤں میں یکساں مقبول تھی۔ جب ان کے من میں عشق نبوی ﷺ کا دیپ پوری آپ وتاب سے چمکا تو انہوں نے محبوب کریم ﷺ کی محبت میں کثرت سے نعت کہنا شروع کر دی۔ ہندوؤں نے ان پر شدید اعتراض کیا اور کہا کہ ''تم ہندو ہو کر مسلمانوں کے نبی (ﷺ) کی تعریف میں اشعار کہتے ہو، تم کیسے ہندو ہو۔ ہندوؤں نے سختی سے کہا کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہے؟ تم نے ہندوؤں کا نام شرمندہ کیا ہے۔''

دِلورام کوثری نے جواب دیا ''مجھے میرے پیار سے دور نہ کرو!'' انہوں نے اپنی محبت کی وضاحت میں ایک خوبصورت شعر لکھا:

کچھ عشق محمد میں نہیں شرطِ مسلماں
ہے کوثری ہندو بھی طلب گار محمدؐ

یعنی مسلمان ہونے کی وجہ سے حضرت محمد (ﷺ) سے محبت کرنے کی کوئی شرط نہیں ہے! کوثری ہندو ہو کر بھی حضرت محمد ﷺ کی محبت کا طلب گار ہے۔

بستر مرگ پر معجزہ

دِلورام بہت بیمار ہو کر بستر مرگ پر پہنچ گئے۔ اخبارات اور رسائل کے ذریعہ بھارت بھر میں ان کی خراب صحت کی خبر پھیل گئی۔ 28 دسمبر 1931ء کی وہ سرد صبح بھی آن پہنچی جب یہ دیوانہ عاشق رسول شدید تکلیف و بیماری کی حالت میں تھا۔ نزع کے وقت ان سے محبت وعقیدت رکھنے والوں نے انہیں گھیرا ہوا تھا اور لوگوں کی کثیر تعداد

Scanned with CamScanner

ان کے گرد جمع تھی لیکن وہ مسلسل دروازے کی طرف دیکھے جا رہے تھے جیسے کسی کا انتظار کر رہے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنے ہاتھوں پر وزن ڈال کر اٹھنے کی کوشش کرنے لگے اور اپنے پاس موجود افراد سے کہا کہ انہیں اٹھایا جائے۔ لوگوں نے انہیں سہارا دیا تو وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ لوگ حیرت و پریشانی سے یہ سب ماجرا دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے دِلورام سے پوچھا ''کیا معاملہ ہے؟'' دِلورام آبدیدہ ہو گئے اور روتے ہوئے کہنے لگے ''میں نے ساری عمر جس کی تعریف کی ہے وہ آ گئے ہیں۔''

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مبارک والد یہاں ہیں حالانکہ میں نے ان کے مذہب کو کبھی قبول نہیں کیا۔ یہ میرے محبوب کے کیسے کمال ہیں جو میری تکلیف میں پہنچ گئے ہیں۔

دِلورام نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ روتے ہوئے گفتگو شروع کر دی اور ساری دنیا سے بے نیاز ہو گئے۔ محبوبِ کریم ﷺ نے فرمایا ''دِلورام! تمہارا وقت تقریباً آن پہنچا ہے۔ عزرائیل یہاں موجود ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ جو شخص مجھے پسند کرتا ہے وہ جہنم میں جائے۔ میں اسے اپنے ساتھ جنت میں لے کے جانا چاہتا ہوں۔''

دِلورام نے حضور اکرم ﷺ کے ان الفاظ کو دہرایا اور بآوازِ بلند کلمہ شہادت کی تلاوت کی۔ پھر کہنے لگے ''اے میرے آقا ﷺ! آپ نے مجھے کلمہ سکھایا ہے، اب آپ ہی مجھے اپنی پسند کا ایک مسلم نام بھی عطا فرما دیں۔ میں محسوس کر سکتا ہوں کہ موت کا فرشتہ تقریباً مجھ پر حاوی ہو رہا ہے۔''

دِلورام نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں کوثر علی کوثری کا نام عنایت فرمایا ہے۔

بس یہ کہنا تھا تو جو چند لمحے پہلے دِلورام تھا کوثر علی کوثری بن گیا اور ان کی روح پرواز کر گئی۔ انہیں لاہور میں سپردِ خاک کر دیا گی۔

بے شک عشقِ مصطفیٰ ﷺ انسان کو ڈوبنے نہیں دیتا۔

ذیل میں آپ کے چند اشعار درج ہیں اس دعا کے ساتھ کہ رب العالمین عاشقِ رسول (ﷺ) کوثر علی کوثری (المعروف چوہدری دِلورام کوثری) کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔ ان کے اشعار ان کے لیے صدقہ جاریہ بنیں اور اس میں سے ہمیں بھی کچھ حصہ عطا ہو۔ آمین یارب العالمین

کچھ عشقِ محمدؐ میں نہیں شرطِ مسلماں
ہے کوثری ہندو بھی طلب گارِ محمدؐ
اللہ رے، کیا رونق بازارِ محمدؐ
کہ معبودِ جہاں بھی ہے خریدار محمدؐ

Scanned with CamScanner

رحمت العالمین ﷺ کے حشر میں معانی کھلے
خلق ساری شافع روزِ جزا کے ساتھ ہے
لے کے دِلورام کو جنت میں جب حضرت گئے
معلوم ہوا کہ ہندو بھی محبوبِ خدا کے ساتھ ہے
ہندو سمجھ کے مجھ کو جہنم نے دی صدا
جب پاس میں گیا تو نہ مجھ کو جلا سکا
بولا کہ تجھ پہ کیوں میری آتش ہوئی حرام
کیا وجہ تجھ پہ شعلہ جو قابو نہ پا سکا
کیا نام ہے تو کون ہے مذہب تیرا ہے کیا
حیران ہوں میں عذاب جو تجھ تک نہ جا سکا
میں نے کہا کہ جائے تعجب ذرا نہیں
واقف نہیں تو میرے دِل حق شناس کا
ہندو سہی مگر ہوں ثنا خوان مصطفیٰ
اس واسطے نہ شعلہ تیرا مجھ تک آ سکا
ہے نام دلو رام تخلص ہے کوثری
اب کیا کہوں بتا دیا جو کچھ بتا سکا

بصد شکریہ: حضرت سید فرید ادریس مہاراج (دامت برکاتہم العالیہ) گدی نشین اجمیر شریف)

دعاؤں کا طالب

جاوید سعید

نڈر تھا، پکڑ کر لایا گیا تھا، مسجد نبوی ﷺ میں ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا، رسول پاک ﷺ تشریف لے گئے، دیکھا، خوبصورت چہرہ، لمبا قد، توانا جسم، بھرا ہوا سینہ، اکڑی ہوئی گردن، اٹھی ہوئی نگاہیں، ایک حسین جوان ہے..... حکمرانی کے جتنے عیب ہیں سارے پائے جاتے ہیں۔

سرکارِ دو عالم ﷺ آگے بڑھے، فرمایا: ثمامہ کیسے ہو؟

ثمامہ بولا: گرفتار کر کے پوچھتے ہو کیسا ہوں؟

Scanned with CamScanner

رسول پاک ﷺ نے فرمایا:

کوئی تکلیف پہنچی ہو؟

کہتا ہے: نہ تمہاری تکلیف کی کوئی پرواہ، نہ تمہاری راحت کا کوئی خدشہ، جو جی چاہے کرلو۔

رسول پاک ﷺ نے فرمایا:

بڑا تیز مزاج آدمی ہے، اپنے صحابہ کو دیکھا، پوچھا، اس کو دکھ تو نہیں پہنچا؟

عرض کرتے ہیں یارسول اللہ ﷺ گرفتار ہی کیا ہے دکھ کوئی نہیں پہنچایا!

آپ ﷺ نے فرمایا: ثمامہ ذرا میری طرف آنکھ اٹھا کر دیکھو تو صحیح۔

ثمامہ کہتا ہے: کیا نظر اٹھا کر دیکھنے کی بات کرتے ہو، جانہیں دیکھتا، مجھ کو مارا جائے گا تو میرے خون کا بدلہ لیا جائے گا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پیشانی سلوٹوں سے بھر گئی، تلوار کے میان پر ہاتھ تڑپنے لگا، اشارہ ابرو ہو اس کی گردن ہو، حضرت محمد ﷺ کے قدم ہوں، یہ کیا سمجھتا ہے؟ لیکن رحمۃ اللعالمین ﷺ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ہے۔

فرمایا: جتنا غصہ ہے جی چاہے نکالو لیکن ہمارا چہرہ تو دیکھ لو.....

ثمامہ نے کیا جواب دیا:

اس نے مدینے والے کو دیکھا ہی نہیں تھا، اس نے کہا تمہارا چہرہ کیا دیکھوں؟ (نعوذ باللہ)

لوگو! یہ ہے وہ پیغمبر رحمۃ اللعالمین ﷺ جن کے نقش قدم پر ہم نے چلنا ہے۔ تب..... تھا، تب بھی گالیاں کھائیں، شکن نہیں ڈالی، آج تاجدار ہیں اپنے گھر میں گالی سنتے ہیں لیکن پیشانی پر شکن نہیں ڈالتے ہیں..... فرمایا:

کوئی بات نہیں، میری بستی کی طرف تو نگاہ ڈالو۔

اس نے کہا: میں نے روم و یونان، ایران و مصر کی بستیاں دیکھیں مگر تمہاری بستی کائنات کی سب سے بدصورت بستی ہے۔ (نعوذ باللہ) اس بستی کو کیا دیکھوں؟

رحمۃ اللعالمین ﷺ نے فرمایا: کوئی بات نہیں۔ دوسرے دن آئے پھر وہی جواب۔

تیسرے دن نبی پاک پیغمبر ﷺ آئے، فرمایا ہم تجھ سے کچھ نہیں مانگتے، ذرا دیکھ تو لو۔

کہتا ہے: نہیں دیکھتا، اب؟

ہمیشہ مسکرانے والے پاک پیغمبر ﷺ نے مسکرا کر فرمایا:

جاؤ! ہم نے اسے چھوڑ دیا ہے، چلے جاؤ، ہم نے اسے رہا کر دیا ہے، ہم تجھے کچھ نہیں کہتے، جاؤ..... اور اپنے

Scanned with CamScanner

صحابہ کرام کو جن کی تلواریں ثمامہ کی گردن کاٹنے کے لیے بے تاب تھیں، ان سے فرمایا:

بڑا آدمی ہے، عزت کے ساتھ لے جا کر اس کو مدینہ سے رخصت کر دو۔ انہوں نے چھوڑا۔ پلٹتے ہوئے اس کے دل میں خیال آیا بڑے بڑے حکمران بھی دیکھے، محکوم بھی دیکھے، جرنیل بھی دیکھے مگر اتنا حوصلے والا تو کبھی نہ دیکھا۔

اس کے چہرے کو دیکھوں ہے کیسا
بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

پھر دیکھتا ہے، دیکھ کر سرپٹ بھاگا، دوڑ لگا دی اور پھر ثمامہ کہتے ہیں کہ قدم آگے کی طرف بھاگ رہے تھے دل پیچھے کی طرف بھاگ رہا تھا۔ دو میل بھاگتا چلا گیا اور جتنی رفتار سے گیا تھا اس سے دگنی رفتار سے واپس پلٹ آیا۔ وہ ماہ تمام ﷺ ننگی زمین پر اپنے صحابہ کرام کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ صحن مسجد پر آیا، نبی کریم ﷺ نے نگاہ ڈالی سامنے ثمامہ کھڑا ہے۔ فرمایا ہم نے تو تجھے چھوڑ دیا تھا پھر آ گئے؟ کہا

مجھ کو اپنا بنا کر چھوڑ دیا
کیا اسیری ہے اور کیا رہائی ہے

چھوڑا تب تھا جب آپ ﷺ کا چہرہ نہیں دیکھا تھا، اب آپ ﷺ کا چہرہ دیکھ لیا، اب زندگی بھر کے لیے آپ کا غلام بن گیا ہوں۔ سبحان اللہ

تیری صورت تیری سیرت زمانے سے نرالی ہے
تیری ہر ہر ادا پیارے دلیل بے مثالی ہے

مزید یہ کہ انسان کی کہانی بہت طویل ہے مگر اسے چند جملوں میں بآسانی بیان کیا جا سکتا ہے۔

کائنات تقریباً 13.8 ارب سال قبل وجود میں آئی۔ نظامِ شمسی تقریباً ساڑھے چار ارب سال پہلے بنا۔ زمین پر زندگی تقریباً ساڑھے تین ارب سال پہلے وجود میں آئی۔ پھر نباتات اور حیوانات کی لاکھوں اقسام وجود میں آتی رہیں۔ ہر نوع میں کھرب ہا کھرب وجود پیدا ہو کر مرتے رہے۔ آخر میں انسان وجود میں آیا۔ یہ سائنس کے علم کا کمال ہے کہ آج ہم انسان کی یہ کہانی جانتے ہیں۔

یہ انسان صفحہ کائنات کا سب سے غیر معمولی نقش ہے۔ اس کی صلاحیت یہ ہے کہ یہ حقیر سا وجود لاکھوں انواع کے بعد وجود میں آیا لیکن پھر بھی زمین کا حکمران بن گیا مگر انسان کا المیہ یہ ہے کہ زندگی سے کہیں بڑھ کر فکر و تخیل، علم و شعور، ذوق و احساس، ذائقہ و لذت اور حیاتِ ابدی کا شعور رکھنے والا یہ انسان صرف ساٹھ ستر سال کی زندگی گزار کر مر جاتا ہے۔ خوش قسمتی سے دنیا میں قرآن نام کی ایک الہامی کتاب موجود ہے جو یہ بتاتی ہے کہ زمین کا یہ حکمران

Scanned with CamScanner

فانی نہیں بلکہ ابدی زندگی کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ یہ زندگی عنقریب شروع ہوگی۔ اس ابدی زندگی میں کامیاب وہ ہوگا جو اپنے رب کی بندگی اور اس کی مرضی پوری کرنے کو اپنی زندگی کا مقصد بنالے گا۔

13.8 ارب سال پر پھیلی اس داستان کا پہلا حصہ ختم۔ بہت جلد دوسرا حصہ شروع ہونے کو ہے جب اس عالم کی جگہ نئے زمین و آسمان وجود میں آجائیں گے۔ ہم سب کے پاس بس ایک اور صرف یہی موقع ہے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اگر ہم نے کامیابی حاصل کر لی تو ہم ختم نہ ہونے والی دنیا میں کائنات کے بادشاہ بنا دیئے جائیں گے۔ وگرنہ جہنم کا قید خانہ ہمارا ابدی انجام ہوگا۔

ہمارے پاس ایک ہی موقع ہے۔ یہ موقع نہ پہلے کبھی ملا ہے نہ آئندہ کبھی ملے گا۔ اسے استعمال کر لیجیے۔ قبل اس کے کہ یہ موقع ہمیشہ کے لیے چھن جائے۔

کہ یہ بھی ہے اک انسان

سلیمان الراجحی انتقال کر گئے۔ ان کا شمار دنیا کے 20 سخی، فیاض ترین افراد میں ہوتا ہے۔ سعودی عرب کے شہر ''القصیم'' میں واقع کھجوروں کے ایک باغ میں کم و بیش کھجور کے 2 لاکھ درخت ہیں اور یہ باغ راہِ اللہ میں وقف ہے..... اس باغ میں 45 قسم کی کھجوریں ہوتی ہیں۔ یہاں کی سالانہ پیداوار 10 ہزار ٹن کھجور ہے..... یہ باغ روئے زمین پر پایا جانے والا سب سے بڑا وقف ہے..... اس باغ کی آمدنی سے دنیا کے مختلف ممالک میں مساجد کی تعمیر، خیراتی کام اور حرمین شریفین میں افطاری کے دسترخوان لگائے جاتے ہیں۔ یہ باغ سعودی عرب کے امیر ترین شخص ''سلیمان الراجحی'' نے اللہ کی راہ میں وقف کیا ہے۔ سلیمان الراجحی نے غربت میں آنکھ کھولی۔ وہ سکول میں پڑھ رہے تھے کہ ایک دن سکول انتظامیہ نے تفریحی ٹور تشکیل دیا اور ہر طالب علم سے ایک ایک ریال جمع کروانے کو کہا۔ یہ گھر میں جاتے ہیں مگر والدین کے پاس ایک ریال تک نہیں ہوتا۔ یہ بہت روتے ہیں۔ ٹور کے لیے جانے کی تاریخ قریب آتی ہے۔ ادھر ان کے سہ ماہی امتحانات کا رزلٹ آتا ہے۔ یہ کلاس میں پوزیشن لیتے ہیں اور ایک فلسطینی استاد بطورِ انعام انہیں ایک ریال دیتا ہے۔ یہ دوڑتے ہوئے تفریحی پروگرام کے مسئول کے پاس جاتے ہیں اور ایک ریال جمع کراتے ہیں۔ وقت کو جیسے پر لگ جاتے ہیں۔ یہ اپنی تعلیم مکمل کر کے جدہ شہر میں ایک کمرے کو بینک کا نام دے کر کام شروع کرتے ہیں۔ مختصر عرصے میں الراجحی کے نام سے بینکوں کا ایک جال پورے سعودی عرب میں پھیل جاتا ہے۔

سلیمان الراجحی اپنے اس فلسطینی استاد کی تلاش میں نکلتے ہیں۔ استاد سے ملاقات ہوتی ہے۔ وہ ریٹائرڈ ہو چکے ہیں۔ معاشی حالات ایسے کہ گھر کا چولہا جلانا مشکل ہوا پڑا ہے۔ راجحی اپنے فلسطینی استاد کو گاڑی میں بٹھاتے

Scanned with CamScanner

ہیں اوران سے کہتے ہیں کہ میرے اوپر آپ کا قرض ہے۔ استاد آگے سے کہتا ہے کہ مجھ مسکین کا کس پر قرض ہوسکتا ہے۔ راجحی اپنے استاد کو یاد کراتے ہیں کہ سالوں پہلے آپ نے مجھے ایک ریال انعام دیا تھا۔ استاد مسکراتا ہے کہ آپ اب وہ ایک ریال مجھے واپس کرنا چاہتے ہیں؟

راجحی ایک بنگلے کے سامنے گاڑی کھڑی کرتا ہے جس کے سامنے ایک بیش قیمت گاڑی بھی کھڑی ہے۔ راجحی اپنے استاد سے کہتا ہے کہ یہ بنگلہ اور گاڑی اب سے آپ کے ہیں۔ مزید آپ کے تمام اخراجات ہمارے ذمہ ہوں گے۔ فلسطینی استاد کی آنکھوں میں آنسو آتے ہیں اور کہتا ہے کہ یہ عالی شان بنگلہ، یہ مہنگی گاڑی یہ تو بہت زیادہ ہے۔ راجحی کہتا ہے اس وقت آپ کی جو خوشی ہے اس سے بڑھ کر میری خوشی کا عالم تھا جب آپ نے مجھے ایک ریال انعام دیا تھا۔ ایسے محسن شناس انسان کو اللہ ضائع نہیں کرتا۔ سلیمان الراجحی نے 2010ء میں اپنے بچوں، بیگمات اور عزیز واقارب کو بلا کر اپنی دولت ان سب میں تقسیم کر دی اور اپنے حصے میں جو کچھ آیا وہ سب وقف کر دیا۔ اس وقت سلیمان الراجحی کے وقف کی مالیت 60 ارب ریال سے زیادہ ہے۔ یہ سعودی الوطنیہ کمپنی اور الراجحی بینک کے مالک ہیں جنہوں نے کرونا وائرس کے لیے 170 ملین ریال امداد کے طور پر دیا ہے اور مکہ مکرمہ کے اندر دو ہوٹل وزارت صحت کے حوالے کر دیے ہیں۔ گینز بک میں اب تک سب سے بڑے وقف کے طور پر یہ باغ ریکارڈ کے طور پر درج ہے۔

فوربس میگزین نے انہیں دنیا کے بیس عظیم فیاض لوگوں میں شمار کیا ہے۔ ان کی سوانح حیات پڑھنے کے لائق ہے۔ شاید سعودی عرب کا کوئی شہر ایسا نہیں ملے گا جہاں الراجحی فیملی کی طرف سے مسجدیں نہ تعمیر کی گئی ہوں۔ نیز دعوتی سینٹرز، مقراۃ قرانیہ خیراتی جمعیت وغیرہ میں آپ کا بھرپور تعاون رہتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ اپنے ملازمین کو ماہ ختم ہونے سے پہلے ان کی اجرت دے دیتے ہیں جن ملازمین کی تعداد ڈیڑھ لاکھ (150,000) سے زیادہ ہے۔ اس عظیم ہستی کا انتقال ہوگیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ایک مسلمان کبھی بھی ذکر کرنے میں کوتاہی نہیں کرتا، ہاں وہ ظاہری یا نام نہاد مسلمان نہ ہو۔

ذکر کی فضیلت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاذْكُرُونِيٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِo (سورۃ البقرۃ:152)

اس لیے تم میرا ذکر کرو میں بھی تمہیں یاد کروں گا، میری شکر گزاری کرو اور ناشکری سے بچو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًاo (سورۃ الاحزاب:41)

Scanned with CamScanner

مومنو! اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ ذکر کرو۔

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًاo (سورۃ الاحزاب:35)

اور اللہ تعالیٰ کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور بکثرت یاد کرنے والی عورتیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَo (سورۃ الاعراف:205)

اے انسان! اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی اور خوف کے ساتھ اور بلند آواز کی نسبت پست آواز کے ساتھ صبح وشام یاد کر اور غافلوں میں سے نہ ہو جانا۔

مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لَايَذْكُرُ رَبَّهُ، مَثَلُ الحَيِّ وَالمَيِّتِ. (صحیح بخاری:6407)

اس شخص کی مثال جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور اس شخص (کی مثال) جو اپنے رب کو یاد نہیں کرتا، زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔

اور مسلم میں یہ الفاظ ہیں:

مَثَلُ البَيْتِ الَّذِي يُذْكَرُ اللهُ فِيهِ، وَالبَيْتِ الَّذِي لا يُذْكَرُ اللهُ فِيهِ، مَثَلُ الحَيِّ وَالمَيِّتِ. (صحیح مسلم:779)

اس گھر کی مثال جس میں اللہ کو یاد کیا جاتا ہے اور اس گھر (کی مثال) جس میں اللہ کا ذکر نہیں کیا جاتا، زندہ اور مردہ کی مانند ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ اَعْمَالِكُمْ، وَاَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيْكِكُمْ، وَاَرْفَعِهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ. وَخَيْرٌ لَكُمْ مِنْ اِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالوَرِقِ، وَخَيْرٌ لَكُمْ مِنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوْا اَعْنَاقَكُمْ؟ قَالُوْا: بَلٰى، قَالَ: ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى. (اسنادہ حسن، ترمذی، 3377: ابن ماجہ 3790)

کیا میں تمہیں تمہارے اعمال میں سے بہترین (عمل) کے بارے میں نہ بتاؤں، جو تمہارے مالک کے نزدیک پاکیزہ ترین، تمہارے درجات میں بلند ترین، تمہارے لیے سونا چاندی خرچ کرنے سے اچھا اور تمہارے لیے اس بات سے بھی بہتر کہ تم اپنے دشمن سے آمنا سامنا کرو تو تم ان کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں۔ صحابہ (رضی اللہ عنہم) نے کہا: کیوں نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ذکر۔

Scanned with CamScanner

ہمارے آقا ﷺ پر نازل ہونے والا ایک بہت بڑا معجزہ قرآن پاک

قرآن حکیم کا ایک ایک حرف اتنی زبردست کیلکولیشن اور اتنے حساب و کتاب کے ساتھ اپنی جگہ پر فٹ ہے۔ اتنی بڑی کتاب میں اتنی باریک کیلکولیشن کا کوئی رائٹر تصور بھی نہیں کر سکتا۔ بریکٹس میں دیئے گئے یہ الفاظ بطور نمونہ ہیں ورنہ قرآن کا ہر لفظ جتنی مرتبہ استعمال ہوا ہے وہ تعداد اور اس کا پورا بیک گراؤنڈ اپنی جگہ خود علم و عرفان کا ایک وسیع جہان ہے۔ دنیا کا لفظ اگر 115 مرتبہ استعمال ہوا ہے تو اس کے مقابل آخرت کا لفظ بھی 115 مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس (دنیا و آخرت:115، شیاطین و ملائکہ:88، موت و حیات:145، نفع و فساد:50، اجر فصل:108، کفر و ایمان:25، شہر:12)

کیونکہ شہر کا مطلب مہینہ اور سال میں 12 مہینے ہی ہوتے ہیں (اور یوم کا لفظ 360 مرتبہ استعمال ہوا ہے) اتنی بڑی کتاب میں اس عددی مناسبت کا خیال رکھنا کسی بھی انسانی مصنف کے بس کی بات نہیں مگر بات یہیں ختم نہیں ہوتی۔ جدید ترین ریسرچ کے مطابق قرآن حکیم کے حفاظتی نظام میں 19 کے عدد کا بڑا عمل دخل ہے۔ اس حیران کن دریافت کا سہرا ایک مصری ڈاکٹر راشد خلیفہ کے سر ہے جو امریکہ کی ایک یونیورسٹی میں کیمسٹری کے پروفیسر تھے۔ 1968ء میں انہوں نے مکمل قرآن پاک کمپیوٹر پر چڑھانے کے بعد قرآن پاک کی آیات، ان کے الفاظ و حروف میں کوئی تعلق تلاش کرنا شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ اور لوگ بھی اس ریسرچ میں شامل ہوتے گئے حتیٰ کہ 1972ء میں یہ ایک باقاعدہ سکول بن گیا۔ ریسرچ کا کام جونہی آگے بڑھا ان لوگوں پر قدم قدم پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ قرآن حکیم کے الفاظ و حروف میں انہیں ایک ایسی حسابی ترتیب نظر آئی جس کے مکمل ادراک کے لیے اس وقت تک کے بنے ہوئے کمپیوٹر ناکافی تھے۔

کلام اللہ میں 19 کا ہندسہ صرف سورۂ مدثر میں آیا ہے جہاں اللہ نے فرمایا: دوزخ پر ہم نے انیس محافظ فرشتوں کو مقرر کر رکھا ہے۔ اس میں کیا حکمت ہے یہ تو رب ہی جانے لیکن اتنا اندازہ ضرور ہو جاتا ہے کہ 19 کے عدد کا تعلق اللہ کے کسی حفاظتی انتظام سے ہے۔ پھر ہر سورہ کے آغاز میں قرآن مجید کی پہلی آیت بسم اللہ کو رکھا گیا ہے گویا کہ اس کا تعلق بھی قرآن کی حفاظت سے ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں بسم اللہ کے کل حروف بھی 19 ہی ہیں پھر یہ دیکھ کر مزید حیرت میں اضافہ ہوتا ہے کہ بسم اللہ میں ترتیب کے ساتھ چار الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور ان کے بارے میں ریسرچ کی تو ثابت ہوا کہ اسم پورے پرآن میں 19 مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ لفظ الرحمٰن 57 مرتبہ استعمال ہوا ہے جو 19x3 کا حاصل ہے اور لفظ الرحیم 114 مرتبہ استعمال ہوا ہے جو 19x6 کا حاصل ہے اور لفظ

Scanned with CamScanner

اللہ پورے قرآن میں 2699 مرتبہ استعمال ہوا ہے جو 19x142 کا حاصل ہے لیکن یہاں بقیہ ایک رہتا ہے جس کا صاف مطلب ہے کہ اللہ کی ذات پاک کسی حساب کے تابع نہیں ہے وہ یکتا ہے۔ قرآن مجید کی سورتوں کی تعداد بھی 114 ہے جو 19x6 کا حاصل ہے۔ سورۂ توبہ کے آغاز میں بسم اللہ نازل نہیں ہوئی لیکن سورۂ نمل آیت 30 میں مکمل بسم اللہ نازل کر کے 19 کے فارمولا کی تصدیق کر دی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو حسابی قاعدہ فیل ہو جاتا۔

اب آیئے حضور ﷺ پر اترنے والی پہلی وحی کی طرف: یہ سورۂ علق کی پہلی 5 آیات ہیں: اور یہیں سے 19 کے اس حسابی فارمولے کا آغاز ہوتا ہے۔ ان 5 آیات کے کل الفاظ 19 ہیں اور ان 19 الفاظ کے کل حروف 76 ہیں جو ٹھیک 19x4 کا حاصل ہیں لیکن بات یہیں ختم نہیں ہوتی۔ جب سورۂ علق کے کل حروف کی گنتی کی گئی تو عقل تو ورطہ حیرت میں ڈوب گئی کہ اس کے کل حروف 304 ہیں جو 19x4x4 کا حاصل ہیں۔

اور سامعین کرام! عقل یہ دیکھ کر حیرت کی اتھاہ گہرائیوں میں مزید ڈوب جاتی ہے کہ قرآن پاک کی موجودہ ترتیب کے مطابق سورۂ علق قرآن پاک کی 96 نمبر سورت ہے۔ اب اگر قرآن کی آخری سورۂ الناس کی طرف سے گنتی کریں تو اخیر کی طرف سے سورۂ علق کا نمبر 19 بنتا ہے اور اگر قرآن کی ابتداء سے دیکھیں تو اس 96 نمبر سورت سے پہلے 95 سورتیں ہیں جو ٹھیک 19x5 کا حاصل ضرب ہیں جس سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ سورتوں کے آگے پیچھے کی ترتیب بھی انسانی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حسابی نظام کا یہ ایک حصہ ہے۔ قرآن پاک کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت سورۂ نصر ہے لیکن یہ سن کر آپ پر پھر ایک مرتبہ خوشگوار حیرت طاری ہو گی کہ اللہ پاک نے یہاں بھی 19 کا نظام برقرار رکھا ہے۔ پہلی وحی کی طرف آخری وحی سورۂ نصر ٹھیک 19 الفاظ پر مشتمل ہے۔ یوں کلام اللہ کی پہلی اور آخری سورت ایک ہی حسابی قاعدہ سے نازل ہوئیں۔

سورۂ فاتحہ کے بعد قرآن حکیم کی پہلی سورت سورۂ بقرہ کی کل آیات 286 ہیں، 2 ہٹا دیں تو مکی سورتوں کی تعداد سامنے آتی ہے، 6 ہٹا دیں تو مدنی سورتوں کی تعداد سامنے آتی ہے۔ 86 کو 28 کے ساتھ جمع کریں تو کل سورتوں کی تعداد 114 سامنے آتی ہے۔

آج جب کہ عقل وخرد کو سائنسی ترقی پر بڑا ناز ہے، یہی قرآن پھر اپنا چیلنج دہراتا ہے، حساب دان، سائنس دان، ہر خاص وعام، مومن وکافر، سبھی سوچنے پر مجبور ہیں کہ آج بھی کسی کتاب میں ایسا حسابی نظام ڈالنا انسانی بساط سے باہر ہے۔ طاقتور کمپیوٹرز کی مدد سے بھی اس جیسے حسابی نظام کے مطابق ہر طرح کی غلطیوں سے پاک کسی کتاب کی تشکیل ناممکن ہو گی لیکن چودہ سو سال پہلے تو اس کا تصور ہی محال ہے لہٰذا کوئی بھی صحیح العقل آدمی اس بات کا انکار نہیں کر سکتا کہ قرآن کریم کا حسابی نظام اللہ کا ایسا شاہکار معجزہ ہے جس کا جواب قیامت تک کبھی بھی نہیں ہو سکتا۔

Scanned with CamScanner

دُعاؤں کا تحفہ قبول فرمائیں

تمام قرآن کریم میں موجود دعاؤں کو جمع کر دیا ہے۔

رَبَّنَا

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ط اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ. وَتُبْ عَلَیْنَا ج اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُo

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِo

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَo

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ط رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَآ اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَهٗo

عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْلَنَاوقفه وَارْحَمْنَا ج اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَo

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً ج اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُo

رَبَّنَآ اِنَّکَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْهِ ج اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَo

رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِo

رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ج اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِo

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَo

رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَo

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ج سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِo

رَبَّنَآ اِنَّکَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ ط وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍo

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا ج رَبَّنَا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَکَفِّرْعَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِo

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِکَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ط اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَo

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا وَّاجْعَلْ o لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ نَصِیْرًاo

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَo

رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَo

Scanned with CamScanner

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَo

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْلَنَا رَبَّنَا ج اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُo

رَبِّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِکَ اَنْ اَسْئَلَکَ مَا لَيْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ط وَ اِلَّا تَغْفِرْلِیْ وَ تَرْحَمْنِیْٓ اَکُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَo

رَبِّ اَنْتَ وَلِیِّی فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ صلے تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِيْنَo

رَبَّنَآ اِنَّکَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِیْ وَ مَا نُعْلِنُ ط وَ مَا يَخْفٰی عَلَی اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِo

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِo رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُo

رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًاo

رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً وَّ هَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًاo

رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَ اشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّ لَمْ اَکُنْ بِدُعَآئِکَ رَبِّ شَقِيًّاo

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْo وَ يَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْo وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْo يَفْقَهُوْا قَوْلِیْo رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًاo

لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَo

رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَo

اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَo

رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَکًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَo

رَبِّ اَعُوْذُبِکَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِo وَاَعُوْذُبِکَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنَo

رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَo

رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا کَانَ غَرَامًاo

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًاo

رَبِّ هَبْ لِیْ حُکْمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِيْنَ o وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِيْنَ o وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ o وَلَا تُخْزِنِیْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَo يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ o اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍo

رَبِّ نَجِّنِیْ وَاَهْلِیْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَo

Scanned with CamScanner

رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِکَ فِیْ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیْنَo

رَبِّ اِنِّی ظَلَمْتُ نَفْسِی فَاغْفِرْلِی، رَبِّ انْصُرْنِیْ عَلَی الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَo

رَبَّنَا وَسِعْتَ کُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اتَّبَعُوْا سَبِیْلَکَ وَ قِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِo

رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّیّٰتِهِمْ ط اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُo

رَبَّنَا اکْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَo

رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ط اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَo

رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌo

رَبَّنَا عَلَیْکَ تَوَکَّلْنَا وَاِلَیْکَ اَنَبْنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ o رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَاغْفِرْلَنَا رَبَّنَاج اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُo

رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَ اغْفِرْلَنَاج اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌo

رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَکَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ ..... وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَo

رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا o اِنَّکَ اِنْ تَذَرْهُمْ یُضِلُّوْا عِبَادَکَ وَلَا یَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا کَفَّارًاo رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ط وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًاo

رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌo

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَآ ..... وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَo

رَبَّنَا آمَنَّا فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَo

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّاط اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُo وَتُبْ عَلَیْنَاج اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُo

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِo

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَo

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَاط رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَآ اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ

Scanned with CamScanner

قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ عَنَّا وقف وَاغْفِرْلَنَا وقف وَارْحَمْنَا وقف اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَo

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ج اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُo

رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَo

رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِo

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ج اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِo

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَo

رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَo

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِo

رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ط وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍo

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ق صلے رَبَّنَا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْعَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِo

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَo

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًاo

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَo

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَo

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَo

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْلَنَا رَبَّنَا ج اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُo

اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ط وَ اِلَّا تَغْفِرْلِيْ وَ تَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَo

رَبِّ اَنْتَ وَلِيِّيْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ صلے تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَo

رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَ مَا نُعْلِنُ ط وَ مَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِo

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِo رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُo

رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًاo

Scanned with CamScanner

رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً وَّ هَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًاo

رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَ اشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا وَّ لَمْ اَکُنْ بِدُعَآئِکَ رَبِّ شَقِیًّاo

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْo وَ یَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْo وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْo یَفْقَهُوْا قَوْلِیْo رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًاo

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَo

رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَo

اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَo

رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَکًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَo

رَبِّ اَعُوْذُبِکَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِo وَاَعُوْذُبِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنَo

رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَo

رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا کَانَ غَرَامًاo

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًاo

رَبِّ هَبْ لِیْ حُکْمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ o وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ o وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ o وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَo یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَo اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍo

رَبِّ نَجِّنِیْ وَاَهْلِیْ مِمَّا یَعْمَلُوْنَo

رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِکَ فِیْ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیْنَo

رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ، رَبِّ انْصُرْنِیْ عَلَی الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَo

رَبَّنَا وَسِعْتَ کُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اتَّبَعُوْا سَبِیْلَکَ وَ قِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِo

رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّیّٰتِهِمْ ط اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُo

رَبَّنَا اکْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَo

رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَo

Scanned with CamScanner

رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌo

رَبَّنَا عَلَيْکَ تَوَکَّلْنَا وَاِلَيْکَ اَنَبْنَا وَاِلَيْکَ الْمَصِيْرُ o رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ کَفَرُوْا وَاغْفِرْلَنَا رَبَّنَا ج اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَکِيْمُo

رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَ اغْفِرْلَنَا ج اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌo

رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَکَ بَيْتًا فِی الْجَنَّةِ ..... وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَo

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِيْنَ دَيَّارًا o اِنَّکَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَکَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا کَفَّارًاo

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِمَنْ دَخَلَ بَيْتِیَ مُؤْمِنًا وَّ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًاo

رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌo

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَآ ..... وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَo

رَبَّنَا آمَنَّا فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَo

شیخ فرید آف کوئٹہ رقم طراز ہیں کہ ماہِ محرم تاریخ اسلام کا نہایت اہم اور معظم ومکرم مہینہ ہے اور تاریخ عالم کا بھی ناقابل فراموش واقعہ ہے جس قدر ومنزلت وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی رہی ہے۔ مسلم امہ کے لیے ماہِ محرم قابل احترام ہے۔

طلوع اسلام سے قبل تاریخ انسانیت کے بے شمار واقعات محرم الحرام میں رونما ہوئے۔ یہ واقعات محض اتفاقی یا حادثاتی نہ تھے بلکہ قسام ازل کا اٹل فیصلہ تھا جو ہونا تھا اور ہو کر رہا۔ ذیل میں چند ان واقعات کا تذکرہ کرتے ہیں جو محرم الحرام میں ظہور پذیر ہوئے۔

(1) اس ماہ میں کائنات کی تخلیق ہوئی۔

(2) حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔

(3) حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔

(4) حضرت آدم علیہ السلام کو خلافت کا تاج پہنایا گیا۔

(5) سیدنا ادریس علیہ السلام کو درجات عالیہ عطا ہوئے۔

(6) کشتی نوح جودی پہاڑ پر ٹھہری۔

Scanned with CamScanner

(7) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو منصب و مقام خلیل سے سرفراز فرمایا گیا۔

(8) سیدنا یوسف صدیق اللہ کو جیل سے رہائی ملی۔

(9) سیدنا یعقوب علیہ السلام کی بینائی لوٹائی گئی۔

(10) سیدنا یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے رہائی ملی۔

(11) فرعون غرقِ نیل ہوا اور موسیٰ کلیم اللہ کو کامیابی عطا ہوئی۔

(12) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ اٹھایا گیا۔

(13) اس روز قیامت آئے گی۔

(14) اسی ماہ یوم عاشورہ کو اہل مکہ خانہ کعبہ پر غلاف چڑھاتے تھے اور اس دن کو یوم الزینۃ کہتے تھے۔

(15) اسی ماہ امام الانبیاء خاتم المعصومین سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت سے چند سال قبل ابرہہ بیت اللہ پر حملہ کی نیت سے نکلا تو اللہ نے ابابیلوں کا لشکر بھیج کر اسے تباہ و برباد کر دیا۔

ہمارا نظریہ دین اسلام ہے۔ اس کی بنیاد علاقائیت، وطنیت، نسل پرستی یا زبان نہیں ہے بلکہ ہمارا دین اسلام یہ نہ صرف مذہب ہے بلکہ ضابطہ حیات ہے۔ ہر قوم کا کوئی نہ کوئی کیلنڈر رہا ہے۔ یہودیوں کا سن 3700 ق م سے شروع ہوتا ہے۔ عیسوی سن کی ابتداء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یوم ولادت سے ہوتی ہے۔ اس طرح بکرمی سن کی ابتداء مہاراجہ بکرماجیت کو ساکھا قوم پر فتح حاصل ہونے کے واقعے سے ہوتی ہے۔ اس طرح سن ہجری حضور ﷺ کے سفر ہجرت مدینہ کی یاد دلاتا ہے۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کا یہ سفر آٹھ ربیع الاول کو ہوا جو عیسوی سن کے مطابق 20 ستمبر 22ء کا واقعہ ہے۔ یہیں سے اسلامی سال کی ابتداء ہوتی ہے جس کو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں نافذ کیا اور اسی سال یکم محرم الحرام سے اسلامی سن کی ابتداء کی گئی۔ گویا پہلی اسلامی صدی کی ابتداء اور آغاز 12 جولائی 22ء کو ہوا۔ اس امر میں بھی ایک عجیب حکمت پنہاں ہے کہ جب پہلی اسلامی صدی کی ابتداء ہوئی تو یکم محرم الحرام کو جمعہ کا دن تھا۔

محرم الحرام اور تاریخ اسلام

ذیل میں ہم تاریخ اسلام کے ان واقعات پر طائرانہ نظر ڈالتے ہیں جو محرم میں رونما ہوئے۔

(1) شعب ابی طالب کی محصوری جو یکم محرم 1 نبوی۔

(2) نکاح سیدہ فاطمۃ الزہرا بنت رسول اللہ ﷺ ہمراہ سیدنا علی، 2 ہجری۔

(3) غزوہ غطفان، 3 ہجری۔

(4) نکاح سیدہ اُم کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ ہمراہ سیدنا عثمان غنی۔

Scanned with CamScanner

(5) سلاطین عالم کو دعوت اسلام، 4 ہجری۔

(6) غزوۂ خیبر، 5 ہجری۔

(7) وفد اشعرین کا قبول اسلام، 7 ہجری۔

(8) نکاح ام المومنین سیدہ صفیہ ہمراہ رسول اللہ ﷺ۔

(9) غزوۂ وادی القریٰ، 8 ہجری۔

(10) عام الوفود، 9 ہجری۔

(11) تقرر عاملین زکوٰۃ، 9 ہجری۔

(12) طاعونِ عمواس، 18 ہجری۔

(13) امارتِ سیدنا امیر معاویہ، 19 ہجری۔

(14) خلافت سیدنا عثمان غنی، یکم محرم 24 ہجری۔

(15) فتح قبرص، 28 ہجری۔

(16) خلافت سیدنا علی المرتضیٰ، 37 ہجری۔

(17) جنگ صفین، 37 ہجری۔

(18) فتوحات افریقہ، 24 ہجری۔

(19) ابو مسلم کا خراسان پر قبضہ، 131 ہجری۔

(20) بنو اُمیہ کا قتل عام، 133 ہجری۔

(21) قیصر روم کی شکست، 138 ہجری۔

(22) مسجد نبوی کی توسیع، 123 ہجری۔

(23) مصر پر عیسائیوں کا قبضہ، 309 ہجری۔

(24) نوحہ ماتم کی ابتداء، 312 ہجری۔

(25) ہلاکو نے بغداد کو تاراج کیا۔

(26) حکومت شیر شاہ سوری۔

(27) دار العلوم دیوبند کا قیام، 15 محرم 1283 ہجری۔

(28) کعبۃ اللہ پر بے ادب ٹولے کا حملہ، 14 ہجری۔

(29) صدر ضیاء الحق کی شہادت اور حکومت کا خاتمہ، 1409 ہجری۔

Scanned with CamScanner

(30) بے نظیر کی پہلی حکومت کا تختہ الٹا، 1411 ہجری۔

(31) نواز شریف کو حکومت سے فارغ کیا گیا۔

(32) یوم فاروق اعظم کی چھٹی منظور کی گئی، یکم محرم 1413 ہجری۔

برصغیر کی ماہ محرم میں پیدا ہونے والی چند علمی شخصیات

(1) شیخ الادب مولانا محمد اعزاز علی مدرس دار العلوم دیوبند۔

(2) حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستی مدفون دین پور۔

(3) مفتی عبدالحکیم سکھروی۔

ماہ محرم الحرام میں وفات یا شہادت پانے والی چند شخصیات

(1) سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح۔

(2) شہادتِ دامادِ علی سیدنا عمر فاروق۔

(3) شہادت سیدنا ابوایوب انصاری۔

(4) سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق۔

(5) سیدنا سعد بن ابی وقاص۔

(6) اُم المومنین سیدہ جویریہ۔

(7) سیدنا سمرہ بن جندب۔

(8) شہادتِ سیدنا حسین ابن علی المرتضٰی۔

(9) سیدنا عبداللہ بن عمر فاروق۔

(10) حضرت یوسف بن تاشقین۔

(11) حضرت بابا فرید گنج شکر۔

(12) مرزا مظہر جان جاناں۔

(13) علامہ انور شاہ کشمیری۔

(14) مولانا سید اصغر حسین۔

(15) شہید ملت لیاقت علی خان۔

(16) مولانا محمد احمد تھانوی۔

(17) سید منیر احمد شہادت۔

(18) سید منظور شاہ ہمدانی کی شہادت ہوئی۔

اگر ہم سن ہجری کا دوسرے مروجہ سنین سے تقابل کر کے دیکھیں تو یہ سن بہت سی باتوں میں دوسروں سے منفرد وممتاز نظر آتا ہے۔ سن ہجری کی ابتداء چاند کو بنایا گیا اور اسلامی مہینوں کا تعلق چاند سے جوڑا گیا۔ یہ تقدیم خالق کی بنائی چیز سے تعلق رکھتی ہے۔ اس میں کسی پیوندکاری کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسلام چونکہ سادہ، عجز وانکساری والا آسان مذہب ہے (لاکراہ فی الدین)..... لہٰذا چاند کے ذریعے ہر علاقہ کے لوگ خواہ پہاڑوں میں رہتے ہوں یا کہ جنگلوں میں..... خواہ جزیروں میں، ان کے لیے آسان ہے کہ اپنے معاملات چاند کے مطابق طے کریں۔ اس میں کوئی مشکل وپیچیدگی نہیں۔ پڑھے لکھے اور اَن پڑھ سب آسانی سے حساب کر سکتے ہیں۔ اس کے برعکس دیگر تقویمیں ہر آدمی آسانی سے معلوم نہیں کر سکتا جبکہ چاند ہر جگہ نکلتا ہے۔ کسی مشکل حساب کتاب کی ضرورت نہیں

Scanned with CamScanner

جبکہ دوسری تاریخوں میں یہ بات نہیں۔ اسلام چونکہ دین فطرت اور عدل وانصاف کا دین ہے، اس میں مساوات وہمہ گیری ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہی پسند فرمایا کہ اسلامی مہینے ادلتے بدلتے آیا کریں لہٰذا قمری تقویم کو بنیاد قرار دیا گیا۔ اگر اسلام دیگر اقوام کے طریق کو اپنا لیتا یا گوارہ کر لیتا جیسے شمسی (عیسوی) تقویم تو ماہ صیام کسی ایک مقام پر ہمیشہ ایک ہی موسم میں آیا کرتا جس کا لازمی نتیجہ یہی نکلتا کہ نصف دنیا کے مسلمان جہاں موسم سرد اور دن چھوٹے ہوتے، ہمیشہ آسانی میں رہتے۔ اسی طرح سفر حج کا بھی یہی حال رہتا۔

(بصد شکریہ: شیخ فرید آف کوئٹہ)

تاریخی حقائق ملاحظہ فرمائیں:

رسولِ اکرم ﷺ کی وفات کے وقت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک تقریباً 6 سال تھی اور واقعہ کربلا کے وقت تقریباً 58 سال تھی۔ ہمیں یا تو چھ سال کی عمر تک کے واقعات سننے کو مل رہے ہیں یا میدان کربلا کے۔ یہ جو درمیانی 52 سال ہیں، کہاں چلے گئے؟ کیوں بیان نہیں کیے جاتے؟

اگر ہمارے علماء یہ 52 سال کی سیرت عام کر دیں تو کہیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کو منبر کے دائیں بائیں بٹھا کر خطبہ دیتے نظر آئیں گے۔ کہیں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خانوادہ رسول ﷺ کے شہزادوں کا کھڑے ہو کر استقبال کرتے ملیں گے۔ کہیں دونوں جنتی شہزادے ذوالنورین کی حفاظت کے لیے تلواریں اٹھائے کھڑے ہوں گے تو کہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی چادر مبارک سے شہزادانِ رسول ﷺ کے جوتے مبارک صاف کرتے ملیں گے!

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بچوں میں کچھ کپڑے تقسیم کیے لیکن ان کپڑوں میں کوئی کپڑا ایسا نہ تھا جو امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم کی شان کے لائق ہو لہٰذا آپ نے ان دونوں مقدس حضرات کے لیے یمن سے کپڑے منگوائے اور پھر کہا: میرا دل خوش ہوا ہے۔ (تاریخ الاسلام للذہبی، 101/5)

سبحان اللہ!

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس قدر آقا کریم ﷺ سے محبت کرتے تھے، اس کا ادراک آج کا انسان کر سکتا ہے۔ اگر دل بغض سے پاک ہو جائے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ.

Scanned with CamScanner

نوٹ: آج کل محرم کی جتنی بھی رسومات ہیں جیسے کہ ماتم، مجالس، تعزیہ داری اور دیگر تمام رسومات، یہ شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کے تین صد سال بعد مظہر دولہ نے ایران میں حکماً شروع کرائی تھیں۔ شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ سے لے کر 300 سال تک نام ونشان بھی نہ تھا۔

نبی کریم ﷺ کے فرمان احادیث کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں:

لوگ جن پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی لعنت ہے:

(1) ماں باپ کو گالی دینے والے پر۔ (احمد:1779)

(2) باریک لباس پہننے والی پر۔ (احمد:7063)

(3) چور پر۔ (بخاری:6783)

(4) سود کھانے اور کھلانے والے پر۔ (مسلم:1598)

(5) رشوت لینے اور دینے والے پر۔ (ترمذی:1337)

(6) شراب پینے اور پلانے والے اور اس میں شامل تمام لوگوں پر۔ (ابن ماجہ:1174)

(7) تصویر بنانے والے پر۔ (بخاری:2086)

(8) ننگی تلوار لہرانے والے پر۔ (احمد:19533)

(9) ابلیس مردود پر۔ (سورۂ نساء:118)

(10) شرک کرنے والے مردوں اور عورتوں پر۔ (فتح:6)

(11) کفر کی حالت میں مرنے والوں پر۔ (بقرہ:161-162)

(12) منافقوں پر۔ (توبہ:68)

(13) مخنث (ہجڑے) بننے والے مردوں پر اور مرد بننے والی عورتوں پر۔ (بخاری:6834)

(14) مساجد میں قبر بنانے والوں پر۔ (بخاری:1330)

(15) قبروں کو سجدہ گاہ بنانے والوں پر۔ (بخاری:3454)

(16) اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو تکلیف دینے والوں پر۔ (الاحزاب:57)

(17) بغیر ضرورت اللہ کے نام پر مانگنے والوں پر۔ (جامع الصغیر:5890)

(18) اللہ کے نام پر نہ دینے والوں پر۔ (جامع الصغیر:5890)

(19) خوشی کے وقت گانے بجانے والوں پر۔ (صحیح الترغیب:3527)

(20) مصیبت کے وقت چیخنے چلانے والوں پر۔ (صحیح الترغیب:3527)

Scanned with CamScanner

(21) مومن کو قتل کرنے والے پر۔(نساء:93)

(22) پاک دامن عورت پر تہمت لگانے والے پر۔(نور:23)

(23) جھوٹ بولنے والوں پر۔(عمران:61)

(24) ظالموں پر۔(ھود:18)

(25) اللہ سے کیے گئے عہد کو توڑنے والے پر۔(رعد:25)

(26) قطع رحمی کرنے والے پر۔(رعد:25)

(27) زمین پر فساد پھیلانے والے پر۔(رعد:25)

(28) غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے والے پر۔(مسلم:3657)

(29) قرآن میں زیادتی کرنے والے پر۔(صحیح ابن حبان:5719)

(30) تقدیر کو جھٹلانے والے پر۔(صحیح ابن حبان:5719)

(31) رسول اللہ ﷺ کی سنت چھوڑنے والے پر۔(صحیح ابن حبان:5719)

(32) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دینے والے پر۔(صحیحہ:2340)

(33) غیر کی طرف نسبت کرنے والے پر۔(مسلم:2433)

(34) اندھے کو غلط راستہ بتلانے والے پر۔(ادب المفرد:892)

(35) جب شوہر اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ آنے سے انکار کر دے تو فرشتے صبح تک اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔(بخاری:5193)

(36) جانور سے بدفعلی کرنے والے پر۔(صحیحہ:3462)

(37) لوگوں کے راستے پر گندگی پھینکنے والے پر۔(طبرانی الاوسط:5422)

(38) خوبصورتی کے لیے گودنے والیوں، چہرے کے بال اکھڑوانے والیوں اور سامنے کے دانتوں کے درمیان کشادگی پیدا کرنے والیوں پر۔(بخاری:5939)

(39) نقلی بال لگانے والی پر۔(بخاری:5477)

(40) جسم پر نقش بنانے والی پر۔(بخاری:5477)

(41) ماتم اور نوحہ کرنے والی پر۔(شعب الایمان:10160)

(42) بے شک دنیا ملعون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے وہ بھی ملعون ہے، سوائے اللہ کی یاد اور اس چیز کے جس کو اللہ پسند کرتا ہے۔(ترمذی:2322)

Scanned with CamScanner

(43) دین میں نیا کام نکالنے والے پر۔(مسلم:3179)

(44) بیوی سے دبر میں مباشرت کرنے والے پر۔(ابوداؤد:2162)

(45) اہل بیت کی عزت کو پامال کرنے والے پر۔(صحیح ابن حبان:5719)

(46) مردوں کا لباس پہننے والی عورت پر اور عورتوں کا لباس پہننے والے مرد پر۔(ابوداؤد:4098)

(47) زکوۃ نہ دینے والے پر۔(الترغیب:1408)

سرکارِ دو عالم ﷺ کے غلام ابن غلام ابن غلام ہونے کے باوجود ہمارا یہ حال ہے۔

خطیب مسجد الحرام مکۃ المکرمۃ کے خطبہ جمعہ سے اقتباس:

قیمتیں بہت بلند ہیں

اور عورتیں بے پردہ ہیں

اور مسجدیں خالی ہیں

اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی بغاوت ہو رہی ہے

چوروں کے پاس دلائل ہیں

اور مجاہدین کو ہتھکڑیاں لگا کر پابند سلاسل کر دیا گیا ہے

اور زنا کو حلال قرار دے دیا گیا

اور نکاح کو مشکل بنا دیا گیا

اور عورتیں مردوں پر حکمرانی کرتی ہیں

اور مسلمانوں کی زمین دشمنوں کے قبضہ میں ہے

اور فقراء اور مساکین کھلے آسمان تلے زندگی گزار رہے ہیں

اور قیامت کی بڑی بڑی تمام نشانیاں پوری ہو چکی ہیں سوائے چند ایک کے

پس توبہ کو لازم پکڑو، توبہ کو لازم پکڑو

سوراخ والے بیگ سے ڈرو!

نیکیوں کو برباد کرنے سے بچو" زندگی کم اور کام زیادہ" اور جس بیگ میں نیکیاں رکھنی ہیں اس میں سوراخ ہیں

آپ وضو بہت اچھے طریقے سے کرتے ہیں؟ لیکن پانی بہت زیادہ ضائع کرتے ہیں (سوراخ والا بیگ)

آپ فقراء اور مساکین پر صدقہ وخیرات کرتے ہیں پھر ان کی تذلیل کر کے ان پر ہنستے ہیں۔(سوراخ والا بیگ)

آپ راتوں کو قیام کرتے ہیں، دن کا روزہ رکھتے ہیں اور اپنے رب کی اطاعت کرتے ہیں لیکن قطع رحمی بھی

Scanned with CamScanner

کرتے ہیں۔(سوراخ والا بیگ)

آپ روزہ بھی رکھتے ہیں اور بھوک اور پیاس پر صبر بھی کرتے ہیں لیکن پھر گالی گلوچ، لعن طعن بھی کرتے ہیں۔(سوراخ والا بیگ)

خواتین اپنے کپڑوں کے اوپر عبایا پہننے کے باوجود خوشبو لگا کر بازار میں آتی ہیں تو کیا فائدہ ایسے پردے کا؟ (سوراخ والا بیگ)

آپ مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور اس سے حسن سلوک بھی کرتے ہیں لیکن اس کے جانے کے بعد اس کی غیبت اور برائی بھی کرتے ہیں۔(سوراخ والا بیگ)

اپنی نیکیوں کو ضائع ہونے سے بچائیں جنہیں بڑی مشکل سے جمع کرتے ہو اور پھر انہیں کس طرح آسانی کے ساتھ ضائع کر دیتے ہو، خدارا اس سے باز آجاؤ.....(سوراخ والا بیگ)

اے اللہ میں تجھ سے اپنے لیے اور اپنے دوست واحباب کے لیے ہدایت اور مغفرت کا سوال کرتا ہوں۔

عربوں کے عجوبے یعنی ان کے شوق نرالے ہیں۔

وہ حج کے سفر کو اس لیے اختیار نہیں کرتے کیونکہ اس میں بہت بڑی تکلیف اور مشقت ہے.....لیکن سیر وسیاحت میں دلچسپی اور رغبت میں تمہیں ذرا بھی تکلیف اور مشقت نہیں ہوتی؟ کتنی عجیب بات ہے۔

(آگاہ رہو اللہ کا سودا بڑا قیمتی ہے)

قربانی کا جانور تم اس لیے نہیں خریدتے کہ وہ بہت مہنگا ہے لیکن معاشرتی سٹیٹس کو برقرار رکھنے کے لیے قیمتی قیمتی آئی فون خریدتے ہو۔

(آگاہ رہو اللہ کا سودا بڑا قیمتی ہے)

آپ فضول گفتگو میں وقت برباد کر دیتے ہیں چاہے وہ دن میں 100 مرتبہ ہی کیوں نہ کرنی پڑے اور آپ قرآن کریم کی دس آیات بھی تلاوت نہیں کرتے حجت کے طور پر کیا آپ کے پاس تلاوت قرآن کریم کرنے کی فرصت نہیں؟

(آگاہ رہو اللہ کا سودا بڑا قیمتی ہے)

ان ساری چیزوں کے باوجود اللہ کا دین اور اللہ کی بات بہت قیمتی ہے، اسے چھوڑ کر دنیا کی چیزوں کو اپنانے کی فرصت موجود ہے۔

Scanned with CamScanner

باب نمبر 10

غریب الوطن کی کتھا

آج مشہد شریف میں قیام پذیر ہوئے دو ہفتے ہو چکے تھے۔ تمام دن گھومتا پھرتا کبھی امام رضاؑ کے مقبرے پر لگے سنہری گنبد کو تکتا رہتا، کبھی گوہر شاد مسجد جاتا جو کہ 24 گھنٹے کھلی رہتی تھی۔ کبھی واٹر پارک چلا جاتا جہاں پریاں ہی پریاں ہوتی تھیں۔ دل کرتا تھا کہ بس ان ہی پریوں میں لوٹن کبوتر بن کر دانہ دنکا چگتا رہوں۔ عجائب گھر استادی قدس رضاوی جانا اور تبرکات پر تحقیق کرنا میرا محبوب ترین مشغلہ ہوتا تھا۔

کوہ سانگی پارک جو کہ انتہائی کشادہ، خوبصورت، حسین و جمیل تتلیوں کا مسکن، وہاں جا کر شاد ہو جاتا تھا۔

روضہ امام رضاؑ سے پہلے گول چکر کے اردگرد ہوٹل اور ریسٹورنٹ میں سے ایک کھانے کی بہترین جگہ اشکان ہوٹل تھا جس کے نون اور کباب بے حد لذیز ہوتے تھے۔ میں کھانا اکثر وہاں پر ہی کھایا کرتا تھا۔ یہ شخص بے حد خوش اخلاق تو تھا ہی مگر تعصب ہرگز نہیں کرتا تھا۔ اس نے مجھے کبھی بھی نہیں پوچھا تھا کہ شما سنی اے شما شیعہ اے (تم سنی ہو کے شیعہ ہو) جبکہ اکثر دوسری جگہوں پر یہ سوال پوچھا جاتا تھا اور سنی کہنے کی پاداش میں برو بابا برو کباب نیست (جاؤ بابا جاؤ کباب نہیں ہیں) سننا پڑتا تھا اور اگر اس کو یہ کہا جاتا کہ کبابوں کی تو لائن لگی پڑی ہے اور تم کہتے ہو کہ کباب نہیں ہیں تو وہ آنکھیں نکال کر جواب دیتا شما نہ فہمیدی من چہ گفتن برو برو کباب نیست (تم سمجھ نہیں رہے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں جاؤ جاؤ کباب نہیں ہیں) اس لحاظ سے بھی اور صفائی ستھرائی، حسن اخلاق کے لحاظ سے بھی اشکان ایک بہترین انسان تھا اونہایت خوش اخلاق تو تھا ہی، مہمان نواز اور غریب پرور بھی تھا۔ میری کوشش ہوتی تھی کہ کھانا اسی کے ہوٹل سے کھایا جائے۔ اس کے ہوٹل کی ایک خاص الخاص ڈش فالودہ ہوتی تھی۔ یہ فالودہ موتیوں کی شکل کا ہوتا تھا۔ نہایت خوشبودار اور لذیز، ایسا فالودہ میں نے دنیا میں کہیں اور نہ دیکھا۔ ایک روز امام رضاؑ کے مزار کے بڑے والے لان میں بیٹھا تھا، میرے اردگرد اور زائرین بھی اپنی اپنی مصروفیت میں مصروف نظر آ رہے تھے کہ ایک لڑکی جو کہ کالے عبایا میں ملبوس تھی، میرے پاس سے گزری اور گزرتے ہوئے اس نے اپنے آدھے چہرے سے نقاب ہٹایا اور پھر پورا چہرہ ڈھانپ لیا۔ ایسا معلوم ہوا کہ جیسے ہی سورج دیوتا نے گہرے بادلوں سے جلوہ افروز ہو کر چلمن گرا دینے کی سعی کی تو گہرے سیاہ بادلوں نے سورج دیوتا کو ڈھانپ لیا جبکہ غریب الوطن میں برقی صدمے سے دوچار ہو کر اس کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ مشہد ایران کا دوسرا بڑا شہر ہے اور روحانی مرکز ہے کیونکہ آٹھویں شیعہ امام رضاؑ کا مدفن ہے۔

Scanned with CamScanner

مشہد کے معنی شہادت کے ہیں۔ یہ شہر صوبہ خراسان کا دارالحکومت بھی ہے اور سلک روٹ کا (Transit) شہر بھی ہے۔ کبھی یہ شہر صوبہ خراستان کا ایک نخلستانی گاؤں تھا جس کا نام سان آباد تھا۔ جب آٹھویں شیعہ امام کا مدفن بنا تو پھر مشہد کہلایا۔ امام رضاؑ کے متعلق ایک روایت کے مطابق جب خلیفہ مامون کو پتہ چلا کہ اس سے زیادہ Popular کوئی اور بھی ہے جس کو لوگ اپنا امام مانتے ہیں تو ایک سازش کے تحت امام کو زہر دے دیا گیا۔ یہ واقعہ جون 818ء میں پیش آیا جبکہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ خلیفہ ہارون کا مدفن بھی امام رضاؑ کے مدفن کے ساتھ ہے۔ امام رضاؑ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے Descendant (اولاد) میں سے تھے۔ مشہد ایک کاروباری مرکز بھی تھا اور ہے۔ چمڑے کی مصنوعات، Emerald و Ruby اور Precious Stone خشک میوہ جات، زعفران و شعلہ مشہدی خاص الخاص ڈش نشہ آور مصنوعات اور نشئی خطرناک حد تک پائے جاتے ہیں۔ طلاق کی شرح کا گراف بھی بلند تھا اور آج کل بھی ہے۔ مشہد شریف اپنے مزارات کی وجہ سے بھی مشہور ہے۔ سیاح اور زائرین جب بھی ایران کا ذکر کرتے ہیں تو متعہ کا ذکر ضرور کرتے ہیں۔ یہ شہنشاہ رضا شاہ پہلوی کا دور تھا جس میں متعہ کو برا سمجھا جاتا تھا۔ متعہ نکاح کی رجسٹریشن نہیں ہوتی تھی۔ متعہ کے لیے رشتہ کرانے والے کو پولیس پکڑ لیتی تھی لیکن چوری چھپے یہ متعہ یا صیغہ ہر دور میں کیا جاتا رہا ہے مگر شاہی ایران میں اس پر نہ صرف پابندی تھی بلکہ پولیس کیس بھی بن سکتا تھا۔

آج کے اسلامی ایران میں اس کو ثواب سمجھ کر کیا جاتا ہے۔

1- جو خواتین جسم فروشی کو بطور کاروبار اپنائے ہوئے ہیں، وہ کرتی ہیں۔

2- جس خاندان کے مرد ایران، عراق کی بے مقصد جنگ میں مارے جا چکے ہیں اور دیگر کوئی وسیلہ نہیں ہے وہ زندگی گزارنے کے لیے متعہ یا صیغہ کرتی ہیں۔

3- تیسری قسم مذہبی لوگوں کی ہے جو اپنے اماموں کی تقلید میں نکاح متعہ کرتے ہیں صرف ثواب کی خاطر جس میں کوئی لالچ نہیں ہوتا۔

آج کے اسلامی ایران اور عراق کے علاقے کاظمین میں Match Maker کے نام سے دفاتر بھی قائم ہیں جو اس مقصد کے لیے رشتے کراتے ہیں اور رشتوں کی بھرمار ہوتی ہے۔ جنگوں کے خوفناک اثرات میں سے ایک اثر یہ بھی ہے کہ خواتین بے آسرا، بے یار و مددگار ہو گئیں۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا ایک مضمون ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور شمارہ اگست 1955ء میں تفسیر آیت نمبر 6 تا 5 سورۂ مومنون چھپ چکا ہے جس میں انھوں نے بڑی فراخ دلی کے ساتھ شیعہ نظریات کی صداقت تسلیم کی ہے۔

میں یعنی کہ راقم الحروف متعہ یا صیغہ کے تصور کو اسلامی تصور ماننے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہوں نہ ہی میں

Scanned with CamScanner

''حلالہ'' یا ''نکاح التحلیل'' کو اسلامی تصور مانتا ہوں کیونکہ میرے نزدیک حلالہ یہ متعہ جیسے کام کرنا اپنی نہایت ہی قابل احترام خواتین کی عزت نیلام کرنے کے مترادف ہوگا۔

اس مضمون کو آگے بڑھانے سے پہلے میں اپنے قارئین کو ایک کہانی سناتا ہوں پھر دین، دنیا کی روشنی میں تحریر کو آگے لکھیں گے۔ 1966ء میں ایک نوجوان لڑکا بعمر 20 سال امام رضاؑ کے روضہ کے باغ یار پارک میں بیٹھا روضہ کے سنہری گنبد کو تکے جا رہا تھا اور آتے جاتے زائرین کو بھی دیکھ رہا تھا کہ اسی حسینہ نے ایک آنکھ سے نقاب اٹھا کر درشن دیے جو یہ ایکٹ 4/5 بار بار پہلے بھی کر چکی تھی۔ آنکھ کیا تھی ایک جھیل تھی، دل دھڑک دھڑک کر اچھل کود کر رہا تھا اور اس چشم نما جھیل میں ڈوب کر ابھرنا اور پھر ڈوب کر ابھرنا چاہتا تھا کہ اس چاند نے گہرے کالے سیاہ بادلوں سے ابھر کر ہلکی سی مترنم آواز سے کہا Follow Me اور ڈری ڈری سہمی ہوئی ادھر ادھر دیکھتی ہوئی ایک طرف کو چلی گئی۔ یہ لڑکا تو اس کے ساتھ جہنم میں بھی جانے کو تیار تھا۔ بس وہ چابی والے کھلونے کی طرح اس ایرانی حسینہ کی برقی رو کے سہارے چلتا ہوا اس کو Follow کرنے لگا۔ بقول شاعر اکرام:

اک دھما چوکڑی ہے سینے میں
یہ کہیں بے لگام دل تو نہیں

روضہ امام رضاؑ کی حدود سے باہر نکل کر ایک سڑک پر چند منٹ چلنے کے بعد دائیں طرف ایک آبادی کے آؤٹ سکرٹ آئے۔ آبادی پوش ہونے کے باوجود ایرانی کلچر کی ایک پورٹریٹ کی طرح تھی۔ ہلکے نیلے اور گہرے رنگوں کی نقاشی عجب بہار دکھا رہی تھی۔ ہر گھر سے خوشحالی ٹپک رہی تھی۔ حویلی ٹائپ گھر تھے۔ کشادہ گیٹ، لکڑی کا بہت ہی نفیس کام، صفائی بھی کمال کی تھی۔ ابھی میں منظر کشی میں ہی کھویا ہوا تھا کہ ایرانی حسینہ ایک حویلی کے سامنے جا کر رکی، پیچھے مڑ کر دیکھا۔ مجھے رکنے کا اشارہ کیا اور گیٹ کے اندر داخل ہو کر نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ جیسے ہی وہ نظروں سے اوجھل ہوئی تو مجھے گھپ اندھیروں نے گھیر لیا۔ جیسے اندھیری راتوں میں بجلی فیلیر ہونے کے بعد گھپ اندھیرا چھا جاتا ہے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا لیکن اس وقت تو دن کے دو بجے تھے۔ یہ اندھیرا دماغ اور آنکھوں کا تھا جو زیادہ دیر تک نہ رہ سکا قوسِ قزح کی طرح ایک لہر لہرائی اور دل پسند واپس آئی۔ اندر آنے کا اشارہ دیا۔ بغیر کسی پس وپیش کے میگنیٹ (مقناطیسی) کیفیت میں مبتلا ہو کر اس کے اشارے پر حویلی کی چوکھٹ پار کر گیا۔ اندر داخل ہوتے ہی دائیں طرف ایک بڑے کمرے میں داخل ہو گیا جہاں فرش پر نہایت خوبصورت قالین بچھے ہوئے تھے۔ مخملی کپڑے کے بڑے بڑے گاؤ تکیے لگے ہوئے تھے۔ یہ ایک خوبصورت سجایا گیا کمرہ تھا۔ عمر خیام کی پورٹریٹ نہایت خوبصورت تھی۔ میں ہونقوں کی طرح ماحول کی ایک ایک چیز کو دیکھتا ہوا ایک تکیے کا سہارا لے کر بیٹھ گیا۔ میں نے اس مہ جبیں سے کہا کہ تمہاری صرف ایک آنکھ کی خوبصورتی دیکھ کر نتائج کی پروا نہ کرتے ہوئے میں آپ کو

Scanned with CamScanner

Follow کرتے ہوئے یہاں تک پہنچ گیا ہوں۔ اگر آپ اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیں تو میں آپ کو دیکھ سکوں۔ وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے بہت سارے بلوریں جام ٹرے میں پڑے ہوئے آپس میں ٹکرا گئے ہوں لیکن ہنستے ہنستے جو جواب اس پری وش نے دیا وہ میرے لیے بے حد حیران کن تھا۔ وہ بولی ابھی میں تمہارے سامنے بے نقاب نہیں ہوسکتی کیونکہ تم میرے لیے نامحرم ہو۔ میرے بابا ابھی نماز پڑھ کر مسجد سے آتے ہی ہوں گے۔ اگر آپ کی اور بابا کی بات چیت بابت صیغہ کامیاب ہوگئی تو جب آپ مجھے دیکھیں گے میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ آپ مایوس نہیں ہوں گے۔ میرے تو دل دماغ میں بجلیاں کڑکڑانے لگیں۔ میں نے دل و دماغ میں فیصلہ کرلیا کہ کسی بھی قیمت پر میں اس حور جان کو حاصل کروں گا۔

اتنے میں ایک لڑکی ایک بلوری جام میں انار کا جوس لے آئی جس کی میں چسکیاں لیتا رہا۔ اسی اثناء میں ایک نہایت خوبصورت ہلکا گلابی مائل رنگ لمبا قد گہری بلکہ کہری آنکھوں والا بابا کمرے میں داخل ہوا۔ مجھے صرف خوش آمدید کے الفاظ جو کہ بار بار دہرائے جاتے رہے، سمجھ میں آئے۔ یہ حور جان جن کا نام مجھے اب معلوم ہوا تھا کیونکہ اس کا والد بار بار اس کو اسی نام سے پکار رہا تھا۔ یہ نام تھا فاررِیا۔ میں بے خودی میں صرف اتنا ہی کہہ سکا ''شما اسم خیلے خوب اے'' تمہارا نام بہت خوبصورت ہے۔ وہ پہلے والی لڑکی جو میرے لیے انار کا جوس لے کر آئی تھی، اب ایک ٹرے میں کئی قسم کا ڈرائی فروٹ اور قہوہ لے کر آ گئی۔ قہوے کے چھوٹے گلاس کے ساتھ چینی کی ٹکیاں بھی تھیں (Cubes) جو غالباً چقندر کی چینی تھی۔ ایک ٹکی منہ میں رکھ کر زور سے قہوے کی چسکی لی جاتی تھی۔ اب بابا کی میری بات چیت شروع ہوئی یا آپ اس کو انٹرویو بھی کہہ سکتے ہیں:

کیا آپ سگریٹ پیتے ہیں؟ No۔

کیا آپ شراب پیتے ہیں؟ No۔

کیا آپ سنی ہیں یا شیعہ ہیں؟

میں نے اس کا جواب کچھ یوں دیا۔

1906ء کے بعد بننے والے کسی بھی مسلک سے میرا کوئی تعلق یا یقین نہیں ہے۔ میں الحمدللہ سادہ سا مسلمان ہوں۔ اللہ تعالیٰ، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن پاک اور ہر نیک انسان کا ماننے والا ہوں اور اس بات پر کامل ایمان رکھتا ہوں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت براہ راست اذیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ حضور کی جان اطہر کو اذیت دی گئی۔ اذیت گستاخی سے کہیں بڑھ کر ہوتی ہے۔ حضور کو ارادتاً اذیت دینا کفر ہے۔ بغیر کسی شک کے جو اللہ کے رسول کو اذیت دیتا ہے وہ اللہ کو اذیت دیتا ہے اور وہ کافر سے بھی بدتر ہے۔

حسینیت کے بارے میں کیا جانتے ہو؟

Scanned with CamScanner

میرا جواب کچھ یوں تھا۔ چونکہ میں مذہبی آدمی نہیں ہوں اور بہت زیادہ نہیں جانتا مگر یہ ضرور جانتا ہوں کہ شہادت حسینؓ کے بعد پوری دنیا میں صرف دو راستے، دو فکر، دو مسلک یا جو بھی آپ نام دیں، باقی بچے ہیں۔ ایک حسینیت، دوسرا یزیدیت اور الحمدللہ میں حسینیت پر یقین کامل رکھتا ہوں اور یزید پر لعنت کرتا ہوں۔ ساتھ میں نے بلند آواز میں یہ شعر پڑھنا شروع کرایا:

شاہ است حُسین ، بادشاہ است حُسین
دین است حُسین ، دین پناہ است حُسین
سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کے بنائے لا الہ است حسینؓ

بابا اٹھا اور میرا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے کر میرا ماتھا چوما، بے حد خوش ہوا اور خوش آمدید بولا۔ بابا نے مجھے بتایا کہ میرا گھرانہ ایک مذہبی گھرانا ہے اور ہمارے امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں کہ میں اس مسلم آدمی کو پسند نہیں کرتا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں سے کسی ایک پر عمل کیے بغیر اس دنیا سے گزر جائے۔ ان روایات میں سے ایک خواتین کے ساتھ متعہ یا صیغہ کرنا ہے۔

میری لڑکی فاریبا مجھے چند روز سے بتا رہی تھی کہ میں جب امامؑ کے مزار پر جاتی ہوں ایک بہت پیارا سا لڑکا روضے کے گنبد کو بیٹھا دیکھتا رہتا ہے۔ میں نے ہی اسے کہا تھا کہ تم اس کو کسی دن گھر لے کر آؤ۔ اس طرح آج تمہارے ساتھ ملاقات بھی ہوگئی اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ تم کون ہو۔ میرا ایک سوال اور ہے؟ میں نے فراخدلی سے کہا آپ جو دل چاہے سوال پوچھ سکتے ہیں۔ کیا کوئی اور نشہ تم کرتے ہو یا کرتے رہے ہو؟ نہیں ہرگز نہیں۔ میں تو نشہ کرنے والوں سے بات چیت در کنار، ہاتھ بھی ملانا پسند نہیں کرتا۔ تم مشہد کیوں آئے؟ صرف اور صرف زیارت امام رضاؑ کے لیے۔ وہ بے حد خوش ہوا۔ کیا تمہیں فاریبا پسند ہے؟ مجھے بہت پسند ہے۔ پھر باپ بیٹی بہت روانی سے لوکل فارسی میں بات چیت کرتے رہے جس کا ایک لفظ بھی میری سمجھ میں نہ آسکا۔ اس نے ڈرائیور کو میرے ساتھ روانہ کیا اور کہا کہ ہوٹل سے اپنا سامان لے آؤ۔ مزید ایک گھنٹہ سے بھی کم وقت میں اپنے مختصر سامان سمیت میں اپنے نئے ایرانی کلچر سے آراستہ کمرے میں موجود تھا۔ واپسی پر میں نے کچھ پھول خرید لیے جو میں نے بابا جی اور فاریبا کو پیش کیے۔ ان کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ وہ مجھے دیکھ کر خوش ہو رہے تھے اور میں فاریبا کو کن انکھیوں سے دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔ بابا کا نام آغا اپتن معلوم ہوا۔ گھر میں کچھ اور لوگ بھی تھے۔ ایک نام بہروز تھا۔ ایک لڑکی کا نام گل نار اور والدہ کا نام بہار تھا۔ مغرب کی نماز میں نے اور بابا آغا اپتن نے روضہ امام رضاؑ کی مسجد میں ادا کی۔ واپسی پر ایک اور عالم یا عالم نما آدمی بھی ہمارے ساتھ تھا جس نے ہمارا غیر دائمی نکاح پڑھایا، حق مہر 100 تومان کا

Scanned with CamScanner

نوٹ نکال کر اسی وقت پیش کر دیا۔ یہ یاد رہے کہ اس وقت ہمارا روپیہ 16 آنے کا ہوتا تھا اور ایک ایرانی تومان پاکستانی 10 آنے کے برابر ہوتا تھا۔ اس طرح آپ کہہ سکتے ہیں کہ صرف ساٹھ پاکستانی روپے حق مہر مقرر کیا گیا تھا۔ ظاہر ہے لالچ کا شبہ تک نہ تھا بلکہ صرف اور صرف یہ خاندان اپنے اعتقاد کے مطابق ثواب کے لیے ایسا کر رہا تھا کیونکہ ان کے پیش نظر اپنے امام جعفر صادق کا قول تھا۔ صیغہ نکاح کی مدت 30 روز مقرر کی گئی اور اس طرح میں زندگی کے حسین ترین تجربے سے دوچار ہوا۔ میرا ہر طرح سے بے حد خیال رکھا گیا۔ تحفے تحائف کا ڈھیر ہر وقت کمرے میں لگا رہتا۔ خاندان کی دیگر لڑکیاں تمام دن خوش گپیاں، طنز و مزاح کرتی نظر آتیں۔

نکاح کے بعد میں نے اس مہ وش سے کہا کہ اب تو نقاب اٹھا کر پورا چہرہ دکھا دو اور میں نے نہایت نفاست سے نقاب نیچے کر دیا۔

وہ ہونٹ تھے کہ شفق میں نہائی کرنیں تھیں
وہ آنکھ تھی کہ خنک پانیوں کا جھرنا تھا

وہ اس وقت Sea Green رنگ کا لباس پہنے ہوئے تھی۔ بے حد خوبصورت، لمبے بال جن کو گہرے سنہری کہا جا سکتا ہے۔ بے حد خوبصورت جھیل جیسی آنکھیں اور آنکھوں کا رنگ بھی جھیل کے پانی کا رنگ لیے ہوئے تھا مگر آنکھوں میں بجلی کی چمک جیسی روشنی بے حد روشن آنکھیں، بھرے بھرے گال ڈمپل کے ساتھ، نہایت نفیس میٹھے ہونٹ، درمیانی کشادہ پیشانی، کانوں میں چاندی کے بندے جن میں زمرد جڑے ہوئے تھے، الگ بہار دکھا رہے تھے۔ صراحی دار خوبصورت گردن، ایرانی سیب کی طرح کا رنگ، اللہ تعالیٰ نے کمال شاہکار بنایا تھا۔ آواز میں نفاست کمال درجے کی تھی۔ جب بولتی یا مجھے کچھ سمجھانے کی کوشش کرتی تو محسوس ہوتا کہ جلترنگ بج رہا ہے۔ 30 دن ایک خواب کی طرح گزر گئے۔ ایسے جیسے آنکھیں جھپکیں اور 30 دن گزر گئے۔ ابھی 5 روز باقی تھے کہ فاریبا نے مجھ سے پوچھا کیا آپ نکاح کی مدت بڑھانا چاہتے ہیں۔ نہ جانے اس اچانک اور ظالم سوال پر میں نے No کیوں کہا۔ وہ خاموش ہوگئی اور اس کا چہرہ بھی اتر گیا۔ مزید تین روز کے بعد میرے دل و دماغ میں بچھڑ جانے کا منظر گھومنے لگا تو میں نے پریشانی کے عالم میں کہا فاریبا میں تمہارا سوال سمجھ نہ سکا تھا مگر میں مزید مدت بڑھانا چاہتا ہوں۔ وہ بھڑک کر بولی No Mr, you have miss the chance۔ میرے دل دماغ پر یہ جواب سن کر جو بیتی وہ بیان سے باہر ہے۔ پلک جھپکتے یہ دو دن بھی گزر گئے۔ مجھے بے حد عزت، احترام اور تحائف دے کر رخصت کیا گیا۔ ڈرائیور کو کہا گیا کہ جہاں میں کہوں مجھے پہنچا دیا جائے۔ یہ متعہ یا صیغہ کی سب سے اول اور مذہبی رنگ لیے ہوئے کمال درجے کی مثال ہے۔ باقی دوسرے درجے یا تو کاروباری ہیں یا مجبوری بکتی ہے۔

متعہ اور اسلام از علامہ علی نقی نامی کتاب میں بے شمار دلائل دیئے گئے ہیں۔

Scanned with CamScanner

مولانا نودری کا موقف بھی میں نے لکھ دیا ہے جبکہ یوسف عباس کی تصنیف ''متعہ'' ایک نادر دستاویز ہے جو کہ سورۃ النساء 24:4 کے حقیقی قرآنی مفہوم صیغہ یا متعہ اور مروجہ فقہی موقف کے تحقیقی و تجزیاتی مطالعے پر مشتمل ہے۔ طلاق بدعی وحلالہ اور طلاق بائن کی طرح متعہ بھی ایک ذہنی، فکری مغالطہ ہے جسے فقہ کے ذریعے دین کا حصہ بنادیا گیا ہے حالانکہ متعہ کا قرآن، دین اور سنت سے کوئی تعلق واسطہ نہیں ہے۔

Law of Desire By Shahla Haeri (Temporary marriage in shi, i Iran)

جس کا اردو ترجمہ کچھ یوں ہوگا:

''خواہش نفسانی کا قانون'' شہلا حائری ایران میں متعہ یا صیغہ یا (عارضی نکاح) یا غیر دائمی نکاح کا قانون اور اس کے بھیانک نتائج اور اہل مذہب، اہل اخلاق، اہل تہذیب کے لیے نہ صرف ایک فکر انگیز زمانہ ہے بلکہ عورت کی حرمت کا مقدمہ ''عورت بنام حسن پرست حاضر ہوں'' کے مترادف ہے۔ وہ دل کبھی نہیں مرتا جسے محبت زندہ رکھتی ہے اور عورت کوئی جنس نہیں ہے۔ قدرت کا انعام عظیم، نہایت قابل احترام، قابل محبت جس کے بغیر کائنات کا نظام مکمل نہیں ہوتا۔ ''علامہ اقبال ضرب کلیم، آزادی نسواں''

اس راز کو عورت کی بصیرت ہی کرے فاش
مجبور ہیں، معذور ہیں فردانِ خردمند
کیا چیز ہے آرائش و قیمت میں زیادہ
آزادی نسواں کہ زمرد کا گلوبند؟

آیت اللہ کی نواسی شہلا حائری ایرانی شیعہ مسلم خاتون ہونے کے ساتھ ہارورڈ یونیورسٹی کی پروفیسر ہیں اور نہایت ہی ذہین فطین خاتون ہیں۔ Cultural Antpropology (ثقافتی بشریات) ان کا مضمون ہے۔ انہوں نے Law of Desire نامی کتاب تصنیف کر کے وہ تمام راز افشاں کر دیے ہیں جو کہ خوف کی وجہ سے نہیں کیے جاتے اور صدیوں سے گوشہ تاریکی میں پڑے ہوئے تھے اس لیے ان کی متعہ یا صیغہ کے متعلق تصنیف کو بشریات کے موضوع پر محض ایک تحقیقی مقالہ ہی نہیں بلکہ شیعہ مکتبہ فکر کے متعلق چونکا دینے والی کوشش ہے۔ متعہ جو کہ ایک قبیح غیر دائمی نکاح ایک وباء کی طرح پھیل رہا ہے۔ جس نے نہایت ہی قابل احترام صنفِ نازک کو طوائف بنا کر رکھ دیا ہے۔ شہلا حائری نے اپنی تصنیف میں متعہ کے تاریک پہلوں سے آگاہی دی ہے اور شیعہ علماء کے استدلال کو رد کیا ہے۔ قرآن اور سنت کی روح سے اس کو منسوخ قرار دیا ہے۔ القرآن، سورۃ بقرہ، آیت 231:

اللہ کے احکام کو ہنسی اور کھیل نہ بناؤ۔

اللہ نے تم کو جو نعمتیں بخشی ہیں اور تم پر جو کتاب اور دانائی کی باتیں نازل کی ہیں جن سے وہ تمہیں نصیحت فرماتا

Scanned with CamScanner

ہے ان کو یاد کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔

شہلا حائری نے قرآن شریف کی سورۂ بقرہ 2 آیت 223 کا حوالہ دیتے ہوئے Coitus Interruptus:AZI کے بارے میں شیعہ اور سنی علماء کے موقف میں سے سنی علماء کے موقف کو تسلیم کیا ہے مگر عورت اور مرد دونوں کا آپس میں راضی ہونا ضروری ہے۔

وہ قرآن شریف کی سورۂ بقرہ 2 آیت 228 کا حوالہ دیتے ہوئے اس بات پر زور دیتی ہیں کہ دستور کے مطابق مرد کا حق خاتون پر ہے جیسے کہ خاتون کا حق مرد پر ہے لیکن مرد کو خاتون پر فضیلت حاصل ہے اور اللہ غالب اور صاحب حکمت ہے۔

صرف آپ لوگوں کی آگاہی کے لیے یہ حیران کن اور ناقابل عمل غیر جنسی متعہ کے بارے میں کچھ لکھ رہا ہوں کہ ایک غیر جنسی متعہ معاہدہ بھی ایران میں رائج ہے جس میں عارضی میاں بیوی جنسی مباشرت کے بغیر ایک دوسرے کی صحبت سے اتفاق کرتے ہیں۔

Shafai 1973, 209 اس قسم کے متعہ کا معاہدہ امام جعفر صادقؒ سے آتا ہے اور اس قسم کے متعہ معاہدے کا تذکرہ گیارہویں صدی کے شیعہ عالم طوسی کی کتاب النہایہ میں بھی ملتا ہے۔ غیر جنسی متعہ ایران میں آج بھی کیا جاتا ہے۔

میرے خیال میں یہ صرف اس وقت ہی ممکن ہے جب مرد و خواتین پیرانہ سالی کی وجہ سے آلات کی خرابی کا شکار ہوں اور اکیلا پن ان سے برداشت نہ ہوتا ہو۔ اس طرح ایک نام نہاد رشتہ بنا کر اپنے زندگی کے دن پورے کرنے کا وسیلہ پیدا کرتے ہوں۔ BIologically یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ آلات ٹھیک ہوں اور استعمال نہ کیے جائیں۔ یہ سوچ کر کہ ہمارا معاہدہ متعہ غیر جنسی ہے، صرف ''دل کی تسلی کے لیے غالب یہ خیال اچھا ہے'' ایک مرد غیر جنسی معاہدہ متعہ کر ہی نہیں سکتا ورنہ پھر بقول سلمان گیلانی:

یہ فلسفہ سن کر کہا اک خواجہ سرا نے کہا
ہو ہائے وہ حق کا ولی ہم سا تو نہیں ہے

جبکہ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:

عقل کو خواہش پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ عقل زمانے کو تمہارے ہاتھوں میں دے دیتی ہے جبکہ خواہشیں تمہیں زمانے کا غلام بنا دیتی ہیں۔

Scanned with CamScanner

باب نمبر 11

Catamite VS Sodomite

(فاعل بنام مفعول)

کریکٹر نمبر 1: موہن داس کرم چند گاندھی (بھارت کا باپو)

کریکٹر نمبر 2: ہرمن کالن باخ ایک جرمن نژاد یہودی، ایک باڈی بلڈر، ایک Architect جس کو گاندھی اپنا Soulmate لکھتا ہے جو یکم مارچ 1871ء کو پیدا ہوا اور 25 مارچ 1945 میں وفات پا گیا۔

کریکٹر نمبر 3: جو Mr. Joseph Lelyveld Executive Editor of New Youk Times 1994 to 2001 اور Pulitzer Prize (1986) کا ونر بھی ہے۔

اس نے ایک کتاب لکھی جو 2011ء میں چھپی لیکن (April First Vintage Books Edition 2012) میں چھپا کتاب کا نام Great Soul-Mahatama Gandhi and his Streeggles with India. اس کتاب پر تبصرہ 3 جولائی 2011ء کے سنڈے میگزین آف The Express- Tribune میں چھپ چکا ہے۔

کریکٹر نمبر 4: Kasteerba Gandhi (کستور با گاندھی) جو 11 اپریل 1869ء میں پیدا ہوئی۔ اس کی شادی موہن داس کرم چند گاندھی کے ساتھ 1883ء میں ہوئی۔ مسز گاندھی 22 فروری 1944ء کو پرلوک سدھار گئی یعنی فوت ہو گئی۔ اب Great soul نامی کتاب جو کہ 524 صفحات کی ایک ضخیم کتاب ہے اس کا مصنف لکھتا ہے کہ جب گاندھی اپنی اوائل عمری میں جنوبی افریقہ آیا۔ اس کی دوستی ہرمن کامن باخ سے ہو گئی اور دونوں بہت جلد گہرے دوست بن گئے۔

ہرمن کالن باخ ایک Architect تھا۔ اس نے گاندھی کے لیے ایک گھر نہ صرف ڈیزائن کیا بلکہ تعمیر کر کے گاندھی کو دیا جس میں عرصہ دو سال تک دونوں اکٹھے قیام پذیر رہے۔ جب گاندھی نے ہرمن کالن باخ کو اپنا Soul Mate کہا اور قرار بھی دیا تو ہرمن کالن باخ نے خوش ہو کر یا جذبات میں بہہ کر اپنا 1000 ایکڑ کا زرعی فارم بھی گاندھی کے نام کر دیا۔ یہ زرعی فارم جوہانسبرگ کے گرد و نواح میں واقعہ تھا۔ 1914ء میں ہرمن کالن باخ اور گاندھی جنوبی افریقہ سے انڈیا آ رہے تھے کہ ہرمن کالن باخ کو ویزا نہ ملنے کی وجہ سے واپس جانا پڑا کیونکہ پہلی

Scanned with CamScanner

جنگ عظیم شروع ہو چکی تھی۔ اب ہرمن کالن باخ جنوبی افریقہ میں اور اس کا محبوب گاندھی انڈیا میں تڑپ رہا تھا۔ اسی تڑپ نے دونوں فاعل اور مفعول سے خط و کتابت کرائی۔ ہرمن کے خطوط گاندھی سنبھال کر نہ رکھ سکا یا ضائع کر دیے گئے لیکن ہرمن کالن باخ نے تمام خطوط سنبھال کر رکھے جو کہ اس کی وفات کے بعد اس کے وارثوں نے لندن میں نیلامی کے لیے پیش کر دیئے۔

کریکٹر نمبر5: انڈین سفارت خانہ اور اس وقت کی انڈیا حکومت نے بہت کوشش کر کے خطوط کی نیلامی رکوائی اور وہ خطوط سات کروڑ میں خرید لیے اور ان خطوط کو سیل کر دیا گیا اور جب Great Soul Mahatma Gandhi and his Streeggles with India انڈیا پہنچی تو اس کتاب کو انڈیا میں ممنوع قرار دے کر ضبط کر لیا گیا اور آج تک یہ کتاب انڈیا میں ممنوع ہے۔ سوال یہ ہے کہ آخر اس کتاب میں ایسا کیا ہے کہ انڈیا نے اس کو ضبط کر لیا اور خطوط میں ایسا کیا ہے کہ سات کروڑ روپے میں خرید کر ان کو بھی سیل کر دیا گیا۔ آخر بھارتی اپنے باپو کے خطوط کیوں نہ خرید کر سیل کرتے کیونکہ ان خطوط کی لکھت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بھارتیو تمہارا باپو Catamite تھا یعنی کہ مفعول تھا۔ اب قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ ان خطوط میں کیا لکھا ہوا ہے اور بھارتی باپو کی پتنی کیا کہتی ہے۔

کتاب کا مصنف لکھتا ہے کہ کیا نوجوان گاندھی کے ناجائز تعلقات ہرمن کالن باخ کے ساتھ تھے جس کو گاندھی اپنے ایک خط میں Soul Mate (آتما کا ساتھی) لکھتا ہے۔

گاندھی ایک اور خط میں بہت ہی رومانٹک ہو کر ہرمن کالن باخ کو لکھتا ہے کہ تم نے مکمل طور پر میرے شریر (جسم) پر قبضہ کر لیا ہے اور یہ غلامی مجھے بے حد حسین لگتی ہے۔ مزید گاندھی لکھتا ہے کہ ہم ایک دوسرے سے اتنا پیار کریں گے کہ دنیا میں کسی اور نے ایک دوسرے کے ساتھ اتنا پیار نہ کیا ہوگا۔

ایک اور خط میں گاندھی لکھتا ہے کہ میرے سامنے اب بھی روئی اور ویسلین (Vaseline) موجود ہے جو مجھے تمہاری یاد شدت سے دلاتی ہے۔

کالن سے مخاطب ہوتے ہوئے گاندھی لکھتا ہے کہ تم میرے ساتھ وعدہ کرو کہ تم کسی بھی عورت کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے نہیں دیکھو گے۔

گاندھی لکھتا ہے کہ میں امید بھی نہیں کر سکتا تھا کہ خاوند اور استری کے درمیان وظیفہ زوجیت اتنا بدصورت بھی ہو سکتا ہے۔ 1933ء میں لکھے گئے گاندھی نے اپنے ایک خط میں پنی پتنی Kasturba Gandhi کو سب سے زہریلی عورت قرار دیا۔

مصنف نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ ان خطوط کی بنیاد پر میں یہ لکھنے پر مجبور ہوں کہ گاندھی

Scanned with CamScanner

اپنی بیوی سے کنارہ کش ہوکر برہم چاری کیوں ہوا تھا کیونکہ وہ Catamite تھا۔

Kasturba Gandhi کی ڈائری کے مطابق ہرمن کالن باخ کی وجہ سے میرا خاوند موہن داس کرم چند گاندھی مجھ سے دور ہوگیا کیونکہ وہ (سم جینگی، مفعول) Cata Mite تھا۔ یہ تھا مہاتما گاندھی، بھارت کے باپو کا ظاہر و باطن جو کہ قومِ لوط کا چیلا یا جو بھی نام آپ دیں وہ ہی ٹھیک ہوگا۔

فلسفہ کے مطابق بظاہر نظر آنے والی ٹھوس چیزیں ہی فائدہ مند نہیں ہوتیں بلکہ اکثر اوقات خلاء کی وقعت حجم سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہے۔

(Factor-Deterrence.) برائی کو معدوم کرنے کے لیے اللہ رب العزت نے دوزخ کا عنصر برائی سے باز رکھنے کے لیے واضح کیا ہے۔ انسان کے اندر سے اٹھنے والی برائی کی لہر کو اندر کی طاقت ہی دبا سکتی ہے۔ ابلیس (شیطان) کی کامیابی ہی انسان کی کمزوری کی مرہون منت ہے۔ شیطانی کام ہی ابلیس کا کاروبار ہے اور دنیا اس کی فیکٹری ہے۔ حضرتِ انسان کو انسانیت کی معراج سے اتارنا ہی اس کا مقصد ہے کیونکہ چاہے اس نے سجدہ نہ کیا ہو لیکن حقیقت وہ بھی جانتا ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ وہ انسانیت کی معراج بھی جانتا ہے۔ وہ ازل سے ابد تک کے لیے اس کام کے لیے Dedicated ہے اور یہ ہی اس کی سزا اور لعنت ہے۔ ابلیس کون؟ عمارہ ربانی راؤ میرے نزدیک آپ شیطان صفت یا شیطان کے چیلوں کو جو بھی نام دیں، جیسے کہ باپو، مہاتما وغیرہ وغیرہ وہ قوم کے لیے شرمندگی کا باعث ہی بنیں گے کیونکہ قوم کو سخت تگ و دو کے بعد اور سات کروڑ کی خطیر رقم خرچ کرنے کے بعد اپنے باپو کی سیاہ کاریوں کو چھپانا پڑا جو کہ چھپ نہ سکی اور انٹرنیشنل میڈیا نے تشت از بام کر دیں۔ مصنف نے 524 صفحات پر مشتمل کتاب لکھ دی جو کہ باپو کے ملک میں Ban کر دی گئی۔

Scanned with CamScanner

باب نمبر12

نہرو، پنڈت وجے لکشمی اور اندرا گاندھی

مجھے 1966 میں پہلی بار ملک سے باہر جانے کا اتفاق ہوا۔ جبکہ پاک بھارت جنگ 1965ء میں ہو چکی تھی۔ جس کے اثرات ابھی تک ملک اور عوام محسوس کر رہے تھے۔ قومی جذبے اور ملی غیرت کے تحت راقم الحروف بھی سردار محمد اسلم خان کی بٹالین میں شامل تھا اور رات دن پلوں اور شہر بہاول پور کی گلیوں میں دشمن کے ففتھ کالم کے خلاف جہاد کا حصہ رہا ہے۔ اس وقت عین عالم شباب تھا۔ کوئی تکلیف، خطرہ یہاں تک کہ موت کا خوف تک نہ تھا۔ بس یہ ہی دُھن تھی کہ دشمن کے کالم میں سے جو بھی ہتھے چڑھے اس کو کچا ہی چبا ڈالیں۔ جب جنگ 17 دنوں میں ہی اپنے انجام کو پہنچ گئی تو کافی مایوسی ہوئی لیکن ہندو ذہنیت کی واضح تصویر دماغ میں گھر کر گئی۔ وقت گزرتا گیا اور 1966ء میں ایران، عراق، دوبئی کے اسفار کے دوران جہاں بھی ہندو لوگوں سے واسطہ پڑتا تو نہ چاہتے ہوئے بھی ان کو ٹف ٹائم دیا جاتا۔ خاص طور ہنو و ناریاں میدان حسن شباب میں جنگ و جدل کے بعد مال غنیمت کے طور پر جو میسر ہوتیں ان کے ساتھ بہت ہی حسن سلوک کے ساتھ پیش رفت کی جاتی۔ وقت گزرتا گیا۔ Cunning (چالاک) دشمن گھات میں رہا۔ ہمارے لوگوں کی غفلت نے ہمیں 1971ء کا المیہ بھی دکھایا فال آف ڈھاکہ کے دن اندرا گاندھی نے خوب چیخ چیخ کر تقریر کی جو میں نے اور لوگوں نے بھی من وعن سنی۔ میرے آنسو تھے، کہ رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ کوئی میری چھاتی میں ہاتھ ڈال کر میرا دل نوچ کر لے گیا ہے۔ مگر اس وقت نوجوانی کی عمر تھی۔ شعور نام کو بھی نہیں تھا۔ ملک عزیز کے لیے جذبات تھے۔ جیسے ایک بچے کے جذبات اپنی ماں کے لیے ہوتے ہیں۔ آج میں تاریخ کے اوراق سے مٹی جھاڑ کر اپنی نوجوان نسل کو باور کراؤں گا کہ کس طرح ہمارے عیاش اقتدار کے بھوکے نالائق حکمرانوں نے آدھے سے زیادہ ملک دولخت کر دیا۔ وہ بھی ایک ''کریکٹر لیس'' (Characterless) عورت کے ہاتھوں۔

بقول شاعر:

آگ لگانے والوں کو کہاں خبر
رُخ ہواؤں نے بدلا تو خاک وہ بھی ہوں گے

(اور پھر یہ بھی سچ ہی تو ہے کہ)

Scanned with CamScanner

آنکھوں سے پڑھی جاتی ہے حیا کی کہانی
نقاب ڈال کر کوئی پارسا نہیں ہوتا

اب جواہر لال نہرو ولد موتی لال نہرو سابق وزیر اعظم بھارت پنڈت وجے لکشمی دختر موتی لال نہرو سابق سفیر بھارت اندرا گاندھی دختر جواہر لال نہرو سابق وزیر اعظم بھارت مندرجہ بالا دیے گئے تینوں نام سیاست میں معتبر اور ہندوستان کے نامور سیاست دانوں کے ہیں۔ ان کی ذاتی زندگی کے کچھ خفیہ اوراق آج آپ بھی پڑھیں۔ انہوں نے اپنے ملک کو ترقی دی، لوٹنا تو درکنار جو کچھ ان کے پاس تھا وہ بھی ملک کے حوالے کر دیا۔

پنڈت جواہر لال نہرو

رہنما کیا ہوتا ہے اور اسے کیسا ہونا چاہیے؟ ہمسایہ دشمن اور غاصب کشمیر ملک سے ایک لیڈر کی مثال پیش کر رہا ہوں جو اپنے ملک کے لیے تو آبِ حیات تھا چاہے اس کی ذاتی زندگی جیسی بھی تھی، یہ تھا جواہر لال نہرو، سابق وزیر اعظم بھارت جس کے والد موتی لال نہرو ایک کامیاب وکیل، بزنس مین اور سیاست دان تھے۔ وہ دہلی، کلکتہ اور الٰہ آباد میں پریکٹس کرتے تھے اور 1900ء کے شروع میں لاکھوں روپے ماہانہ کماتے تھے۔ وہ دو بار آل انڈیا کانگریس کے صدر بھی رہے جبکہ وہ تو بھرپور سیاست کرتے تھے مگر اپنے بیٹے جواہر لال نہرو کو سیاست سے دور رکھنا چاہتے تھے اور انہیں کامیاب وکیل دیکھنے کے خواہاں تھے تاکہ ان کا بیٹا لاٹھی اور جیل سے محفوظ رہے کیونکہ موتی لال نہرو نے اپنے بیٹے جواہر لال نہرو کو شاہی خاندان کی طرح پڑھایا، نوابوں جیسی پرورش کی، کیمبرج یونیورسٹی میں تعلیم دلائی اور جب وہ بیرسٹر بن کر ہندوستان واپس آ گئے تو انہیں الٰہ آباد میں اچھے کلائنٹس لے کر دیے لیکن جواہر لال نہرو کمیونسٹ خیال کا مالک تھا۔

وہ سیاست میں آ کر معاشرے میں مساوات پیدا کرنا چاہتا تھا۔ والد نے نہرو کو بہت سمجھایا مگر اس نے ایک نہ مانی۔ آخر ایک دن موتی لال نہرو نے اپنے لاڈلے بیٹے کی الماری سے اس کے سارے قیمتی سوٹ، جوتے، سگار نکالے اور دوستوں کے بچوں میں تقسیم کر دیے اور اس کی جگہ کھدر کے دو پاجامے اور تین کرتے الماری میں لٹکا دیئے اور ہاتھ سے بنی ہوئی دیسی جوتی رکھوا دی۔ نہرو کے کمرے سے سارا قیمتی فرنیچر بھی اٹھوا دیا گیا۔ فرش پر کھدر کی اور موٹی چادر بچھوا دی گئی اور نوکر کو حکم دے دیا کہ کل سے صاحب کے لیے جیل جیسا کھانا مہیا کیا جائے اور بیٹے کا جیب خرچ بھی بند کر دیا۔

جواہر لال نہرو نے جب اپنے کمرے کا یہ حال دیکھا تو مسکراتے ہوئے اپنے والد کے پاس آئے۔ موتی لال نہرو اس وقت اپنے سٹڈی روم میں ٹالسٹائی کا ناول وار اینڈ پیس پڑھ رہے تھے۔ نہرو نے اپنے والد محترم سے

Scanned with CamScanner

پوچھا کیا آپ مجھ سے ناراض ہیں؟ موتی لال نے نظریں کتاب سے اٹھائیں اور جواب دیا بیٹا میں تم سے ناراض ہونے والا دنیا کا آخری شخص ہوں گا۔ جواہر لال نہرو نے پوچھا آپ نے اتنا بڑا آپریشن کیوں کر دیا۔ موتی لال نے جواب دیا صاحب زادے تم نے جو راستہ چنا ہے اس میں جیل، بھوک اور خواری کے سوا کچھ نہیں اور میں چاہتا ہوں کہ تم آج ہی سے ان تمام چیزوں کی عادت ڈال لو جو اس راستے پر تمہیں پیش آنے والی ہیں۔

موتی لال نہرو نے مزید اپنے لاڈلے بیٹے کو بتایا کہ غریب اور عام آدمی کے پاس اعتبار کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا لہٰذا یہ انتہائی سوچ سمجھ کر دوسروں پر اعتبار کرتے ہیں۔ اگر تم عام آدمی کی بات کرنا چاہتے ہو تو پھر تمہیں خود بھی عام آدمی ہونا چاہیے۔

تم انگلینڈ کے سوٹ اور اٹلی کے جوتے پہن کر غریب کی بات کرو گے تو کوئی بھی تم پر اعتبار نہیں کرے گا اور میں نہیں چاہتا کہ دنیا میرے بیٹے کو منافق کہے۔ چنانچہ تم آج سے وہ کپڑے ہی پہنو گے جو غریب پہنتا ہے اور تم اتنے پیسے ہی خرچ کرو گے جتنے غریب کی جیب میں ہوتے ہیں۔ جواہر لال نہرو نے اپنے والد محترم کا ہاتھ چوما اور پھر مرنے تک کھدر کے کپڑے، دیسی جوتی استعمال کی اور غریبوں جیسا کھانا کھایا۔

ہمارے ملک کا سب سے بڑا المیہ ایسی لیڈر شپ کا فقدان ہے۔ پوری دنیا میں لٹیروں کا تعلق اکثر بڑے گھرانوں سے ہی ہوتا ہے۔ اندر خانہ طاقتور حلقے ان کے سپوٹرز ہوتے ہیں۔ بڑی طاقتیں ان کی بدمعاشی کی وجہ سے انہیں بلیک میل کر کے اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کرتی ہیں۔ یہ ہمارا المیہ ہے اور بدقسمتی بھی ہے۔ ہاں ہم ایک قوم بن جائیں تو پھر ہم ان کو شکست دے سکتے ہیں اور ملک عزیز ترقی کی طرف گامزن ہو سکتا ہے۔ ہم ڈرٹی پالیٹکس کے ایک خوفناک جوہڑ میں غوطے کھا رہے ہیں۔

ملک کی بڑی سیاسی جماعتیں غریبوں کی بات زبانی کلامی ضرور کرتی ہیں لیکن منافقت سے بھرپور موجودہ مہنگائی کا پربت دیکھ لیں اور ان نام نہاد سیاست دانوں کا بلکہ بزنس مینوں کا رویہ دیکھ لیں۔ لاکھوں کی تنخواہیں، لاکھوں کی مراعات، طاقت کا سمبل (Symbol)، انصاف کا ہمالیہ، غریبوں کا غم، ہر چیز کی قیمت آسمان پر۔ بینک بیلنس ان کے اور سرمایہ اتنا کہ نوکروں ورچھا بڑی والوں کے اکاؤنٹس میں رقم ڈالنے کے لیے مجبور ہیں۔

ملک کے جہاز اور ہیلی کاپٹرز اس طرح استعمال کرتے ہیں جیسے سٹریٹ بوائے موٹر سائیکل استعمال کرتے ہیں۔ موجودہ وزیراعظم ہمارا رہنما نہیں ہو سکتا۔ اگر رہنما لینا ہے تو کرکٹر والا، غیرت والا، انا والا، عوام کا خیر خواہ ہو۔ ووٹ کا صحیح استعمال کرو قوم بنو۔ لیڈر دیکھو باراک اوباما صدارت کے بعد کرائے کا مکان ڈھونڈتا پھرتا ہے۔

جرمن چانسلر انجیلا، دو تین سوٹوں اور ایک ہی کوٹ کیساتھ 5 سالہ دور اقتدار پورا کر گئی اور دنیا بھر میں

Scanned with CamScanner

کروڑوں لوگوں کو اپنے کردار سے اپنا گرویدہ کرگئی۔ پاکستانی نام نہاد رہنماؤں سے جنہیں عوام کو لوٹنے کی فکر رہتی ہے اور بالخصوص غلامانہ ذہنیت والوں سے یہ توقع عبث ہے کیونکہ ہمارے مقدر میں اس وقت حکمران نہیں بلکہ دھندے والے لوگ ہیں۔

بات دشمن ملک کے رہنما سے شروع ہوئی تھی۔ یہ ہندو خاندان، کشمیری پنڈت، خاندان ہے۔ گو کہ یہ ہندو اپنے ملک کا، اپنے عوام کا وفادار تھا لیکن مندرجہ ذیل عادات واطوار کا دلدادہ تھا مگر اس سے پہلے اس کی اپنے ملک کے لیے بے مثال فراخدلی اور قربانی کا ذکر کرنا بہت ضروری خیال کرتا ہوں۔ نہرو کے سیکرٹری Mr M.O. Mathai کی شہرہ آفاق تصنیف Reminiscences of Nehru Age جس کا بہت چرچا بھی ہوا اور اندرا گاندھی کی وزارتِ عظمیٰ کے دور میں اس کتاب کے کچھ باب جو کہ اندرا گاندھی کی ازدواجی اور پرائیویٹ زندگی کے بارے میں تھے، نکال لیے گئے اور کتاب کو دوبارہ شائع کیا گیا لیکن جب یہ کتاب شائع ہو کر دنیا میں پہنچی تو لوگوں کے لیے یہ حالات بہت حیران کن تھے اور اصل کتاب اپنے مکمل ابواب کے ساتھ لندن سے میسر ہوگئی۔ Mathai اپنی اسی کتاب کے صفحہ نمبر 95 پر رقمطراز ہیں کہ 2 ستمبر 1946ء کو جیسے ہی نہرو نے عبوری گورنمنٹ میں شمولیت قبول کی تو اپنے ذاتی گھر کے علاوہ جو ان کو اپنے والد صاحب سے ملا تھا، بقایا تمام اثاثے مالیتی ایک لاکھ پچاس ہزار گورنمنٹ کے حوالے کر دیئے۔

Mathai کے مطابق وہ شراب بھی نہیں پیتے تھے۔ مصنف نے نپولین بونا پارٹ کی مثال لکھی ہے کہ وہ بہت سی خوبصورت خواتین کے ساتھ منسلک تھا لیکن کوئی بھی خاتون حکومت کے اثر ورسوخ سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھا سکتی تھی۔ حکومت پر اثر انداز نہیں ہو سکتی تھی۔ Mathai اپنی تصنیف کے باب نمبر 37 صفحہ نمبر 182 پر رقمطراز ہوتے ہوئے مزید لکھتے ہیں کہ نپولین کہا کرتے تھے کہ خواتین مردوں کے ذہنی آرام وسکون کے لیے ہیں اور خاص طور پر نہرو بھی خواتین کے معاملے میں نپولین سے کچھ مختلف نہ تھے۔

وجے لکشمی پنڈت

Mathai اسی کتاب کے باب نمبر 26 صفحہ نمبر 111 اور 112 پر رقمطراز ہیں کہ وجے لکشمی پنڈت جو کہ خوبصورت ترین کشمیری پنڈت خاتون تھی، سید حسین کو اپنا دل دے بیٹھی بلکہ دل ہار گئی۔ سید حسین بھی مردانہ وجاہت لیے ہوئے قدرت کا خوبصورت ترین شاہکار تھا۔ وجے لکشمی اس کے ساتھ بھاگ گئی۔ Mathai مزید لکھتے ہیں کہ گاندھی کے قتل کے فوراً بعد ایک سیل شدہ فائل نہرو کو پیش کی گئی جس کو ڈی سیل کیا گیا تو پڑھنے کے بعد پتہ چلا کہ یہ وجے لکشمی پنڈت کے فرار کی داستان ہے جو کہ سید حسین کے عشق میں گرفتار ہو کر بھاگ گئی تھی۔ نہرو

Scanned with CamScanner

نے مجھے اس فائل کو جلانے کا حکم دیا۔ میں نے اسی وقت باورچی خانے میں جا کر فائل آگ کے حوالے کر دی اور اس وقت تک وہاں کھڑا رہا جب تک کہ کاغذ راکھ میں تبدیل نہ ہو گئے۔

فیروز گاندھی

مزید باب نمبر 12 کے صفحہ 80 سے 82 پر Mathai رقمطراز ہے کہ فیروز گاندھی ایک پارسی نوجوان تھا جو کہ پڑھا لکھا نہ تھا۔ اس کے والد کا الہ آباد میں Liquor Provision Merchont Store تھا جبکہ فیروز کملا نہرو کے ساتھ کانگریسی رضا کار کے طور پر کام کرتا تھا مگر وہ فیروز سے اندرا کی شادی کو سخت ناپسند کرتی تھی۔ 28 فروری 1936ء میں کملا فوت ہو گئی جبکہ اندرا اس وقت برطانیہ میں زیر تعلیم تھی۔ واپسی پر اس نے خاندان اور نہرو کی مخالفت کے باوجود فیروز سے شادی کر لی۔ شادی کے بعد فیروز پارسی ہونے کے باوجود فیروز گاندھی بن گیا تا کہ کچھ تو ہندو لگے۔ مگر اندرا کی ازدواجی زندگی فیرزو کے ساتھ کبھی بھی خوش گوار نہ گزری اس لیے اندرا اپنی دوستیوں کا دائرہ بڑھاتی گئی۔

اندرا گاندھی

باب نمبر 29 صفحہ 140 پر مصنف رقمطراز ہے کہ اندرا گاندھی قلوپطرہ جیسی ناک، نپولین بونا پارٹ جیسی آنکھیں اور Breasts of Venus رکھتی تھی۔ میں یہ شعر اندرا کی آتما کو اپنی طرف سے اس کے حُسن کے خراج کے طور پر پیش کرتا ہوں:

تیری آنکھیں کمال تاجر ہیں
جس کو چاہیں خرید لیتی ہیں

جبکہ یہ بھی سچ ہے کہ:

سنا ہے سیپ کا ماخذ ہیں آپ کی آنکھیں
سنا ہے آپ کے چہرے سے دھوپ بنتی ہے

لیکن اس کی Limbs پر بال تھے جس کی وجہ سے اس کو روزانہ شیو کرنی پڑتی تھی۔ ذہنی طور پر وہ مردانہ ایکٹ زیادہ کرتی نہ کہ زنانہ اظہار اس لیے میں اس کو مردانہ عورت کہتا تھا۔ Mathai لکھتے ہیں کہ میں پہلی بار اندرا سے 1945ء میں اس کے والد کے گھر ملا تھا جب اس کا ایک بیٹا عمر دو سال، اس کے ساتھ تھا، وہ اپنے خانگی معاملات میں خوش نظر نہ آتی تھی اور سخت مایوسی کا شکار تھی۔ یہ سب کچھ اس کے چہرے پر لکھا ہوا تھا۔ اس کا دوسرا بیٹا 1946ء میں پیدا ہوا جو کہ ماں کی خواہش کے برعکس پیدا ہوا جس کو ہم "Unwanted Child" کہہ سکتے ہیں لیکن یہ کہتے

Scanned with CamScanner

ہوئے اس کے ختنے کرائے گئے کہ کوئی نقص تھا اس لیے ختنے ضروری تھے۔

یہاں از رہِ تفنن ختنہ کے بارے میں ایرانی کلچر کیا کہتا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

مرد کی نونو کاٹنے کے عمل کو ختنہ کہتے ہیں۔

کاٹنے والے کو خاتن کہتے ہیں۔

جس کی کٹتی ہے اسے مختون کہتے ہیں۔

جس کے لیے تراشی جاتی ہے اسے خا..... کہتے ہیں۔

1947ء میں آپس میں لڑ جھگڑ کر بھی ایک ہی مورچے اور ایک ہی بستر پر آرام کرنے والے جنگجوؤں کے صبر کا پیمانہ اب لبریز ہو چکا تھا۔ بظاہر تو یہ خاوند اور بیوی تھے لیکن نومولود ایک مسلمان کا نطفہ تھا اور پہلا بچہ بھی کسی اور شکاری کی نشانی تھا کیونکہ فیروز گاندھی تو اولاد پیدا کرنے کے قابل ہی نہ تھا۔

1946ء کے خزاں میں نہرو نے اندرا کو ایک چھوٹی "Austin" کار تحفہ میں دی۔ اندرا نے مجھے کہا کہ میں اس کو ابتدائی طور پر کار چلانا سکھا دوں اس لیے میں روزانہ اس کو لے کر گراؤنڈ میں چلا جاتا۔ (Viceroy's body guard's polo ground) اندرا کی سیکھنے کی صلاحیت بہت تیز تھی۔ کچھ دنوں کے بعد میں اس کو Connaugthcireus تک لے جاتا اور خود ہی چکر لگاتی رہتی اور وہ جلد ہی کار چلانا سیکھ گئی۔ 1947ء کے درمیانی عرصہ میں اس نے فلم دیکھنے کی فرمائش کی اور اس کے بعد جب بھی میں فارغ ہوتا، ہم دونوں فلم دیکھنے ضرور جاتے۔ اندرا کو چھوٹی کار سخت ناپسند تھی اس لیے وہ اکثر میری کار جو کہ "Plymounth" تھی، میرے ساتھ جنگل کی طرف جو کہ قطب مینار کی پچھلی طرف واقع تھا، سیر کرنے جاتی۔ ایک روز بے مقصد ڈرائیو کرتے ہوئے وہ بولی کیا تم مجھ سے محبت نہیں کرتے؟ میں نے جواب دیا میں نہیں جانتا لیکن میں نے خزاں 1947ء میں محسوس کیا کہ وہ مجھ سے محبت کرنے لگی ہے حالانکہ میں نے کبھی بھی اس کی ابتداء نہیں کی تھی۔ ایک روز باتوں باتوں میں اس نے مجھے بتایا کہ میرا خاوند میرے ساتھ دھوکہ کر رہا ہے اور میرا وفادار نہیں ہے حالانکہ میں نے خاندان کے ہر فرد سے لڑ جھگڑ کر اس سے شادی کی تھی۔ میری الماری میں سے ساڑیاں کوٹ اور دیگر چیزیں غائب ہوتی ہیں جو یہ دیگر عورتوں کے لیے چوری نکال کر لے جاتا ہے پھر اس نے پوچھا تمہارا میرے بارے میں کیا خیال ہے۔ میں نے کہا نمبر 1 میری وفاداری جو کہ آپ کے والد سے ہے، مجھے تمہارے قریب آنے سے روکتی ہے۔ نمبر 2 شادی شدہ عورتوں سے بے وقوف لوگ افیئر چلاتے ہیں۔ میں وہ بے وقوف نہیں ہوں۔ اس نے ناراضگی سے میری طرف دیکھا اور بولی میرا خاوند Impotent ہے اور ہمارے درمیان میاں بیوی والے مراسم نہیں ہیں اور نہ ہی

Scanned with CamScanner

میں ایسا اب کبھی سوچ سکتی ہوں جو تمہارا دوسرا سوال ہے میرے پتا جی کے متعلق، وہ بھی غیر متعلقہ ہے کیونکہ میں عاقل و بالغ ہوں۔ اس کے بعد زیادہ سے زیادہ ٹائم ہم اکٹھے گزارتے۔ 18 نومبر 1947ء اندرا مجھے اپنے کمرے میں لے گئی اور مجھے کہا کہ میں تمہارے ساتھ سونا چاہتی ہوں۔ کل شام مجھے جنگل کی طرف لے چلو۔ میں نے اسے کہا کہ مجھے خواتین کے ساتھ زیادہ تجربہ نہیں ہے۔ وہ بولی سب اچھا ہے۔ ہم 19 نومبر 1947ء جو کہ اس کی سالگرہ کا دن تھا، ہم ڈرائیو کرتے ہوئے جنگل کی طرف چلے گئے اور جنگل میں بہت ہی جنگلی مگر پوشیدہ جگہ پر قیام کیا۔ پھر آپ سے تم اور تم سے تُو کا عنوان ہوئے۔ واپسی پر میں نے اندرا سے پوچھا کہ میں نے کیا ٹھیک کیا اور کیا غلط کیا۔ وہ بولی تم Sex کے متعلق زیادہ نہیں جانتے۔ پھر اس نے مجھے دو کتابیں پڑھنے کے لیے دیں۔ ان میں سے ایک کتاب Dr. Ibraham Stone, Sex and Female Anatoma تھی۔

Mathai صفحہ نمبر 141 کے آخر میں لکھتے ہیں کہ اندرا Sex کم کرتی تھی لیکن جب بھی وہ خواہش مند ہوتی تو بہت پرجوش ہوتی اور Sex کے دوران بہت Artfuleness ہوتی جیسا کہ فرنچ خواتین کیرالا نائیٹر خواتین ہوتی ہیں لیکن اندرا ان دونوں کا کمال امتزاج تھی۔

Prolonges Kissing کو وہ بہت پسند کرتی اور خود بھی کرتی۔ دوران Sex وہ بہت صبر آزما ہوتی اور ایک "Airiggler" کی طرح ہو جاتی۔ ہم 12 سال تک Lovers تھے اور Love Brids کی طرح رہے۔ ایک روز آدھی رات کو وہ میرے بیڈروم میں آ گئی اور میرے ساتھ 4 گھنٹے تک لپٹی رہی۔ کہنے لگی اگر تم مجھے خوشیاں نہ دیتے تو میں خودکشی کرنے کا سوچ چکی تھی اور تم سے ملنے سے پہلے مجھے علم ہی نہ تھا کہ Sex ایسی بھی ہو سکتی ہے۔ اس نے مجھے پیار سے ایک نام دیا ہوا تھا "Bhupat" Bhupat کے معنی ڈاکو کے ہوتے ہیں۔ میں نے اسے ایک پیارا سا نام دیا ہوا تھا "Putli" Putli کے معنی بھی ہندی میں ڈاکو کے ہی ہیں۔

اپنی تنہائی میں ہم دونوں ایک دوسرے کو انہیں ناموں سے پکارتے تھے۔ Artificial Birth controlen Aids اندرا کو سخت ناپسند تھا۔ 1950ء کے اوائل میں اندرا مجھ سے "Pregnant" ہو گئی۔ اب اس نے "Abortion" کرانا چاہا۔ اس مقصد کے لیے وہ برٹش ہائی کمیشن کے ڈاکٹر کے پاس گئی جو کہ اس کو ذاتی طور پر جانتی تھی مگر ڈاکٹر نے صاف انکار کر دیا۔ آخر کار وہ اپنے خاندانی ڈاکٹر کے پاس گئی جس نے علاج معالجہ کے بعد 15 روز تک اپنے پاس رکھا اور اندرا کامیاب ہو کر واپس آئی۔

1958ء کے موسم سرما میں اچانک ضروری پیغام دینے کے لیے میں نے اندرا کا دروازہ کھٹکھٹایا جو کہ کھلا ہی تھا، دروازے میں سے اندرا کا سین حیران کن تھا۔ ایک خوبصورت لمبا آدمی، چہرے پر داڑھی، یوگا سکھانے والا

Scanned with CamScanner

برہمچاری دونوں قابل اعتراض حالت میں تھے۔ میں خاموشی سے واپس آ گیا اور آج تمام رشتے اندرا کے ساتھ ختم ہو گئے۔ میں نے اس کے تمام خطوط اور تحائف اکٹھے کیے اور اس کو دے دیئے۔ اس کے بعد وہ میری دشمن بن گئی۔

اندرا کے دونوں بیٹے فیروز گاندھی کے نطفے میں سے نہیں تھے۔ سنجے کو معلوم ہو گیا تھا کہ اس کا باپ کون ہے اور وہ اپنے باپ سے ملتا بھی رہا لیکن اپنی بات منوانے کے لیے وہ وزیراعظم اندرا گاندھی کو بلیک میل کرتا تھا۔ بڑے بڑے ناجائز کام لے کر دولت بناتا تھا۔ انکار کی صورت میں ماں سے پوچھتا تھا کہ میرا باپ کون ہے؟ جب بلیک میلنگ شدت اختیار کر گئی اور ماں بیٹے کا رشتہ بھول بھلیوں میں گم ہو گیا، وزیراعظم بھارت کی عزتِ نفس داؤ پر لگ گئی تو پھر سنجے گاندھی کا جہاز گر گیا ''خس کم جہاں پاک'' پھر جا کر ماں نے سکھ کا سانس لیا۔ راجیو گاندھی ایک مسلمان کے نطفے سے تھا۔ اس کے ختنے بھی اسی لیے کرائے گئے تھے۔ اس کو خود ہندوؤں نے نہیں رہنے دیا۔ ایک مسلمان کی اولاد بھارت کا وزیراعظم کیسے ہو سکتا ہے؟

بھارت میں مسلمانوں پر تشدد کرنے والو، مسلمانوں کو تعصب کی نگاہ سے دیکھنے والو، مسلمانوں کو ملیچھ کہنے والو اور خاص طور پر بھوپال جیل کے جیلر این ایس رانا جس نے 24 دسمبر 2022ء کو جیل میں مسلمان قیدیوں کی نہ صرف توہین کی بلکہ زبردستی ان کی داڑھیاں بھی منڈوا دیں، کو معلوم ہونا چاہیے کہ مسلمان کیا چیز ہیں کہ تمہاری پنڈت خواتین اور یہاں تک کہ تمہاری وزیراعظم اور اس کی پھوپھی بھی مسلمانوں کی رکھیل رہی ہیں اور اندرا نے مسلمان کے نطفے سے دو بیٹے، پیدا کیے جن کو تم لوگوں نے خود ہی قتل کروا دیا۔

Scanned with CamScanner

باب نمبر 13

تقریب ہائے رونمائی و پذیرائی

رونمائی کتب: مشرق کا موتی حوروں کا مسکن۔قومِ قوسِ قزاح

پذیرائی کتاب: فرشتے کی ایف آئی آر (جلد اول)

مصنف: ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب

تقریب منعقدہ: 14 جون 2022ء بروز منگل، دن 11 بجے بمقام مولانا غلام محمدؒ گھوٹوی ہال، عباسیہ کیمپس، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور

مہمان خصوصی: ملک امیر محمد خان، ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج بہاولپور

مہمانِ اعزاز: محمد شاہد حسین، سینئر ایڈیشنل رجسٹرار لاہور ہائی کورٹ، بہاولپور سرکٹ بنچ، بہاولپور

صدارت: انجینئر پروفیسر ڈاکٹر اطہر محبوب (تمغہ امتیاز) وائس چانسلر، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور

زیر اہتمام: Directorate of Community Broadcast (RTV & Film)

Literary Society, The Islamia University of Bahawalpur

نگران: پروفیسر ڈاکٹر محمد شہزاد رانا (ڈائریکٹر)

پروفیسر ڈاکٹر عصمت درانی (ہیڈ آف شعبہ فارسی)

مسٹر قیصر فاروق (سینئر پروڈیوسر ریڈیو، ٹی وی اور فلم)

انجینئر اسامہ شہزاد رانا (IUB)

وسیم صدیقی (پرسنل سیکرٹری ٹو وائس چانسلر)

خصوصی تعاون: ڈاکٹر ممتاز ملک (سول جج) ریسرچ آفیسر لاہور ہائی کورٹ، بہاولپور سرکٹ بنچ، بہاولپور

محمد جاوید خان بلوچ (سول جج) نعمان ملک (انٹرنیشنل ٹورسٹ اینڈ کاؤچ سرفنگ بہاولپور)

آغازِ قریب:

تلاوتِ قرآنِ پاک: خوش گلو ملک عماد نے اعتماد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا کلام بھرے ہال میں سماعت کے لیے بلند کیا

Scanned with CamScanner

جوروحانی کیف وسرور کا باعث بنا۔ (جزاک اللہ خیراً کثیراً)

نعت رسول مقبول ﷺ: ایک بیٹی نے سریلی اور پرکیف آواز میں نعت رسول مقبول ﷺ پیش کی جس سے حاضرین نے شانِ حرمت رسول ﷺ سے گاہی حاصل کی۔ (جزاک اللہ خیراً کثیراً)

قومی ترانہ: قومی ترانہ پیش کیا گیا جس کے احترام میں حاضرین باادب کھڑے رہے۔

ابتدائی تعارف: پروفیسر ڈاکٹر محمد شہزاد رانا نے کتب اور مصنف کا ابتدائی تعارف پیش کیا۔

تجزیہ نگار: ابتدائی تعارف کے بعد مندرجہ ذیل تجزیہ نگاروں نے لب کشائی کر کے محفل کی رونق دوبالا کی:

1- پروفیسر ڈاکٹر روبینہ بھٹی
ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور

2- پروفیسر ڈاکٹر عصمت درانی
ہیڈ آف شعبہ فارسی، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور

3- پروفیسر ڈاکٹر سجاد نعیم
شعبہ اردو، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور

4- پروفیسر ڈاکٹر آصف ندیم
شعبہ ایجوکیشن، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور

5- پروفیسر قدرت اللہ شہزاد (ریٹائرڈ) ہیڈ آف شعبہ اردو، صادق پبلک سکول بہاولپور

6- پروفیسر شازیہ نصیب سومرو، شعبہ اردو، صادق پبلک سکول بہاولپور۔ براڈ کاسٹر ریڈیو بہاولپور (ریڈیو بہاولپور کی ایک خوبصورت آواز)

7- سعید احمد سلطان (ایجوکیشنسٹ و براڈ کاسٹر، ریڈیو بہاولپور کی ایک سیّد آواز)

Scanned with CamScanner

انوکھے موسموں کا مسافر

صاحبانِ ذی وقار! بیدل حیدری نے کیا خوب کہا ہے:

ہر نئے دور میں تخلیق کا جادو برحق
سینکڑوں سال کے بعد آج بھی باہو برحق
کام دیتے ہیں چراغوں کا شب بارش میں
شب بارش میں مرے گاؤں کے جگنو برحق
اتنا مخلص ہوں میں لفظوں کی شجر کاری میں
جیسے تپتے ہوئے صحراؤں میں پیلو برحق
کرگسی نسل کے سارے ہی پرندے جھوٹے
فاختہ ذہن کے سارے ہی کبوتر برحق

فاختہ ذہن، رکھنے والے نفیس طبع تخلیق کاروں کے تراشے ہوئے لفظ شاہکار بن کر بارگاہِ تحسین وتوصیف میں ہمیشہ باریاب ٹھہرتے ہیں اور بصورتِ گلاب محبتوں کا نصاب بنائے جاتے ہیں۔

اُن کی نفاست ونزاکت بھی تسلیم شدہ ہے۔ شخصیت کا رکھ رکھاؤ، میل ملاقات کی روایت کا سبھاؤ، گفتگو کا رسیلا نشیلا بہاؤ، بلندیٔ فکر کا الاؤ انہیں محفلوں میں معتبر بناتا ہے تو خلوتوں میں مستند ٹھہراتا ہے۔ آپ ان سے ہمکلام ہونے کا شرف حاصل کیجیے۔ بس چند لمحوں میں ان کے چنیدہ لفظ، شنیدہ زمانوں کی مدھ بھری داستانوں کے پرت کھولنے لگیں گے اور داستانیں تو آپ جانتے ہی ہیں، اپنے سحر سے اسیر کر لیتی ہیں، پابہ زنجیر کر لیتی ہیں، کوئی ایسی تدبیر کر لیتی ہیں کہ آپ اُن کے حصار سے باہر جا ہی نہیں سکتے تو انہیں بھی داستانیں تراشنے پر دسترس حاصل ہے۔

داستانوں کو یہ تاثیر سچائی کی تنویر سے میسر آتی ہے۔ فرشتہ ایف آئی آر درج کرائے تو کیا خیال ہے اُس تحریر میں ہم مبالغہ آرائی کا کوئی شائبہ تلاش کر سکتے ہیں؟ نہیں ناں! اور ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ اس میں سچائی کی پروائی، جلوہ نما ہوتی ہے اسی لیے تو ہر ورق بصورتِ انگڑائی توجہ سمیٹ لیتا ہے۔

ہاں وہ نفیس طبع تخلیق کار ہیں کہ ان کے جملوں میں سادگی، ان کی کہانیوں میں سچائی، ان کے دل آویز بیانیوں میں حقیقت آرائی کی کلیاں مہکتی رہتی ہیں۔ ''فرشتے کی ایف آئی آر'' سے اگلے پڑاؤ کی طرف سفر کیجیے۔ ''مشرق کا موتی حوروں کا مسکن'' ایسا گلشن ہے جس میں ہماری مختلف النوع انسانی رویوں، تہذیبی رواجوں اور

Scanned with CamScanner

ثقافتی روایتوں سے ملاقات ہوتی ہے۔ وہ ریت رواج جن میں تلخی، تیزی، تندی ہے۔ وہ رویے اور رسمیں جن میں مٹھاس، مہکار اور محبت ہے تو ایسی کاک ٹیل جس کو پی کر زندگی کی حقیقتیں سنہرے پن کے ساتھ نمایاں ہونے لگیں، کب بھلائی اور ٹھکرائی جاسکتی ہیں۔

مہذب انداز، سنجیدہ لہجے، عمدہ سلیقے اور معتبر قرینے سے آراستہ یہ نفیس طبع تخلیق کار جن سے زمانہ ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب کے خوبصورت تعارف سے متعارف ہے آج کی اِس باوقار بزم میں مرکز نگاہ و کرم ہیں۔ ہاں اِس سے ہم ان کے زیر اثر ہیں کہ ان کے تخلیقی شاہکار معتبر انداز میں اعجاز دکھانے چلے ہیں۔

سنئے! یادیں دل دریچوں میں جادو جگاتی ہیں، طویل مسافتوں میں اپنے سنگ سمیٹ کر مستقبل کی تصویریں بناتی ہیں۔ اپنایتوں کے انمول اور انوکھے جہان سجاتی ہیں۔ چودہ زاویوں سے ترتیب شدہ ''مشرق کا موتی حوروں کا مسکن'' ہو یا ''قومِ قوسِ قزح'' کا آئینہ خانہ۔ ان میں آپ کو ہر موڑ، ہر مقام پر سوہنی سنہری یادوں کے سجیلے موسم ملیں گے۔

تو دہلیز عبور کیجیے اور آئینہ خانے میں داخل ہو کر انوکھے رنگوں سے ملاقات کیجیے۔ دل سے دل کی بات کیجیے۔ نظارۂ کائنات کیجئے۔

سلامت رہیے! محترم المقام ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب صاحب، سوہنا رب آپ کو سراب آثار موسموں سے محفوظ رکھے۔

ہر دم دھمالِ یار ہے سارے وجود میں
تم نے تو پور پور کو گھنگھرو بنا دیا

Scanned with CamScanner

سلطانِ ادب کی عطا

دلآویز لمحات کی کائنات میں قومِ قوسِ قزح سے ملاقات

ایک پرخلوص، سچے اور کھرے تخلیق کار کے لیے سب سے بڑا اعزاز اس سے سوا اور کیا ہے کہ اس کی فکر، سوچ، خیال اور بیان کو پذیرائی ملے، جلوہ نمائی ملے، اس کے تراشے ہوئے جملے دلوں میں گھر کر لیں، اس کی کہی ہوئی باتوں کو مرکوز اور متوجہ سماعتیں دستیاب ہوں.....تو.....انہیں بھی یہ سب ملا اور ملتا رہتا ہے، مہربان قدرت انہیں اعزاز عطا کرنے پر آمادہ رہتی ہے۔ ہاں انہوں نے دُکھ بھی تو بہت جھیلے ہیں، اپنوں کی ستم انگیز کرم فرمائیوں کا نشانہ بھی تو بنتے رہے ہیں، سچی زندگی میں افسانہ بھی تو بنتے رہے ہیں۔

جی یہ ذکر ہے ایک اعلیٰ فکر تخلیق کار، محقق اور دانشور مسافر ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب کا جنہوں نے صحرا کی سرزمین سے منسلک شہر بہاولپور میں مہربان موسموں اور نامہربان لمحوں کو جھیلا، برداشت کیا، گزارا اور صد شکر کندن بن کر طلوع ہوئے۔ وقت کی بھٹی تپاتی، جلاتی، گلاتی تو ضرور ہے مگر آلائشیں مٹا کر، ہٹا کر جب روبرو لاتی ہے تو ساری آنکھوں کو چکا چوند سے خیرہ بھی کر دیتی ہے۔

ان کی خودنوشت ''فرشتے کی الف آئی آر'' چاہی گئی۔ محبت اور اپنائیت سے سراہی گئی۔ اس چاہت نے تخلیق کار کا دل کشادہ کر دیا، سوانہوں نے زندگی کے تجربات کو اپنے محسوسات کو، کھرے مشاہدات کو لفظوں میں ڈھالنا جاری رکھا، اسفار کو ضبطِ تحریر میں سنبھالنا جاری رکھا اور یوں دو اور نادر تخلیقات منصۂ شہود پر طلوع ہو گئیں۔

''مشرق کا موتی حوروں کا مسکن''

''قومِ قوسِ قزح''

تحریر جاندار، شاندار، پراسرار اور سحر کار ہو تو ساری آنکھیں اور دل اسی کی طرف ہی نگران بن جاتے ہیں۔

اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور، کمیونٹی، تہذیب، تربیت اور عکس گری کا مؤقر ادارہ ہے جس کے موجودہ منتظم اعلیٰ اور اس قافلے کے سالار پروفیسر ڈاکٹر انجینئر اطہر محبوب ہیں جن کی بصیرت نے ادارے کے ہر ایک شعبے کو منفرد انداز میں کام کرنے کا سلیقہ عطا کر رکھا ہے۔

''ڈائریکٹوریٹ آف کمیونٹی براڈ کاسٹ ریڈیو ٹی وی اینڈ فلم'' اور ''آئی یو بی لٹریری سوسائٹی'' جامعہ اسلامیہ کے چھتنار گھنیرے شجر کی دو مضبوط شاخیں ہیں۔ ان دونوں کے اشتراک سے منگل چودہ جون دو ہزار بائیس کے

Scanned with CamScanner

دن گیارہ بجے ''کچھ یادیں کچھ باتیں'' کے عنوان سے ایک سیمینار اور دوسرے سیشن میں ''رونمائی کتب'' کا اہتمام کیا گیا۔

منصب صدارت وائس چانسلر انجینئر پروفیسر ڈاکٹر اطہر محبوب نے سنبھالنا تھا مگر بعض ناگزیر وجوہات کی بناء پر انہیں ایک بار پھر شہر سے باہر جانا پڑا چنانچہ نمائندگی کا فریضہ پروفیسر ڈاکٹر روبینہ بھٹی نے نبھایا۔

مہمانِ خصوصی کی مسند پر چوہدری امیر محمد خان ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج بہاولپور جلوہ افروز رہے۔

مہمانِ اعزاز ادب دوست شخص سینئر ایڈیشنل رجسٹرار لاہور ہائیکورٹ بہاولپور بنچ محمد شاہد حسین تھے۔

تقریب کے تعارف کا فریضہ شعبہ میڈیا سٹڈیز کے پروفیسر ڈاکٹر محمد شہزاد رانا ڈائریکٹر کمیونٹی براڈ کاسٹ ریڈیو ٹی وی اینڈ فلم اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور نے سرانجام دیا۔ مہمانانِ گرامی اک ذرا تاخیر سے تشریف لائے، ڈاکٹر شہزاد رانا صاحب نے دل افروز انداز میں وجہ تاخیر سے آگاہ کیا۔ تقریب کے لیے نقابت کے فرائض ادا کر رہی تھیں چیئر پرسن شعبہ فارسی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور پروفیسر ڈاکٹر عصمت درانی صاحبہ، خوبصورت لب و لہجے میں فارسی اشعار کی آمیزش بیان کو پرتاثیر بنانے میں بے پناہ معاونت کر رہی تھی۔

معزز مہمانانِ گرامی کے نشستوں پر جلوہ افروز ہونے کے بعد قومی ترانہ پیش ہوا جس کے احترام میں سبھی شرکاء کھڑے رہے۔ قومی ترانے کے بعد اللہ رب العزت کی آیاتِ بابرکات کی تلاوت اور ترجمہ سے سماعتوں کو منور اور بصارتوں کو روشن کیا گیا۔ شعبہ میڈیا سٹڈیز کے ملک عمار نے یہ سعادت حاصل کی۔ پھر بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں نذرانہ نعت پیش کیا گیا۔

پہلے سیشن میں سیمینار کا انعقاد ہوا جس میں بزرگ دانشور انجینئر جاوید حسن کی زندگی آموز باتیں سنی گئیں۔ بڑی باکمال یادیں اور باتیں تھیں جن میں تاریخی حقائق تھے، ریاستی سچائیاں تھیں، ماضی کے افسانے، زندگی کے ترانے، جوش اور ولولے کے زمانے تھے۔ ان زمانوں کو اک خاص ترتیب میں رکھنے کے لیے پروفیسر ڈاکٹر محمد شہزاد رانا ڈائس پر چلے آئے تھے اور موقع محل کی مناسبت سے جڑے مختلف سوال پوچھ رہے تھے۔ سوال موثر ہوں تو جواب بھی موزوں اور مناسب ملتے ہیں اور وقت کی کفایت بھی ساتھ ساتھ سفر میں رہتی ہے۔

دوپہر ایک بجے کے قریب دوسرے سیشن کا آغاز ہوا۔ یہ تقریب رونمائی تھی۔ آسمانِ ادب پر ایک نئے ستارے کا قرآن ہوا ہے جس کی کرنیں بے مثال آب و تاب کے ساتھ روشنیاں بانٹنے، بکھیرنے میں مصروف ہیں۔ اس نئے ستارے کی یہ ضوپاشی عقل و دانش کی ہے، فہم و فراست کی ہے، تاریخ اور عقیدے کی ہے، محبت اور اپنائیت کی ہے۔ سفر اور حضر کی ہے، قید اور رہائی کی ہے، ہمت اور حوصلے کی ہے۔ انہی اسباب و عناصر کی بدولت ہی

Scanned with CamScanner

اِن شاء اللہ اس ستارے کو بہت جلد ماہتاب و آفتاب مقام ہونا ہے کہ ان کی فکر کے سوتے باکمال انداز میں پھوٹ رہے ہیں، اور تحریر کی تدبیر میں نت نئی تصویریں بنانے میں مصروف و مگن ہیں۔ ابتداء ''فرشتے کی الیف آئی آر'' سے ہوئی تھی۔ اگلا پڑاؤ ''مشرق کا موتی حوروں کا مسکن'' ٹھہرا، قدم اٹھائے اور بڑھائے تو ''قومِ قوسِ قزح'' کی رفاقت حاصل کر لی اور ستاروں سے آگے کے جہان تلاش کرنے کا سفر جاری ہے۔ سفر جاری رہے تو پڑاؤ بے حساب، منزلیں بے شمار۔ امید کامل یہی ہے کہ ان کا تحریر و تدبیر سے عشق ''کئی چاند چڑھائے گا۔''

ہاں آج کی یہ دوسری تقریب شہر دلدار کے خوبصورت، خوب سیرت، خوش لباس، خوش مزاج، حوصلہ مند، متحرک لکھاری ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب کے اعزاز میں تھی جس میں ان کی دو تازہ تصانیف کی رونمائی ہو رہی تھی اور جانتے تو آپ بھی ہیں کہ تقاریب ہائے رونمائی میں کیا سحر چھپا ہوتا ہے، کیا جادو رکھا ہوتا ہے، کیسا شاندار طلسم ہوتا ہے جو ہر اک پہ طاری ہو کر ساکت و جامد کر دیتا ہے۔ یہی کیفیات تھیں جو مشرق کے موتی میں حوروں کا حسن دیکھ کر حکمران بنی ہوئی تھیں، یہی صورت تھی جو قومِ قوسِ قزح سے ملاقات کر کے طلوع ہو چکی تھی اور اس کا احساس و ادراک چاہنے والوں کی محبت بھری باتوں سے، تجزیاتی حوالوں سے عیاں ہو رہا تھا۔

ابتداء میں نقیب پروگرام پروفیسر عصمت درانی صاحبہ نے مصنف کے پہلے تخلیقی شاہکار ''فرشتے کی الیف آئی آر'' کے بارے میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا کہ یہ خودنوشت ایک ہی نشست میں پڑھی گئی اور دل نے کہا کہ کاش یہ کہانی اپنی روانی میں کوئی اور نشانی بھی چھوڑ جاتی۔ منتظم تقریب پروفیسر ڈاکٹر رانا محمد شہزاد نے مصنف کی جانب سے تسلی دیتے ہوئے خوشخبری سنائی کہ اس خودنوشت کا دوسرا حصہ اِن شاء اللہ جلد منظر عام پر آنے والا ہے جو زندگی کے کئی زاویوں اور پہلوؤں سے متعارف کرائے گا۔

محترمہ شازیہ نصیب سومرو صادق پبلک سکول بہاولپور کے شعبہ اردو سے وابستہ ہیں۔ انہوں نے تقریب رونمائی کے لیے موجود کتابوں کا تعارف کرایا، مصنف کی شخصیت، فن اور اسلوب کے حوالے سے اظہار خیال کیا۔ انہوں نے کہا کہ فرشتوں، حوروں، موتیوں، قوسِ قزح کے رنگوں اور دلکش تشبیہات نے خیال سے حقیقت تک کا دلکش جہان سجا کر ہمیں نئے موسموں سے متعارف کرایا ہے، یہ سہرا جنابِ ادریس احمد آفتاب کے سر بندھتا ہے کہ جن کی فکری مسافتوں نے زمانے کی ساری سمتوں میں سفر کر کے نئے جہان تخلیق کر دیے ہیں۔

شعبہ اردو اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور کے اردو پنجابی کے ادیب، شاعر کہانی کار ڈاکٹر سجاد نعیم نے تقریب رونمائی کے حوالے سے کہا کہ مجھے ڈاکٹر صاحب نے مشرق کا موتی حوروں کا مسکن کتاب نہیں دی ایک قیمتی اور لازوال تحفہ دیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے جن موضوعات سے تعارف ہوا وہ سارے کے سارے زندگی سے

Scanned with CamScanner

جڑے ہوئے ہیں۔ میں اس کتاب کے ساتھ مکالمہ کرنا چاہتا تھا، سو ایسا دلچسپ مکالمہ ہوا کہ سحر اور حصار سے ابھی تک آزاد نہیں ہو سکا۔ تین سو صفحات پر مشتمل یہ مجموعہ ایک ہی نشست میں پڑھا جانے والا ہے کہ کشش اور دلآویزی ہی ایسی باکمال ہے۔ یہ اسلوب کا کمال ہے۔ جزئیات نگاری کا اعجاز ہے۔ اس تخلیق کے تین حصے ہیں، پہلے تین مضامین سفرنامہ کی صنف سے تعلق رکھتے ہیں کہ ان میں زندگی کا تجربہ، مشاہدہ اور ریاضت ہے۔ دوسرے حصے میں وسیب سے جڑے لوگوں کی دردناک کہانیاں ہیں جو زندگی اور زندگی کے رواو ناروارویوں کی عکاسی کرتی ہیں۔ تیسرے حصے میں ہمارے معاشرے اور ماحول سے جڑی ان ضروری اشیاء کی خوبیوں اور خرابیوں کا ذکر ہے جن سے ہم کبھی گھبراتے ہیں، کبھی انہیں سینے سے لگاتے ہیں، چائے، تمباکو ان میں شامل کرتے ہیں۔

ڈاکٹر سجاد نعیم نے کہا ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب جیسے لکھنے والے اب بہت کم ہوتے جا رہے ہیں اس لیے کہ جدوجہد کرنے کا حوصلہ کمیاب ہوتا جا رہا ہے۔ بہرحال سفرنامے کی روایت کو زندہ رکھنے والے قلمکار بہت غنیمت ہیں۔ سفرنامہ نگار جو کچھ ہمیں اپنے مشاہدے سے دکھاتا ہے وہ آپ سوشل میڈیا اور یوٹیوب پر نہیں دیکھ سکتے کہ لکھے ہوئے لفظوں میں ہی تخیل تراشنے کی صلاحیت چھپی ہوتی ہے۔

منفرد اسلوب کے حامل باکمال خاکہ نویس، ادیب اور استاد پروفیسر قدرت اللہ شہزاد نے خوب حق ادا کیا۔ انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب کے پیشے (تعمیرات وتجارت) سے بظاہر یوں لگتا ہے کہ ان کا ادب سے کوئی تعلق نہیں لیکن ان کی رفاقت اور مصاحبت اختیار کریں تو کھلتا ہے کہ ان کے اندر ایسا شاعر، ادیب، مسافر، محقق، دانشور اور طبیب ڈیرے ڈالے بیٹھا ہے جو ٹوٹے ہوئے دلوں کی مسیحائی نبھانے کا ہنر اور سلیقہ جانتا ہے اور اسی خوش سلیقگی کی انگلی پکڑے، دامن تھامے وہ حرف ولفظ ومعانی کے جہانوں میں داخل ہو کر حرف چنتے، لفظ بنتے اور دل کی گہرائیوں میں اتر جانے والے جملے تراشتے ہیں۔ ان کا یہ کمال ایک طرف انہیں اہل ادب کی بزم میں معتبر بناتا ہے تو دوسری طرف اہل دل کی محفلوں میں مستند مقام عطا کرتا ہے۔ ان کا تخلیقی سفر اس دعوے کی دلیل اور ثبوت ہے۔ فرشتے کی ایف آئی آر سے لے کر قومِ قوسِ قزح تک کی کہانی بھی یہی نشانی پیش کرتی ہے۔ بلاشبہ اُن کی تحریروں میں شامل قوسِ قزح کے رنگ، اُلفت کے لطیف جذبوں کے سنگ سفر کرتے ہوئے دلوں میں گھر کر لیتے ہیں اور یہی ادریس صاحب کی قلمی عظمت کا ثبوت ہے۔

شعبہ تعلیم سے وابستہ ڈاکٹر آصف ندیم نے کہا کہ کتاب پڑھنے کی روایت رو بہ زوال ہے، لوگ سوشل میڈیا کی طرف راغب ہو چکے ہیں حالانکہ کتاب ہماری بنیاد ہے، یہ ہماری تہذیب اور ثقافت ہے، ہماری تربیت کا وسیلہ اور ذریعہ ہے۔ کتاب سے دوری کے دور میں ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب جیسے لوگ کتابیں لکھنے کے لیے مخلصانہ

Scanned with CamScanner

مساعی میں مصروف ہیں، ایسی ہستیوں کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے اس طرح کی تقریبات منعقد کرنا بہت ضروری ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی تینوں تصانیف موقر حیثیت رکھتی ہیں کہ ہمارے عہد، زمانے اور معاشرے کی عکس گر ہیں۔

تقریب لمحہ بہ لمحہ اگلے پڑاؤ کی جانب گامزن تھی۔ سانسوں کے سفر کی طرح جاری تقریب رونمائی میں تقریب کے دولہا ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب خیر مقدمی کا مظہر بنی تالیوں کی گونج میں ڈائس کے روبرو آ کر موتی بکھیرنے لگے۔ شیشے کی پلیٹ میں کھنکنے والی اشرفیوں کی کھنک اگر ایک جانب ان کے تراشے ہوئے جملوں میں گونجتی ہے تو دوسری جانب ان کی باتوں سے بھی جھلکتی ہے اور کچھ یوں کہ ساری ساعتیں نگران بن جائیں تو اُن نگران ساعتوں میں، اُن کی مہربان آواز بہت کچھ بول رہی تھی۔ زندگی کے ڈھیر سارے بھید کھول رہی تھی۔

محورِ تقریب ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب نے خصوصی کلمات ادا کرتے ہوئے کہا ''اگرچہ آج اس تقریب میں وائس چانسلر صاحب موجود نہیں ہیں مگر میں اُن کو یہیں پر ہی موجود تصور کر رہا ہوں۔ ہمارے ساتھ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج بہاولپور جناب امیر محمد خان موجود ہیں، میں ان کا شکر گزار ہوں، ان سے پہلا تعارف اٹھارہ برس پہلے ہوا تھا۔ پہلی ملاقات بھی وہی تھی۔ آج اٹھارہ سال بعد دوسری ملاقات ممکن ہوئی ہے۔ سر آئندہ یہ بیٹھک جلد ہونی چاہیے کہ یہ اٹھارہ سال بڑے تکلیف دہ تھے۔ رابطہ زندگی ہے، رابطے حیات اور دل کی کائنات ہوتے ہیں تو رابطے منسوخ و منقطع نہیں ہونے چاہئیں۔

مصنف ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب نے گفتگو کو آگے بڑھایا۔ ''جلیل القدر صاحبانِ ذی وقار! محترم المقام اساتذہ کرام! عزیز طلباء و طالبات! دو باتوں سے آگاہی ضروری ہے، علامتی طور پر استعمال ہونے والے لفظ ''فرشتے'' کی ایف آئی آر کے مندرجات کی تصدیق کے لیے پروفیسر قدرت اللہ شہزاد اور پروفیسر ڈاکٹر رانا محمد شہزاد نے ایک اور صاحب کی رفاقت و رہنمائی میں مختلف مقامات کی سیر کی، چھان بین کے مراحل مکمل کیے اور حکم جاری کیا کہ سب سچ ہے۔ ان مقدر شخصیات سے واقفیت، دوستی، محبت، عزت اور احترام کا رشتہ مابعد تصدیق قائم ہوا، اب الحمدللہ یہ رشتہ قائم و دائم ہے اور ان شاءاللہ پختہ رہے گا۔

دوسری بات ہز ہائینس نواب آف بہاولپور سر صادق محمد خان خامس کے عشق رسول ﷺ کے حوالے سے ہے۔ ہم ایک ہندو عدالت سے ایک مذہبی معاملہ ہار گئے تھے، پھر وہ شخصیت نواب صاحب کی منشاء و حمایت سے آگے آئی جن کے نام سے منسوب ہال میں اس وقت ہم بیٹھے ہوئے ہیں، میری مراد عالی قدر شیخ الجامعہ مولانا علامہ غلام محمد گھوٹویؒ صاحب سے ہے، جن کے تحقیقی کمال، علمی سربلندی، موثر دلائل نے جج محمد اکبر کو ایک تاریخ

Scanned with CamScanner

ساز فیصلہ کرنے کی جرأت بخشی اور یوں سب اپنے رب کے حضور سرخرو ٹھہرے۔ وہ فیصلہ قادیانت کے خلاف تھا، ہماری نسل کو اس تاریخ ساز فیصلے اور لمحے سے آگاہ و واقف ہونا چاہیے۔ ماقبل نواب صاحب ان دنوں لندن میں تھے، کیس کے ہر سو چرچے تھے، ملکہ برطانیہ نے نواب صاحب سے کہا کہ یہ مولوی غلام محمد کون ہے، اسے منع کریں کہ عدالتی معاملات میں مداخلت نہ کریں۔

اس موقع پر نواب صاحب نے فرمایا ''یور میجسٹی اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم آپ کے وفادار ہیں، اور رہیں گے مگر میں اپنے ایمان کا سودا نہیں کرسکتا۔'' یہ کہہ کر آپ بہاولپور چلے آئے اور سب سے پہلے اپنی سپریم کونسل سے پوچھا کہ مقدمے کی کیا صورت حال ہے؟ انہیں سب کچھ بتایا گیا تو فرمایا کہ جو حق اور سچ ہے وہی فیصلہ کریں۔ دیکھیے یہ عشق رسول ﷺ تھا کہ اپنا مرتبہ اپنی ریاست داؤ پر لگادی مگر حرمت رسول ﷺ پر آنچ نہیں آنے دی۔

ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب نے سنجیدہ موضوع سے ہم سب کو نہایت عمدہ انداز اور سلیقے سے متعارف کرایا پھر ان کی گفتگو میں شگفتگی کا پہلو در آیا اور اپنی تصانیف کے حوالے سے اظہارِ خیال فرمانے لگے۔ فرشتے کی ایف آئی آر سے، مشرق کے موتی حوروں کے مسکن کی طرف چلے آئے۔ اگلا پڑاؤ قومِ قوسِ قزح کا تھا اور پھر مزید تخلیق و تحقیق اسفار کی نوید سنائی۔ ہم ان کی تحریر کی چاشنی سے لطف اندوز ہونے کے لیے بے تاب ہیں۔ اللہ کرے ان کا قلم ایسے ہی رواں رہے۔

میرے سامنے بابائے اردو مولوی عبدالحق کی رفاقت میں رہنے والے اختر حسین رائے پوری کی اہلیہ حمیدہ اختر حسین رائے پوری کی ہے جنہوں نے تقریباً ستر برس کی عمر میں یادداشتیں مرتب کی تھیں، ''ہمسفر''، ''گردِ راہ''، ''چہرے مہرے'' اگر موقع ملے تو پڑھیے گا اور محترم المقام ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب صاحب نے شاید ساٹھ برس کی عمر میں یہ یادداشتیں اور اسفار ترتیب دیئے ہیں۔

صاحب کتب نے کہا ''میں وائس چانسلر صاحب کا شکر گزار ہوں کہ ان کی وجہ سے مجھے آج اس موقر فورم پر اظہارِ خیال کا موقع ملا اور میں بھی معتبر ہوگیا۔ مجھے آج اس تقریب میں شامل ہونے والے احباب، قابل قدر منتظمین، یونیورسٹی انتظامیہ اور میرے لیے کلماتِ خیر اور میری کتابوں پر تبصرہ، تجزیہ اور مضامین پیش کرنے والوں کا شکریہ ادا کرنا ہے کہ آپ سب کی محبتوں اور عنایتوں نے میرا مان بڑھا کر مجھے پور پور مسرت سے معمور کردیا ہے۔

دیمک زدہ کتاب تھی یادوں کی زندگی
ہر ورق کھولنے کی خواہش میں پھٹ گیا

محترم المقام مہمانِ خصوصی ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج بہاولپور جناب امیر محمد خان نے اپنے خصوصی خطاب میں

Scanned with CamScanner

فرمایا۔ تین چار روز پہلے میری فون پر بات ہوئی تو سال دو ہزار پانچ آ گیا، فون پر مجھ سے پوچھا گیا کہ آپ ایک رات بہاول پور ٹھہرے تھے، میں ان دنوں چیچہ وطنی میں جونیئر جوڈیشل آفیسر تھا، سو مجھے وہ رات اور اس رات سے منسلک واقعات یاد آ گئے۔ مجھ سے کہا گیا تھا کہ آپ نے بہاول پور آنا ہے۔ طویل وقت گزر گیا۔ مختلف شہروں میں تعیناتی ہوتی رہی۔ پورا پنجاب پھرے، بہاول پور آیا تو وہ کہی یاد آئی۔ وہ بات کہنے والے درویش منش ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب تھے۔ دو ہزار گیارہ میں بطور سیشن جج ترقی ہوئی، رحیم یار خان میں تعیناتی ہوئی، گزرتے ہوئے بہاول پور کے لیے کہی گئی بات اپنے آپ کو دہراتی رہتی، سوچتا کیا جانا، کب جانا، کیوں جانا! مگر آج وہ سب سچ ثابت ہو رہا ہے اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ وہ درویش صفت انسان ہیں۔

جناب امیر محمد خان نے فرمایا ''میں نے فرشتے کی ایف آئی آر کا مطالعہ گہری نظر اور تنقیدی سوچ کے ساتھ کیا، یہی انداز مشرق کا موتی حوروں کا مسکن میں رہا کہ ہمیں بائی پروفیشن حالات، واقعات اور الفاظ کو کسی اور زاویے سے دیکھنا، پرکھنا، جانچنا اور سمجھنا ہوتا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ پڑھ کر مجھے اس کتاب سے ایک حساس، زندہ، پیار کرنے والا، محبِ وطن شخص ملا۔ ڈاکٹر ادریس جہاز میں دورانِ سفر حسن باکمال دیکھتے ہیں، تعریف وتوصیف کا ارادہ وسامان کرتے ہیں لیکن آخر میں انہیں اپنے بچے یاد آ جاتے ہیں۔ دمشق میں وہ پی آئی اے کا جہاز دیکھ کر یقیناً نصف صدی پیشتر کے منظرنامے کو یاد کرتے ہوں گے۔ مسجد بنواُمیہ جاتے ہیں تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ساتھ ساتھ پوری تاریخ نگاہوں کے روبرو چلی آتی ہے اور لکھنے والے کی اہل بیت کے ساتھ محبت بخوبی عیاں ہو جاتی ہے۔ وہ گلیاں جن میں بی بی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا قافلہ محوِ سفر رہا، وہ زیارتیں جہاں یہ عظیم شخصیات ابدی نیند سو رہی ہیں، ہر ایک منظر، ہر ایک مقام پر۔ سچی بات یہ ہے کہ میں ڈاکٹر صاحب کے ساتھ ساتھ رہا، یہ حالات وواقعات اور تاریخ وتہذیب کے ساتھ ایک خاص وابستگی کی بدولت ہے۔ یہ ڈاکٹر صاحب کی تحریر کی خوبی بھی ہے۔

ڈاکٹر صاحب زاہد خشک مزاج بھی نہیں ہیں، وہ دمشق میں لبنیٰ کریم کی رفاقت میں رہ کر گزشتہ صدی میں ساٹھ اور ستر کی دہائی کی تہذیب وثقافت سے روشناس کراتے ہیں۔ یہاں رہ کر وہ ہماری سوسائٹی کا پوسٹ مارٹم کرتے ہیں۔ وہ معاشرے کے ساتھ وابستہ رہ کر حالات وواقعات کے شاہد اور نقاد بنتے ہیں۔ یہی چیز ان کی تحریر کو اعتبار عطا کرتی ہے۔ ناخلف بیٹے کی کہانی، خالدہ کی داستان اور دوسرے واقعات کو اثر انگیز انداز میں بیان کرنا عام انسان کے بس کی بات نہیں۔ ایک بے انتہا حساس اور کھرا انسان ہی انہیں بیان کرنے کا حوصلہ کر سکتا ہے۔ یہی حوصلہ مندی انہیں معتبر بناتی ہے۔ میری ان کے ساتھ دوستی ان شاء اللہ مستحکم ومضبوط رہے گی، میری ان کے لیے

Scanned with CamScanner

دعا ہے کہ ایسے ہی لکھتے رہیں اور انجینئر جاوید حسن صاحب کی صحت اور سلامتی کے لیے بھی خصوصی دعائیں ہیں۔ میں جب بھی ان سے ملتا ہوں چند باتیں سیکھ ہی لیتا ہوں۔ کہتے ہیں Dont leave your finger prints, leave your foot prints. بچوں کے لیے، ہمارے لیے یہ مشعل راہ ہیں۔ ہم نے اپنے بزرگوں کی باتوں پر عمل کرتے ہوئے اپنے ملک کو آگے لے جانا ہے۔

ادب دوست، ادب شناس پروفیسر ڈاکٹر روبینہ بھٹی صاحبہ نے صدر ذی وقار وائس چانسلر انجینئر پروفیسر ڈاکٹر اطہر محبوب کی نمائندگی فرمائی۔ انہوں نے اختتامی کلمات عطا فرمائے۔ انہوں نے تمام معزز مہمانوں، شرکائے تقریب، پروفیسر ڈاکٹر رانا محمد شہزاد، پروفیسر عصمت درانی صاحبہ اور دیگران کا تقریب میں شرکت کرنے اور تقریب کو کامیاب بنانے کا شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے کہا:

''آج کی اس باوقار تقریب کے دونوں ہی سیشن شاندار اور جاندار تھے، پہلے حصے میں انجینئر جاوید حسن کی تاریخ ساز باتیں، یادیں باکمال رہیں۔ ہمیں اپنے سوہنے سنہرے ماضی تک رسائی اور آشنائی ملی۔ دوسرے حصے میں ڈاکٹر ادریس احمد کی تصانیف پر تبصرے، جائزے، محاکے کمال رہے، اس پر مستزاد مصنف کی خوبصورت باتیں اور گفتگو تھی جس نے ہمیں اپنے طلسم میں جکڑے رکھا۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمیں ایسی نادر و نایاب شخصیات کی یادیں، باتیں سننے اور انہیں دیکھنے، ملنے اور مکالمہ کرنے کا موقع میسر آیا ہے:

پیدا کہاں ایسے پراگندہ طبع لوگ
افسوس تم کو میر سے صحبت نہیں رہی

یہ ہماری خوش بختی ہے کہ ہمیں ایسے قیمتی مہربانوں سے ملنے کا موقع ملا ہے۔

سنیے کسی بھی قوم کا ورثہ اس کا کلچر ہوتا ہے اور زندہ بزرگ شخصیات اور زندہ کتابیں اس کلچر کا عکس و نقش ہوتی ہیں۔ آج کی اس تقریب کا مقصد یہی ہے کہ ہم تاریخ مرتب کریں، ثقافت کو مضبوط بنائیں اور لمحوں کو اپنی گرفت میں لے کر آنے والی نسلوں کی تعمیر و تہذیب کے لیے مثالیں قائم کر جائیں کہ کل بار امانت انہی کے کاندھوں پر ہوگا۔''

وقت سفر میں ہے اور سفر جاری رہتا ہے۔ اختتامی لمحات میں مقررین تقریب کو سدا بہار یادوں سے آراستہ رکھنے کے لیے منتظمین تقریب کی جانب سے شیلڈز تقسیم کی گئیں۔ شیلڈز جب جب نگاہوں کے روبرو آتی ہیں، پیار بھری باتیں ساتھ لاتی ہیں، دلوں میں اپنائیت، محبت، مسرت کے پھول کھلاتی اور مہکاتی ہیں۔

یہ سارا احوال دھوپ بھرے دن کا ہے جب جون کی چودہ تاریخ تھی، ہفتے کا روز تھا، سال دو ہزار بائیس پہچان تھا اور اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور کے تاریخی گھوٹوی ہال کا گلستان تھا جہاں غنچے مہک رہے تھے، کلیاں

Scanned with CamScanner

کھلی ہوئی تھیں، پھول بہار بکھیر نے اور دکھانے میں مصروف تھے۔ بعض لمحے اپنے نشان بہت پائیدار چھوڑتے ہیں، بعض موسم سدا ساتھ نبھانے کے لیے طلوع ہوتے ہیں تو ایسے ہی دلکش موسم میں پہلے انجینئر جاوید حسن صاحب کی تاریخی باتیں گوش گزار ہوئیں پھر دانشور، مصنف و مسافر ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب کی یادیں گلے کا ہار ہوئیں، ایک پائیدار قرار ہوئیں:

ممکن نہیں تھا جو وہ ارادہ نہیں کیا
ہم نے تمہیں بھلانے کا وعدہ نہیں کیا
آمد پہ تیری عطر و چراغ و سبو نہ ہوں
اتنا بھی بود و باش کو سادہ نہیں کیا

تو تقریب کے اختتام پر ہائی ٹی کا بھی اہتمام تھا، سو چائے کی بھاپ اُڑاتی پیالیوں پر کامیاب تقریب کے انعقاد پر ایک دوسرے کو مبارک بادیں دی جاتی رہیں:

اب تو جاتے ہیں میکدے سے میرؔ
پھر ملیں گے اگر خدا لایا

تحریر و ترتیب

سعید احمد سلطان
(ایجوکیشنسٹ و براڈ کاسٹر)

Scanned with CamScanner

باب نمبر 14

''بڑھاپا اور لاشعوری موت''

خزاں کی دھوپ سے شکوہ فضول ہے محسنؔ
میں یوں بھی پھول تھا آخر مجھے بکھرنا تھا

بڑھاپا پوچھ کر نہیں آتا اور نہ ہی دھکے دینے سے جاتا ہے۔ یہ مشرق میں مرض اور مغرب میں زندگی انجوائے کرنے کا اصل وقت سمجھا جاتا ہے۔

بڑھاپے میں دانت جانے لگتے ہیں اور دانائی آنے لگتی ہے۔

اولاد اور اعضاء جواب دینے لگتے ہیں۔

بیوی اور یادداشت کا ساتھ کم ہونے لگتا ہے۔

بڑھاپا آتا ہے تو مرتے دم تک ساتھ نبھاتا ہے۔

بڑھاپے کی پہلی نشانی یہ ہوتی ہے کہ حسین لڑکیاں انکل کہہ کر پکارنے لگتی ہیں۔

انسان دو چیزیں مشکل سے قبول کرتا ہے، اپنا جرم اور بڑھاپا۔

ہمارا بچپن دوسروں کی دلجوئی کے لیے ہوتا ہے۔

جوانی صرف اپنے لیے ہوتی ہے اور بڑھاپا ڈاکٹروں کے لیے۔

جب بار بار اللہ، ڈاکٹر اور بیوی یاد آنے لگے تو سمجھ لیں کہ آپ بوڑھے ہو چکے ہیں۔

بڑھاپے کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ آپ بے ضرر ہوتے جا رہے ہیں اور اپنے سوا کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

جب بچے آپ کو نانا، دادا کہہ کر اور حسین لڑکیاں انکل کہہ کر پکارنے لگیں تو پریشان نہ ہوں۔

تنہائی پاتے ہی غم بھلانے کے لیے آپ سیٹی بجائیں کیونکہ اب آپ سیٹی بجانے کے قابل ہی رہ گئے ہیں۔

بڑھاپے میں اولاد آپ کی خدمت کرتی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ آپ نے ان کی تربیت پر بہت دھیان دیا ہے۔

''مرد کبھی بوڑھا نہیں ہوتا'' یہ ہزاروں مردوں کا قول ہے لیکن بوڑھا ہونا الگ بات ہے اور بوڑھا دکھائی دینا الگ۔

Scanned with CamScanner

ہر بوڑھے میں ایک بچہ اور جوان چھپا ہوتا ہے۔

بوڑھا ہونا آسان کام نہیں، اس کے لیے برسوں کی ریاضت ہوتی ہے۔

دنیا نہ چل پاتی اگر بوڑھے ہونے کا رواج نہ ہوتا۔

بڑھاپے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ بوڑھے کو دیکھ کر سب سیٹ چھوڑ دیتے ہیں سوائے سیاست دان کے۔

اچھا خاندان اور اچھی حکومت اپنے بوڑھے لوگوں کا خیال رکھتی ہے۔

بوڑھے نہ ہوتے تو دانتوں اور چشموں کا کاروبار مندا ہو جاتا۔

بوڑھوں کو بندی اور خاندانی منصوبہ بندی کی ہرگز ہرگز ضرورت نہیں ہوتی مگر نیت اور نظر پھر بھی خراب رہتی ہے۔

عورتیں بوڑھی تو ہوتی ہیں مگر ان کی عمر ہمیشہ یا اکثر جوانی والی ہی رہتی ہے۔

مغربی عورت نہ اپنی عمر چھپاتی ہے اور نہ جسم چھپاتی ہے۔

پاکستان میں جو عورت اپنی عمر 35 سال بتاتی ہے وہ پچاس کی دکھائی دیتی ہے۔

دنیا میں سب سے آسان کام نانا نانی اور دادا دادی بننا ہے، اس میں آپ کو کوئی کوشش نہیں کرنی پڑتی، جو کرنا ہے وہ بچوں نے ہی کرنا ہے۔

انسان کو زندگی میں دو بار رشتوں کی اصلیت کا پتہ چلتا ہے۔ بیوی کے آنے کے بعد یا پھر بڑھاپا آنے کے بعد۔

یہ بڑھاپا بھی کمال ہے، بچپن میں سکول میں ٹیسٹ دیا کرتے تھے جوانی میں ٹیسٹ دیکھا کرتے تھے۔ اب ڈاکٹرز ہمارے ٹیسٹ لکھ دیتے ہیں۔

آج کل راقم الحروف یعنی کہ میں خود بہ نفس نفیس اس دور اور کیفیت سے گزر رہا ہوں۔ (بشکریہ رضا یاسین بیگ)

میری مضطرب کیفیت کی وجہ کچھ رشتوں سے دوری ہے۔ خوشیوں اور سکون کی کیفیت اپنے بچوں، دوستوں اور روحانیت میں ڈھونڈنے کی کوشش کرتا ہوں۔ کچھ بچے اس میں بے حد کامیاب ہیں اور کچھ بری طرح ناکام ہیں جبکہ دوست برائے نام ہیں۔ زوجہ محترمہ چونکہ دل و دماغ کے اندر ہی قیام پذیر ہیں اور میری مضطرب کیفیت کی وجہ سے کبھی کبھی پریشانی کا اظہار بھی کر دیتی ہیں اور سامنا بھی کرتی ہیں۔ روحانی طور پر خوشی اور سکون انسان کے اندر ہی قیام پذیر ہے۔ صرف حالات کا سامنا قوتِ برداشت، منفی اثرات سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا جبکہ انسانی جسم کا ہر عضو، ہر حرکت و ہر سانس اللہ کے حکم کی تابع ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی ایک عضو کو بھی معطل کر دے یعنی کہ اس کی کارکردگی یا حرکت بند کر دے تو کون ہے جو اس کو دوبارہ عطا کر دے۔ جب اس کیفیت میں مبتلا ہو کر سوچتا ہوں تو میرے اندر اللہ تعالیٰ کی نوازشیں، رحمتیں اور برکتوں کے لیے تشکر کے احساسات کا بحر بیکراں بن کر جوش مارتے

Scanned with CamScanner

ہیں جو مجھے میرے خالق و مالک اور رازق کے بہت قریب لے آتے ہیں جس کی وجہ سے میری مضطرب کیفیت میں ٹھہراؤ آ جاتا ہے اور میں اپنے اللہ کا ہو جاتا ہوں۔ میری کیفیت روحانی طور پر مندرجہ ذیل حالات وواقعات سے گزر کر اس نہج پر پہنچ جاتی تھی جہاں نیم بے ہوشی یا موذی امراض کی وجہ سے سوچوں کا حصار بے لگام ہو کر اپنی حدود و قیود سے کہیں باہر نکل کر پرواز کرتا رہا۔ وہ کچھ اس طرح تھا کہ پہلے بخار ہوا جو کہ بڑھتا ہی چلا گیا۔ کھانا پینا بند ہو گیا۔ پانی کا گھونٹ بھی اگر لیا جاتا تو اسی وقت قے (Vomiting) شروع ہو جاتی۔ اتفاقاً دو دوست ڈاکٹر شوکت مامون اور ڈاکٹر عزیز الرحمٰن تشریف لے آئے۔ جب انہوں نے میری حالت دیکھی تو مجھے اسی وقت ہسپتال منتقل کر دیا گیا۔ علاج شروع ہو گیا۔ ضروری ٹیسٹ وغیرہ کرنے کے بعد مجھے کرونا گزیدہ قرار دے کر سول ہسپتال کے کرونا سینٹر میں منتقل کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے کرم کیا اور میں کچھ روز کے بعد صحت یاب ہو کر گھر آ گیا۔ ابھی چند روز ہی گزرے تھے کہ دل نے آہ وزاری شروع کر دی اور بار بار بند ہونے لگا جس کی وجہ سے میں بے ہوش ہو کر گرنے لگا۔ آخر کار مجھے دوبارہ Cardiac Center آف بہاولپور وکٹوریہ ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا جہاں Angiography کے مراحل سے گزرتے ہوئے دو Stant ڈال دیے گئے لیکن ایک ہفتہ کے بعد دوبارہ داخل ہونا پڑا۔ پھر Angiography کے مراحل سے گزرتے ہوئے ایک Stant اور ڈالا گیا جو کہ کافی مشکل مرحلہ تھا۔

ڈاکٹر محمد عرفان Cardiologist ساڑھے تین گھنٹے تک بہت محنت اور توجہ سے کوشش کرتے رہے اور اللہ کا شکر ہے کہ کامیاب ہوئے۔ پریشانی ان کے چہرے سے عیاں تھی۔ آپریشن تھیٹر میں لے جانے سے پہلے جس نرس نے مجھے تیار کرنا تھا وہ زیادہ ٹرینڈ نہ تھی۔ جیسے ہی اس نے میری Canula اور Bronula لگانے کے لیے رگ میں سوئی داخل کی تو میرا دل جھٹکے کھانے لگ گیا اور ایک اور نرس بھاگتی ہوئی آئی، اس نے دھکا دے کر اس نرس کو ایک طرف کیا اور مجھے سنبھالا۔ میرے بازو سے تمام چیزیں ہٹا کر از سر نو جائزہ لیا اور نئے سرے سے تمام چیزیں لگائیں۔ اُسی رات کی کیفیت بیان کرنے کے لیے یہ تمام حالاتِ بیماری لکھے گئے ہیں۔

رات دیر تک ڈاکٹر عزیز الرحمٰن، ان کی اہلیہ اور بیٹیاں و دیگر نرسیں میرے بیڈ کے قریب کرسیوں پر تشریف فرما رہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی دو بیٹیاں ڈاکٹرز ہیں۔ بڑی تفصیل کے ساتھ مشورہ وغیرہ بھی ہوتا رہا اور حالاتِ حاضرہ پر تبصرہ وغیرہ بھی ہوتا رہا۔ جب سب لوگ چلے گئے تو میں نیم غنودگی یا نیم بے ہوشی کی کیفیت میں چلا گیا۔ اس کیفیت میں بھی نوید اور ادریس (میرا پوتا) عالیہ احمد و عمر و نوشین و شہیر و واصف عثمان مجھے صبح سے بے حد یاد آ رہے تھے جبکہ اہلیہ محترمہ کو بھی بے حد مس کر رہا تھا۔ دوسرے بچوں کا مجھے حوصلہ تھا کہ اگر مجھے کچھ ہو گیا تو یہ بچے تو

Scanned with CamScanner

فوراً آ جائیں گے مگر میرے معصوم بچے جو ملک سے باہر ہیں وہ میرے سفر آخرت میں نہ پہنچ سکیں گے۔ تمام بچوں کے پریشان چہرے میرے شعور اور لاشعور میں روشن ہونے لگے۔ اسی دوران محسوس ہوا کہ میری ٹانگوں میں سے جان نکل رہی ہے یا میں آہستہ آہستہ اپنے جسم سے باہر نکل رہا ہوں اور آخر کار میں ہوا میں تیرنے لگا۔ جوانی کی سی طاقت محسوس ہو رہی تھی۔ بیماری یا کمزوری کا نام ونشان تک نہ تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ میں کسی نظر نہ آنے والے ہیلی کاپٹر پر سوار ہوں۔ اس کی بڑی کنٹرول سی آواز میری سماعت سے ٹکرا رہی تھی۔ پھر عجیب سی کیفیت طاری ہوتی گئی۔ میں جان گیا کہ میری وفات ہوگئی ہے۔ جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو محسوس ہو رہا تھا کہ مجھے فوت ہوئے چند لمحے ہی گزرے ہیں مگر فرشتوں نے بتایا کہ تمہیں فوت ہوئے زمینی 10 سال گزر چکے ہیں۔ پھر فرشتے کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری کسی نیکی کے بدلے تمہاری دعا قبول کرتے ہوئے تمہیں کچھ عرصہ کے لیے دنیا میں واپس بھیج دیا ہے۔ تمہیں کوئی دیکھ نہ سکے گا جبکہ تم سب کو دیکھ سکو گے اور اپنے پیاروں میں گھوم پھر سکو گے۔

اگر تم نے کہا کہ تمہیں دوبارہ دنیاوی زندگی دے دی جائے تو اللہ تعالیٰ دے دیں گے ورنہ واپس آ جانا۔

اپنے بچوں اور اہلیہ کو دیکھنے کے شوق اور حسرت میں جواب ہاں میں دے دیا۔ ایک مدہوشی کی سی کیفیت میں تھا اور محسوس کیا کہ میں اپنے گھر کے بڑے والے لان میں کھڑا ہوں۔ میرا باغیچہ اجڑے ہوئے بیابان کی طرح تھا۔ گول میز کے اردگرد ٹوٹی پھوٹی کرسیاں رکھی تھیں۔ میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ جیسے ہی اپنی دنیاوی زندگی میں براجمان ہوتا تھا، چاروں طرف نظر ڈالی تو صرف ویرانی ہی ویرانی نظر آئی۔ آم کے درخت سوکھ چکے تھے۔ کھجور کے درخت کانٹ چھانٹ اور پانی کو ترس رہے تھے۔ گلاب، موتیا، ہارسنگار، کڑی پتہ و دیگر آرائشی پودوں کا نام ونشان تک نہ تھا۔ دیواروں کا پلستر اکھڑا چکا تھا۔ غرض یہ کہ گھر کیا تھا، ایک بھوت بنگلہ تھا۔ میں حیرانی و پریشانی کے عالم میں چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ہوا گھر کے اندر داخل ہو گیا۔ اندر کے حالات قدرے بہتر تھے مگر ویسے نہ تھے جیسے میری زندگی میں ہوتے تھے۔ میری بے چین نگاہ اپنی اہلیہ کی تلاش میں دائیں بائیں گھوم رہی تھی۔ آخر مجھے وہ اپنی پسندیدہ جگہ باورچی خانے میں نظر آ ہی گئی۔ اُف میرے اللہ، ان 10 سالوں میں وہ کتنی بدل گئی تھی۔ بال روئی کی طرح سفید، بڑھاپا چھا گیا تھا۔ چہرے سے دکھ عیاں تھا لیکن نور بھی عیاں تھا۔ میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کیسے پوچھوں کہ تمہارا کیا حال ہے؟ طنز و مزاح کا دور کیونکر چلے۔ میں تو اس کے لیے اس کے پسندیدہ پھل ٹوکریوں کی شکل میں لاتا تھا۔ اب پتہ نہیں بچے کیا سلوک کرتے ہوں گے۔ نہ تو میں بول سکتا تھا اور نہ ہی وہ مجھے دیکھ سکتی تھی۔ جو بیٹی مجھے اچھا نہیں سمجھتی تھی اس کا پہلے جیسا ہی حال تھا۔ جو بچہ میرے علاج معالجہ میں جان توڑ کوشش کرتا رہا اور کئی سال تک مجھے ادویات اور دن میں دو مرتبہ ٹیسٹ کی سہولت دیتا رہا اس کے چہرے سے رنج و غم عیاں تھا۔ جس

Scanned with CamScanner

بچے کو میں اپنا بیٹا کہہ کر تعارف کراتا تھا وہ مجھے نانا کہہ کر میری تصویر اپنے دوستوں کو دکھا رہا تھا۔ اس دوران لاہور والے بیٹے کا فون آ گیا۔ اہلیہ محترمہ بہت دیر اس سے فون پر بات کرتی رہیں۔ بات چیت سے اندازہ ہوا کہ وہ اپنی ماں سے موجودہ مکان فروخت کرنے کے لیے بار بار تقاضا کر رہا تھا۔ میری کار پہلے ہی فروخت کی جا چکی تھی۔ اس طرح ایک سال تک سب کی نگاہوں سے اوجھل رہ کر میں بچوں کی سرکس دیکھتا رہا۔ باری باری سب بچوں کے گھر گیا۔ کسی بھی بچے کے گھر میں میرا ذکر نہ تھا۔ سب اپنے اپنے حال میں مست تھے البتہ میرا بیٹا علی اور بڑا بیٹا نوید اکثر اپنے ڈیڈی کو یاد کرتے۔ بڑا بیٹا تو یاد کر کے اپنے آنسو نہ روک پاتا جبکہ چھوٹا بیٹا اس کی دلجوئی کرتا نظر آتا۔ یہ دونوں بچے میری کمی محسوس کرتے اور دکھ ان کے چہروں سے عیاں بھی تھا۔ اہلیہ محترمہ بھی رنج والم میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ مجھے اچھا نہ سمجھنے والی بیٹی مطمئن نظر آ رہی تھی کہ میں واپس نہ آنے کے لیے اپنی ابدی منزل کی طرف کوچ کر چکا ہوں۔ کینیڈا والی بیٹیوں کا علم نہیں ہے کیونکہ وہاں جانے کی اجازت اور وسیلہ نہ تھا۔ کچھ دوست احباب بے حد یاد کرتے تھے اور محبت میں میری کوتاہیوں کو بھی نیکیوں کا تسلسل خیال کرتے تھے۔ کچھ دوست اور بہن بھائی اپنی اپنی ذات میں گم اور عقل وفہم کے مطابق میرا ذکر ضرور کر رہے تھے۔ کچھ مجھے ضدی بھی قرار دے رہے تھے۔

ایک اور لڑکی کے گھر بھی گیا۔ اب تو اس کی لڑکیاں بھی جوان ہو چکی تھیں اور وہ اپنی غلطی پر نادم تھی مگر یہ ندامت اس کی غداری کا ازالہ نہیں ہو سکتی۔ اس پر اور اس کے خاندان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت برس رہی تھی اور تا قیامت اس پر اور اس کی نسلوں پر برستی رہے گی، ان شاء اللہ۔ اور جو لڑکی مجھے اچھا نہ سمجھ کر اگنور کرتی تھی اس کو میں نے ابھی تک بددعا نہیں دی۔ ہاں اگر صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو میری دعا اور بددعا اللہ تعالیٰ نے آج تک رد ہی نہیں کی؟

''باپ بابِ جنت ہے۔''

فرمانِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

یہ میری بدبختی اور بدنصیبی تھی کہ میری بیٹی نے مجھے دو مرتبہ Face to Face Confront کیا۔ یہ بدنصیبی نہیں تو اور کیا ہے؟ کہ مجھے گالیاں بھی سننی پڑیں۔

اسی شش و پنج میں مبتلا میں قبرستان چلا گیا۔ میری قبر کا برا حال تھا۔ ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھی۔ جنگلی گھاس سے اٹی پڑی تھی۔ ساتھ والی قبریں بھی میری طرح لاوارثوں کی تھیں۔ ان کا بھی برا حال تھا۔

ایک سال کے جائزے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ میری موت سے دنیا اور میری فیملی کو کوئی فرق نہیں پڑا۔ بیوی، بڑا بیٹا، چھوٹا بیٹا اور بلا صاحب یاد کر لیتے تھے، باقی سب مجھے بھول چکے تھے۔ دنیا رواں دواں تھی۔ کہیں بھی میری ضرورت نہ تھی۔ میں اللہ تعالیٰ سے رحم کی درخواست کر کے دنیا میں نارمل زندگی گزارنے آ بھی جاتا

Scanned with CamScanner

تو کہیں بھی ویلکم نہ کہا جاتا۔ بچے پریشان ہو جاتے۔ ان کے منصوبے دھرے کے دھرے رہ جاتے۔ ان کی ماں بھی مجھے کہہ سکتی ہے کہ تم نے واپس آ کر میرے مسائل میں اضافہ کر دیا ہے۔

میں نے محسوس کیا کہ میں جدید بستی میں پرانے مقبرے کی طرح ہوں۔ یہ سوچ آتے ہی میں نے اچھا نہ سمجھنے والی بیٹی کے سپاٹ چہرے، اُبلی ہوئی آنکھوں اور بدلحاظ اندازِ تکلم کو مدنظر رکھا اور دیگر اس کی ساتھی بہنوں کے نہایت ہی سرد رویے کو بھی نظر انداز نہ کیا اور فرشتے سے رابطہ کیا کہ میں قبر میں واپس جانا چاہتا ہوں۔ بقول شاعر:

تھی وہ مجنوں کے دم تک ہی رونق
خاک اُڑتی ہے اب بیاباں میں

فرشتہ مسکرایا اور بولا موت ابدی حیات ہے۔

''پس اے لوگو! لوٹ آؤ اپنے رب کی طرف جو بے حد مہربان ہے اور رحیم و کریم ہے۔''

میں نے محسوس کیا کہ میرے بیڈ کے اردگرد کچھ سائے موجود ہیں جو مجھے مخاطب کر کے آوازیں دے رہے ہیں۔ بازو میں، پیٹ میں سوئیاں بھی لگا رہے ہیں۔ آنکھیں کھولنے پر سائے نمایاں ہوتے گئے۔ یہ ڈاکٹر اور نرسیں تھیں جو مجھے اسی جہان میں روکنے کی کوشش کر رہی تھیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کامیابی بھی عطا کی تھی۔ میں ایک گنہگار انسان اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنے ہوش و حواس میں آ کر اپنے مالک، خالق اور رازق سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگا۔ توبہ بہت ضروری ہے۔ توبہ کا مقام بہت بڑا ہے۔ توبہ نہ مانگنا گناہ عظیم ہے۔ حکایت سعدیؒ کے مطابق واقعہ کچھ یوں ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک قصاب اپنے پڑوسی کی کنیز پر عاشق ہو گیا۔ ایک دن کنیز کو اس کے مالک نے دوسرے گاؤں کسی کام سے جانے کا حکم دیا۔ قصاب کو موقع مل گیا۔ وہ بھی کنیز کے تعاقب میں ہو لیا۔ جب کنیز ویران راستے سے گزری جو کہ گھنے جنگل سے ہو کر گزرتا تھا تو اچانک قصاب نے سامنے آ کر کنیز کو پکڑ لیا اور اسے اپنے مطلب کے لیے دعوتِ گناہ دینے لگا۔ جب کنیز نے دیکھا کہ قصاب کی نیت خراب ہے تو اس نے کہا اے نوجوان! تو اس گناہ میں نہ پڑ۔ حقیقت یہ ہے کہ جتنا تو مجھ سے محبت کرتا ہے اس سے کہیں زیادہ میں تیری محبت میں گرفتار ہوں لیکن مجھے اپنے مالک حقیقی عزوجل کا خوف اس گناہ سے روک رہا ہے۔ اس نیک سیرت اور اللہ کا خوف رکھنے والی کنیز کی زبان سے نکلے ہوئے یہ الفاظ تاثیر کا تیر بن کر اس قصاب کے دل میں پیوست ہو گئے اور قصاب نے کہا کہ جب تو اللہ عزوجل سے اس قدر ڈر رہی ہے تو میں اپنے پاک پروردگار عزوجل سے کیوں نہ ڈروں؟ میں بھی تو اسی مالک عزوجل کا بندہ ہوں۔ جا..... تو بے خوف ہو کر چلی جا۔ اتنا کہنے کے بعد اس قصاب نے اپنے گناہوں سے پرخلوص سچی توبہ کی اور واپس پلٹ گیا۔ راستے میں اسے شدید پیاس

Scanned with CamScanner

محسوس ہوئی لیکن اس ویران جنگل میں پانی دور تک میسر نہ تھا۔ قریب تھا کہ گرمی اور پیاس کی شدت سے اس کا دم نکل جائے۔ اتنے میں اسے اس زمانے کے نبی کا قاصد ملا۔ جب اس نے قصاب کی یہ حالت دیکھی تو پوچھا تمہیں کیا پریشانی ہے؟

قصاب نے کہا مجھے سخت پیاس لگی ہے۔

یہ سن کر قاصد نے کہا کہ ہم دونوں دعا کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل ہم پر اپنی رحمت کے بادل بھیجے اور ہمیں سیراب کرے یہاں تک کہ ہم اپنی بستی میں داخل ہو جائیں۔ قصاب نے جب یہ سنا تو کہنے لگا میرے پاس تو ایسا کوئی بھی نیک عمل نہیں جس کا وسیلہ دے کر دعا کروں۔ آپ نیک بزرگ ہیں، آپ ہی دعا فرمائیں۔ اس قاصد نے کہا ٹھیک ہے میں دعا کرتا ہوں تم آمین کہتے جاؤ۔

پھر قاصد نے دعا کرنی شروع کی اور وہ قصاب آمین کہتا رہا۔ کچھ ہی دیر بعد بادل کے ایک ٹکڑے نے دونوں کو ڈھانپ لیا اور ان دونوں پر سایہ فگن ہو کر ان کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ جب وہ دونوں بستی میں پہنچے تو قصاب اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا اور وہ قاصد اپنی منزل کی طرف جانے لگا۔ بادل بھی قصاب کے ساتھ ساتھ جا رہا تھا۔ جب قاصد نے یہ ماجرا دیکھا تو قصاب کو بلایا اور کہنے لگا تم نے تو کہا تھا کہ میرے پاس کوئی بھی نیکی نہیں اور تم نے دعا کرنے سے بھی انکار کر دیا تھا لیکن بادل تمہارے سر پر سایہ فگن ہے۔ یاد کرو تم نے کون سی نیکی کی ہے جس کی وجہ سے تم پر خاص کرم ہو رہا ہے۔ قصاب نے آج کا تمام واقعہ اس بزرگ کو سنایا تو بزرگ نے کہا کہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں گناہوں سے توبہ کرنے والوں کا جو خاص مقام و مرتبہ ہے وہ دوسرے لوگوں کا نہیں۔ بے شک گناہ سرزد ہونا انسان ہونے کی دلیل ہے مگر ان پر توبہ کر لینا مومن ہونے کی نشانی ہے۔ اکثر لوگ اور خاص طور پر میرے بھائی، میرے دوست عبدالغفار خان شیطان کا ذکر کرتے رہتے ہیں اور ہر کام شیطان کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں اور نیت کے عمل دخل کو بھول جاتے ہیں جبکہ شیطان تو صرف اختراع دے سکتا ہے، اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں کر سکتا کیونکہ اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ مدمقابل اشرف المخلوقات ہے۔ اس کے لیے صرف اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ہی کافی ہے۔ پھر ان کی تسلی کے لیے بخاری شریف اور دیگر احادیث کے خزانوں سے تحفتاً کچھ احادیث پیش خدمت ہیں۔ بس درخواست یہ ہے کہ ہر وقت شیطان کا نام لے کر اس کو پر موٹ مت کریں۔

مجھے اکثر فیس بکس پر دیکھنے اور پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ کسی بھی اسلامی تحریر یا کلپ (Clip) سے پہلے لکھا ہوتا ہے ''شیطان آپ کو روکے مگر آپ آگے فارورڈ کریں یا اگر شیطان نہ روکے تو آگے فارورڈ کر دیں۔'' ایک اور صاحب غنڈہ گردی کرتے ہوئے لکھتے ہیں اگر ہاتھ میں درد نہ ہو تو آگے فارورڈ کر دیں۔ اس قبیل کے لوگ جاہل

Scanned with CamScanner

مطلق ہیں۔شیطان کے پرموٹر ہیں اور اپنی جہالت کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔بقول مصطفےٰ خان شیفتہ:

ہم طالب شہرت ہیں ہمیں ننگ سے کیا کام
بدنام جو ہوں گے تو کیا نام نہ ہو گا

شیطان کے متعلق احادیث کا مطالعہ کریں۔شکریہ

شیطان کن گھروں میں بسیرا کرتے ہیں؟

جہاں داخل ہوتے وقت بسم اللہ نہ پڑھی جائے۔(صحیح مسلم:5262)

جہاں تلاوتِ قرآن مجید کا اہتمام نہ کیا جاتا ہو۔(صحیح مسلم:1824)

جہاں اللہ کا ذکر نہ کیا جاتا ہو۔(سورۃ الزخرف،36،صحیح ابوداؤد:5077)

جہاں نوافل کا اہتمام بالکل نہ کیا جاتا ہو۔(صحیح بخاری:3269،صحیح مسلم:1825)

جہاں کھانا کھاتے وقت بسم اللہ نہ پڑھی جائے۔(صحیح مسلم:5262)

جہاں کھانا بائیں ہاتھ سے کھایا جائے۔(صحیح مسلم:5265)

جہاں سوتے وقت دعا اور اللہ کا ذکر نہ کیا جائے۔(صحیح بخاری:3295،1142،السلسلۃ الصحیحۃ:264)

جہاں رات کے داخل ہوتے وقت دروازے اور کھڑکیوں کو بند نہ کیا جائے۔(صحیح بخاری:3304)

جہاں رات کے داخل ہوتے وقت بلاضرورت بچوں کو گھر سے باہر جانے دیا جائے۔(صحیح بخاری:5623)

جہاں گھر میں اپنی اور مہمان کی ضرورت سے بڑھ کر بستر اور بچھونا ہو۔(صحیح مسلم:5452)

جہاں تنہائی میں غیر محرم مرد وعورت کا اختلاط ہو۔(صحیح الترمذی:2165)

جہاں میاں بیوی صحبت کے وقت دعا کا اہتمام نہیں کرتے۔(صحیح بخاری:7396،صحیح مسلم:3533)

جہاں بیت الخلاء میں جاتے وقت دعا نہ پڑھی جائے۔(صحیح ابوداؤد:6)

ہسپتال میں ہوش میں آنے کے بعد میں کچھ یوں دعا گو رہا:

''ربِ عظیم تو برحق ہے، نہ جانے کب سے میں سانس روکے پڑا ہوں۔ربِ عظیم تو منفرد ہے،تو لم یلد ہے، میں گھٹ رہا ہوں ربِ عظیم۔ربِ مدوجزر میں اپنے گلے اور سینے پر ہاتھ رکھے تڑپ رہا ہوں۔ربِ روزِ ازل یہ سینہ کہ جس میں تو نے سانس دیا ہے تیرا رہن ہے۔تیری امانت ہے۔ربِ عظیم وبرتر،رحیم ہے تو،کریم ہے تو،عظیم ہے تو۔مجھے اجازت دے دے میں سانس لے لوں۔'' آمین ثم آمین۔بقول شاعر:

ہم اس بستی میں ہیں جہاں دھوپ زیادہ سائے کم
اب زخموں میں تاب نہیں اب کیوں لائے ہو مرہم

Scanned with CamScanner

باب نمبر15

کالا باغ ڈیم

اب ہمارے سیاسی نام نہاد راہنماؤں کا کردار ملاحظہ فرمائیں

کالا باغ ڈیم پنجاب کی سرزمین پر بننے والا آبی منصوبہ ہے جو سیاسی بدمعاشیہ کی نظر ہو گیا۔ اس ڈیم کے لیے پہلا سروے غالباً برطانوی حکومت نے قیامِ پاکستان سے قبل 1873ء میں کیا تھا۔ قائداعظم کی اجازت سے فروری 1948ء میں میانوالی کے مقام پر ہائیڈرو پاور پراجیکٹ تعمیر کیا گیا۔ بھارت نے پاکستان کا پانی بند کر دیا۔ پاکستان ورلڈ بینک اس مسئلے کو لے گیا جس کے بعد بھارت اور پاکستان کے درمیان پانی کی تقسیم کا معاہدہ طے پایا۔

ایوب خان نے پانی کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے کالا باغ ڈیم کی تعمیر کو ضرور سمجھا مگر ایوب دور میں دیگر آبی منصوبوں کی تعمیر زور و شور سے جاری تھی اس لیے کالا باغ ڈیم صرف کاغذوں تک محدود رہا۔ کالا باغ کی باری آنے سے پہلے ایوب خان کی حکومت ختم ہو گئی۔ بھٹو کے جمہوری دور میں پہلی بار اس ڈیم کو پاکستان کے لیے مضر قرار دیا گیا اور اس سے جان چھڑانے کی پہلی کوشش کی گئی۔

کالا باغ ڈیم پر صحیح معنوں میں کام جنرل ضیاء الحق کے دور میں شروع ہوا۔ جنرل ضیاء الحق کے دور میں خصوصی طور پر ڈیموں کے ماہر ''ڈاکٹر کنیڈی'' کے زیرِ اثر کمیٹی بنائی گئی جس نے کالا باغ ڈیم کے حوالے سے رپورٹ تیار کی۔ 1983ء میں ڈاکٹر کنیڈی کمیٹی نے اپنی رپورٹ پیش کی جس کے مطابق اس ڈیم کی اونچائی 925 فٹ ہو گی، 6.1 ملین ایکڑ فٹ پانی سٹور کیا جا سکے گا، اس کی تعمیر کے لیے زیادہ سے زیادہ پانچ سال اور کم سے کم تین سال کا عرصہ درکار ہو گا اور یہ پورے ملک کے پچاس لاکھ ایکڑ بنجر رقبے کو سیراب کرے گا اور آٹھ بلین ڈالر اس کی تعمیر پر خرچ ہوں گے جس سے پانچ ہزار میگا واٹ تک بجلی کی پیداوار حاصل کی جا سکے گی۔

جنرل ضیاء الحق کے حکم پر کالا باغ کی تعمیر کے لیے دفاتر تعمیر کیے گئے، روڈ بنائے گئے اور مشینری منگوائی گئی۔ اے این پی (پشتون سرخوں) نے اعتراض کیا کہ کالا باغ ڈیم کے موجودہ ڈیزائن سے نوشہرہ شہر ڈوب جائے گا۔ اس عذر کو دور کرنے کے لیے ڈیزائن میں تبدیلی لائی گئی اور ڈیم کی اونچائی کم کر دی گئی۔ سندھ میں موجود اس وقت کی ''سول سوسائٹی'' (سندھی سرخوں) نے بھی اعتراض اٹھایا کہ پنجاب سندھ کا پانی غصب کر لے گا۔ یہ منصوبہ سندھ کی عوام کو منظور نہیں۔ تب جنرل ضیاء نے چاروں صوبوں کو پانی کی تقسیم کے ایک فارمولے پر راضی کیا۔ اس معاہدے اور فارمولے کے مطابق پنجاب 37 فیصد، سندھ 33 فیصد، سرحد 14 فیصد اور بلوچستان 12 فیصد دریائی

Scanned with CamScanner

پانی لینے پر راضی ہو گئے اور اس کے ساتھ ہی جنرل ضیاء کو شہید کر دیا گیا۔

یاد رہے کہ جنرل ضیاء کے دور میں پاکستان میں سب سے زیادہ چھوٹے ڈیم بنائے گئے ہیں۔ ضیاء کے بعد یہ منصوبہ دوبارہ کھٹائی میں پڑ گیا۔ پاکستان پر دوبارہ جمہوریت مسلط ہوئی اور دونوں جمہوری حکومتوں نے دوبارہ اس منصوبے کو پاکستان کیلیے نقصان دہ قرار دینا شروع کر دیا۔ جنرل پرویز مشرف نے کالا باغ سمیت ملک بھر میں چھ بڑے آبی منصوبوں پر کام کرنے کا اعلان کیا اور کہا کہ ''ڈیم نہیں بنائیں گے تو مر جائیں گے'' ان منصوبوں میں نیلم جہلم، کالا باغ، بھاشا، منڈا، اکھوڑی اور کرم تنگی ڈیم شامل ہیں۔ 2005ء میں مشرف نے یہ اعلانات کیے اور 2007ء میں وکلاء تحریک کی وجہ سے اپنی وردی سے ہاتھ دھونا پڑے۔ 2008ء میں اس نے استعفیٰ دے دیا تاہم ان دو سالوں میں نئے سرے سے ان تمام ڈیموں کی فزیبلٹی رپورٹ بنائی گئی۔ نیلم جہلم پر کافی کام نمٹا لیا گیا اور غازی بھروتہ منصوبے کو مکمل کر دیا گیا۔ پھر جمہوریت آئی، اس بار پاکستان کے لیے ہر لحاظ سے مہلک ثابت ہوئی۔

بھاشا، کرم تنگی، منڈا اور اکھوڑی ڈیموں کو لٹکا دیا گیا۔ 2008ء میں مکمل ہونے والے نیلم جہلم منصوبے پر کام روک کر اس کو 2018ء تک کھینچ لیا گیا لیکن سب سے بڑا ظلم کالا باغ ڈیم پر کیا گیا جس کو نواز شریف اور آصف زرداری نے ہمیشہ کے لیے دفن کرنے کا اعلان کر دیا۔ قوم کے وسیع تر مفاد میں کالا باغ ڈیم منصوبے کو بند کرنے کے کیا کیا نقصانات ہوئے ہیں اس پر سب سے آخر میں بات کریں گے۔ پہلے اس ڈیم کے فوائد اور اس پر ہونے والے اعتراضات پر بات کرتے ہیں۔

کالا باغ ڈیم کے فوائد:

1- پاکستان کے تینوں بڑے ڈیموں تربیلا، منگلا اور چشمہ کی مجموعی پانی ذخیرہ کرنے کی صلاحیت تیرہ ملین ایکڑ فٹ ہے جبکہ کالا باغ ڈیم اکیلے چھ ملین ایکڑ فٹ سے زائد پانی ذخیرہ کرے گا۔ ڈیم میں تین سال کے لیے پانی ذخیرہ کیا جا سکے گا۔

2- کالا باغ ڈیم پاکستان کی پچاس لاکھ ایکڑ بنجر زمین کو سیراب کرے گا، نہری پانی کی فی ایکڑ پیداوار آج کل تین لاکھ روپے سالانہ ہے۔ اس حساب سے صرف کالا باغ ڈیم سے پاکستان کو سالانہ پندرہ ارب ڈالر کی زائد زرعی پیداوار ملے گی جس کے بعد پاکستان کو زرعی اجناس سے کچھ بھی درآمد نہیں کرنا پڑے گا البتہ پاکستان کی زرعی برآمدات دگنی ہو جائیں گی۔

3- خیبر پختونخوا اور پنجاب کے جنوبی علاقے، سندھ کے زیریں علاقے اور بلوچستان کے مشرقی حصے اس ڈیم کے پانی کی بدولت قابل کاشت بنائے جا سکتے ہیں۔ خیبر پختونخوا کے جنوبی اضلاع (کرک،

Scanned with CamScanner

بنوں، لکی مروت، ٹانک اور ڈیرہ اسمٰعیل خان) کو زرعی مقاصد کے لیے مزید بیس لاکھ ایکڑ فٹ پانی مل سکے گا اور وہاں کی تقریباً آٹھ لاکھ ایکڑ بنجر زمین قابلِ کاشت ہو جائے گی جس کے بعد کے پی کے کو کسی بھی صوبے سے گندم خریدنے کی ضرورت نہیں پڑے گی اور زرعی اجناس کی افغانستان برآمدات میں زبردست اضافہ ہوگا۔

4- کالا باغ ڈیم کی تعمیر سے سندھ کو بھی اضافی چالیس لاکھ ایکڑ فٹ پانی مہیا ہوگا۔ سندھ میں خریف کی کاشت کے لیے پانی دستیاب ہوگا جس کی اس وقت شدید قلت ہے، سندھ کے ریگستانی علاقوں کی پیاس کالا باغ ڈیم سے بجھ سکے گی، اس زرعی پانی سے سندھ کی آٹھ لاکھ ایکڑ بنجر زمین سیراب ہونے کے علاوہ سیم زدہ لاکھوں ایکڑ زمین قابل کاشت ہو جائے گی۔

5- بلوچستان کو اس ڈیم سے پندرہ لاکھ ایکڑ فٹ پانی مل سکتا ہے جس سے مشرقی بلوچستان کا تقریباً سات لاکھ ایکڑ اضافی رقبہ سیراب ہو سکے گا اور شاید بلوچستان کی تاریخ میں پہلی بار وہاں لہلہاتی فصلیں دیکھنے کو ملیں۔

6- کالا باغ ڈیم سے پاکستان چار سے پانچ ہزار میگاواٹ سستی بجلی پیدا کرے گا، تقریباً اڑھائی روپے فی یونٹ کے حساب سے، اس وقت پاکستان ساٹھ فیصد سے زائد بجلی تیل سے بنا رہا ہے جو ہمیں بیس روپے فی یونٹ تک پڑتی ہے، صرف نواز شریف کے پانچ سالوں (2013ء تا 2018ء) میں بجلی بنانے کے لیے خریدے گئے تیل کا قرضہ ایک ہزار ارب روپے سے زائد تھا یعنی سالانہ دو سو ارب روپے۔ اگر کالا باغ ڈیم سے بننے والی بجلی سسٹم میں داخل ہوتی ہے تو یہ خرچہ ڈھارہ جائے گا اور عوام کو ملنے والے بجلی کے بل ایک تہائی رہ جائیں گے۔

7- سستی بجلی کی وجہ سے کارخانوں میں اشیاء کی پیداواری لاگت نہایت کم ہو جاتی ہے جس کے بعد وہ عالمی منڈی میں دوسرے ممالک کی اشیاء کا مقابلہ کر سکتی ہیں۔ پاکستان میں لیبر پہلے ہی سستا ہے۔ اگر پاکستانی کارخانوں کو سستی بجلی فراہم کی جائے تو پاکستان میں بند ہونے والے تمام کارخانے چل پڑیں اور لاکھوں لوگوں کو فوری طور پر روزگار مل جائے گا۔ پاکستان کی برآمدات کئی گنا بڑھ جائیں گی۔ پاکستان کی درآمدات کم ہو جائیں گی۔ سستی بجلی اور لیبر کی وجہ سے پاکستان میں بیرونی سرمایہ کاری میں بے پناہ اضافہ ہوگا جس کا مطلب مزید پیداوار، مزید روزگار اور مزید صنعتی ترقی۔

8- پاکستان کو خشک کر دینے والے انڈین ڈیموں کے خلاف عالمی محاذ پر پاکستان کا کیس مضبوط ہوگا کہ پاکستان کے پاس ڈیم ہے اور پاکستان دریاؤں کا پانی ضائع نہیں کر رہا ہے۔

9- کالا باغ ڈیم منصوبے میں کم از کم 60 ہزار لوگوں کو براہ راست ملازمتیں ملیں گی۔ کالا باغ ڈیم کی جھیل

Scanned with CamScanner

میں پانی جمع ہونے سے ماحول پر مثبت اثرات پڑ سکتے ہیں اور موسمی ماہرین کے مطابق کچھ عرصہ بعد قریبی اضلاع کے درجہ حرارت میں کمی اور بارشوں میں اضافے کا امکان ہے۔ صرف کالا باغ ڈیم کی وجہ سے بڑھنے والی زرعی اور صنعتی پیداوار اور ہونے والی درآمدات کی وجہ سے پاکستان چند سالوں میں بیرونی قرضہ چکانے کے قابل ہو جائے گا۔

10- پاکستان میں زیادہ بارشوں کی وجہ سے یا انڈیا کے زیادہ پانی چھوڑ دینے کی وجہ سے ہر تھوڑے عرصے بعد آنے والے سیلاب بند ہو جائیں گے اور زائد پانی کو فوری طور پر ذخیرہ کر لیا جائے گا۔ یوں ہر سال ہونے والا اربوں روپے کا نقصان اور عوام کو پہنچنے والی تکلیف بند ہو جائے گی۔

اس منصوبے کے مخالفین نے ڈیم سے حاصل ہونے والے بیش بہا فوائد کی نسبت اس کے ممکنہ نقصانات کو خوب اجاگر کیا۔ نتیجے میں رائے عامہ اس کے خلاف ہو گئی۔ حالت یہ ہے کہ سرخوں کے پراپیگنڈا سے متاثر بہت سے پشتونوں کو علم ہی نہیں کہ ڈیم دراصل بننا کہاں پر ہے، سندھ میں تو یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ پنجاب پانی میں سے ساری بجلی نکال لے گا جس کے بعد ہمارے پاس صرف پھوک رہ جائے گی۔ (گنے سے رس نکل جائے تو جو بچتا ہے اس کو پھوک کہتے ہیں) ڈیم پر سنجیدہ نوعیت کے اعتراضات البتہ مندرجہ ذیل ہیں:

الف: صوبہ خیبر پختونخوا کے کالا باغ ڈیم پر تین بڑے اعتراضات ہیں:

بجلی پیدا کرنے والے ٹربائن اور تعمیرات پنجاب میں واقع ہوں گی اس لیے صوبہ پنجاب وفاق سے پیدا ہونے والی بجلی پر رائلٹی کا حق دار تصور ہوگا۔ اس اعتراض کے جواب میں صوبہ پنجاب نے وفاقی رائٹی سے مکمل طور پر دستبردار ہونے کا اعلان کر لیا۔

ضلع نوشہرہ کا بڑا حصہ ڈوبنے کا خطرہ ہے اور کچھ علاقے بنجر ہونے کا خدشہ ہے۔ جنرل ضیاء کے دور میں ڈیم کی اونچائی کم کی گئی جس کے بعد اے این پی کے ولی خان کا اس پر اعتراض ختم ہو گیا تھا۔

اب ذرا غور سے سنیں۔ میانوالی جہاں یہ ڈیم بننا ہے، سطح سمندر سے 688 فٹ بلند ہے جبکہ نوشہرہ کی سطح سمندر سے بلندی 889 فٹ ہے۔ ڈیم بن جانے کے بعد جب اس میں پورا پانی بھر جائے گا تب بھی اس پانی کی سطح نوشہرہ سے تین فٹ نیچے ہوگی۔ نوشہرہ کالا باغ سے 110 کلومیٹر دور ہے۔ کوئی مائی کا لال مجھے سمجھا دے کہ خدانخواستہ ڈیم ٹوٹ گیا وہ کیسے 110 کلومیٹر دور اور 200 فٹ اونچے نوشہرہ کو ڈبو دے گا؟ جس کی پیک بھی نوشہرہ سے ساٹھ فٹ نیچے ہے؟

تیسری یہ ہے کہ صوبہ سرحد کا رقبہ زیر آب آ جائے گا اور لوگوں کو نقل مکانی کرنی ہوگی۔ تو جناب عالی! ڈیم کی تعمیر سے کل 127500 ایکڑ رقبہ زیر آب آئے گا جس میں سے 124500 ایکڑ رقبہ صوبہ پنجاب اور صرف 3000

Scanned with CamScanner

ایکڑ رقبہ صوبہ کے پی کے میں واقع ہے لہٰذا یہ اعتراض بے بنیاد ہے۔ کچھ آبادی کو نقل مکانی کرنی ہوگی تو یہ تو ہر ڈیم کے ساتھ ہوتا ہے جبکہ نقل مکانی کرنے والوں کی اکثریت بھی پنجاب سے ہوگی لیکن اجتماعی مفاد کے لیے قومیں ہمیشہ انفرادی طور پر قربانیاں دیتی ہیں۔ فوجی اپنا پورا خاندان بے آسرا چھوڑ کر جان دیتا ہے تو ہمارے خاندان محفوظ ہوتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک شخص اپنی زمین پر سے پانی گزرنے نہیں دے رہا تھا اور اعتراض کر رہا تھا کہ میری زمین خراب ہوگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو آپ سخت طیش میں آئے۔ آپ نے فرمایا ''یہ تو تمہاری زمین ہے، اگر تمہارا پیٹ کھود کر یہ پانی اس میں سے گزارنا پڑے تو بھی میں کھودلوں گا۔'' اس کے علاوہ جہاں تک زمین بنجر یا سیم تھور کے مسئلے کا خطرہ ہے تو بڑے پیمانے پر پانی کی نہریں اور ٹیوب ویل کھود کر بآسانی حل کیے جاسکتے ہیں۔ ماہرین کے مطابق ڈیم کی تعمیر سے سیم اور تھور کے مسائل پیدا نہیں ہوں گے کیونکہ پانی کی موجودہ سطح کافی نیچے ہے۔

ب: صوبہ سندھ نے سب سے پہلے کالا باغ ڈیم منصوبے کی مخالفت کی۔

اس کا تمام تر اعتراض نام نہاد سول سوسائٹی اور چند قوم پرست سرخوں کا دیا گیا یہ نظریہ ہے کہ پنجاب ہمارا پانی چوری کرتا ہے لیکن آج تک اس ''چوری'' کو ثابت نہیں کیا جاسکا۔ وہ قوم پرست سرخے منگلا اور تربیلا ڈیموں کو بھی چوری ہی قرار دیتے ہیں جن پر اس وقت پورا پاکستان چل رہا ہے۔

دراصل نام کی مناسبت سے سادہ لوح سندھی عوام کے ذہنوں میں یہ بات ٹھونسی گئی ہے کہ پنجاب اور کے پی کے سے بہہ کر آنے والا دریائے سندھ صوبہ سندھ کا ہے جبھی اس کا نام دریائے سندھ ہے۔ اپنے اس بے بنیاد اعتراض کی قیمت سندھ اپنی زرعی زمین کی تباہی کی صورت میں ادا کر رہا ہے جس کی ان قوم پرستوں کو قطعاً کوئی پرواہ نہیں جنہوں نے عام سندھی عوام کو بہکایا ہے۔ صوبہ سندھ کے باقی تمام ذیلی اعتراضات اس بنیادی اعتراض سے جڑے ہیں کہ صوبے کا پانی کم ہوجائے گا جس کے نتیجے میں فلاں فلاں مسئلہ ہوگا۔

پہلی بات یہ کہ ڈیم کی تعمیر سے 1991ء کے معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں ہوگی کیونکہ اس میں صوبوں کے لیے پانی کا حصہ مقرر ہے۔ ڈیم کی تعمیر کے بعد بھی سمندر میں دس ملین ایکڑ فٹ پانی گرتا رہے گا لیکن ڈیم کی تعمیر سے سندھ کا اضافی آٹھ لاکھ ایکڑ رقبہ سیراب ہوگا۔ انڈین ڈیموں کی تعمیر کے نتیجے میں دریائے سندھ کم ہوتے ہوئے پانی اور پورے پاکستان سمیت سندھ میں بتدریج قدم جماتی خشک سالی کا مستقل خاتمہ ہوجائے گا۔

ج: بلوچستان۔

بلوچستان کسی بھی صورت کالا باغ ڈیم سے متاثر نہیں ہوگا بلکہ بلوچستان میں تعمیر ہونے والے کچی کنال نہر کو اپنے حصے سے اضافی پانی ملنا شروع ہوگا۔ نیز بلوچستان کا کم از کم سات لاکھ ایکڑ رقبہ سیراب ہوگا۔

Scanned with CamScanner

بلوچستان میں اس ڈیم پر اعتراض کرنے والے وہی قوم پرست سرخے ہیں جو پاکستان سے علیحدگی کی تحریکیں چلا رہے ہیں۔ان کا موقف بھی انتہائی مضحکہ خیز ہے۔

وہ یہ کہ کالا باغ ڈیم سے ان کو براہ راست کوئی نقصان نہیں لیکن چونکہ صوبہ سندھ (درحقیقت سندھی سرخے) اس ڈیم سے متاثر ہو رہا ہے تو ہم اخلاقاً ان کے ساتھ کھڑے ہیں۔ بلوچستان کی اپنی عوام اگر پیاس سے مرتی ہے تو مرتی رہے جبکہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ سندھ کا اعتراض بھی مقامی بلیک میلر قسم کے سیاست دانوں اور قوم پرست سرخوں کا ڈھکوسلہ اور قطعاً بے بنیاد ہے۔

آپ ایک چیز نوٹ کیجیے۔

کالا باغ ڈیم کی مخالف کرنے والے سرخوں کی نیک نیتی جانچنی ہو تو صرف یہ دیکھ لیں کہ ان میں سے کسی ایک نے بھی آج تک انڈیا اور افغانستان کے پاکستانی دریاؤں پر تعمیر کردہ کسی ڈیم پر کبھی اعتراض نہیں کیا حالانکہ وہ باقاعدہ اعلان کر رہے ہیں کہ ہمارے ڈیمز بنانے کا مقصد ہی یہ ہے کہ پاکستان کو خشک کر کے پیاسا مار دیا جائے۔ پاکستان سے مراد پاکستانی عوام بشمول سندھی، بلوچی، پنجابی اور پشتون جبکہ پاکستان اعلان کرتا ہے کہ ہم ڈیم بنا کر اپنی عوام کو پیاس اور خشک سالی سے بچانا چاہتے ہیں لیکن پاکستانی ڈیموں کو بموں سے اڑانے کی دھمکیاں دینے والے یہ سرخے نہ صرف انڈین اور افغانی ڈیموں پر خاموش ہیں بلکہ اسفندیار ولی نے کچھ عرصہ پہلے افغانستان میں بننے والے ڈیم کو سپورٹ کرنے کا اعلان کیا تھا۔ افغانستان میں دریائے اٹک پر بننے والے اس ڈیم سے نوشہرہ، پشاور، مردان اور صوابی بری طرح متاثر ہوں گے۔

اگلے حصے میں ان شاء اللہ اس بات کا جائزہ لیں گے کہ صرف کالا باغ ڈیم کی تعمیر روک کر یہ سرخے ہمیں کتنا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

کالا باغ ڈیم نہ بنانے کے نقصانات کا احاطہ کرنا مضمون میں ممکن نہیں البتہ چند موٹے موٹے نقاط گنواتا ہوں۔

کالا باغ ڈیم پر جنرل ضیاء کے بعد کام بند کر دیا گیا۔ اصولاً یہ ڈیم 1993ء میں آپریشنل ہو جانا چاہیے تھا۔ یوں 27 سال ضائع کیے گئے۔

کالا باغ ڈیم سے اضافی 50 لاکھ ایکڑ بنجر زمین سیراب ہونی تھی۔

نہری زمین کے پیش نظر فی ایکڑ 3 لاکھ روپے سالانہ پیداوار لگائیں تو اب تک ہم اپنا 40,000 ارب روپے یا 400 کھرب روپے یا 300 ارب ڈالر کا نقصان صرف پیداوار کی مد میں کروا چکے ہیں۔

پاکستان کا کل بیرونی قرضہ تقریباً 100 ارب ڈالر ہے۔ بس اسی سے اندازہ لگا لیجیے۔

صنعتی پیداوار کی لاگت کا تعین دو چیزیں کرتی ہیں۔

Scanned with CamScanner

پہلی لیبر اور دوسری بجلی۔

پاکستان میں لیبر بہت سستی ہے لیکن بجلی یا تو ناپید ہے یا اتنی مہنگی ہے کہ اس بجلی سے پیدا ہونے والی اشیاء کی لاگت دگنی ہو جاتی ہے۔

اس کی وجہ سے پاکستانی اشیاء بیرون ملک منڈیوں میں دوسرے ممالک کی اشیاء کا مقابلہ نہیں کر پاتیں بلکہ اب تو اپنے ملک کے اندر بھی دوسرے ممالک کی اشیاء سے مقابلہ نہیں کر پا رہیں۔

یہی وجہ ہے کہ نواز شریف کے آخری پانچ سالہ دور میں پاکستان میں سب سے زیادہ انڈسٹریاں بند ہوئیں اور میڈیا پر آپ نے خبریں سنی ہوں گی کہ بہت سے لوگوں نے اپنے کارخانے بنگلہ دیش منتقل کر دیے۔

انڈسٹریاں بند ہونے سے لاکھوں لوگ بے روزگار ہوئے۔

پاکستان کی برآمدات کم اور درآمدات بڑھیں۔ یوں تجارتی خسارہ ریکارڈ 32 ارب ڈالر کی سطح پر پہنچ گیا۔

یہ تجارتی خسارہ دور کرنے کے لیے بھاری سود پر بے پناہ قرضے لیے گئے۔

قرضے لینے کے لیے ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کی ایسی شرائط مانی گئیں جس نے پاکستان کی سلامتی کو خطرے میں ڈال دیا۔

اشیاء کی قیمتیں بڑھیں جس کی وجہ سے لوگوں کی قوت خرید کم ہوئی۔

بے روزگاری اور مہنگائی نے بہت سے سماجی مسائل کو بھی جنم دیا۔

بیرونی سرمایہ کاری نہ ہونے کے برابر رہ گئی۔

ان نقصانات کو کیلکولیٹ نہیں کیا جا سکتا تاہم پاکستان کو تقریباً کھوکھلا کر کے معاشی دیوالیہ پن کی حدوں پر پہنچا دیا گیا ہے۔

جن دنوں کالا باغ ڈیم کو بند کیا گیا، ان ہی دنوں متبادل کے طور پر بے نظیر بھٹو نے پاکستان میں بڑے پیمانے پر تیل سے بجلی بنانے والے مہنگے تھرمل بجلی گھروں کو لانچ کیا جو زیادہ تر پرائیویٹ ہوتے ہیں۔

یہ تھرمل بجلی گھر نہایت مہنگے ہیں۔

نواز شریف نے اپنے حالیہ پانچ سالوں میں بجلی کے تمام متبادل منصوبے بند کروائے اور دبا کر میاں منشاء سے تھرمل بجلی خریدی جس کے صرف تیل کا قرضہ پانچ سالوں میں 1000 ارب روپے یا 8 تا 10 ارب ڈالر سے تجاوز کر چکا ہے یعنی سالانہ 2 ارب ڈالر۔

تقریباً اسی تناسب سے ہم 25 سال سے بے نظیر کے اس تحفے کی قیمت چکا رہے ہیں۔ اگر کالا باغ ڈیم بنتا تو ہمیں تھرمل بجلی کا خرچہ تقریباً نصف پڑتا۔

Scanned with CamScanner

اس ضمن میں ہم نے سیدھا سیدھا کم وبیش 25 کھرب روپے یا 20 ارب ڈالر کا نقصان الگ سے کیا ہے۔

سیلاب پاکستان میں تقریباً ہر سال آ کر اربوں ڈالرز کا نقصان کر دیتے ہیں۔ اگر کالا باغ ڈیم بنا ہوتا تو ہم وہ سارا پانی ذخیرہ کر لیتے اور سیلابوں سے بچے رہتے۔

اس کا اندازہ نہیں کہ ان 27 سالوں میں سیلاب سے ہم کتنا نقصان کروا چکے ہیں۔

انڈیا نے کچھ عرصہ پہلے پاکستان کے خلاف کشن گنگا کیس جیتا جس میں انڈیا کی یہ دلیل تسلیم کی گئی کہ ''پاکستان میں ڈیم نہیں ہیں اور پانی سمندر میں ضائع کر رہا ہے۔''

اس دلیل کی بنیاد پر انڈیا نے ہمارے پانیوں پر اب تک چھوٹے بڑے 60 ڈیم بنا لیتے ہیں اور مزید پر کام جاری ہے۔

انڈیا کے ان ڈیموں کے اثرات اب نظر آ رہے ہیں اور ملک بھر میں خشک سالی نے تیزی سے اپنے پنجے گاڑنے شروع کر دیے ہیں۔ پاکستان کے کئی دریا سوکھ چکے ہیں اور ان دریاؤں پر آباد زمینیں تیزی سے بنجر ہو رہی ہیں۔

اگر ہمارے پاس کالا باغ جیسا بڑا ڈیم ہوتا تو انڈیا کبھی ہمارے پانیوں پر ڈیم نہ بنا پاتا۔ ہمارے پاس اس کو روکنے کا عالمی جواز ہوتا۔

اب انڈیا ایک قدم مزید آگے جا رہا ہے اور پاکستان آنے والے دریاؤں کا رخ مکمل طور پر موڑنا چاہتا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو پاکستان کو اپنی تاریخ کے پہلے اور بدترین قحط کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ٹیوب ویلوں کا پانی صرف دو تین سال تک ساتھ دے گا جس کے بعد زیر زمین پانی اتنا نیچے چلا جائے گا کہ اس کو نکالنا ممکن نہیں رہے گا۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ ڈیم بنانے سے صوبائی ہم آہنگی کو خطرہ ہے، ان کا اس وقت کے بارے میں کیا خیال ہے جب پانی کی نایابی کی وجہ سے تمام صوبے بھوک اور پیاس کی حالت میں ایک دوسرے کو کھانے پر آمادہ ہو جائیں گے؟

پاکستان جسے دنیا میں کوئی شکست نہیں دے سکا، پیاس سے مر جائے گا۔

یہ ایک سادہ اور مختصر سا جائزہ ہے کالا باغ ڈیم نہ بنانے کے نقصانات کا۔ یہ سارے نقصانات ہم اس لیے اٹھا رہے ہیں کہ ملک میں موجود چند ہزار قوم پرست سرخوں کو راضی کر سکیں؟

سنا ہے کہ اے این پی اور سندھی سرخوں کو ڈیم نہ بنوانے کے لیے سالانہ کئی ارب روپے انڈیا دیتا ہے۔

چند ارب روپوں کے لیے پاکستان کا کھربوں روپے کا نقصان اور معاشی طور پر برباد کر کے رکھ دیا ان ظالموں نے۔ ان ہی کے لیے وہ مثال ہے کہ ''اپنی ایک بوٹی کے لیے دوسروں کی گائے ذبح کروا دینا۔''

Scanned with CamScanner

ہماری ذہنی پسماندگی کی حالت یہ ہے کہ ایک مشہور مولانا کا ڈیم کے خلاف بیان سنا۔ فرما رہا تھا کہ ''مجھے یہ تو نہیں پتہ کہ کالا باغ ڈیم کے کیا نقصانات ہیں، ہم نے تو اے این پی کو دیکھ دیکھ کر مخالفت شروع کی تھی، البتہ یہ کہوں گا کہ دو ڈیم پہلے ہی بنے ہیں، اگر تیسرا بھی بن گیا تو ہم بیچ میں مینڈک کی طرح ٹرٹر کریں گے۔''

اتفاق سے اس مولانا کا نام بھی ''بجلی گھر'' تھا۔ اس ظالم کو پتہ ہی نہیں تھا کہ ڈیم کہاں واقع ہے اور اس کے کیا نقصانات یا فوائد ہیں۔ محض سرخوں کی مخالفت دیکھ کر مخالفت شروع کی۔

پوری دنیا میں پانی کو زندگی سمجھا جاتا ہے۔ پاکستان کے سیاسی بدمعاش اور سُورے دنیا کی واحد مخلوق ہے جو پانی کو موت سمجھتی رہی اور ہم پر پانی کے تمام راستے بند کر دیے۔

میں پشتون ہوں، میرے کرک، بنوں اور ڈی آئی خان محض اس لیے پانی سے محروم ہیں کہ ہم نے پشاور و مردان میں چند سرخوں کو راضی کرنا تھا، یوں کالا باغ ڈیم جس سے بنوں، ڈی آئی خان اور کرک کی آٹھ لاکھ ایکڑ بنجر زمین سیراب ہوتی، وہ نہ ہو سکی اور ہمارے ان علاقوں کی عورتیں آج بھی دور جوہڑوں سے پانی کے گھڑے سروں پر رکھ کر پانی لانے پر مجبور ہیں۔

کیونکہ ہم سرخوں کو ناخوش نہیں کر سکتے۔

ہمارے آپس میں پانیوں پر جتنے بھی اختلافات ہوں لیکن بطور مسلمان کم از کم ایک دوسرے کو پیاسے نہیں مرنے دیں گے البتہ انڈیا کا ہندو ہمیں پیاسا مار دے گا۔ خدا کے لیے اس سے پانی چھین لو، باقی بے شک آپس میں اس پر لڑتے رہو۔ اور چھیننے کے لیے ڈیم بنانے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

بشکریہ

شاہد خان

نوٹ: سرخے جب لاجواب ہو جائیں تو ایک اور مکر بھی کرتے ہیں۔ کوئی مست سا نعرہ لگا دیتے ہیں۔ مثلاً آپ ثابت کریں کہ ڈیم بننے میں پشتونوں کا کوئی نقصان نہیں، صرف فائدہ ہی فائدہ ہے تو نعرہ دے دیں گے کہ ''ڈیم سونا بھی دے تب بھی ہم نہیں لیں گے۔''

بقول لیاقت حبیب:

نوٹ: میرے نوجوان ہم وطنو! یہ تمام کاوشیں میں نے آپ سب کے لیے کی ہیں۔ ایک قوم بن جاؤ اور ملک کو بچاؤ ورنہ یہ چرواہے آپ کو جانوروں کا غول سمجھ کر ہانکتے رہیں گے اور گزشتہ سالہا سال سے ہانک بھی رہے ہیں۔ اب بھی وقت ہے اللہ رب العزت کا واسطہ ہے، ذاتی مفاد اور بریانی، قیمے والے نان اور مرغے قورمہ چھوڑ کر قوم پرست، وطن پرست بن جاؤ۔

Scanned with CamScanner

کچھ خراجِ تحسین بہ زبانِ شاعران لٹیروں کے نام:

پیسہ بن جائے جب زباں صاحب
کس کو سچا کہیں وہاں صاحب
یہ غلامی ہے ناخداؤں کی
سوچ اپنی ہے اب کہاں صاحب
کس کی پھر سچ تلک رسائی ہو
جھوٹ پڑتا ہے درمیاں صاحب
کون میرے جہان کی سوچے
اپنا اپنا ہے اب جہاں صاحب
ایک بس میرا گھر بچا لینا
پھونکیے اور سب مکاں صاحب
سب حقیقت سے منہ چھپاتے ہیں
یہاں بکتے ہیں بس گماں صاحب
جھوٹ در جھوٹ ہے سارا
سچ ہے ناپید اب یہاں صاحب
مانا شیطاں زمیں پہ حاوی ہے
کاہے چپ ہے یہ آسماں صاحب
کیسے بولوں یہاں میں سچ ابرک
لوگ کہتے ہیں بدزباں صاحب

(ابتاف ابرک)

Scanned with CamScanner

باب نمبر 16

پاکستان کی سابق ملکہ وفات پا گئی

ملکہ الزبتھ دوئم 1926ء کو پیدا ہوئی اور 8 ستمبر 2022ء کو 96 سال کی عمر میں وفات پا گئی۔

ملکہ الزبتھ دوئم پاکستان کی دوسری ملکہ تھی۔ آپ 1952ء سے 23 مارچ 1956ء تک پاکستان کی ملکہ رہیں۔

ان سے قبل جارج ششم 1947ء سے 1952ء تک پاکستان کا بادشہ رہا۔ پاکستان 14 اگست 1947ء کو انتظامی لحاظ سے برطانیہ سے آزاد ہوا تھا لیکن آئینی لحاظ سے ہم آزاد نہیں ہوئے تھے بلکہ ہم 23 مارچ 1956ء تک برطانوی بادشاہت کے ماتحت تھے۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ جب 14 اگست 1947ء کو پاکستان معرض وجود میں آیا تو اس وقت پاکستان کا اپنا کوئی آئین نہیں تھا۔

عارضی طور پر برطانیہ کا دیا ہوا انڈین ایکٹ 1935 کے تحت پاکستان چل رہا تھا۔

اس لیے قائداعظم نے 14 اگست 1947ء کو صدر پاکستان کی بجائے گورنر جنرل کا حلف لیا تھا اور گورنر جنرل پاکستان میں برطانوی بادشاہ کا نمائندہ تھا۔

انڈیا میں بھی یہی صورت حال تھی۔ وہاں کا گورنر جنرل بھی انڈیا میں برطانوی بادشاہ کی نمائندگی کرتا تھا۔

انڈین نے جلدی اپنا آئین بنالیا اور برطانوی بادشاہت سے آزاد ہو گیا اور ان کا گورنر جنرل اپنے آئین کے تحت انڈیا کا صدر بن گیا لیکن پاکستان میں صورت حال مختلف تھی۔ ہم آزاد ہونے کے 9 سال تک اپنا آئین نہ بنا سکے۔ اس لیے پاکستان میں گورنر جنرل 9 سال تک برطانوی بادشاہت کا نمائندہ رہا اور گورنر جنرل برطانوی بادشاہ کو جواب دہ تھا۔

پاکستان کے پہلے گورنر جنرل قائداعظم محمد علی جناح تھے۔

دوسرے خواجہ ناظم الدین تھے۔

تیسرے گورنر جنرل غلام محمد تھے۔

چوتھے گورنر جنرل سکندر مرزا تھے۔

جب پاکستان کا پہلا آئین 23 مارچ 1956ء کو ملک میں نافذ کیا گیا تو اس وقت پاکستان کے آئین کے

Scanned with CamScanner

تحت چوتھے گورنر جنرل سکندر مرزا پاکستان کے پہلے صدر بنے۔

پاکستان کی ہسٹری لکھنے والوں نے بھی اپنی ذمہ داریاں پوری نہیں کیں۔ پاکستانی نصاب میں ان حقائق پر بلیک آؤٹ ہے۔

سکولوں بلکہ تمام تعلیمی اداروں میں یہ بات طالب علموں کو نہیں بتائی جاتی اور نہ پڑھائی جاتی ہے اور پڑھانے والوں کو بھی علم نہیں۔

پاکستان کی ہسٹری لکھتے وقت غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ 14 اگست 1947ء سے 23 مارچ 1956ء تک پاکستان کے آئینی سربراہ کی ہسٹری کو سرے سے غائب کر دیا گیا ہے۔

قوم کو اور طالب علموں کو یہ کیوں نہیں بتایا گیا کہ قائداعظم نے 14 اگست 1947ء کو گورنر جنرل کا حلف کیوں اٹھایا؟ وہ صدر پاکستان کیوں نہ بن سکے؟

وہ برطانوی تاج کے نمائندہ کیوں بنے؟ ان کے بحیثیت گورنر جنرل حلف کے الفاظ کیا تھے؟

پاکستان کا پہلا بادشاہ جارج ششم تھا جو 14 اگست 1947ء سے 1952ء اپنی وفات تک ہمارا بادشاہ رہا۔ اس کی وفات کے بعد 1952ء سے 23 مارچ 1956ء تک ملکہ الزبتھ دوم پاکستان کی آئینی سربراہ تھیں۔

وہ جو ملکہ کی موت پر ماتم کرتے ہیں، غور سے پڑھیں اور شرم سے سر جھکائیں۔

برصغیر پاک و ہند میں برطانوی راج اس طرح کچھ قیدیوں کو پھانسی دیتا تھا۔ پھانسی کا یہ طریقہ ہندوستان میں برطانوی نوآبادیاتی دور سے سب سے زیادہ گہرا تعلق رکھتا ہے۔ 1857ء کی ہندوستانی بغاوت کے بعد ''توپ سے اڑانا'' ایک طریقہ تھا جو انگریز باغیوں کے ساتھ ساتھ ہندوستانی سپاہیوں کے لیے بھی استعمال کرتے تھے، جو انحراف کے مجرم پائے گئے تھے۔ (اس طریقہ سزائے موت کو توپ دم کرنا بھی کہا جاتا تھا)

جارج کارٹر سٹینٹ نے اس عمل کو اس طرح بیان کیا:

قیدی کو عام طور پر توپ سے باندھا جاتا ہے اور اس کی پیٹھ کے چھوٹے سے اوپری حصے کو تھپتھپایا جاتا ہے۔ جب توپ چلائی جاتی ہے تو اس کا سر سیدھا ہوا میں چالیس یا پچاس فٹ اوپر جاتا نظر آتا ہے، بازو اڑ جاتے ہیں، دائیں اور بائیں ہوا میں اونچے، اور شاید سو گز کے فاصلے پر گرے، ٹانگیں بندوق کے تھپکی کے نیچے زمین پر گریں اور جسم لفظی طور پر مکمل طور پر اڑ گیا۔ کوئی نشان نظر نہیں آ رہا تھا۔

اب بھی نوآبادیاتی ذہن ملکہ کی موت پر ماتم کرتے ہیں۔

ملکہ الزبتھ دوم کا 8 تاریخ کو انتقال ہو گیا تھا لیکن تادمِ تحریر تدفین ابھی تک نہیں ہوئی۔ آخری رسوم جاری

Scanned with CamScanner

ہیں۔19 تاریخ کوموت کے 11 دن بعد تابوت قبر میں اتارا جائے گا۔موت سے تدفین تک عجیب وغریب رسوم ورواج، ویسٹ منسٹر ہال میں چار روزہ دیدار، وہاں سے بکنگھم پیلس روانگی، وہاں سے ویلنگٹن آرچ آمد، پھر سینٹ جارج چیپل تک سفر، وہاں دعائیہ تقریب، پھر شاہی والٹ میں اتارنے کے بعد تدفین، مخصوص تابوت جس پر سنہری چھتری، گلوب پر نصب صلیب، ہر قدم عجیب شاہی پروٹوکول، چیونٹی کی رفتار سے چلتی مخصوص گاڑیاں، حکومتی زعماء کی شرکت، اس دوران نئے بادشاہ کی تاج پوشی.....الخ۔اس سب پر کتنا خرچہ آیا ہوگا؟ امریکی چینل اسکائی نیوز کے مطابق صرف 6 ارب ڈالرز۔(پاکستانی کرنسی میں 1331 ارب روپے) دنیا بھر سے جو لوگ جنازے میں شرکت کے لیے آئے، ان کے اخراجات اپنی جگہ، یہ معاملہ تدفین کے بعد بھی جلد ختم نہیں ہوگا۔رسوم کی بجا آوری کا سلسلہ مزید چلتا رہے گا جس پر اٹھنے والے اخراجات الگ ہوں گے لیکن اس سب کا آنجہانی ملکہ کی روح کو کوئی فائدہ؟ کچھ بھی نہیں، بلکہ کسی بھی انسان کو تو کیا، کسی ذی روح کو بھی کوئی فائدہ نہیں۔سراسر عقل کے خلاف فضولیات، بے جا اسراف، سرمائے کا ضیاع، وہ بھی اک ایسے وقت میں جب برطانوی معیشت سخت مشکلات کا شکار مگر اس کے باوجود مجال ہے کوئی لبرل، سیکولر یا ملحد ان فضولیات پر ایک حرف بھی زبان پر لایا ہو کہ جی بڑا پیسہ ضائع کر دیا۔اس سے کئی واٹر کولر لگوائے جا سکتے تھے۔کسی غریب کی بچی کی شادی ہو سکتی تھی۔دو چار جنریٹر تو آ ہی جاتے مگر قربانی کے چند ہزار روپے مسلمان اپنی مرضی سے خرچ کریں تو انہیں اوپر نیچے آگ لگ جاتی ہے۔اس کے مقابلے میں ایک مسلم بادشاہ (نام نہاد ہی سہی) کا بھی حال ہی میں (13 مئی) انتقال ہوا۔امارات کے حکمراں شیخ خلیفہ زید بن النہیان کا لیکن اسلامی تعلیمات کی برکت کہ جنازہ سادگی کا نمونہ۔صبح انتقال اور مغرب کے بعد تدفین۔نہ دیدار عام کے لیے چار دن انتظار، نہ ہی لمبا چوڑا شاہی پروٹوکول۔چند افراد نے عام سے تختے پر میت اٹھائی اور قبرستان پہنچا دیا۔میت بھی عام سے کفن میں لپٹی ہوئی، جس پر نہ سونے سے مرصع چادر اور نہ ہی طلائی تابوت۔قبر بھی سادہ۔بس مٹی کا ایک کوہان نما ڈھیر۔مقبرۃ البطین میں عام قبروں کے مابین۔کسی شاہی عمارت میں نہیں۔

جس جس نے ملکہ الزبتھ کے بارے میں بڑھ چڑھ کر اچھے جذبات کا اظہار کیا، تعریفوں کے پل باندھے، مغفرت کی دعائیں تک کر دیں، جو جو اس خاندان کے کروفر سے متاثر ہوا وہ پڑھ لے کہ ان ظالموں نے آپ کے بڑوں کے ساتھ، آپ کی ملکہ کے ساتھ کیا سلوک کر رکھا ہے! آہ غلام ذہنیت۔

ایک یہ بھی الزبتھ کی طرح ایک ملکہ تھیں۔

اپنے دور کی خوبصورت ترین ملکہ۔

Scanned with CamScanner

آخری مغل تاجدار مرزا ابوظفر بہادر شاہ کی بیوہ۔

نواب زینت محل کی عمر ابھی 34 برس تھی، جب شاہ ہندوستان کو جلاوطن کیا گیا۔ جواں سال بیٹے جواں بخت مرزا کو تو انگریزوں نے قتل کر دیا تھا، ننھا پوتا بچ گیا تھا۔ ایک ملازمہ تھی۔ یہ تھی کل سلطنت۔ ملکہ کو مشورہ دیا گیا کہ بوڑھے بادشاہ کے ساتھ رنگون (کالا پانی) جانے سے بہتر ہے یہاں رہ جاؤ۔ جواب تھا:

''جینا مرنا بادشاہ حضور کے ساتھ۔''

رنگون کے قید خانے میں مغل شاہی خاندان کے ساتھ جو سلوک کیا گیا وہ دنیا کے کسی شاہی خاندان کے ساتھ نہیں ہوا۔ 10 برس اس تنگ و تاریک گیراج میں گزارے۔ حسن جوانی سب ملال میں ملیامیٹ ہو گئے۔ اپنے سامنے اپنے پوتے کو دم توڑتے دیکھا۔ انگریز کمشنر ڈیوس نے دوائی تک پہنچنے نہیں دی۔ اپنے بادشاہ حضور کے لیے تازہ ہوا کی خاطر سفاک داروغے سے منت سماجت کرتی رہیں۔ 87 برس کی عمر میں بروز جمعہ 7 نومبر 1862ء صبح پانچ بجے ہندوستان کے بادشاہ کو گمنام قبر میں اتارا گیا۔ اکیلی ملکہ لاش کے پاس بیٹھی آنسوؤں کے موتی بکھیر رہی تھیں۔ انگریز سپاہیوں نے ملکہ کو دھکے دے کر لاش اٹھائی اور جلدی جلدی دفنا کر قبر میں چونا ڈال دیا گیا۔ انگریز کمشنر کے بقول۔

محمڈن رول کی آخری نشانی بھی مٹ گئی۔ فرمان جاری ہوا کہ بادشاہ کا کوئی رشتہ دار وارث ہونے کا دعویدار نہیں ہوگا حالانکہ ورثاء زندہ تھے۔ مغل بادشاہ کے بیس بیٹے تھے، دو شہزادے جان بچانے میں کامیاب رہے تھے۔ بعض شہزادے جیلوں میں بھی ڈالے گئے۔ جو دہلی میں قتل ہونے سے بچ نکلے اور برما اور ہندوستان کی سرزمین میں روپوش ہو گئے۔

بادشاہ کے ساتھ وفا نبھانے کے لیے رنگون میں ہجرت کر کے آنے والے مغل شاہی خاندان کے لوگ اپنی دکھیاری ملکہ کو اپنے پاس لے گئے۔ جو روکھی سوکھی کھاتے، پہلے ملکہ کو پیش کرتے، عزت و تکریم سے پیش آتے لیکن غم کیسے کم ہوتا۔ بیوہ ملکہ مرحوم بادشاہ کی حالت کو یاد کرتیں، خود گریہ کرتیں اور شاہی خاندان کی عورتیں بھی آہیں بھرتیں۔ اسی عالم حزن میں 63 برس کی عمر میں وفات پائی۔ برما کے مسلمانوں نے ملکہ کو بھی بادشاہ حضور کے پہلو میں دفنا دیا۔ بعد ازاں چندہ جمع کر کے درگاہ بنا دی گئی۔

آغاز بھی وفا، انجام بھی وفا

کہتے ہیں کہ اس درگاہ پر ہر وقت قرآن کی تلاوت ہوتی رہتی ہے۔ بادشاہ حضور اور ملکہ زینت محل کی مغفرت کی دعائیں مانگی جاتی ہیں۔

Scanned with CamScanner

مغل ملکہ کے ساتھ یہ سلوک برطانوی ملکہ وکٹوریہ کے دور میں ہوا۔ برطانوی ملکہ اور مغل ملکہ دونوں کی شادی 1840ء میں ہوئی تھی۔ ملکہ وکٹوریہ شاہی کروفر کے ساتھ وہ زیوارت پہنتی تھی جو ملکہ زینت محل کو شادی کے وقت بادشاہ سلامت نے تحفے میں دیے تھے، جنہیں 1857ء میں لال قلعہ کی لوٹ مار کے دوران انگریز فوجیوں نے ملکہ زینت محل سے چھینا تھا۔ یہ نادر زر و جواہرات ملکہ الزبتھ دوئم بھی پہنتی رہیں۔ وہ کوہ نور ہیرا اپنے تاج میں سجاتی تھیں۔ ملکہ کی ذاتی ملکیت میں مغل خاندان سے لوٹی ہوئی دولت بھی شامل ہے۔

ملکہ الزبتھ کو سرکاری طور پر یاد رکھا جائے گا لیکن ملکہ زینت محل کروڑوں لوگوں کے دلوں میں بغیر شاہی پروٹوکول کے زندہ رہیں گی۔

(بشکریہ: زبیر منصوری)

برٹش دور کے مراعات یافتہ غداروں کو مادرِ وطن کی جو جاگیریں اور القابات دیے گئے تھے وہ بحق سرکار ضبط ہونے چاہئیں۔ زینت محل بیگم تو اپنے حسب نسب سے خاندانی ملکہ تھی۔ اس کا باپ دادا بھی تھا جبکہ غاصب ملکہ کے خاندانی حالات تو دگرگوں ہیں۔ تاریخ کا مطالعہ کر کے دیکھیں۔

بقول شاعر:

جب کبھی بولنا وقت پر بولنا
مدتوں سوچنا مختصر بولنا

Scanned with CamScanner

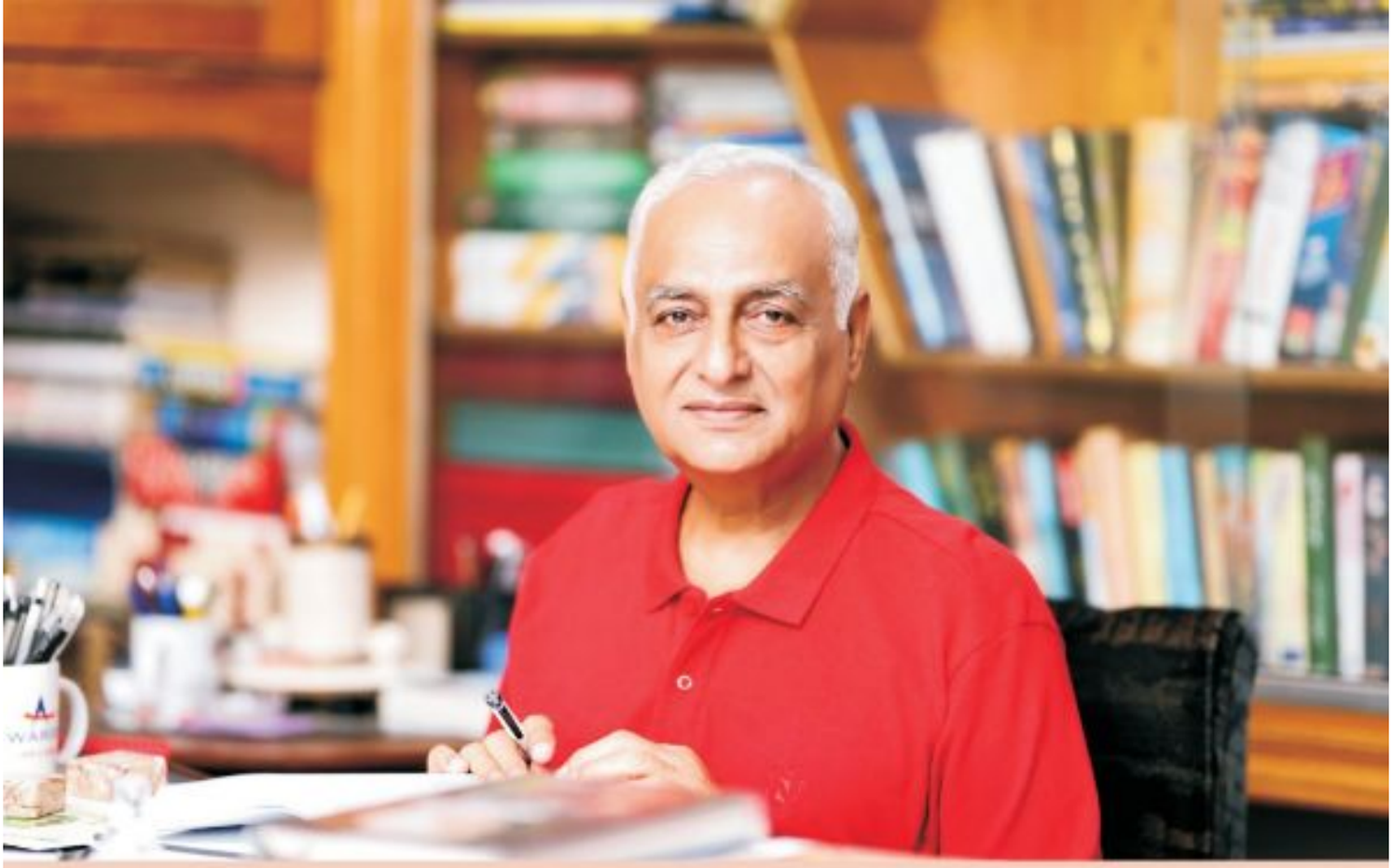

★ ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب کی یہ تصنیف پون صدی کا ایک ایسا قصہ ہے کہ جس میں ''تاریخیت'' جھوم جھوم کر اپنا رقص ہمارے سامنے کرتی ہے تو اس رقص کے وجد میں ہم سب کو کہیں نہ کہیں اپنا عکس تلاش کرنے کا موقع بھی مل ہی جاتا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد شہزاد رانا

★ ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب کی زندگی کے تجربات ''فرشتے کی ایف آئی آر'' جلد دوم میں جا بجا بکھرے ہوئے ہیں اور یوں ایک سحر طاری ہو جاتا ہے کہ مصنف نے سب سود زیاں برسرِ عام رکھ دیا۔

اب کس سے کہیں حالِ دلِ زار اے آدا　　آوارگی میں ہم نے زمانے کی سیر کی

پروفیسر شازیہ نصیب سومرو

★ ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب کی تحریر میں بلا کی بے باکی واضح طور پر جھلکتی محسوس ہوتی ہے۔ برادر کلاں کی عیاری اور ظلم و ستم کا پردہ چاک کرتے ہوئے شہادتیں بھی پیش کرتے ہیں۔

پروفیسر محمد اکبر خاں اکبر
کیڈٹ کالج قلعہ سیف اللہ، کوئٹہ

★ ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب اپنوں کی ستم انگیز کرم فرمائیوں کا نشانہ بنتے رہے۔ سچی زندگی میں اضافہ بنتے رہے۔ ان کی خود نوشت ''فرشتے کی آئی ایف آئی آر'' چاہی گئی محبت اور اپنائیت سے سراہی گئی اور یوں یہ نادر تخلیق منصۂ شہود پر طلوع ہو گئی۔

ہر دم دھمال یار ہے سارے وجود میں　　تم نے تو پور پور کو گھنگھرو بنا دیا

سعید احمد سلطان ماہر تعلیم (براؤ کاسٹر)

★ ڈاکٹر ادریس احمد آفتاب کی شخصیت جتنی سحر انگیز ہے اس سے کہیں زیادہ فسوں کاری ان کی تصانیف میں پائی جاتی ہے۔

نعمان ملک
انٹرنیشنل ٹورسٹ، کاوچ سرفر

Scanned with CamScanner